قدم الشیخ عبدالقادر قدس سرہٗ

علیٰ رقابِ الاولیاء الاکابر رضی اللہ عنہم

ممتاز احمد چشتی

خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

جس کے منبر ہوئے گردنِ اولیاء
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

فرمانِ غوثیہ

قَدَمِی ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ

کی توضیح و تشریح پر بصیرت افروز تحقیقی کتاب

قَدَمُ الشَّیخِ عَبدِ القَادِر عَلٰی رِقَابِ الاَولِیَاءِ الاَکَابِر رضی اللہ عنہم

از
مُمتاز احمد چشتی
خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

ناشر
بزمِ سعید
جامعہ انوار العلوم ملتان

نام کتاب	ـــــــــ قدم الشیخ عبدالقادر علیٰ رقاب الاولیاء الاکابر
نام مصنف	ـــــــــ ممتاز احمد چشتی خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان
نظرِ ثانی	ـــــــــ علامہ محمد عبدالحکیم چشتی سینئر مدرس جامعہ انوار العلوم
تصحیح و ترتیب	ـــــــــ مولانا عبدالعزیز سعیدی مدرس جامعہ انوار العلوم
پروف ریڈنگ	ـــــــــ حافظ راشد محمود، حافظ عبدالرزاق سعیدی
کمپیوٹر کمپوزنگ	ـــــــــ الرحمٰن کمپوزنگ سنٹر (۲۱۔ آٹو پلازہ ڈیرہ اڈا ملتان)
طابع	ـــــــــ الخطاط پرنٹنگ پریس شاہین مارکیٹ ملتان
ناشر	ـــــــــ بزمِ سعید جامعہ انوار العلوم نیو ملتان
صفحات	ـــــــــ ۴۹۴
ھدیہ	ـــــــــ ۱۵۰/ روپے

ملنے کا پتہ

(۱) دفتر بزمِ سعید جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان

(۲) کاظمی پبلیکیشنز کچہری روڈ ملتان

(۳) کتب خانہ بزمِ سعید شاہی عید گاہ خانیوال روڈ ملتان

ہستم سگِ آستانِ عبدالقادر
قِسمت رسدم زخوانِ عبدالقادر
گفتا قدمم بہ گردنِ اقطاب است
سُبحان اللہ! شانِ عبدالقادر

چوں موجِ قبولِ ازلی مے آید
سالک بہ درِ غوثِ جلی مے آید
آں تاجورِ فقر و امیرِ بغداد
از گلشنِ او بُوئے علی مے آید

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی

نامد ز سلف عدیلِ عبدالقادر
ناید بخلف بدیلِ عبدالقادر
مثلش گر از اہلِ قرب جوئی گوئی
عبدالقادر مثیلِ عبدالقادر

اے ظلِّ الٰہ شیخ عبدالقادر
اے بندہ پناہ شیخ عبدالقادر
محتاج و گدائیم تو ذوالتاج و کریم
شیئاً للہ شیخ عبدالقادر

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

فہرست مضامین

اِنتساب
ناچیز مؤلف بصد عجز و نیاز اپنی اس تالیف کو
جامعِ شریعت و طریقت بحرِ علوم و معرفت فاتحِ
قادیانیت، مجددِ دین و ملت، نائبِ غوثِ اعظم
حضرتِ اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا
ہے جن کی علمی و روحانی عظمت و جلالت کے سامنے
بڑے بڑے مدعیانِ علم و فن کی گردنیں خم ہو گئیں۔
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را
کمترین نیازمند
فقیر ممتاز احمد چشتی

اگرچہ حُسنِ تو از مہرِ غیر مستغنی است
من آں نیم کہ ز ایمانِ خویش آیم باز

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

ز بادشاہ و گدا فارغم بحمداللہ
گدائے خاکِ درِ دوست بادشاہِ من است

از درِ خویش خدارا بہ بہشتم مفرست
کہ سرِ کوئے تو از کون و مکاں مارا بس

اربابِ علم و فضل کی
تقاریظ
احساسات
و تاثرات

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی فیض احمد صاحب مدظلہ

الحمدللہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد! حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فرمان عالی شان "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کی توضیح و تشریح پر مشتمل کتاب "قدم الشیخ عبدالقادر علیٰ رقاب الاولیاء الاکابر" کے مسودات پڑھ کر قلبی مسرت ہوئی۔

عزیز محترم، مولانا حافظ ممتاز احمد چشتی سلمہ خطیب و مدرّس جامعہ انوار العلوم ملتان نے بڑی تحقیق اور محنت سے اس مشہورِ عالم موضوع پر کلام کیا ہے۔ تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ انہوں نے حتیٰ الوسع اعتدال اور حوصلے کو مدِ نظر رکھ کر عام مصنفین کے جذباتی اندازِ تحریر سے احتراز کی کوشش کی ہے۔ فاضل مؤلف نے جس کتاب کی تردید میں لکھا ہے اس کی عبارات و تحریرات کی شدت و بے احتیاطی کے مقابلے میں انہوں نے تحمل اور برداشت سے کام لے کر اپنی کتاب کی اہمیت اور افادیت کا خیال رکھا ہے اور یہ بات ان کے حسنِ تدبر اور معاملہ فہمی کی دلیل ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے اس فرمان عالی شان کے بارے میں تقریباً نو سو سال کے طویل عرصے سے امتِ مسلمہ کے اکابر علماء و مشائخ اپنی مستند کتابوں میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں اور اس موضوع پر اتنا لکھا جا چکا ہے کہ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اکابر اولیائے کرام کا اس فرمان پاک کی اطاعت میں گردن جھکانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ بامرِ الٰہی اس کے صدور پر یقین رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس طرح فرمانے اور اولیائے کرام کے گردن جھکانے پر کسی نے اعتراض نہ کیا بلکہ ہر زمانے کے علماء و مشائخ نے اس حقیقت کو بیان کیا۔ اگر آپ کا یہ فرمان سکر کی حالت میں صادر ہوتا تو زمانے بھر کے اولیائے کرام اس کی تعمیل نہ کرتے۔ اس دور کے مشائخ عظام جن میں حضرات مشائخ

چشت اصحابِ صحو و تمکین بھی یقیناً تھے' ان سب کا گردن جھکانا اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بامرِ الٰہی اعلان فرمایا اور مشائخ عظام نے اس فرمان کو بامرِ الٰہی یقین کر کے گردن جھکائی۔

بہت سے بزرگان و مشائخ جنہوں نے سکر کی حالت میں بعض کلمات اور دعاوی فرمائے علماء و مشائخ نے انہیں قبول نہ کیا بلکہ شرعی مؤاخذہ کرتے ہوئے ان کے خلاف فتویٰ دیا۔ ایسا بھی ہوا کہ حالتِ صحو میں ان بزرگوں نے اپنے اقوال سے رجوع کیا' یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ دوسرے علماء و مشائخ نے ان کے اقوال کی اطاعت کی ہو یا خود وہ بزرگ ہمیشہ اپنے دعاوی پر قائم رہے ہوں۔

راقم الحروف نے حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات "مہرِ منیر" میں فرمانِ غوثیہ کا مختصر انداز میں تذکرہ کیا ہے کیونکہ وہاں دلائل اور تفاصیل کی گنجائش نہ تھی۔ اکثر و بیشتر سجادہ نشین حضرات نے بالمشافہ اور خط و کتابت کے ذریعے مہرِ منیر کی تحسین و تصویب فرمائی۔ خصوصاً حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے بارہا اس ناچیز کے سامنے تحسین و تصدیق کا اظہار فرمایا اور بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات میں فرمانِ غوثیہ کا تفصیلی تذکرہ ہے اور وہ عرصۂ دراز سے شائع چلے آ رہے ہیں۔ راقم الحروف درگاہِ گولڑہ شریف میں تقریباً چالیس سال سے قیام پذیر ہے آج تک اس قسم کے سوالات و اعتراضات کسی چشتی بزرگ اور عالمِ دین نے نہیں کئے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فرمان عالی شان کے بارے میں بعض حضرات نے یہ اظہارِ خیال کیا ہے کہ یہ آپ کے زمانہ اقدس کے اولیائے کرام کے لئے ہے مگر اکابر علماء و مشائخ میں سے بہت سے بزرگوں نے اولیائے متقدمین و متاخرین سب کو اس ارشاد میں شامل کیا ہے۔ فاضل مؤلف کی

کتاب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

حضور غوث پاک قدس سرہ کے ہمزمان اولیائے کرام میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی' ان کے شیخ طریقت حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی' حضرت شیخ ابومدین مغربی' حضرت شیخ احمد الرفاعی اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہم سمیت حسبِ تصریح اکابر تین سو تیرہ کبار اولیائے کرام گردن جھکانے والوں میں شامل تھے۔ یہ حضرات اولیائے متاخرین کے تو مقتدا اور پیشوا ہیں جبکہ فیضانِ ولایت' فقر و تصوف' وصول الی اللہ اور ارشادِ خلق میں اپنی مساعیِ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کے لحاظ سے ان کا نام اور کام متقدمین اولیائے کرام سے کہیں زیادہ روشن ہے اس لئے وقت اور زمان کے موضوع کو محلِ بحث بنانا چنداں مناسب نظر نہیں آتا۔ ہم عصر اور ہم زمان لوگوں کا کسی عظمت و فضیلت کو تسلیم کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اہلِ علم کے نزدیک معاصرت ایک حجاب اور رکاوٹ شمار ہوتی ہے اور عموماً معاصرین علماء و مشائخ سے اختلافِ رائے' انکار اور تنقید کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔

جہاں تک حضور غوث پاک محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے دوسرے عظیم الشان کمالات و احوال و مقامات کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں امتِ مسلمہ کے اکابر علماء و مشائخ نے ہر دور میں اجماعی اعتراف کیا ہے اور اس پر مستند تاریخی مواد شاہد ہے۔ راقم الحروف علالت اور ضعفِ طبع کے باعث کچھ زیادہ لکھنے سے قاصر ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ فاضل مؤلف کا علمی و تحقیقی انداز' کتاب کی جامعیت اور افادیت پر شاہد ہے جس سے قارئینِ کرام یقیناً لطف اندوز ہوں گے۔

کمترین عباداللہ الاحد فیض احمد غفرہ الصمد

مقیم درگاہ گولڑہ شریف ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑوی مدظلہ

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں

قارئین! دنیائے علم و ادب میں کسی کتاب کو پرکھنے کے لئے نقادانِ فن کے نزدیک کچھ مسلّمہ اصول و معیار ہیں مثلاً موضوع کی اہمیت، نوعیتِ دلائل، معنوی اعماق، روایت و درایت میں تطبیقی عمل، ذاتی نقطہ ہائے نظر کا طرزِ اثبات، اسلوبِ نگارش، اظہارِ مطالب کے لئے انتخابِ الفاظ، فقروں کا دروبست، لفظوں کا رکھ رکھاؤ، پیرایۂ بیان کی اثر آفرینی، عبارت میں لب و لہجہ کی کھنک، محاوراتِ روزمرہ اور ضرب الامثال کا برمحل استعمال، ندرتِ فکر اور زبان پر قدرت وغیرہ۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کی روایات، محوّلہ خصوصیات اور لفظی و معنوی کمالات پر شاہدِ ناطق ہیں۔ یوں تو مختلف موضوعات پر آج تک ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی مگر دیکھنے کی بات یہ ہوتی ہے کہ مصنف نے اپنے موضوع سے کہاں تک انصاف برتا، اور اس کا طرزِ استدلال، اصحابِ علم و دانش کو کہاں تک متاثر کر رہا ہے وہ اپنی تحریر سے جو مفاہیم، قارئین کے اذہان میں منتقل کرنا چاہتا ہے اس میں وہ کامیاب بھی ہوا یا نہیں۔ روایت و درایت پر مبنی اس کے دلائل کا وزن کتنا اور جان کتنی ہے۔ کیا وہ پیش کردہ عبارات میں حسبِ ضرورت قطع و برید کا عادی ہے یا عبارت کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے کاملاً دیانتِ نقل سے کام لیتا ہے۔ کیا وہ محض اپنے ذہنی مفروضات کو ثابت کرنے کے لئے ماضی کی روایات کی طرف سفر کرتا ہے تاکہ اپنے کسی اختراعی موقف کو کسی روایت کا سہارا دے کر منوا سکے یا مطلوبہ موقف کو اس کی متعلقہ تمام روایات سے برآمد ہونے والے حتمی اور اجتماعی نتائج کی روشنی میں سامنے لانا چاہتا ہے۔ یا پھر یوں کہئے کہ وہ محض اپنے کسی ذہنی مفروضہ کے اثبات کی خاطر مآخذ و مراجع کو اہمیت دیتا ہے یا کسی اہم نتیجے پر پہنچنے کے لئے مآخذ و مراجع کی طرف رجوع کرتا

ہے۔ مصنف نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے کیا پہلے اس کے لئے وہ خالی الذہن بھی ہے کہ نہیں؟ دمِ تحریر اس کا ذہن موضوع سے کس حد تک مخلص ہے؟ مقصدِ تحریر محض نبرد آزمائی، اظہارِ علمیت و مسابقت اور حریفانہ کشمکش ہے یا اخلاصِ نیت کے ساتھ جستجوئے حق مطلوب ہے۔ کیا وہ اپنے بعض ذہنی مفروضات اور سطحی عقائد کو محض بزورِ قلم منوانے پر تلا ہوا ہے یا وہ اپنے اس سارے تخلیقی و تحقیقی عمل میں انتہائی مخلص ہے؟ اس لئے کہ مصنف کی عظمت کا معیار یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو صحیح سمجھے تو دوسروں کی مدح و ذم سے بے نیاز ہو کر اس پر استواری سے کاربند رہے۔ جب ایک باشعور ناقد مندرجہ بالا امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پر مصنف اور اس کی تصنیف کی حیثیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ نقد و جرح کے ایسے ہی قواعد و ضوابط کی روشنی میں تصانیف کے رد و قبول کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ فقیر خود کو نہ تو نقد و جرح کے فن کا ماہر سمجھتا ہے اور نہ ہی علومِ شریعت اور معارفِ طریقت میں اپنی دستگاہِ کاملہ کا مدّعی ہے۔ تاہم تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ ضرور کہہ سکتا ہے کہ اس فقیر نے علوم و فنون کے بعض ماہرین اور آسمانِ تصوف کے بعض درخشندہ ستاروں سے بقدرِ ظرفِ استعداد اکتسابِ فیض ضرور کیا ہے اور بحمد اللہ تھوڑا بہت جو کچھ بھی سیکھ پایا ہے سلیقے سے سیکھا ہے۔

خود سے چل کر یہ نہیں طرزِ سخن آیا ہے
پاؤں استادوں کے دابے ہیں تو فن آیا ہے

مولانا ممتاز احمد چشتی میرے ہمدرس ضرور رہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں اپنے علم و مطالعہ کے سارے چراغ گل کر کے اور اپنی تحقیقی استعداد کو بروئے کار لائے بغیر موصوف کی ہر بات آنکھیں بند کر کے تسلیم کرتا چلا جاؤں۔ میرے مشرب میں ایسا کرنا قرطاس و قلم کی توہین اور علم و فن سے کھلی خیانت کے مترادف ہے۔ جب مولانا ممتاز احمد چشتی کی تصنیف "قدم الشیخ عبد القادر علیٰ

رقاب الاولیاء الاکابر" کے مسودہ کا مطالعہ کیا تو میرا تاثر یہ قائم ہوا کہ فاضل موصوف کی ایسی گراں قدر علمی کاوش، دلائلِ عقلیہ و نقلیہ پیش کرنے میں ان کی چابکدستی، پختہ کاری، مہارتِ علمی اور دائرۂ تہذیب و اخلاق میں رہتے ہوئے ان کے مدلل و مسکت جوابات کی تعریف نہ کرنا بھی جہالت، حسد، بغض و کینہ، علمی خیانت اور محض فطری بخل ہوگا۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا۔

شعر کہہ سکتا نہیں اور مجھ کو کہتا ہے غلط
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

علامہ ممتاز احمد کے مسودہ سے قبل معترض کی تصنیف کے مطالعہ کا اتفاق بھی ہوا تھا۔ موصوف نے اپنے بعض اختراعی نظریات کو ثابت کرنے کے لئے جن عبارات اور حوالہ جات کا سہارا لیا اور ان سے جو نتائج اخذ کئے وہ ایک عام قاری کو تو شاید متاثر کرسکیں مگر مجھ ایسے طالب علم کے لئے ضرور محلِ نظر ہیں۔ کیونکہ

ع: عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

قارئین! میں پوری دیانت داری سے کہہ رہا ہوں کہ علامہ ممتاز صاحب نے معترض کے تعمیر کردہ قصرِ نظریات کو اپنے آہنی دلائل کی ضرب سے پاش پاش کر دیا ہے۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے ان کا طرزِ استنباط عالمانہ و محققانہ ہے اور حقیقت نگاری کی شان ہر کہیں قائم ہے۔ قرآن و سنت، فقہ، طریقت اور دوسرے متداولہ علوم و فنون کے جاندار اور معتبر حوالوں سے جب وہ معترض کا کوئی جواب دیتے ہیں تو قاری کو ذہنی لطف کے ساتھ ساتھ ان کی وسعتِ مطالعہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ ان کی پشت پر کسی کا ہاتھ ہے کیونکہ

پیغام رسائی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مرے ذہن کے پیچھے کوئی
القائے معانی سے پتہ چلتا ہے

جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ ہے کہ ممتاز احمد صاحب نے معترض کی طرح محض کوئی ذہنی مفروضہ پیش نہیں کیا' بلکہ معترض کے تمام مفروضاتِ ذہنیہ کو موقع و مقام کی مناسبت سے قرآن و سنت' شریعت' طریقت' اصولِ فقہ' علمِ بیان' لغت محاورات' روزمرہ ضرب الامثال اور اکابرِ طریقت کے جاندار اور ناقابلِ تردید حوالوں سے رد کیا ہے البتہ کہیں کہیں ان کی تحریر علمی اصطلاحات کے ناگزیری عمل کے سبب عام قاری کے لئے کسی قدر بوجھل ہو گئی۔ اگر علامہ ممتاز احمد' حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی والہانہ جذباتی وابستگی' طبعی نیاز مندی و عقیدت کی رو میں بہہ کر عقلی مفروضات کا بازار گرم کرنے یا معترض کے لئے سوقیانہ انداز خطاب اور بازاری زبان استعمال فرما کر اپنے نظریات کو قارئین پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے تو شاید اسے کوئی مہذب ذہن تسلیم نہ کرتا' مگر انہوں نے ایسا ہرگز نہیں کیا' بلکہ معترض کے اٹھائے گئے اعتراضات کے جواب میں تہذیب و شائستگی کا دامن کسی وقت بھی ان کے ہاتھ سے چھوٹتا نظر نہیں آیا' نفرت' جذبۂ عقیدت اور فرطِ محبت میں قلم و زباں پر قابو رکھنا آسان بات نہیں ہوتی' لیکن ممتاز صاحب پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ بڑے تحمل و بردباری اور بڑی بالغ نظری سے اس مشکل مقام سے گزرے ہیں۔

انہوں نے اپنے پیش کردہ مستدل پر جس جامع و مانع انداز میں تبصرہ پیش کیا ہے اور اس سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ایک منصف مزاج صاحب علم نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ ذاتی توجہ سے براہِ راست بھی ان نتائج تک پہنچ سکتا ہے اور یہ صحت و صداقتِ دلائل کی سب سے قوی دلیل ہوا کرتی ہے۔ دورانِ بحث انہوں نے دور از کار' تاویلات و تشریحات کا سہارا ہرگز نہیں لیا۔ اس لئے کہ ایسا کرنا دلائل کی کمزوری اور موقف کے ضعف کی علامت ہوتا ہے۔ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت کی رو میں بہہ کر انہوں نے سلاسلِ طریقت کے کسی شیخ کے لئے کوئی رکیک جملہ اور توہین آمیز لفظ استعمال نہیں کیا۔ میرے

خیال میں یہ شستہ پیرایۂ بیان صوفیائے امت سے ان کی مجموعی عقیدت و نیاز مندی کا غماز ہے۔ بخلاف معترض صاحب کے کہ انہوں نے فرطِ جذبات میں آکر دنیائے طریقت کے ایک مسلّم اور جگت شیخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شانِ محبوبیتِ سبحانیہ کو گھٹا کر بیان کرنے کی خاطر بعض انتہائی کمزور جملے استعمال کئے ہیں جو ان کی بوکھلاہٹ پر دال ہیں۔ حالانکہ معترض صاحب جن اکابر صوفیاء کے حق میں رطب اللسان ہیں' انہوں نے بھی حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے لئے کوئی ایسا جملہ یا لفظ کہنے کی جسارت نہیں کی' بلکہ ہر دور کے ہر شیخ نے اپنے اپنے شعور اور اپنے اپنے وجدانی محسوسات کی مناسبت سے بارگاہِ غوثیت میں اپنی محبتوں' عقیدتوں اور نیاز مندیوں کے گجرے نچھاور کئے اور سب کے سب بیک آواز پکار اٹھے کہ

جس میں' علم و جلالت میں' مسیحائی میں
کوئی ثانی نہیں اے دلبرِ زہراؓ تیرا
پا سکا تیرے سوا کون مقامِ مخدع
تجھ سے مخصوص ہے یہ رتبۂ اعلیٰ تیرا
جو کہا تو نے وہ مامور من اللہ ہو کر
اپنی خواہش سے نہیں کوئی بھی دعویٰ تیرا
چھپ گئے سامنے اس کے عرفا مثلِ نجوم
مطلعِ فقر پہ خورشید جو چمکا تیرا
عہد تک تیرے نہیں تیرا تصرف محدود
سچ تو یہ ہے کہ ہر اک عہد ہے شاہا تیرا

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں مختصراً یہ وہ احساسات و تاثرات تھے جو میں نے ایک مدت تک کتبِ تصوف کے عمیق مطالعہ کے بعد شعری قالب میں ڈھالے تھے۔ علاوہ ازیں ممتاز احمد صاحب نے اکابرِ امت کے جو

اقوال و اشعار اس کتاب میں نقل کیے ہیں، ان کو پڑھنے کے بعد یہ اندازہ بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دور کے صوفیاء و مشائخ سلاسل کو حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی سے کس قدر محبت و عقیدت تھی۔ کسی کی عظمت کو تسلیم نہ کرنے کا علاج تو کسی معالج کے پاس بھی نہیں۔ اہلِ بیت، صحابہ کرام اور اولیائے امت رضی اللہ عنہم تو بعد کی بات ہے، منکرین نے تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور انبیاء و مرسلین کے معجزات اور ان کے مقامِ منصوص کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ داناؤں کا قول ہے کہ کسی باعظمت شخصیت کی عظمت کو تسلیم کرنے کے لئے انسان کا خود باعظمت ہونا ضروری ہے۔ جب کہ تسلیم نہ کرنے کی رٹ لگائے رکھنا اس کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے اور اسی سے انسان کو حسد و بغض جیسی موذی اور مہلک بیماری لگ جاتی ہے۔

بلاشبہ غوث، قطب، ابدال وا وتاد وغیرہ کے الفاظ، اصطلاحاتِ تصوف میں پائے جاتے ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے واضعین خود اہلِ تصوف اور اکابرِ امت ہیں۔ معترض صاحب جب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ محولہ بالا القاب صوفیا نے ایک مخصوص مقام اور مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے وضع فرمائے ہیں تو لامحالہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام میں ایسی شخصیات ضرور پائی جاتی ہوں گی جو ان القاب کا مصداق بننے کے لائق متصور ہوئیں گویا یہ القاب بے معنیٰ اور مہمل نہیں بلکہ اپنے مرادی معانی پر مکمل طور پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم صوفیائے کاملین سے یہ توقع ہرگز نہیں کرسکتے کہ وہ کسی کے لئے کوئی ایسا لقب استعمال کرسکتے ہیں جو اس کا مستحق نہ ہو، لہٰذا حضرت پیران پیرؒ کے لئے غوثِ اعظم، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے لئے نائبِ رسول اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے لئے سلطان المشائخ یا محبوبِ الٰہی کے الفاظ استعمال کرنے میں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں آج کل کے ان بعض جعلی مشائخ کی بات نہیں کررہا جو محض اپنی دکانداری چمکانے اور مال و زر کمانے کی خاطر لبادۂ تصوف اوڑھ

کر خلقِ خدا کو لوٹتے ہیں' ایسے فریب کاروں کو بھی معتقدین' شیخ المشائخ اور نہ جانے کن کن القاب سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ایسے نام نہاد پیروں پر ایسے عظیم القاب استعمال کرنے کی حیثیت اور ہے اور صوفیائے سلف میں سے کسی کا کسی کے لئے کوئی لقب لکھنے یا بولنے کا مقام کچھ اور ہے۔

ع: چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

کتبِ تصوف کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ جیسے عظیم صوفیاء کے لئے جن باکمال مشائخ نے جو القاب استعمال کئے' وہ بہت سوچ سمجھ کر کئے۔ یہ آج کل کی طرح "من ترا حاجی بگویم' تو مرا حاجی بگو" والا معاملہ ہرگز نہیں تھا۔ اور پھر تصوف تو سراسر تزکیۂ نفس' حسنِ معاملہ اور اخلاق و محبتِ باہمی کا ایک پیغامِ جاودانی ہے۔ ہمارے صوفیاء نے اسی پیغام کو عام کیا ہے۔ نفرتوں کو قربتوں میں تبدیل کیا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مقام شناسی اور احترام کا درس دیا۔ بحالئ تعلقات میں ایک دوسرے کی تعریف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی' البتہ انقطاعِ روابط کی صورت میں تہذیب و مروّت کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دینا بہت بڑی بات ہے اور یہ صرف صوفیاء کا شیوہ ہے' ایک صوفی نفرت کی گرم بازاری میں بھی درسِ مروّت دیتے ہوئے کہہ اٹھتا ہے۔

محبتوں میں قرینہ تو لوگ رکھتے ہیں
میں نفرتوں میں بھی قائل ہوں رکھ رکھاؤ کا

ظاہر ہے کہ نفرت میں انسان کے ساتھ رکھ رکھاؤ اور مروت سے پیش آنا بہت بڑے حوصلے کی بات ہے اور یہ امر قابلِ تعریف ہے کہ معترض کے تند و تلخ اعتراضات ممتاز صاحب میں جھنجلاہٹ نہیں پیدا کر سکے۔ ورنہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بظاہر مہذب اور مدعیانِ علم افراد بھی اختلافات اور نفرتوں کے طوفان میں بہہ کر انسانیت کے بنیادی مقتضیات تک کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ کسی سے اظہارِ نفرت و اختلاف کے بھی آخر آداب ہونے چاہئیں اور ایسے آداب کا

صوفیائے کرام نے قرآن و سنت کی تعلیمات سے نہ صرف استخراج کیا' بلکہ اپنی قائم کردہ خانقاہوں میں آخری دم تک ان کا درس بھی دیتے رہے۔

قارئین! بات کہاں سے چلی تھی اور کہاں جا پہنچی' تو میں عرض کر رہا تھا کہ ممتاز احمد صاحب نے اپنی اس کتاب میں جن جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے' وہ دنیائے تصوف سے تعلق رکھنے والوں کے لئے انتہائی اہم موضوعات ہیں۔ مثلاً "قدمی ھذہ" کے ارشاد پر لفظِ "ولی" کی تشریح' اطلاقِ ادوار پر فاضلانہ بحث' اسی طرح لفظِ "کُل" اور ما کے عموم پر عالمانہ تبصرہ۔ آپ دیکھیں کہ معترض نے لفظِ "کُل" کے تحت اپنے موقف کے اثبات میں آیہ کریمہ پیش کی' علامہ ممتاز نے قرآن مجید کی ان آیات پر کس جامعیت سے بحث کی جو لفظِ کُل پر مشتمل ہیں اور پھر معترض کی قائم کردہ دلیل کا کس حسن و خوبی اور سلیقے سے رد کیا۔ اسی طرح عرف کی بحث میں درسیات کی متداولہ کتب میں سے جو مثالیں اور تعریفیں بطورِ سند پیش کیں' ان کی داد وہی شخص دے سکتا ہے جو ماہرِ درسیات ہو۔

قارئین! اگر فہرستِ ماخذ پر ایک نظر ڈالی جائے تو قاری پر کتابیات کا ایک الگ دروازہ کھلتا ہے اور ایک محنتی طالب علم آفرین کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ الفتوحات المکیہ اور الیواقیت والجواہر جیسی کتابوں پر تبصرہ اور پھر فاضلانہ تبصرہ

ع: یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

فہرستِ مراجع سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ممتاز احمد نے دوسری صدی ہجری سے لے کر عصرِ حاضر تک کے آسمانِ علم و معرفت کے درخشاں ستاروں کی کم و بیش ڈیڑھ سو کتب سے استفادہ کیا اور دفتر کے دفتر کھنگالے ہیں۔ یہ سب کچھ محض ورق گردانی اور ایک سطحی سے مطالعہ کا نتیجہ نہیں' بلکہ موصوف کے پیش کردہ علمی مباحث اور محوّلہ عبارات ان کے مطالعاتی اعماق' ژرف نگاہی' غیر معمولی محنت اور عرق ریزی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کتابیات میں محوّلہ کتب کے مصنفین و مؤلفین کے سنینِ وفات کے اہتمام نے شائقینِ تحقیق کے لئے جو سہولت فراہم

کردی ہے اس نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ معترض نے جن کتابوں اور عبارات کے بل بوتے پر اپنا بودا قصرِ تحقیق تعمیر کیا تھا' علامہ ممتاز احمد نے ان ہی کتابوں اور ان ہی عبارات کے محذوف سیاق و سباق کو منصۂ شہود پر لاتے ہوئے معترض کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا بقولِ اکبرؒ

حُسن پر اپنے ہر اک مہ پارہ گرمِ لاف تھا
گھر سے وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تھا

قارئین! بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا اور نہ کہنے کے حق میں ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق اٹھائے گئے بعض اعتراضات کے جواب میں یہ کتاب حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے' مگر اتنا اعتراف نہ کرنا بھی خلافِ انصاف ہو گا کہ علامہ ممتاز احمد نے موضوع زیرِ بحث کے ساتھ نہایت محققانہ اور عادلانہ برتاؤ کیا ہے اور یہ بھی کہ حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر صرف کھانے اور نعرے لگانے والے خطیبوں' مفتیوں' مولویوں' پیروں اور مریدوں میں سے اگر کوئی اپنی عقیدت کے ثبوت میں اس طرح کا ایک بھی علمی و تحقیقی شاہکار بارگاہِ غوثیت میں پیش کر کے دکھادے تو ہم تسلیم کریں گے کہ اس نے پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے حقِ نسبت ادا کیا' ورنہ پھر بقولِ سعدیؒ محض

ع: مقالاتِ بے ہودہ طبلِ تہی ست

والی بات ہو گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ ممتاز احمد چشتی کی اس خالصتاً علمی و تحقیقی کاوش کو قبولیتِ عامہ اور شہرتِ دوام عطا فرمائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خصوصی توجہ موصوف کے شاملِ حال رہے' اہلِ بیت' صحابہ' اور اولیائے امت رضی اللہ عنہم اس کتاب کے مصنف کے لئے عالمِ برزخ میں اظہارِ مسرت کے ساتھ سعادتِ دارین کی دعا فرمائیں اور حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ بروزِ

قیامت اپنے اس غلامِ خاص کو صرف "ہمارا امتیاز احمد" کہہ کر بلا لیں! آمین

اگر یک بار گوئی بندۂ من　　　　رود از عرش بالا خندۂ من

گدائے کوئے محبوبِ سبحانیؓ و محبوبِ الٰہیؒ

فقیر نصیرالدین نصیرؔ کان اللہ لہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۹۹ء

از درگاہِ غوثیہ، چشتیہ، نظامیہ، مہریہ، گولڑہ شریف، اسلام آباد پاکستان

حضرت علامہ مشتاق احمد چشتی شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم! اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے مقبول بندوں کے ذریعے دینِ متین کی تجدید فرمائی' احیائے سنت اور احقاقِ حق کا فریضہ ہمارے بزرگوں نے انجام دیا' علمائے امت نے ایسی ہستیوں کو مجدّدِ دین و ملت کے خطاب سے یاد کیا' پوری تاریخ اسلام میں ایک ایسی ہستی نظر آتی ہے جس نے تجدید سے بڑھ کر احیائے دین کا فریضہ انجام دیا اور اس عظیم ہستی کو محی الدین کے لقب سے یاد کیا گیا۔

ہر طبقے اور مکتبِ فکر کے لوگوں نے اپنے اپنے دور میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا چنانچہ زیر نظر کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ حافظ ابنِ تیمیہ' ابنِ کثیر' ابنِ جوزی' ابنِ حجر عسقلانی اور ابنِ حجر مکی ہیتمی جیسے علمائے ظواہر نے حضور سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر قدس سرہ کی دینی خدمات کو تسلیم کیا اور آپ کی شانِ جامعیت' استقامت اور تمکین کی تعریف کی۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے چنانچہ مولانا ابو الحسن علی ندوی نے "تاریخ دعوت و عزیمت" میں آپ کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا' مصر کے مشہور ناقد اور مفسر سید محمد رشید رضا مصری نے آپ کی دینی خدمات کو تسلیم کیا جبکہ ان کے قول کے مطابق باقی اقطابِ ثلاثہ میں یہ بات نظر نہیں آتی۔

حضور غوث اعظم سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی سیرت پر عربی' فارسی اردو اور انگریزی وغیرہ میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ آپ کی شخصیت کسی تصنیف کی مرہونِ منت نہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ کثرتِ تصانیف سے آپ کی اولوالعزم' پروقار' باعظمت اور سراپا تمکین شخصیت سامنے آتی ہے جس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس موضوع پر صاحبِ علم و فضل علامہ ممتاز احمد چشتی (ایم اے) خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم کی کتاب (قدم الشیخ عبد القادر علیٰ رقاب الاولیاء الاکابر)

وقت کی اہم ضرورت تھی۔ ایک صاحب نے علامہ شعرانی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ و دیگر بزرگوں کے کلام میں قطع و برید کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ سکر اور مستی کے عالم میں سرزد ہوا۔ آپ اس میں مامور من اللہ نہیں تھے اور یہ صرف ان معاصرین تک محدود ہے جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا۔ فاضل مصنف مولانا ممتاز احمد چشتی نے علامہ شعرانی کی تصانیف "لطائف المنن" "الیواقیت والجواہر" اور حضرت شیخ اکبر کی کتاب "الفتوحات المکیہ" کا بغور مطالعہ کرکے معترض کی قطع و برید کا سراغ لگایا اور پھر ان ہی کتابوں سے اس کو جواب دیا اور فضائل و کمالاتِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و اہمیت کو ثابت کیا۔

معترض کا موقف یہ تھا کہ مامور من اللہ صرف انبیائے کرام ہوتے ہیں۔ فاضل مصنف نے اکابر صوفیائے کرام بالخصوص علامہ شعرانی، شیخ ابن عربی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے کلام سے ثابت کیا کہ اس فرمان میں آپ مامور من اللہ تھے، اس وقت آپ سکر و مستی کے عالم میں نہ تھے ورنہ اکابر اولیائے کرام آپ کے آگے سرنگوں نہ ہوتے، جو امر انبیائے کرام کے ساتھ مخصوص ہے وہ امرِ تشریعی ہے جبکہ اولیائے کرام کا مامور ہونا امرِ الہامی سے ہوتا ہے۔

رہی دوسری بات کہ یہ فرمان صرف معاصرین کے لئے تھا، اس بارے میں فاضل مصنف نے تسلیم کیا کہ سلف صالحین میں کچھ لوگوں نے ایسی بات کہی ہے لیکن اکثریت اور جمہور کا مسلک یہی رہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین تمام اولیائے کرام اس فرمان کے عموم میں داخل ہیں البتہ حضرات صحابہ کرام اس میں داخل نہیں، جیسا کہ ہمارے شیخ کامل جامع شریعت و طریقت، مجدد دین و ملت حضور سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز نے تحقیق فرمائی ہے کہ اگرچہ صحابہ کرام ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے لیکن عرف میں انہیں ولی نہیں کہا جاتا بلکہ اس سے افضل لقب "صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" سے یاد کیا جاتا ہے۔

چونکہ معترض کو عرف کے دلیلِ شرعی ہونے سے انکار تھا اس لئے فاضل مصنف مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی سلمہ ربہ نے اصول شاشی سے لے کر توضیح تلویح تک تمام کتبِ متداولہ سے عرف کی اہمیت کو ثابت کیا۔ اسی طرح "کل ولی اللہ" میں لفظِ "کل" کے عموم کو اصولِ فقہ کی مستند کتابوں سے ثابت کیا' امید ہے جو منصف مزاج اس تحریر کو پڑھے گا مطمئن ہو جائے گا۔

معترض نے حضرات مشائخِ چشت کے ارشادات میں تحریف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ حضرات' حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم کی فضیلت کو نہیں مانتے۔ مصنف نے بڑی محنت کے ساتھ مشائخِ چشت اہلِ بہشت کے اقوال سے ثابت کیا کہ وہ سب حضرات' حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کے معترف ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ حضور غوث پاک محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

حضور خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز کے استفادے کو فاضل مصنف نے مشائخ چشت اور مولانا جمالی سہروردی کے حوالوں سے ثابت کیا۔ اسی طرح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہم کے اقوال اور حوالے پیش کئے۔ حضور غوثِ زمان شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اور خاتم العاشقین خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف کی کتابوں اور ملفوظات کے حوالوں سے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کو ثابت کیا اور اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کیا کہ

ع: متحد ہستند شیرانِ احد

اللہ تعالیٰ کے شیر آپس میں متحد اور شیر و شکر ہیں۔ غرضیکہ فاضل مصنف سلمہ ربہ نے دلائل کا انبار لگا کر معترض کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا جو وہ چشتیہ اور قادریہ سلسلوں کے متوسلین کے درمیان بصورتِ مفاخرت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ یہ بہت بڑا فتنہ تھا اور اس کا سدِ باب وقت کی اہم ضرورت تھا۔

معترض صاحب نے کرامت کی اہمیت کو گھٹانے کی مذموم کوشش کی اور اس طرح یہ تاثر دیا کہ غوث پاک سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کی شہرت اور تواتر سے کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ یہ بھی انتہائی مذموم اور مکروہ کوشش ہے' کرامت یقیناً معیارِ فضیلت ہے اور کرامات کی کثرت ولی کی ولایت کو چار چاند لگا دیتی ہے' اس لئے کرامت کو حیض اور ترکِ فرائض سے تشبیہ دینا انتہائی غلط بات ہے اور معتزلانہ اندازِ فکر ہے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جمہور کے نزدیک ولی کی کرامت در حقیقت اللہ تعالیٰ کے اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے جس کی پیروی سے وہ مقامِ ولایت پر پہنچا اور اس سے خوارقِ عادات کا ظہور ہوا۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیائے کرام کی کثیر کرامات حقیقت میں حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہیں' ان کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرنا اربابِ تحقیق کے شایانِ شان نہیں۔ سچے اہلِ محبت کو بزرگانِ دین کے کرامات بیان کرنے اور سننے سے دلی تسکین نصیب ہوتی ہے اور نورِ ایمان میں مزید تنویر آجاتی ہے اس لئے علامہ نبہانی جیسے محقق عالم نے "جامع کرامات الاولیاء" تصنیف کی۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات اخبارِ متواترہ کے ذیل میں آتی ہیں اور حافظ شمس الدین ذہبی نے ان کو موسلادھار بارش سے تشبیہ دی ہے۔ خبرِ متواتر کا انکار جہالت اور تعصب کے سوا کچھ نہیں۔

محبوب سبحانی کے ضمن میں لفظِ سبحان اور لفظِ اللہ کی تحقیق' تفسیر کبیر' تفسیر روح المعانی' تفسیر بیضاوی اور اس کے مستند حواشی سے کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ سبحان کو جو مناسبت ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ سے ہے اور اس سے کمالِ تنزیہہ کا جو مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ کسی اور کلمے میں نہیں۔

فاضل مصنف نے عام طور پر تحقیقی جواب دیئے ہیں لیکن کہیں الزامی جواب کا انداز اختیار کیا ہے تو وہ ان کی حاضر جوابی اور ذہنی صلاحیت کا مظہر

ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور روایت ہے کہ ایک عیسائی نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ کہتے ہیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں جب ان کے نواسے کو کربلا میں شہید کیا جا رہا تھا تو انہوں نے کیوں اپنے نواسے کی مدد نہ کی۔ شاہ صاحب نے فی البدیہہ الزامی جواب دیا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مدد طلب کرنے کے لئے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں نے میرے بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا میں اس کی مدد نہیں کر سکا۔ میں تمہارے نواسے کی کیونکر مدد کر سکتا ہوں۔ اس اعتراض کے تحقیقی جواب متعدد ہو سکتے ہیں مگر جو لطافت شاہ صاحب کے جواب میں ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔

مولانا ممتاز احمد چشتی سلمہ نے بھی کہیں کہیں الزامی جواب کا انداز اختیار کیا ہے مگر وہ بھی اہلِ علم کی نظر میں یقیناً ان کی ذہانت اور حاضر جوابی کی دلیل ہے ویسے عام طور پر دلیلِ عقلی کا رد، دلیلِ عقلی سے اور دلیلِ نقلی کا رد، دلیلِ نقلی سے کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب پڑھنے سے واضح ہو جائے گا۔

مولانا ممتاز احمد چشتی زید مجدہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے محبت بھرے تذکرے سے اس کتاب کو سدا بہار پھول کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اس میں مناسب نظر آتا تھا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے کسی ایسی شخصیت کا ذکر بھی کیا جائے جو حضور غوث پاک کے فیوضات و برکات کی مظہر ہو، اس مقصد کے لئے ان کا یہ انتخاب بڑا مستحسن ہے کہ حضرت سیدنا و مرشدنا جامع شریعت و طریقت نائبِ غوثِ اعظم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کا ذکر جامعیت اور علم و تحقیق کے انداز میں کیا جائے جو سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ قادریہ دونوں میں عظیم فضائل کے مالک ہیں۔

قدماء میں یقیناً بہت سے حضرات حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا نمونہ ہو گزرے ہیں مگر متاخرین میں علم و عمل، تقویٰ، مجاہدہ و ریاضت،

صداقت و استقامت، تبحرِ علمی کے ساتھ باطل کا مقابلہ اور شریعت و طریقت میں جامعیت کی جو شان حضور سیدنا پیر مہر علی شاہ چشتی قادری گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پائی جاتی ہے وہ صرف آپ کا حصہ ہے۔ ان کے ذکرِ خیر سے اور "قدمی هذه علٰی رقبة کل ولی اللہ" کی تحقیق سے یہ کتاب اور زیادہ بارگاہِ قبولیت کے لائق ہو گئی ہے۔

اس کتاب کا شستہ اندازِ بیان کوثر و سلسبیل میں دھلی ہوئی زبان اس کے حسن و خوبی میں اور زیادہ اضافے کا باعث ہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہِ الوہیت میں اور بارگاہِ غوثیت میں منظور و مقبول فرمائے۔ اس کتاب کے ذریعے سلسلہ عالیہ چشتیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ اور دیگر سلاسلِ تصوف کے ماننے والوں کے درمیان زیادہ محبت اور اتفاق پیدا ہو، منافرت کی دیواریں گر جائیں اور محبت و اخوت کی تعمیر تکمیل کو پہنچے۔

اہلِ سنت و جماعت کے درمیان سب سے بڑی متفق علیہ شخصیت اور مقامِ صحابہ کے بعد اولیائے کبار میں سب سے اونچی مقدس ہستی کے ذکرِ خیر پر مشتمل یہ کتاب ان سینکڑوں ہزاروں کتابوں میں ایک عمدہ اضافہ ہے جو پہلے سے سیرتِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لکھی گئیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب عوام و خواص سب کی نظروں میں مقبول، پسندیدہ اور تحقیقی کتاب قرار پائے گی۔

کمترین نیازمند بارگاہِ غوثیہ
مشتاق احمد چشتی
۶ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

حضرت علامہ سید ارشد سعید کاظمی چشتی صابری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! قطب الاقطاب، غوث الاغواث، فرد الاحباب، سلطان الاولیاء، محبوبِ سبحانی، شاہبازِ لامکانی، حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات اولیائے کرام میں جو عظیم الشان امتیازی مقام حاصل ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ دنیائے اسلام میں محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے اور آپ کی عظمت و جلالت اور شانِ محبوبیت کو عالمگیر آفاقی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہورِ عالم فرمان "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" پر تمام اولیائے کرام نے گردنیں جھکا کر آپ کی فوقیت اور برتری کو تسلیم کیا۔

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس فرمانِ عالی شان کے بارے میں عصرِ حاضر کے بعض لوگوں کی طرف سے اٹھائے گئے بعض اعتراضات کے جواب میں حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی زیدہٗ لطفہ خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان کی کتاب "قدم الشیخ عبد القادر علیٰ رقاب الاولیاء الاکابر" کے مسودات پڑھ کر بہت ہی مسرت ہوئی کہ انہوں نے بڑی تحقیق اور جامعیت کے انداز میں اس موضوع پر کلام کیا۔ فاضل مصنف نے کتاب میں اعتدال اور حقیقت پسندی کا خیال رکھتے ہوئے بڑا شائستہ اور معتدل انداز اختیار کیا۔ انہوں نے دلائل اور حقائق کی روشنی میں اپنے موقف کو ثابت کیا جس سے قارئین کرام یقیناً متاثر ہوں گے اور کتاب کی اہمیت و افادیت کو تسلیم کریں گے۔

حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی، حضرت غزالیٔ زماں امامِ اہلسنت قدس سرہ العزیز کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور تیس سال کے طویل عرصہ سے جامعہ انوار العلوم میں مسندِ تدریس پر فائز ہیں۔

فقیر کو اس بات پر قلبی مسرت ہوتی ہے کہ حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی ہر سال فقیر کے ساتھ جامعہ انوار العلوم میں بڑی گیارہویں شریف

کے انعقاد میں نہایت عقیدت و احترام سے تعاون کرتے ہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و تعلیمات کی نشر و اشاعت میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

جامعہ انوار العلوم کی ادبی تنظیم ”بزمِ سعید“ کے ارکان مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس اہم تصنیف کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری سنبھال کر سیرت و تعلیماتِ غوثیہ کی ترویج و اشاعت میں قابلِ تعریف کردار ادا کیا ہے جو گراں قدر نتائج و ثمرات کا حامل ہوگا۔

فقیر پُر تقصیر دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات اور انوار و تجلیات سے ہمارے قلوب و اذہان کو منور فرمائے، حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد صاحب چشتی کی یہ مخلصانہ کوشش قبول فرمائے اور ان کی کتاب بارگاہِ غوثیت میں منظور و مقبول ہو! آمین بجاہِ سید المرسلین

سگِ درگاہِ جیلانی

فقیر قادری سید ارشد سعید کاظمی

استاد شعبہ حدیث جامعہ انوار العلوم، ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للہ الواجب القدیم ذی القوۃ المتین
الغنیّ عن حمد الحامدین الحادثین
الممکنین والصّلوۃُ والسّلامُ علیٰ من کان نبیًّا
وٰادم بینَ الماءِ والطّین سیّدِ الاوّلین والاٰخرین
الّذی اُنزل فی تائیدہٖ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ
السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِیْنَ
وَعلیٰ اٰلِہٖ الطّیّبین الطّاھرین واصحابہٖ
الھادین المھتدین و علیٰ اولیاء اُمّتہٖ
العارفین الکاملین خصوصًا علیٰ قدوۃ ارباب
الصّحو و التّمکین قطب السّمٰوٰت والارضین
الغوث الاعظم سیّدِنا الشیخ محی الدّین
اَبی محمّد عبدِالقادرِ الجیلانی الحسنی الحسینی
المکین الامین الّذی کان مامورًا بقولہٖ
قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ
من عند ربِّ العالمین، فخضعت لہٗ رقاب
الاولیاء المتقدمین والمعاصرین والمتاٰخرین
اِلیٰ یوم الدّین رِضوانُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہم اجمعین

وجہ تالیف اور چند ضروری باتیں

حضرت غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و تعلیمات، فضائل و کمالات، دینی و اصلاحی خدمات، کشف و کرامات، آفاقی شہرت و مقبولیت، امتیازی شانِ محبوبیت اور عظمت و جلالت کے موضوع پر دنیائے اسلام کے نامور محققین، علمائے اعلام اور مشائخِ عظام نے جس تواتر اور تسلسل کے ساتھ مستند کتابیں لکھیں اور آپ کے علمی و روحانی کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کیا اولیائے کرام کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مستقل تصانیف کے علاوہ سیرت و تاریخ اور تصوف کی اکثر و بیشتر کتابوں میں بھی آپ کے حالات و کمالات کو بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا گیا۔ بزرگانِ دین کے ملفوظات، مکتوبات اور مواعظِ حسنہ کے بہت سے مجموعے بھی آپ کی سیرت و تعلیمات اور احوال و مقامات کے بیان پر مشتمل ہیں۔

آپ کے ظاہری عرصۂ حیات اور زمانۂ ارشاد ہی سے علماء و مشائخ اور اربابِ علم و دانش نے آپ کے ارشاداتِ عالیہ، احوالِ کاملہ اور افاداتِ جلیلہ کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کام بڑے منظم طریقے سے شروع کر دیا تھا۔ تمام تذکرہ نگار اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے خطاب میں ستر ہزار افراد کا مجمع ہوتا اور چار سو کاتب آپ کے ارشادات لکھنے میں مصروف نظر آتے۔ آپ کے مواعظِ حسنہ کے مسودات کو دور دراز علاقوں میں پہنچانے کا انتظام کیا جاتا، آپ کے تلامذہ، خلفاء اور مریدین ان کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لیتے اور اس طرح ایک منظم اور مضبوط تحریک کے ذریعے آپ کے خطاب کا ایک ایک حرف دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتا۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولوالعزم شخصیت اور روحانی عظمت کا کرشمہ تھا کہ اصلاح و تربیت اور تبلیغ و ارشاد کا یہ وسیع سلسلہ عالمگیر وسعت و افادیت سے ہمکنار ہوا اور اطرافِ عالم میں آپ محی الدین کے جلیل القدر لقب

سے مشہور ہوئے۔ آپ کے حالات و کمالات کی روایات نقلِ متواتر سے منقول ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ علمائے کرام جانتے ہیں کہ نقلِ متواتر موجبِ قطعیت و یقین ہوا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے محققین علماء و مشائخ نے کھلے دل سے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ آپ کے احوال و کمالات اور کشف و کرامات میں انکار کی گنجائش نہیں۔ آپ کی سیرت و تعلیمات پر مشتمل ضخیم مواد اور آپ پر لکھنے والوں کے مقام و حیثیت کی تفصیل کو ہم ایک مستقل عنوان کی صورت میں لائیں گے اور اس کے مراجع، مصادر اور منابع پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے۔

عربی، فارسی، اردو اور دوسری زبانوں میں آپ پر سینکڑوں مستقل تصانیف، سیرت، تاریخ، تصوف کی بے شمار کتابوں میں آپ کے حالات کی تفصیل اور نقلِ متواتر کے ذریعے منقول روایات کی کثرت کے بعد آپ کی سیرت و تعلیمات کا کوئی پہلو محتاجِ تکمیل نہ تھا اور آپ سے منسوب فضل و کمال کا کوئی عنوان ابہام و اخفاء اور اضطراب و تردد کی زد میں نہ تھا کہ ہم ایسے طالب علموں کو کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آتی اور ہم مشہور مقولہ "چھوٹا منہ بڑی بات" کا مصداق بنتے مگر ہوا کچھ یوں کہ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ میں بصیر پور ضلع اوکاڑہ کے مولانا محمد احمد چشتی فریدی کی کتاب "کلام الاولیاء الاکابر علیٰ قول الشیخ عبد القادر" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں انہوں نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مشہورِ زمانہ ارشاد "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ" اور آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کے بارے میں اعتراضات کئے جن کی تفصیل ہم کتاب میں پیش کریں گے۔ انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں بعض اکابر علماء اور مشائخ عظام خصوصاً مشائخِ چشت کی عبارات اور اقوال پیش کئے۔ انہوں نے اپنے خیالات و نظریات کو علماء و مشائخ کا موقف قرار دیا، اپنے آپ کو بطورِ ترجمان پیش کیا اور اپنی اس کوشش کو تحقیقی تجزیہ قرار دیا۔

کسی موضوع پر تحقیق یا اختلافِ رائے کوئی بری بات نہیں اور اس سے

کسی کو روکنا بھی مناسب نہیں ہوتا۔ چشتی فریدی صاحب کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تحقیق کریں اور ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا بشرطیکہ وہ تحقیق کرتے مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ انہوں نے تحقیق کے نام پر تحریف کا کارنامہ سرانجام دیا۔ ہم ان سے اتنا پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ انہوں نے علماء و مشائخ کی عبارات میں قطع و برید اور لفظی و معنوی تحریف و تبدیل کا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ عبارت کے پورے صفحے کا ایک جملہ لکھ کر ماقبل اور مابعد کی ساری عبارت کو کیوں حذف کیا' ایسے حوالے کیوں درج کئے جن کا کتابوں میں تذکرہ ہی نہیں۔ کسی ایک جملے کو علماء و مشائخ کا فیصلہ قرار دینے کی زحمت کیوں اٹھائی جبکہ اس جملے کے ساتھ ہی فیصلے کی تفصیلی عبارات موجود تھیں۔ انہوں نے خلطِ مبحث کے ذریعے حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کس بنا پر کی۔ انہوں نے ایسے نتائج اور اقوال کو علماء و مشائخ کی طرف کیوں منسوب کیا جو سراسر 'من و عن' مکمل طور پر بلا شرکتِ غیرے ان کے خودساختہ مفروضات ہیں۔ انہوں نے بزرگانِ دین کے مقام و منصب کے تعین کا کام اپنے ذمہ کیوں لیا اور اپنی طرف سے مقامات و مناصب عنایت کرنے میں بعض بزرگوں کا انتخاب کس حیثیت سے کیا۔

علماء و مشائخ کی کتابوں سے تو انہوں نے جو سلوک کیا وہ اپنے مقام پر مگر انہوں نے اپنے موقف کو قرآن مجید کا شانِ نزول کیوں قرار دیا' ان کی تحقیق اور اندازِ بیان کو ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" لکھتے ہیں تو اس کے اوپر یہ آیت تحریر کرتے ہیں "بل نقذف بالحق علی الباطل" کیا علمائے محققین اور مشائخِ چشت کی یہی روش تھی۔ احناف و شوافع جن کے درمیان فقہی احکام و مسائل میں اختلاف ہے کیا ایک دوسرے کے موقف کو باطل قرار دے کر اسی قسم کی آیات پڑھا کرتے تھے یا لکھا کرتے تھے۔ "نعوذ باللہ من ذالک"

سچ پوچھیں تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ چشتی فریدی صاحب

نے تحقیق سے کہیں زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہے ان کے ایک ایک جملے اور عنوان میں غیظ و غضب نمایاں ہے اور انہوں نے اختلاف و تحقیق کی راہِ اعتدال سے ہٹ کر تشدد اور خشونت کا طریقہ اپنایا ہے جو اس پڑھے لکھے دور میں خاص طور پر علمائے کرام کے لئے بالکل مناسب نہیں۔ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازیبا الفاظ لکھے ہیں اور دوسرے مشائخِ قادریہ اور ان کی کتابوں پر تو وہ خوب برسے ہیں۔ انہوں نے قادریہ سلسلہ کے معتقدین پر بار بار جہالت، گمراہی، کذب بیانی اور خرافات نویسی کے فتوے داغے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے طعن و تشنیع کی وجہِ جواز کے طور پر بعض غیر مستند خطباء اور مقررین کی تقریروں اور خطابات کو پیش کیا ہے مگر یہ بات قرینِ انصاف نہیں۔ وہ ان کے خلاف تقریروں میں غصہ نکال سکتے تھے ان سے مباحثہ اور مناظرہ کر سکتے تھے مگر ان کے جواب میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنے کا کوئی جواز نہ تھا، جن کی عظمت و جلالت پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔

تصنیف و تالیف اور تحقیق بڑے حوصلے کا کام ہے اور اس میں تحمل اور برداشت بہت ضروری ہے۔ مشائخِ کرام کے عقید تمند کہلانے والے لوگ اگر تشدد کا راستہ اختیار کر لیں تو تصنیف و تالیف کا شعبہ میدانِ جنگ بن جائے گا اور اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔ چشتی فریدی صاحب کے اس اندازِ تحریر کو کوئی بھی معقول انسان پسند نہ کرے گا اور اسے جوابِ آں غزل کہہ کر نظرانداز نہ کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ ان کے تقریظ نگاروں کو بھی ان کے اس طریقِ کار پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنا پڑا۔

ہم نے ان کی کتاب کا بغور مطالعہ کیا اور اکابر علماء و مشائخ کے حوالوں کا تحقیقی جائزہ لیا۔ پورے غور و خوض کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انہوں نے جن کتابوں کی نامکمل عبارتیں درج کی ہیں وہ ان کا تفصیلی مطالعہ نہیں کر سکے بلکہ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ عبارتیں انہوں نے اصل کتابوں سے نقل نہیں

کیں بلکہ بعض دوسری غیر مستند کتابوں سے نقل کی ہیں۔ ہمارے پاس اس بات کے شواہد ہیں کہ ان کی درج کردہ عبارات محلِ وقوع اور حدودِ اربعہ کے لحاظ سے بالکل اسی طرح ہیں جس طرح نامکمل طور پر دوسری کتابوں میں ہیں۔ اگر وہ حضرت شیخ ابنِ عربی، حضرت امام شعرانی، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرات مشائخ چشت رحمتہ اللہ علیہم کی اصل کتابوں کا تفصیلی مطالعہ کرتے تو یہ موقف ہرگز اختیار نہ کرتے۔ ہم پوری تفصیل کے ساتھ اپنے اس دعوے کو دلائل کی روشنی میں پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے اور اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کریں گے کہ ان کا نقطۂ نظر علمائے محققین اور حضرات مشائخ چشت سے قطعاً متعارض اور متصادم ہے۔

ان نفوسِ قدسیہ نے اس موضوع پر جو روش اختیار فرمائی وہ انصاف تحقیق اور اخلاص کا قابلِ عمل نمونہ ہے۔ ان جلیل القدر ہستیوں کے کلام سے بظاہر اگر کوئی ایسا خدشہ سامنے آتا ہے جس سے چشتی فریدی صاحب کے نقطۂ نظر کو کچھ تقویت ملتی ہے تو غور و فکر اور ماقبل و مابعد ملاحظہ کرتے ہی رفع ہو جاتا ہے۔ ان بزرگوں کی اسی کتاب میں یا ان کی کسی اور کتاب میں وہ موضوع نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہوا نظر آتا ہے۔ محنت اور تحمل کی روشنی میں شکوک و شبہات کے مصنوعی بادل چھٹ جاتے ہیں اور حقیقت کا آفتاب پوری آب و تاب سے جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ چشتی فریدی صاحب کے ساتھ دورِ حاضر اور ماضی قریب کے بعض معتقدینِ سلاسل بھی اسی نقطۂ نظر کے حامل ہیں اور بزعمِ خویش اپنے مشائخ کے ساتھ حسنِ عقیدت کی تکمیل کے لئے ایسا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ تحقیق اور تحریف میں بڑا فرق ہے یہ تو بزرگوں کی عبارات ہیں اگر قرآن مجید میں تحریف کا عمل دخل ہو جائے تو اس کا مفہوم اور مطلب بھی بدل جاتا ہے مثال کے طور پر "انما انا بشر مثلکم" (میں تم ہی جیسا

انسان ہوں) یہ قرآنی آیت کا ایک حصہ ہے۔ اگر اس کے مابعد والے حصے (یُوحیٰ اِلَیَّ) کو حذف کر دیا جائے اور یہ مفہوم گردانا جائے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک انسان ہی تو ہیں تو کیا یہ مطلب درست ہوگا ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان جانتا اور مانتا ہے کہ آپ رسول ہیں نبی ہیں رحمتِ عالمین ہیں' صاحبِ خلقِ عظیم ہیں' سراجِ منیر ہیں اور بشیر و نذیر ہیں۔ غلطی کہاں سے پیدا ہوئی کہ آیت کا حصہ "یُوحیٰ اِلَیَّ" جو حضور کا عام مخلوق سے امتیاز تھا اس کو چھوڑ دیا گیا نیز ان دوسری آیات کو نظر انداز کر دیا گیا جن میں آپ کے خاص مقامات اور مناصب کو بیان کیا گیا۔ اسی طرح اگر نماز کے تارکین یہ آیت پیش کریں یاایھاالذین آمنوا لاتقربوا الصلٰوۃ (اے ایمان والو نماز کے قریب مت جانا) تو کیا آپ ان کے اس استدلال کو قبول کرلیں گے ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے آیت کا ایک حصہ "وانتم سکاریٰ" چھوڑ دیا جس کو ساتھ ملانے سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو اور یہ بالکل درست ہے۔ دونوں آیتوں کے مفہوم اور مطلب میں تبدیلی کا باعث تحریفِ لفظی ہے۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ قطع و برید اور ماقبل یا مابعد کے حذف سے قرآن مجید کا مفہوم بدل جاتا ہے تو پھر بزرگوں کی عبارتوں میں جہاں اوراق و صفحات گول کر دیئے جائیں ان کا کیا مفہوم باقی رہے گا۔

ممکن ہے ہمارے دوستوں کو چشتی فریدی صاحب کی پوری کتاب یا ہماری آنے والی کتاب کے مکمل پڑھنے کی فرصت نہ ملے ہم بطورِ نمونہ ان کی تفریحِ طبع کے لئے چند حوالے درج کرتے ہیں اور فیصلہ ان پر چھوڑتے ہیں کہ وہ انصاف کریں۔ مصنف صاحب' کتاب کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں الفتوحات المکیہ میں ہے انتھر ابو السعود شخصا ذکر عبدالقادر و عظم منزلة عبدالقادر شیخ ابو السعود نے ایک ایسے شخص کو جھڑک دیا جس نے شیخ عبدالقادر کا ذکر کیا اور آپ کا مرتبہ بہت بڑھایا وغیرہ۔ یہ عبارت الفتوحات المکیہ ص ۱۲۴ جلد دوم میں ہے

اب انہوں نے اس کا ماقبل یہ جملہ حذف کر دیا "ولولا ماحکی عنہ ابو البدر المذکور انہ" اسی طرح اس عبارت کے مابعد کی سات آٹھ سطریں حذف کر دیں حالانکہ ماقبل اور مابعد کی عبارت ملائیں تو اس سے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتہائی عظمت و جلالت ثابت ہوتی ہے اور اس عبارت کی مزید تفصیل جو ص ۴۲۷ جلد دوم میں موجود ہے سب کو نظر انداز کر دیا تو آپ کا کیا خیال ہے اس عبارت کا وہی مطلب ہوگا جو چشتی فریدی صاحب نے نکالا ہے ہرگز نہیں اسی کو کہا جاتا ہے تحریف اور قطع و برید۔

مصنف صاحب 'کتاب کے ص ۲۵۲ پر لکھتے ہیں شیخ اکبر' صاحبِ فتوحات تو آپ کو صاحبِ مقام مانتے ہی نہیں' حالانکہ شیخ اکبر' فتوحات جلد سوم ص ۳۴ پر امتِ محمدیہ کے اولیائے کرام کا سب سے اعلیٰ مقام بیان کرتے ہوئے حضرت کو اس مقام پر فائز قرار دیتے ہیں اور فتوحات جلد اول ص ۲۰۱' جلد اول ص ۵۸۸' جلد دوم ص ۱۴' جلد دوم ص ۱۳۰' جلد دوم ص ۲۸۶ پر آپ کے اعلیٰ مقامات کو بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر آپ کا کیا خیال ہے چشتی فریدی صاحب نے درست لکھا ہے ہرگز نہیں۔

مصنف صاحب نے حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ کتاب کے ص ۴۴ پر درج کیا ہے آپ اسے بھی دیکھ لیں اور ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ حصہ اول ص ۱۱۵ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور کا مطالعہ کریں اور ان کا آپس میں موازنہ کر لیں پھر دیکھیں کہ مصنف صاحب نے ملفوظ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

آخر میں مصنف کی تحریف اور نقلِ عبارت میں بے احتیاطی کا شاہکار ایک حوالہ پیشِ خدمت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے ص ۲۷۹ پر حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب " نفحات الانس " کے حوالے سے درج کیا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'ابراہیم قندوزی ایک مجذوب کے پاس رہے'

وہ ایک بڑا پتھر اٹھا کر آپ کو مارنے پر آمادہ ہوتے اور پھر کسی وجہ سے چھوڑ دیتے'' حالانکہ یہ روایت حضرت مولانا جامی کی ''نفحات الانس'' میں سرے سے مندرج ہی نہیں۔ البتہ نفحات الانس مطبع نو لکشور ص ۲۱۱ پر شیخ ابراہیم مجذوب اور نجیب الدین علی بن برغش شیرازی کے بارے میں اس قسم کی روایت پائی جاتی ہے' پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ چشتی فریدی صاحب نے اپنی کتاب میں صحیح روایت درج کی ہے ہرگز نہیں۔

ان چند مثالوں کا تذکرہ کرنے سے ہمارا مقصد قارئین کرام کو مصنف صاحب کی تحریفات کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ مشائخ کرام کے معتقدین سب لوگ ایک ہی منزلِ مقصود کے مختلف راستوں پر چلنے والے ہیں۔ ہمارا ذہن مشائخ سلاسل کے خلاف کسی تصور سے آشنا نہیں اور اہلِ طریقت دوستوں سے بھی ہمارا کوئی ذاتی اختلاف نہیں' بات صرف اتنی ہے کہ ہمارے مشائخ نے جو لائحہ عمل اور جو طریق کار پسند فرمایا ہے اور اس پر قائم رہے ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ وہی برقرار رہے۔ ایک ادنیٰ چشتی ہونے کے لحاظ سے مشائخِ چشت کی عظمتوں کی رفعت ہمارے قلب و دماغ میں مرکوز ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا موقف اور نقطۂ نظر وہی ہونا چاہئے جو ہمارے مشائخِ چشت نے اپنے ارشادات و عمل سے ہمارے لئے متعین کیا ہے' ان کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والا کوئی موقف ہمارے لئے قابلِ قبول نہیں۔ مشائخ کے واضح ارشادات ان کے سلسلے کی متداول کتابوں اور ان کے ملفوظات و مکتوبات کے مجموعوں میں موجود ہیں جو ہمارے لئے کافی و شافی ہیں۔ لفظی و معنوی تحریف کے اندھیروں میں ان کی ترجمانی کا دعویٰ اور ان کے نقطۂ نظر کے تحفظ کا مصنوعی فلسفہ ہمارے پائے استقلال میں لغزش کا موجب نہیں بن سکتا۔

ہمارے نزدیک وہ مشائخِ چشت جنہوں نے اپنے ارشادات اور معمولات اور اپنی تصانیف کے ذریعے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت سے ہمیں روشناس کرایا اور آپ کی غوثیتِ عظمیٰ اور قطبیتِ کبریٰ کی مرکزی حیثیت

کو اجاگر کیا اپنے اکابر مشائخ کی محبت و عقیدت اور ان کے کمالِ اتباع میں یگانۂ روزگار تھے ان کے لئے مقامِ غوثیت کی صحیح معرفت اپنے مشائخ سے عقیدت و محبت کی راہ میں رکاوٹ نہ بنی اور نہ ہی وہ حضرات ان جھمیلوں میں پڑا کرتے تھے۔ ان کے واضح ارشادات اور تصریحات کا سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے اگر اس تاریخی، تحقیقی اور روحانی مواد کو تحریف و قطع و برید کے بغیر اربابِ طریقت کے سامنے پیش کیا جائے تو کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ ہر سلسلے کے مشائخ کے ارشادات و معمولات و ہدایات کو اگر ان سے منسلک لوگ لائحہ عمل بنالیں تو پھر کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اور اگر متعلقین یہ طے کرلیں کہ ہمارے مشائخ خواہ کچھ فرماتے رہیں یا لکھتے رہیں مگر ہم ان کی عقیدت و محبت کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ان کی روش سے انحراف کرکے رہیں گے تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں۔

ہم نے یہی کوشش کی ہے اور مشائخِ سلسلہ کی کتابوں کو بار بار پڑھ کر پورا اطمینان حاصل کیا ہے کہ بحمد اللہ مشائخِ سلاسلِ عالیہ کا موقف اور نقطۂ نظر چشتی فریدی صاحب سے سراسر مختلف اور جداگانہ ہے۔ جن کتابوں کے حوالے مصنف نے دیئے ہیں اور ان کے نامکمل جملے اور ادھورے مضامین پیش کئے ہیں ہم ان کی تفصیل پیش کریں گے اور انشاء اللہ اربابِ طریقت کو مطمئن کریں گے۔ ہم کسی قیمت پر حوالوں میں ردوبدل اور غلط حوالے کا اندراج نہیں کریں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہے آج جس طرح مصنف صاحب کی کتاب ہاتھ میں لے کر ہم ان کی غلطیوں کی نشاندہی کررہے ہیں کل یہی سلسلہ ہمارے ساتھ بھی ہوسکتا ہے اور ویسے بھی دیانت کا تقاضا یہ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے۔ لوگوں کا حافظہ اس قدر کمزور نہیں اور ان کا شعور اس حد تک مفلوج نہیں کہ وہ صدیوں سے تحریر و تقریر میں آنے والے واقعات اور نقلِ متواتر کے ذریعے منقول ہونے والے اقوال و روایات کو پندرھویں صدی کی لکھی ہوئی ایک تحریفی کتاب کے نامعتبر مندرجات سے نظرانداز کرڈالیں گے۔

بحمد اللہ ہمارا مقصد نہ حصولِ دولت و شہرت ہے اور نہ ہی نام و نمود اور نہ ہم کسی ادارے کی امداد و اعانت کے لئے کوئی تجارت کر رہے ہیں۔ ہماری کتاب کا واحد محرک اور غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم تحقیق و انصاف اور محبت و اعتدال کے دائرے میں رہ کر حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عظمت و جلالت' مرکزی حیثیت اور شانِ محبوبیت کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی اور اکابر علماء و مشائخ نے اسے بیان فرمایا۔ ہم ایک بار پھر اربابِ طریقت کو مخلصانہ دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ مشائخِ عظام اور علمائے کاملین کے فرمودات کی روشنی میں تحقیق و انصاف پر مبنی ہمارے نقطۂ نظر پر غور کریں اگر ان کا حقیقت شناس قلب سکون محسوس کرے اور تسلیم کرے تو پھر قبول کر کے حق پسندی کا ثبوت دیں کیونکہ حق تسلیم کرنا بہت بڑی عظمت ہے لیکن اگر ہماری کوشش اور کاوش کے باوجود وہ ہمارے نقطۂ نظر سے اختلاف کریں یا اپنے آپ کو حق کے زیادہ قریب قرار دیں تو بھی ہم انہیں گمراہ اور جاہل نہیں کہیں گے' کسی بزرگ کی تنقیص کا ارتکاب کرنے کی جسارت نہیں کریں گے اور متعلقینِ سلسلہ پر کوئی فتویٰ نہیں داغیں گے۔

آپ نے دیکھا کہ معترض صاحب کے جواب میں ہم تیخ پا نہیں ہوئے ہم جوش میں نہیں آئے بلکہ اپنی معروضات کو حوصلے سے پیش کیا ہے۔ ان کی زبان میں جواب دینا ہمارے لئے مشکل نہ تھا اور گالیاں دینا یا نازیبا الفاظ کہنا کچھ مشکل ہوتا بھی نہیں لیکن اس طرح نہ تو کوئی بات مانتا ہے اور نہ ہی معاشرہ اس بات کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے مشائخِ عظام اور اساتذہ کرام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ہمیں اعتدال اور محبت کا درس دے کر ہماری رہنمائی فرمائی۔

حضرت قبلہ پیر سید نا شاہ عبد الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہم ازحد ممنون اور شکرگزار ہیں کہ انہوں نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے درگاہِ عالیہ

غوثیہ چشتیہ مہریہ گولڑہ شریف کے کتب خانے سے ہمیں بھرپور استفادے کا موقعہ عطا فرمایا اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ محترم جناب صاحبزادہ سید ارشد سعید صاحب کاظمی زید لطفہ استاد شعبہ حدیث جامعہ انوار العلوم ملتان نے بارگاہِ غوثیت کے ساتھ عقیدت و نیاز کا ثبوت دیتے ہوئے کتاب کی تکمیل میں ہر مرحلے پر مخلصانہ تعاون کیا جس کا ہمیں دل کی گہرائیوں سے احساس و اعتراف ہے۔ برادرِ طریقت حضرت علامہ حافظ محمد عبدالحکیم صاحب چشتی زید مجدہ سینئر مدرس جامعہ انوار العلوم کے ہم ممنون ہیں کہ انہوں نے مصروفیات کے باوجود کتاب کے مسوّدات پر نظرِ ثانی کی اور مفید مشوروں سے ہماری رہنمائی کی۔ محترم جناب خواجہ محمد عادل صاحب چشتی ملتانی سلمہ نے مشائخِ چشت کے حالات پر مشتمل کتابوں کی فراہمی میں ہمارے ساتھ جو مخلصانہ تعاون کیا ہم اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ مولانا حافظ عبدالعزیز سعیدی مدرس جامعہ انوار العلوم نے کتاب کی کمپوزنگ میں تعاون کیا۔ مولانا حافظ عبدالرزاق سعیدی نے مسوّدات کی تصحیح و ترتیب میں مسلسل تعاون کیا۔ بہت سے دوسرے احباب جنہوں نے اس سلسلے میں جزوی تعاون فرمایا ہم ان کے ممنون ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔

خاکپائے اہلِ محبت فقیر ممتاز احمد چشتی عفی عنہ
خطیب و مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

مشہورِ زمانہ فرمانِ غوثیہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مشہور زمانہ ارشادِ گرامی "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کو سب علماء و مشائخ نے تسلیم کیا ہے البتہ اس کے عموم اور اس پر مترتب ہونے والے نتائج سے بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اس اختلاف کو اعتراض اور تنقید کا رنگ دینے میں معترض صاحب نے منفرد طریقہ اختیار کیا ہے۔ علماء اور مشائخ میں سے بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ کا یہ ارشاد آپ کے ہم زمان اولیائے کرام کے لئے ہے" متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام اس فرمان میں داخل نہیں' انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر یہ ارشاد متقدمین کو شامل ہو تو پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس میں آجائیں گے اور انہیں شامل کرنا احترام و ادب کے لحاظ سے مناسب نہیں کیونکہ صحابیت کا مرتبہ مطلق ولایت سے بلند و بالا ہے' اکثر علماء و مشائخ کا خیال ہے اور ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ آپ کا یہ ارشاد عالمِ صحو و تمکین میں بامرِ الٰہی صادر ہوا ہے آپ کو اس طرح کہنے کا منجانب اللہ حکم دیا گیا ہے اور آپ کا یہ ارشاد تمام اولیائے کرام یعنی متقدمین' معاصرین اور متاخرین کو شامل ہے۔ البتہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں داخل نہیں کیونکہ عرف و محاورے میں انھیں اولیائے کرام نہیں کہا جاتا لہٰذا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا فرمان اولیائے کرام کے لئے ہے پس یہ حضرات ولایت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنے مخصوص و معروف لقب صحابی ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ قرار پائیں گے۔

معترض صاحب کا انوکھا نظریہ

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے بعض ارشاداتِ گرامی کے بارے میں معترض صاحب نے بڑی حکمتِ عملی اور منصوبہ بندی سے کام لیا ہے اور اپنے اختلاف کی توجیہ کو بڑی وسعت اور مہارت سے پیش کیا ہے انھوں نے اس ارشادِ گرامی کے بارے میں بہت عرق ریزی کی ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ کسی

طرح یہ پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکے مگر یہ ان کے بس کا روگ نہ تھا اس لئے انہوں نے انکار کی جرات نہ کی ورنہ ان کے تیور اور قرائن بتاتے ہیں کہ وہ اس طرح کرنے پر تلے ہوئے تھے مگر حالات نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اب انہوں نے سوچا کہ اسے تسلیم کرنے کے سوا تو چارہ نہیں رہا مگر اتنی ہمت پھر بھی کی جانی چاہئے کہ تسلیم میں بھی حتی الوسع انکار کی کوشش کی جائے اور اس پر ایسے اعتراضات اٹھائے جائیں' اس میں ایسی تاویلات کی جائیں اور اس کے ایسے نتائج نکالے جائیں کہ اس کی اہمیت ممکنہ حد تک کم ہو جائے۔ معترض صاحب کی کتاب ہی سے یہ عقدہ کھلا کہ آپ اس مسئلہ پر ۱۹۷۶ء بلکہ اس سے بھی پہلے پیچ و تاب کھا رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح نو سو سال سے منقول علماء و مشائخ کے موقف و معمول کو وہ اپنے سانچے میں ڈھال سکیں مگر یہ اس قدر آسان کام نہ تھا جس طرح انہوں نے سمجھ رکھا تھا' اس لئے انہیں مستقل منصوبہ بندی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

معترض کی منصوبہ بندی کا تجزیہ

ہم نے ان کی کتاب سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جو اقدامات ترتیب دیئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد امر الٰہی سے نہیں ہے کیونکہ اولیائے کرام نبی تو نہیں ہوتے کہ ان پر امر و نہی کا ورود ہو۔ جو لوگ حضرت کے اس ارشاد کو بامر الٰہی سمجھتے ہیں وہ آپ کی شان میں مبالغہ کرتے ہیں اور نبوت کی شان میں تنقیص کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے معتقدین' شریعت کی خلاف ورزی کر رہے ہیں آیئے ہم آپ کو حضرت محی الدین ابن عربی' حضرت امام شعرانی اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کی کتابوں سے حوالے دیتے ہیں ان کا نام اور کام ساری دنیا جانتی ہے اور پھر ان کی کتابوں کی نامکمل عبارتیں نقل کرتے گئے۔ منصوبے کے ایک حصے کو مکمل کرنے کے بعد وہ دوسری سیڑھی پر آگئے کہ جناب کا یہ ارشاد تو سکر و مستی کے عالم میں

صادر ہوا۔ چونکہ یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ سکر کی کچھ حد ہوتی ہے کچھ وقت ہوتا ہے حضرت کے عرصۂ حیات میں کبھی اس سے رجوع ہو سکتا تھا تو انہوں نے یہ انکشاف فرمایا کہ آپ نے ساری زندگی سکر و مستی میں گزار دی صرف وصال سے چند لمحے قبل صحو میں آئے گویا انہوں نے "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" کی عملی تفسیر پیش کردی' ابھی ان کی تسلی نہ ہوئی کیونکہ مسئلہ بہت پرانا تھا لوگ ان کی منطق تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے اور وہ خود بھی مطمئن نہ تھے پھر یہ انکشاف فرمایا کہ یہ ارشاد عجز و تواضع کے خلاف ہے بزرگوں کی شان یہ نہیں کہ وہ برتری اور تفوق ظاہر کریں اس میں فخر و تکبر اور نفسانیت کا پہلو پایا جاتا ہے اور دوسرے بزرگوں کی تحقیر اور تنقیص ہوتی ہے اگر ہم نے ان بزرگوں کا تحفظ نہ کیا تو اسلام کی بنیادیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔ اس کے بعد از خود یہ وکالت کی کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابتدائے حال میں یہ ارشاد فرمایا جب مرتبۂ کمال کو پہنچے تو پھر خیال آیا' مگر رجوع وفات سے کچھ دیر پہلے فرمایا۔ اس طرح کے واقعات دوسرے بزرگوں سے بھی منقول ہیں کہ انہوں نے ابتدائی اور وسطانی دور میں کچھ فرمایا اور انتہائی دور میں پہنچے تو رجوع فرمالیا۔

ابھی یہ سلسلہ جاری ہے آپ حضرات لطف اندوز ہوتے رہیں ہم معترض صاحب کی مساعی جمیلہ اور اصلاحی اقدامات کی تفصیل پیش کر رہے ہیں' پھر یہ فلسفہ پیش کیا کہ یہ ارشاد کسی فضیلت کا باعث نہیں اور آپ پر اس وقت جو تجلی ہوئی اور آپ نے یہ اعلان فرمایا تو سر جھکانے والے بزرگوں نے آپ کی تعظیم و توقیر کے لئے سر تھوڑا جھکایا تھا بلکہ انہوں نے تو' نورِ تجلی کی خاطر گردنیں جھکائی تھیں' اس لئے اگر اس زمانے کے اولیائے کرام نے گردن جھکائی بھی تھی تو اس میں ان کی عظمت ہے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کوئی فضیلت نہیں۔

اپنی حکمتِ عملی پر عدمِ اطمینان

مزید تحقیق در تحقیق فرماتے ہوئے اب وہ بہت سے بزرگوں کو اس ارشاد

کے دشمنوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی مہارت اور حکمتِ عملی سے مطمئن نہیں ہو سکے ورنہ ایسا ارشاد جس کو انہوں نے غیر معتبر بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا اور ان کی تحقیق سے وہ کسی اہمیت کا حامل نہ رہا تو پھر اس میں کیا سکت باقی رہی تھی کہ وہ بزرگانِ دین کے لئے خطرے کا باعث بنے مگر پریشانی یہ ہے کہ زمانے بھر کے اولیائے کرام نے یہ ارشاد سنتے ہی بلا توقف خود بخود سر جھکا دیا اور "تو ہی خستہ گواہ چستی" والی صورتحال پیدا ہو گئی۔ معترض صاحب بھی کسی مصلحت کے تحت کہہ بیٹھے کہ یہ ارشاد بہر حال معاصر اولیائے کرام کے لئے تو ہے اب "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" اولیائے وقت کا گردن جھکانا ایک اور حیران کن مسئلے کا پیش خیمہ بن گیا ہے کہ وہ حضرات متاخرین کے مشائخ اور پیشوا بھی تھے ان کا گردن جھکانا ضمنی طور پر مشائخِ متاخرین کا گردن جھکانا قرار پا سکتا ہے کیونکہ استادِ فن یا شیخِ طریقت کسی شخصیت کا احترام کر رہا ہو تو ایک شاگرد اور مرید کے لئے اس کا احترام نہ کرنا گستاخی اور بے ادبی کے زمرے میں شمار ہوتا ہے اب معترض صاحب کے لئے پریشانی پیدا ہو گئی اور وہ سوچنے لگے کہ اس سے بہتر تھا کہ متاخرین کو براہِ راست زیر فرمان لایا جاتا وہ کوئی متقدمین سے رتبہ اور شان میں بڑھ کر تو نہیں تھے مگر اب وقت گزر چکا تھا منصوبہ بندی مکمل ہو چکی تھی نتائج کچھ بھی نکلتے ہیں اقدامات کی ترتیب اور نوعیت کو برقرار رکھنا ضروری تھا۔

آخری کوشش بھی ناکام

آخری کوشش کے طور پر اب معترض صاحب اپنے متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام کا معاملہ تو خدا کے حوالے کر دیا اور معاصرین اولیائے کرام میں سے بعض کو اس ارشاد سے مستثنیٰ کرنے کی ذمہ داری سنبھالی اور قلب و دماغ کے تمام گوشوں کو مرکوز کر کے یہ تدبیر نکالی کہ فلاں فلاں بزرگ اس میں شامل نہیں کیونکہ وہ ولایت کے ابتدائی مراحل میں تھے اور فلاں بزرگ ابھی اس میں شامل نہیں کیونکہ وہ ولایت کے وسطانی درجے میں تھے اور آپ کا یہ فرمان کبار اولیائے کرام کے لئے

ہے ماشاء اللہ معترض صاحب کا مقام ولایت بھی ہمیں اب معلوم ہوا کہ انہیں اولیائے کرام کے درجات اور مراتب کی تفصیلات بھی معلوم ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سن ولادت و وصالی کا فارمولا استعمال کیا کہ فلاں بزرگ اس ارشاد سے پہلے وصال فرما گئے تھے اور فلاں بزرگ اس ارشاد کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے۔ عقیدت کا جوش جنون بھی عجیب چیز ہے کہ اس انفرادی مہم کے دوران معترض صاحب نے بہت سے بزرگوں کو ولایت کے انتہائی درجے سے محروم کر ڈالا اور وہ طریقت کی اس جدو جہد میں اتنے محو ہوئے کہ بہت سے مادر زاد کاملین اولیائے کرام کو تکمیل ولایت کے دائرے سے خارج کر دیا۔ بزعم خود مقصد تو ان کا نیک تھا اور وہ محبت کے تقاضے پورے کر رہے تھے مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" معترض صاحب کی تمام منصوبہ بندی اور حکمت عملی دھری کی دھری رہ گئی، کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ معترض صاحب کے الفاظ میں غوث اعظم، قطب اعظم اور محبوب سبحانی بھی کہلاتے رہے اور ان کے مشہور عالم ارشاد کا چرچا بھی ہوتا رہا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

تازہ ترین انکشاف

معترض صاحب نے جب آخری تدبیر آزمائی اور وہ بھی کارگر ہوتی نظر نہ آئی تو پھر انہوں نے تازہ ترین انکشاف فرمایا کہ یہ ارشاد صرف حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں فرمایا بلکہ اس قسم کا اعلان تو حضرت شیخ محمد البکری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا تھا۔ مزید برآں وہ اس جدید تحقیق کو منظر عام پر لے آئے کہ اگر زمانے کے اولیائے کرام حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قدم تھے تو آپ بھی اپنے سے پہلے اقطاب کے زیر قدم تھے پھر اس ارشاد سے آپ کی کیا خصوصیت، فوقیت اور فضیلت ثابت ہوئی۔ البتہ انہوں نے اس خصوصی تحقیق کا

کوئی حوالہ درج نہیں کیا' انہوں نے ایک آدھ حوالہ اس قسم کا بھی در آمد کر لیا کہ قدم کا ظاہری معنی ادب اور تواضع سے مناسبت نہیں رکھتا اور آپ جیسے بزرگ کی شان کے لائق نہیں اس سے مراد آپ کا طریقہ ہے اور مقصد یہ ہوا کہ تمام اولیائے کرام آپ کی روش اور طریقے پر ہیں۔ یہ تھے جناب معترض صاحب کے استخراجات اور انکشافات جو انہوں نے عقل و فہم کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر تاریخ میں ایک سنہری باب کا اضافہ کرنے کے لئے اور اربابِ علم و دانش کو جدید معلومات فراہم کرنے کی خاطر ایک تحقیقی کارنامے کی صورت میں پیش کئے واقعی اس منفردِ علمی خدمت پر وہ دادِ تحسین کے قابل ہیں' اب ہم ان کی تحقیقات مشتمل بر تحریفات کے بارے میں اپنی گزارشات کا آغاز کرتے ہیں۔

علامہ شطنوفی کی عبارات میں معترض کی قطع و برید

معترض صاحب نے اس قدر تو تسلیم کر لیا تھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد گرامی "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" آپ کے زمانے کے اولیائے کرام کے ساتھ مخصوص ہے' انہوں نے اس بحث کی تفصیل کا آغاز کرتے ہوئے کتاب کے ص ۵۴ پر یہ عنوان قائم کیا۔ (قادری حضرات کی معتبر و مستند ترین کتاب بھجۃ الاسرار کی روایات)۔ اس عنوان کے بعد لکھتے ہیں "بھجۃ الاسرار" کی وہ روایات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قول کا تعلق صرف اس وقت کے اولیاء سے ہے چنانچہ انہوں نے چھ روایات درج کی ہیں جن میں وقت' عصر اور زمان وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ان روایات سے زمانے کے اولیائے کرام کا گردن جھکانا تو ثابت ہو گیا اور آپ کے نزدیک اس مفہوم کے لحاظ سے تو کتاب معتبر ٹھہری مگر یہ فرمائیں کہ وہ پورا باب اور تفصیلی عبارتیں آپ نے کیوں چھوڑ دیں جن میں اولیائے کرام کے حوالے سے یہ مضمون ہے کہ آپ نے امرِ الٰہی سے یہ اعلان فرمایا تھا۔

معترض کے بنیادی اعتراض پر کلام

معترض صاحب! ہم اس ارشاد کے عموم کو "بھجۃ الاسرار" اور دوسری مستند کتابوں کی روایات سے ثابت کرنے سے پہلے آپ کے بنیادی اعتراض کی طرف آپ کو متوجہ کرتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ تو قائل ہیں کہ یہ ارشاد آپ نے مامور ہو کر نہیں فرمایا پھر اسی "بھجۃ الاسرار" جسے آپ قادریہ کی مستند کتاب قرار دے رہے ہیں اور اپنے موقف کی تائید کے لئے استعمال کر رہے ہیں اس کی وہ روایات بلکہ پورا باب آپ کیوں نظر انداز کر گئے ہیں جس میں مصنف علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ شیخ القراء جامع الازہر المتوفیٰ ۷۱۳ھ نے یہ عنوان قائم کیا ہے (ذکر اخبار المشائخ عنہ انہ لم یقل ذالک الا بالامر) ان مشائخِ عظام کی روایات کا تذکرہ جنہوں نے بیان فرمایا کہ آپ نے بامرِالٰہی یہ اعلان فرمایا۔ اس کے بعد مصنف علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے اکابر اولیائے کرام شیخ عدی بن مسافر، شیخ علی بن الھیتی، شیخ احمد الرفاعی، شیخ القاسم بن عبد البصری اور شیخ حیاۃ بن قیس حرانی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے مسند روایات درج کی ہیں کہ آپ نے یہ ارشاد مامور من اللہ ہو کر فرمایا۔ معترض صاحب' ان روایات کو کیوں چھوڑ گئے محض اس لئے کہ ان کے مفروضے کے خلاف ہیں' تحقیق اس کو نہیں کہتے۔ معترض صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۵۸ پر شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ عبارت "بھجۃ الاسرار" سے نقل کی کہ انہوں نے فرمایا

ھی لسان القطبیۃ ومن الاقطاب فی کل زمان من یؤمر بالسکوت فلا یسعہ الا السکوت ومنھم من یؤمر بالقول فلا یسعہ الا القول۔

یہ لسانِ قطبیت ہے اور ہر زمانے کے اقطاب میں سے کسی کو امرِ سکوت دیا جاتا ہے تو اس کے لئے سکوت کے سوا گنجائش نہیں اور کسی کو بولنے کا امر دیا جاتا ہے تو اس کے لئے بولے بغیر چارہ نہیں۔

فنِ تحریف کا حیرت انگیز مظاہرہ

معترض صاحب کی تحریف اور قطع و برید ملاحظہ فرمائیں کہ یہ عبارت اسی باب کی ہے جس میں امر الٰہی کے ساتھ اعلان کا تذکرہ ہے مگر معترض نے اس مفہوم کو ایک طرف کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس سے مقامِ فردیت و قطبیت ثابت ہوتا ہے اور پھر اسی روایت کے آخری جملے کو بھی حذف کر دیا ہے اور وہ یہ ہے "وھو الاکمل فی مقام القطبیة لانہ لسان الشفاعة" کہ جس قطب کو بولنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ مقامِ قطبیت میں ان اقطاب سے افضل ہوتا ہے جنہیں سکوت کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ یہ لسانِ شفاعت ہے (ملاحظہ ہو "بهجة الاسرار" ص ۱۱ مطبوعہ مصر) یہ پورا جملہ معترض نے کیوں حذف کیا محض اس لئے کہ اس سے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی دوسرے تمام اقطاب پر اکملیت ثابت ہوتی تھی۔

معترض نے جملہ حذف کرنے کے بعد فنِ تحریف کا یہ مظاہرہ بھی کیا کہ حذف شدہ جملے کے مضمون میں غلط بیانی اور علمی خیانت کی انتہا کر دی وہ اس طرح کہ اس روایت کے خلاصے کو کتاب کے ص ۵۳ پر نقل کرتے ہوئے یوں لکھا کہ خاموش رہنے والے اقطاب اظہار فرمانے والوں سے افضل ہوتے ہیں حالانکہ "بهجة الاسرار" کی عبارت کا مفہوم یوں تھا کہ اظہار فرمانے والے اقطاب خاموش رہنے والوں سے افضل ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ ہے وہ تحریف اور قطع و برید جس سے معترض صاحب نے اس بحث کا افتتاح کیا ہے

"آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"

معترض کے اعتراضات کی وضاحت

جس طرح ہم نے بیان کیا تھا کہ معترض نے بنیادی اعتراض یہی اٹھایا تھا کہ آپ مامور نہ تھے' اس کی تائید میں انہوں نے حضرت ابنِ عربی' صاحب فتوحات رضی اللہ عنہ" کے حوالے پیش کئے۔ وہ کتاب میں آپ کے نام کے ساتھ

”قادری“ لکھتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ قادری سلسلہ کے ایک جلیل القدر بزرگ ان کے مؤید ہیں ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے کہ انہوں نے ان کے نام کے ساتھ قادری لکھا اور وہ تھے بھی قادری ورنہ معترض کب لکھتے۔ انہوں نے ایک واسطے سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا (ملاحظہ ہو نفحات الانس مولانا جامی ص ۳۷۸ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور“ رسالۃ الخرقہ لابن عربی بحوالہ القول المستحسن شرح فخر الحسن ص ۲۴۳، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۷ مطبع احمدی) ہمیں اس بات پر روحانی مسرت ہوتی ہے کہ رئیس المکاشفین خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلسلہ قادریہ سے فیضیاب ہیں ان کا سلسلہ ”قادریہ اکبریہ“ کہلاتا ہے، صوفیائے کرام کے ساتھ ساتھ حضرات محدثین کرام نے بھی ان کے خرقۂ خلافت اور اتصالِ سلسلہ کی توثیق کی ہے (ملاحظہ ہو انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۵ مطبع احمدی)

یہی وجہ ہے کہ وہ الفتوحات المکیہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ بڑے احترام اور محبت سے کرتے ہیں یہ اور بات ہے کہ معترض صاحب اس کو نظر انداز کر جاتے ہیں، ہمارے خیال میں شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مشائخ کے ساتھ عقیدت و محبت، معترض صاحب کی نسبت کہیں زیادہ تھی اور وہ کھلے دل سے اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔ اگر معترض اپنے مشائخ کی محبت و عقیدت میں تحریف و قطع و برید کے ذریعے عبارات کے مفہوم کو کہیں سے کہیں پہنچانے کا انتظام کر لیتے ہیں تو حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ حقائق کی روشنی میں عقیدت و محبت کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے، ہم اس کی تفصیل موقعہ پر بیان کریں گے، سرِدست ہم معترض کے اعتراض پر کلام کرتے ہیں۔

کتاب کے ص ۱۰۷ پر معترض صاحب نے حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الیواقیت و الجواہر“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابن عربی

رحمتہ اللہ علیہ "فتوحات" باب نمبر ۲۲ میں لکھتے ہیں

من قال من الاولیاء ان اللہ تعالی امرہ بشیئی فھو تلبیس لان الامر من صفۃ الکلام و ھذا باب مسدود دون الاولیاء من جھۃ التشریع"

پھر کتاب کے ص ۱۰۸ پر فتوحات کے حوالے سے طویل عبارت نقل کرتے ہیں جس کے یہ جملے ان کا محل استدلال ہیں "فمابقی احد من خلق اللہ یامرہ اللہ بامر یکون شرعاً یتعبد بہ" اسی طرح کتاب کے ص ۱۰۹ پر حوالہ دیتے ہیں و منعنا جملۃ واحدۃ ان یامر اللہ احدا بشریعۃ

پھر کتاب کے ص ۱۱۱ پر فتوحات کے حوالے سے لکھتے ہیں

فاذا ظھر فی ھذہ الدار من رجل خلاف ھذہ المعاملۃ علم ان ثم نفسا ولابد الا ان یکون ماموراً بماظھر منہ وھم الرسل والانبیاء

تو جب اس دنیا میں کسی آدمی سے اس معاملۂ عبدیت کے خلاف کا ظہور ہو تو معلوم ہوا کہ وہاں نفسانیت ہے اور لازماً ہے مگر یہ کہ جو کچھ ظاہر ہوا اس میں وہ مامور ہو اور مامور تو صرف حضرات انبیائے کرام اور مرسلین علیہم السلام ہوتے ہیں۔

معترض نے حضرت شیخ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارتوں سے جو کچھ ثابت کیا وہ یہ ہے کہ امر تشریعی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کسی نئے شرعی امر سے مامور کیا ہے تو یہ ایک دھوکا ہے اور اس طرح امرِ تشریعی کے ساتھ صرف انبیائے کرام مامور ہوتے ہیں۔ چونکہ امرِ تشریعی کا اولیائے کرام کے لئے ثبوت ہی نہیں اس لئے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس ارشاد کے لئے مامور ہونے کا قصہ ہی ختم ہو گیا۔

معترض کے اعتراضات کا تفصیلی جواب

معترض صاحب! ہم پہلے گزارش کر چکے ہیں کہ آپ عبارتوں کے مفہوم میں تحریف و تبدیل کرتے ہیں آپ کی ان عبارات اور ان کے مفہوم سے آپ کے

موقف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہاں سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ امرِ شرعی تکلیفی سے انبیائے کرام مامور ہوتے ہیں۔ اس سے اولیائے کرام کے لئے امرِ الہامی کی نفی تو ثابت نہیں ہوتی۔ آپ کو مغالطہ ہوا ہے یا آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ اولیائے کرام کے لئے امرِ الہامی اور وحیِ الہامی حضرت شیخ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے واضح طور پر ثابت ہے۔ آپ نے غور نہیں کیا اور "الفتوحات المکیہ" اور "الیواقیت والجواھر" کا مطالعہ ہی نہیں کیا ورنہ آپ یہ عبارتیں پیش نہ کرتے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے تو اس عنوان کا ایک باب لکھا ہے اور اولیائے کرام کے لئے خود بھی شیخ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے وحیِ الہامی اور امرِ الہامی کو ثابت کیا ہے۔

اولیائے کرام کیلئے امرِ الہامی کا ثبوت

"الیواقیت والجواھر" حصہ دوم ص ۸۳ مطبوعہ مصر میں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ یہ عنوان قائم کرتے ہیں

المبحث السادس والاربعون فی بیان وحی الاولیاء الالھامی و الفرق بینہ و بین وحی الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اما وحی الاولیاء فیکون علیٰ لسان ملک الالھام آگے ص ۸۴ پر لکھتے ہیں فان قلت فما صورۃ تنزل وحی الالھام علی قلوب الاولیاء فالجواب صورتہ ان الحق تعالیٰ اذا اراد ان یوحی الیٰ ولی من اولیائہ بامر ما تجلیٰ الیٰ قلب ذالک الولی فی صورۃ ذالک الامر فیفھم من ذالک الولی المتجلیٰ بمجرد مشاھدتہ ما یرید الحق تعالیٰ ان یعلم ذالک الولی بہرحال وحی اولیاء ملک الہام کی زبان سے ہوتی ہے اگر تم یہ کہو کہ اولیائے کرام کے قلوب پر وحی الہامی کے نزول کی کیا صورت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی ولی کی طرف کسی امر کی وحی فرمانا چاہتا ہے تو اس ولی کے دل پر تجلی فرماتا ہے جو اس امر کی صورت میں ہوتی ہے پس وہ ولی اس تجلی کے مشاہدے

سے اس مراد کو سمجھ لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے بتلانا چاہتا ہے۔ عربی عبارت میں دو مرتبہ لفظ "امر" واقع ہوا ہے اور وحیِ الہامی کا واضح تذکرہ موجود ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام وحی الہامی سے مامور ہو سکتے ہیں جبکہ وحی تشریعی اور چیز ہے۔

بحثِ امر میں معترض کا خلطِ مبحث

پھر ص ۸۴ پر امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

قال فی الباب الثالث والخمسین وثلاث مائة اعلم انه لم یجیٔ لنا خبر الٰهی ان بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم وحی تشریعی ابدا انما لنا وحی الالهام

شیخ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی خبرِ الٰہی نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کبھی وحیِ تشریعی آئے ہمارے لئے تو صرف وحیِ الہامی ہے۔ کیوں جناب! واضح ہوا کہ نفی امرِ تشریعی کی ہے اور ثبوت وحی و امرِ الہامی کا ہے معترض صاحب خلطِ مبحث کرکے وحیِ تشریعی کے احکام وحیِ الہامی پر مترتب کرتے ہیں جو ایک زبردست تحریفِ معنوی ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ "الیواقیت والجواہر" ص ۸۵ پر لکھتے ہیں

کل من قال من اهل الکشف انه مامور بامر الٰهی مخالف لامر شرعی محمدی تکلیفی فقد التبس علیه الامر

اہلِ کشف میں سے جو یہ کہے کہ وہ ایسے امرِ الٰہی سے مامور ہوا ہے جو امرِ شرعی محمدی تکلیفی کے مخالف ہے تو وہ تلبیس کا شکار ہو گیا ہے۔ معترض صاحب کی ساری کاوش رائیگاں گئی اور بات بالکل واضح ہو گئی کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی عبارتوں سے صرف اور صرف یہی مطلب نکلتا ہے کہ امرِ تشریعی تکلیفی محمدی کسی ولی کے لئے نہیں جبکہ ہم اولیائے کرام کے

لئے امرِ الہامی اور وحیِ الہامی ثابت کرتے ہیں اور ان کو اسی امرِ الہامی سے مامور سمجھتے ہیں اور اسی امرِ الہامی کو امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ ثابت کرتے ہیں۔

حق و باطل میں التباس سے کاملین کی حفاظت

اسی بحث کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ "الیواقیت والجواہر" ص ۸۵ پر لکھتے ہیں

فان قلت فمتى يحفظ الولي من التلبيس عليه فيما ياتيه من وحي الالهام فالجواب يعرف ذالك بالعلامات فمن كان له في ذالك علامة بينه وبين الله عرف الوحي الحق الالهامي الملكي من الوحي الباطل الشيطاني حفظ من التلبيس

اگر تم یہ کہو کہ وحیِ الہامی میں تلبیس سے ولی کس طرح محفوظ رہے گا تو جواب یہ ہے کہ علامات کے ذریعے پس جس کے لئے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی علامت ہوتی ہے تو وہ وحیِ الہامی ملکی جو برحق ہو وحیِ شیطانی باطل سے پہچان لیتا ہے اور تلبیس سے محفوظ رہتا ہے۔

معترض خود التباس کا شکار ہو گئے

خود معترض کو وحیِ تشریعی اور وحیِ الہامی میں التباس ہو گیا ہے کہ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی اتنی وضاحت کے باوجود نہ سمجھ سکے مگر وہ سمجھتے تب جبکہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں کو تفصیل سے دیکھتے انہوں نے تو ایک دوسری کتاب سے "فتوحات" اور "الیواقیت" سے کچھ ادھورے حوالے نقل کئے ہیں ہم اس کتاب کی خاطر اتنی کچھ وقت گزرنے سے پہلو تہی کریں گے اگر اس وضاحت سے معترض صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی تسلی نہ ہوئی ہو تو آئیں ہم انہیں حضرت ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے اولیائے کرام کے لئے امرِ الٰہی کا ثبوت پیش کرتے ہیں

حضرت ابنِ عربی اور امرِ الہامی

الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۹۸ پر حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ایک کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ اسے مکہ مکرمہ میں مکمل کروں گا مگر امرِ الٰہی کی وجہ سے میں "فتوحات" کی تحریر میں مشغول ہو گیا اور دوسری کتابوں کا کام رہ گیا چنانچہ لکھتے ہیں فشغلنا ھذا الکتاب عنہو عن غیرہ بسبب الامر الالٰھی الذی ورد علینا فی تقییدہ الخ پس اس کتاب یعنی "فتوحات" نے ہمیں باقی کتابوں سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر لیا اور اس کا سبب وہ امرِ الٰہی تھا جو اس کے لکھنے کے بارے میں ہم پر وارد ہوا۔

کیوں جناب! اولیائے کرام کے لئے امرِ الٰہی ثابت ہوا یا نہیں؟۔ مزید ملاحظہ فرمائیں "الفتوحات المکیہ" جلد اول ص ۶۵۵ پر مہمان کے بارے میں حضرت ابنِ عربی ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صوفیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کا مہمان قرار دیتے ہیں اور آگے چل کر لکھتے ہیں فلا یتصرفون ولا یسکنون ولا یتحرکون الا عن امر الٰھی پس وہ امرِ الٰہی کے بغیر نہ تصرف کرتے ہیں نہ ٹھہرتے ہیں اور نہ حرکت کرتے ہیں۔

امرِ الہامی پر فتوحات کا زبردست حوالہ

اولیائے کرام کے لئے امرِ الٰہی اور ان کے مامور ہونے کے متعلق اب ہم "فتوحات" سے وہ حوالہ نقل کرتے ہیں جس میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر ہے اسے حسنِ اتفاق کہیں یا حضرت کی کرامت کہ کیسا واضح اور جامع حوالہ مل گیا۔ حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ "ادخار" کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اہل اللہ" بصیرت کے بغیر ادخار نہیں کرتے اور جو اہلِ بصیرت ہیں ان کا ادخار یا تو امرِ الٰہی سے ہو گا یا امرِ الٰہی سے نہ ہو گا۔

فان کان عن امر الٰھی فھو عبد محض لا کلام لنا معہ فانہ مامور کما نظنہ فی عبد القادر الجیلی فانہ کان ھذا مقامہ واللہ اعلم لما کان

علیہ التصرف فی العالم
اگر کسی بزرگ کا ادخار امرِالٰہی سے ہو تو وہ عبدِ محض ہے ہم ان کے ساتھ بحث نہیں کرتے کیونکہ وہ مامور ہیں جس طرح حضرت عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہمارا خیال ہے کیونکہ بے شک وہ اس مقام پر فائز تھے اس لئے کہ ان پر عالم میں تصرف کی ذمہ داری تھی (الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۵۸۸)

سبحان اللہ' الفتوحات المکیہ سے ثبوت اور وہ بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مامور ہونے کا' پھر تذکرہ آپ کی عبدیتِ محضہ کا' بیان آپ کے عالی شان مقام کا اور ثبوت آپ کے عالم میں تصرف کا۔

اقطاب کیلئے امرِ الہامی

"الفتوحات المکیہ" جلد اول ص ۲۰۱ پر حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اقطاب کی شان بیان کرتے ہوئے ان کے لئے امرِالٰہی کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا ریاسۃ اصلا لھم فی نفوسھم لتحققھم بعبودیتھم ولم یکن لھم امر الٰھی بالتقدم فما ورد علیھم فیلزمھم طاعتہ لماھم علیہ من التحقق ایضاً بالعبودیۃ
عبودیت کے ساتھ متحقق ہونے کی وجہ سے ان کے دلوں میں سرداری کا شائبہ تک نہیں ہوتا اور اس مقام سے تقدم کے لئے ان کو امرِالٰہی نہیں ہوتا پس جو کچھ ان پر امر وارد ہوتا ہے انہیں اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے کیونکہ اس طرح بھی وہ عبودیت کے ساتھ متحقق ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح "الفتوحات المکیہ" جلد اول ص ۲۰۵ پر اقطابِ رکبان کے بارے میں لکھتے ہیں لا یتحرکون الا بامر الٰھی ولا یسکنون الا کذالک کہ ان کا ٹھہرنا اور حرکت کرنا امرِالٰہی کے بغیر نہیں ہوتا۔

امرِ الہامی اور شیخ علی بن وفا

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کاملین اولیائے کرام کے بارے میں امرِ الہی کو ثابت کرتے ہوئے "لطائف المنن" حصہ اول ص ۱۳۲ طبع مصر پر لکھتے ہیں

ومن شرط الکمل ان لا یکون لھم حرکۃ ولا سکون الا وھم فیھا تحت الامر الالٰھی

اولیائے کاملین کے لئے شرط ہے کہ ان کی حرکت اور سکون امرِ الہی کے بغیر نہیں ہوتے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ "الطبقات الکبریٰ" حصہ دوم مطبوعہ مصر ص ۴۹ پر شیخ علی بن وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں

کان رضی اللہ عنہ یقول الھمت الھاما عام تسع و تسعین و سبعمائۃ ما صورتہ یا علی انا اخترناک لنشر الارواح من الحاد اجسادھا فاذا امرناک بامر فاستمع

آپ فرماتے تھے کہ مجھے ۷۹۹ھ میں الہام کیا گیا جس کی صورت یہ تھی کہ اے علی ہم نے تمہیں اجسام کی قبور سے ارواح کے نکالنے کے لئے چن لیا ہے پس جب ہم تمہیں کوئی امر فرمائیں تو اسے غور سے سنیں۔ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے خود اپنے لئے بھی امرِ الہی کا اقرار کیا ہے ملاحظہ ہو "لطائف المنن" حصہ اول ص ۳۲)

فلذلک صرحت فی الکتاب بامور کان الاولی لنا کتمھا لولا الامر لی باظھارھا

اسی لئے ہم نے اس کتاب میں بعض ایسے امور کی تصریح کر دی جن کا اخفاء ہمارے لئے بہتر تھا اگر ہمیں ان کے اظہار کا امر نہ ہوتا تو ہم ایسا نہ کرتے

شیخ علی الخواص اور امرِ الہامی

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ "الجواہر والدرر بہامش الابریز" ص

۱۳۹ پر لکھتے ہیں۔

سئلت عن شیخنا علی الخواص رضی اللہ عنہ عن ان اذخر قوت عامی فقال ان کنت علی البصیرۃ انہ قوتک وحدک لیس لاحد فیہ شیئی فادخرہ وان کنت علی ظن فلا تدخر ثم اذا اذخرت فلا یخلو اما ان یکون ادخارک عن امر الٰھی فانت عبد محض والواجب علیک الوقوف علیٰ حدما امرت بہ

میں نے اپنے شیخ علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا میں سال بھر کی اپنی غذا ذخیرہ کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا اگر تجھے اس بات کی بصیرت حاصل ہے کہ یہ غذا صرف تمہاری ہے اور اس میں کسی کی کوئی چیز نہیں تو تم ذخیرہ کر سکتے ہو اور اگر تمہیں صرف ظنِ غالب ہو تو پھر ذخیرہ نہ کرو پھر اگر تم نے ادخار کیا تو وہ ادخار یا تو امرِ الٰہی سے ہوگا اس صورت میں تم عبدِ محض ہو اور تمہارے لئے جس قدر امرِ الٰہی جاری کیا گیا اس کی حدود میں رہنا ضروری ہے۔

امرِ الہامی اور حضرت تونسوی

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم در لباس گوناگوں و طریق ہائے رنگارنگ مے باشند وایں امر ہم از خود اختیار نمے کنند بلکہ از الہام غیبی یا فرمودہ شیخ خود بحسب استعداد ہائے خود مامور شوند بآں طور خود راے دارند بس بعضے را کہ استعداد کامل دست دادہ باشد اورا امرِ الٰہی بارشاد و رہنمائی خلق اللہ دادہ مے شود۔ پس بحسب استعداد کامل خود در استغراق مشاہدہ ھم کامل و در ارشاد گم گشتگان بادیہ ضلالت و غرق شدگان بحر غوایت ہم دستگیر مے باشند وایں امر اورا از مقصود اصلی کہ استغراق است چیزے مانع نمے شود و بعضے دیگر را گمنام مے دارند کہ در خود کامل باشند بارشاد خلق ایشاں را کارے نمے باشد۔ اما قسم اول در افادہ مثل پیغمبراں مے باشند و حدیث شریف "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" درشاں وارد است۔ "ملاحظہ ہو انتخاب مناقب

سلیمانی فارسی ص ۳۵ مطبوعہ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور"۔

حضرات اولیائے کرام مختلف لباسوں اور طریقوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ روش وہ از خود اختیار نہیں فرماتے بلکہ اپنی استعداد کے مطابق الہامِ غیبی یا فرمانِ شیخ سے مامور ہوتے ہیں اور اس کے مطابق اپنے آپ کو رکھتے ہیں ان میں سے بعض حضرات جن کو استعداد کامل میسر ہوتی ہے خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے منجانب اللہ مامور ہوتے ہیں پس اپنی کامل استعداد کے پیش نظر استغراق مشاہدہ میں بھی کامل ہوتے ہیں اور گمراہی کے صحرا میں بھٹکنے والوں اور بے راہروی کے سمندر میں غرق ہونے والوں کے لئے بھی دستگیر ہوتے ہیں اور یہ ارشادِ خلق ان کے لئے اصلی مقصود یعنی مشاہدہ سے کچھ بھی مانع نہیں ہوتا۔ اور بعض دوسرے اولیائے کرام گمنامی کے عالم میں ہوتے ہیں کہ خود تو کامل ہوتے ہیں مگر خلقِ خدا کی ہدایت سے انہیں سروکار نہیں ہوتا' مگر قسمِ اول کے بزرگانِ دین خلقِ خدا کے افادہ میں پیغمبروں کی طرح ہوتے ہیں اور یہ حدیث شریف کہ میری امت کے علماء' بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں' ان حضرات کی شان میں وارد ہے۔

انتخاب مناقب سلیمانی کے ص ۳۶ پر مضمون سابق کے مؤید یہ اشعار درج ہیں۔

داں کہ مردانِ خدا تابع بوند
ہر چہ امر آید بہ آں قانع شوند
وحیِ حق آید بایشاں دمبدم
وحیِ دل خوانندش ایں اہلِ کرم
چونکہ عالم شد بعلمِ من لدن
مے بود ہر کارِ او از امرِ کن

جان لو کہ مردانِ خدا تابع ہوتے ہیں ان کے لئے جو امر الٰہی ہوتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں ان کے پاس دمبدم وحی الہامی آتی ہے اور یہ اربابِ کرم اسے

وحیِ قلبی سے تعبیر کرتے ہیں چونکہ ایسے بزرگ علمِ لدنی سے عالم ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر کام امرِ کن سے ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت اور اشعار سے اولیائے کرام کے لئے امرِ الہامی کا ثبوت روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور اصحابِ دعوت دار شاد بزرگوں کی گوشہ نشین صوفیائے کرام پر فضیلت و جلالت نمایاں طور پر سامنے آتی ہے۔

الہاماتِ غوثیہ اور مشائخِ چشت

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الہامات' جو امرِ الہامی اور خطابِ الٰہی پر مبنی ہیں حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ "خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ " نے جواہر العشاق کے نام سے ان کی فارسی شرح لکھی ہے جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے ملاحظہ ہو (رسالہ غوث اعظم مع شرح جواہر العشاق از حضرت گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ مترجم قاضی احمد عبد الصمد فاروقی مطبوعہ ادارہ معارف اسلامیہ کراچی) اس شرح کے مقدمہ میں مترجم نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری نے اس رسالے کے نکات کو "لوامع و طوالع" میں اور علامہ رکن الدین عماد کاشانیؒ نے شمائل الاتقیاء میں بیان کیا ہے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اس رسالے کا ذکر کیا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے کہ الہاماتِ غوثیہ کی شروح میں حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کی شرح "جواہر العشاق" اور حضرت ملک شاہ صدیقی رحمتہ اللہ علیہ جو نویں صدی ہجری کے آخر اور دسویں صدی ہجری کے اوائل میں اودھ کی ریاست میں مسندِ ارشاد پر فائز رہے ان کی شرح "نشاط العشاق" دوسری تمام شروح کی نسبت میرے نزدیک زیادہ مستند ہیں۔

کاتب چلپی حاجی خلیفہ نے اس رسالہ غوثیہ کا تذکرہ کیا ہے (ملاحظہ ہو کشف الظنون عن اسماء الکتب والفنون ص ۸۷۹ مکتبۃ المثنیٰ بیروت) رسالہ غوثیہ مکتبہ قادریہ درگاہِ غوثیہ بغداد شریف میں بھی موجود ہے (مقالۃ الشیخ

عبدالقادر الجیلانی ص ۴۹ از شیخ یونس بن ابراہیم السامرائی مطبع الامۃ بغداد) یہ الھاماتِ غوثیہ رئیس الطریقۃ القادریہ الشیخ باسم بن علی بن عبدالملک کی کتاب "الفیوضات الربانیۃ" مطبع دار الشئون الثقافۃ العامۃ میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت خواجہ مولانا نظام الدین چشتی اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک الھام نقل کیا ہے ملاحظہ ہو نظام القلوب فارسی ص ۴ مطبع مجتبائی دہلی

مناقب المحبوبین اور الھاماتِ غوثیہ

حضرت شیخ نجم الدین چشتی سلیمانی خلیفہ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ مؤلف "مناقب المحبوبین" کتاب کے خطبے میں رقم طراز ہیں۔
وموسیٰ علیہ السلام را اگر حق تعالیٰ رتبہ کلیم اللہی داد صدہائے اولیائے امت محمدیہ را صلی اللہ علیہ وسلم بایں درجہ مشرف ساخت خصوص حضرت سیدی و مولائی شیخنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ را بایں مرتبہ کلیمی معزز ساخت و ہزار ہا کلام خود بے واسطہ شنوانید چنانچہ بعضے ازاں در الھامات غوثیہ مسطور اند۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رتبۂ کلیمی عطا فرمایا تو امتِ محمدیہ کے سینکڑوں اولیائے کرام کو بھی اس درجہ سے مشرف فرمایا خاص طور پر حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس مرتبۂ کلیمی سے اعزاز بخشا اور بلاواسطہ اپنے ہزارہا خطاب سنائے ان میں سے بعض 'الھاماتِ غوثیہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ پھر "مناقب المحبوبین" کے مؤلف حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض الھامات تبرکاً کتاب میں درج کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں

قال الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ رایت الرب تعالیٰ قال یا غوث الاعظم من سئلنی عن الرویۃ بعد العلم فھو محجوب بعلم الرویۃ ومن ظن ان الرویۃ غیر العلم فھو مغرور برویۃ الرب۔ وقال لی یا غوث الاعظم من رآنی استغنی عن السوال فی کل حال و من لم

یرنی فلا ینفعہ السؤال وھو محجوب بالمقال

ملاحظہ ہو "مناقب المحبوبین ص ۳ مطبع محمدی لاہور"

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا اس نے فرمایا اے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے علم کے بعد مجھ سے رویت کا سوال کیا وہ علمِ رویت کی وجہ سے محجوب ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ رویت علم کا غیر ہے تو وہ پروردگار کی رویت سے دھوکے میں ہے اور مجھے فرمایا اے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے مجھے دیکھا وہ ہر حال میں سوال سے مستغنی ہو گیا اور جس نے مجھے نہ دیکھا اسے سوال فائدہ نہ دے گا اور وہ قال و مقال کی وجہ سے محجوب ہے۔

حضرت ابنِ عربی اور الہاماتِ غوثیہ

حضرت ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ نے "فتوحات" میں مومنین کاملین کے بارے میں لکھا ہے کہ ان میں ایک طائفہ ایسا ہے جو بلند ہمت ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتِ حق تک پہنچانے والے راستے کا معلم اور مبتہ سمجھتا ہے جب حضور علیہ السلام انہیں اس راستے کا علم عطا کر دیتے ہیں تو آپ ایک طرف ہو جاتے ہیں اور انہیں حضرتِ حق سے براہِ راست ربطِ کامل ہوتا ہے یہ لوگ حضرتِ حق میں مخلوق میں سے کسی کا قدم نہیں دیکھتے کیونکہ یہ مخلوق کو اپنے دلوں سے زائل کر چکے ہوتے ہیں اور منفرد الی الحق بن جاتے ہیں۔ دوسرا طائفہ وہ ہے جن کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہو چکی ہوتی ہے کہ حضرتِ حق میں ان کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے بغیر کوئی راستہ نہیں پس وہ حضرتِ حق کا کوئی معاملہ نہیں دیکھ سکتے مگر اس صورت میں کہ اس سیر الی اللہ میں وہ اپنے رسولِ برحق کے قدم مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنے رسولِ برحق کی زبان اور لغت میں خطابِ الٰہی ہوتا ہے چنانچہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ حضرت محمد بن قائد الاوانی رحمتہ اللہ علیہ جب حضرتِ حق میں پہنچے تو وہاں

ایک قدم دیکھ کر مضطرب ہوئے کیونکہ وہ یقین رکھتے تھے کہ ان پر کوئی سبقت نہیں رکھتا اور وہ طائفہ اولیٰ سے ہیں پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ تو آپ کے نبی برحق علیہ السلام کا قدم مبارک ہے تو انہیں سکون و اطمینان حاصل ہوا اور انہیں پتہ چلا کہ وہ دوسرے طائفہ سے ہیں۔

طائفہ اولیٰ کے متعلق حضرت شیخ لکھتے ہیں

فهؤلاء اذا حصلوا في المجالس والحديث خاطبهم الحق بالكلام الالٰهي من غير واسطة لسان معين

یہ حضرات جب حضرتِ حق کی مجالس میں پہنچتے ہیں تو حضرتِ حق کلامِ الٰہی کے ساتھ ان کو خطاب فرماتے ہیں اور اس کلام میں کسی متعین زبان کا واسطہ نہیں ہوتا۔ پھر اسی طائفہ کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والحالة الاولٰی هي حال عبدالقادر ولبي السعود بن شبل و رابعة العلوية کہ یہ حالتِ اولیٰ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ حضرت شیخ ابو السعود بن شبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو حاصل ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ایمان کے اس درجۂ کمال کو پہنچنے والے بزرگ اگر صاحبِ علمِ کامل ہوں تو وہ جامع بین الامرین ہوتے ہیں اور یہ اکمل الرجال ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ کریں واصحاب الايمان اذا كانوا علماء جمع لهم بين الامرين فهم اكمل الرجال "فتوحات جلد دوم ص ۴۹، ۵۰ مطبوعہ مصر"۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے بزرگوں کے لئے کلام و خطاب الٰہی کا واضح ثبوت ملنے کے ساتھ ساتھ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے الھامات غوثیہ کی خاص تائید اور آپ کے عظیم الشان مقامِ قرب و ولایت بلکہ آپ کے خلفاء و تلامیذ کی عظمتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔

امرِ الہامی اور مثنوی شریف

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں کئی ایسے واقعات

نقل فرمائے ہیں جن سے حضرات اولیائے کرام کے لئے امر و خطاب الہامی کا ثبوت ملتا ہے۔ بطور تبرک ہم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس میں حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو یزید البسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ آپ حج کے لئے جا رہے تھے تو راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا اے ابو یزید! حج کا خرچہ میرے حوالے کر دو اور میرے ارد گرد سات چکر لگا لو تمہارے لئے یہ بہتر ہے' کعبہ اگرچہ اس کی عبادت کا گھر ہے مگر میرا وجود اس کے اسرار و رموز کا مخزن ہے۔ وہ کعبہ اس کا گھر ضرور ہے مگر اس گھر میں وہ گیا نہیں اور میرے دل کے گھر میں اس حی و قیوم کے بغیر کوئی نہیں گیا۔ مجھے غور سے دیکھو تا کہ تمہیں انسان میں نور حق نظر آئے۔ مجھے دیکھنا اس کے انوار و تجلیات کا دیکھنا ہے اور میرے گرد چکر لگانا کعبہ صدق و صفا کا طواف ہے۔ میری خدمت در اصل اسی کی حمد و طاعت ہے یہ خیال نہ کرو کہ حق تعالیٰ مجھ سے جدا ہے۔ اے ابو یزید! آج تو نے اصل کعبہ تلاش کر لیا اور تو نے بے حد رونق' عزت اور شان و شوکت حاصل کر لی۔ اس محبوب نے کعبے کو تو ایک مرتبہ بیتی کہا مگر مجھے ستر مرتبہ "عبدی" کے خطاب سے مشرف کیا۔

گفت عزمِ تو کجا اے بایزید
رختِ غربت را کجا خواہی کشید
گفت عزمِ کعبہ دارم از ولہ
گفت ہیں باخود چہ داری زادرہ
گفت طوفے کن بگردم ہفت بار
ویں نکوتر از طوافِ حج شمار
وآں درمہا پیشِ من نہ اے جواد
داں کہ حج کردی و شد حاصل مراد
کعبہ ہر چندیکہ خانہ برِّ اوست

خلقتِ من نیز خانہ سِرّ اوست
تا بکرد آں خانہ را دروے نرفت
واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
چوں مرا دیدی خدارا دیدہ ای
گردِ کعبہ صدق برگردیدہ ای
خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست
تانہ پنداری کہ حق از من جداست
بایزیدا کعبہ را دریافتی
صد بہاؤ عز و صدفر یافتی
چشم نیکو باز کن درمن نگر
تابہ بینی نورِ حق اندر بشر
کعبہ را یک بار بیتی گفت یار
گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار

امام شعرانی اور الہاماتِ غوثیہ

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شیخِ طریقت حضرت شیخ علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور غوث اعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الہامات کی تصدیق و تائید فرمائی، حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخِ طریقت کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وکان سیدی عبدالقادر الجیلی یقول حدثنی ربی عن ربی ای عن نفسہ بارتفاع الوسائط شیخ علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سید عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے میرے رب سے یعنی اپنی ذاتِ والا صفات سے روایت بیان فرمائی بغیر کسی واسطہ کے۔ شیخ خواص رحمتہ اللہ علیہ کے قول میں مضارع پر "کان" کے دخول سے استمرار کا فائدہ

سامنے آتا ہے گویا وہ اس حقیقت کو بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عموماً اس طرح فرمایا کرتے تھے اور پھر اس قسم کے الہامات و خطابات میں کوئی واسطہ نہ ہوتا تھا۔ (الجواہر والدرر للشعرانی بھامش الابریز ص ۳۰۹ طبع مصر)

یہ دراصل حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون و مفہوم کی تائید اور تشریح ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا کہ کامل اہلِ ایمان و علم کا طبقۂ اولیٰ اس نعمت سے سرفراز ہوتا ہے کہ انہیں کسی معین زبان کے بغیر براہِ راست کلامِ الٰہی سے مشرف کیا جاتا ہے اور یہ حضرات اکمل الرجال ہوتے ہیں۔

الہاماتِ غوثیہ اور شیخ ابنِ تیمیہ

معترض صاحب! ذرا غور فرمائیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الہامات کی تائید تو شیخ ابن تیمیہ بھی کر رہے ہیں بلکہ انہیں اسناد کے ساتھ نقل کر رہے ہیں اور شیخ ابن تیمیہ کی تائید و تصدیق معنی وارد ہے۔ ابو العباس شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

حدثنی ابی عن محی الدین بن النحاس واظن سمعتها منه انه رای الشیخ عبدالقادر فی منامه وهو یقول اخبارا عن الحق تعالیٰ من جاءنا تلقیناه من البعید ومن تصرف بحولنا النّاله الحدید ومن اتبع مرادنا زدنا مایرید ومن ترک من اجلنا اعطیناه فوق المزید

(فتاویٰ شیخ ابن تیمیہ جلد نمبر ۱۰ ص ۵۴۹ مطبوعہ الحرمین الشریفین اشراف الریاسۃ العامۃ)۔ میرے باپ نے مجھے محی الدین بن النحاس سے روایت کی اور میرا خیال ہے کہ خود میں نے ان سے سنا ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور وہ اللہ تعالیٰ سے خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو ہمارے پاس آئے گا ہم دور سے اس کا استقبال کریں گے اور جو ہماری طاقت سے تصرف کرے گا ہم اس کے لئے لوہے کو پگھلا دیں گے اور جس نے ہماری مراد کی پیروی کی ہم

اس کی مراد کو چاہیں گے اور جس نے ہماری وجہ سے کسی چیز کو چھوڑ دیا ہم اسے بہت زیادہ عطا کریں گے۔

حضرات اولیائے کرام کے لئے بامرالٰہی مامور ہونے کے تفصیلی دلائل اور خاص طور پر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مامور بامرالٰہی ہونے کے مستند شواہد آپ نے ملاحظہ فرمائے اور یہ بحث اختتام کو پہنچی اب ہم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور عالم ارشاد "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ" کے متعلق ان اکابر علماء و مشائخ کی عبارات و اقوال پیش کرتے ہیں جن کی تحقیق ہے کہ یہ ارشاد بامرالٰہی صادر ہوا۔

علامہ شطنوفی اور ان کی تصنیف کا مقام

دلائل کی روشنی میں جب ہم اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر چکے کہ اولیائے کرام امرالٰہی سے مامور ہوتے ہیں تو اب فرمانِ غوثیہ کی تصدیق و تائید میں اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام کے اقوال اور عبارات ملاحظہ کیجئے۔ اگرچہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر مشتمل تمام مستند کتابیں اور دوسرے اکابر علماء و مشائخ کی عبارات اس ارشاد گرامی کے بامرالٰہی ہونے پر شاہد ہیں تاہم ان سب میں علامہ نورالدین الشطنوفی شیخ القراء جامع الازہر قاہرہ مصر کی کتاب "بھجۃ الاسرار" کو اس لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے کہ انہوں نے کتبِ حدیث پاک کی طرز پر اپنی کتاب میں روایات کی سند بیان کی ہے۔ اسناد کے اس اہتمام اور مختلف طرق سے روایات کو مرفوع کرنے کی بنا پر ان کی کتاب خاص شہرت اور افادیت رکھتی ہے، انہوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد گرامی کو خاص طور پر مختلف طرق اور اسناد سے تحقیق روایت کے معیارِ کمال پر پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کی اسی جدوجہد اور تحقیقی کاوش کے پیشِ نظر، یہ کتاب علمائے اعلام اور مشائخ عظام کے نزدیک مستند اور مقبول ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی کو بامرالٰہی ثابت کرنے کے لئے اس جلیل القدر کتاب کی حیثیت اور اہمیت اور اس کے عظیم الشان مصنف علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کے مقام کے بارے میں ہم ایک بصیرت افروز تبصرہ پیش کرتے ہیں جو قارئین کرام کے لئے اطمینان اور دلچسپی کا باعث بنے گا اور اس کتاب کی ثقاہت اور پختگی کو نمایاں کرے گا۔ ہمارے اس تبصرے کا ماخذ فتاویٰ رضویہ جلد نہم مرتبہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ القراء علامہ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت و جلالت کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ نے اپنی کتاب "حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاھرۃ" میں لکھا ہے

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نورالدین ابوالحسن شیخ القراء بالدیار المصریۃ ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین و ستمائۃ و تصدر للاقراء بالجامع الازھر و تکاثر علیہ الطلبۃ مات فی ذی الحجۃ سنۃ ثلاث عشر و سبعمائۃ

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ یکتائے روزگار امام اور شیخ القراء جامع ازھر قاھرہ تھے مسندِ تدریس پر فائز ہوئے تو ان پر طلباء کا ہجوم ہوا۔

امام شمس الدین ذہبی رحمتہ اللہ علیہ

فن اسماء الرجال کے امام نقاد محدّث اور مصنفِ تصانیف کثیرہ امام شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "طبقات المقرئین" میں رقمطراز ہیں

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد المقری نورالدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابوالحسن اصلہ من

الشام ومولدہ بالقاھرۃ تصدر للاقراء والتدریس بالجامع الازھر وقد حضرت مجلس اقرائہ واستانست بسمتہ وسکونہ

حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ جامع الازھر میں مسندِ تعلیم و تدریس کی صدارت پر فائز ہوئے میں آپ کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا اور آپ کی روش اور متانت سے مانوس ہوا۔ امام ذہبی نے بھی آپ کو الامام الاوحد کے لقب سے یاد کیا۔

امام عبداللہ الیافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبداللہ بن اسعد الیمنی الیافعی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۸ھ جو صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں، حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے تمام اصحابِ سیر و تاریخ نے اپنی کتابوں میں ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے اور وہ شیخِ مکہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی کتاب "نشر المحاسن" میں لکھتے ہیں کہ میں اپنی اس کتاب میں اس ایک روایت پر اکتفا کرتا ہوں جسے الشیخ الامام المقری ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلیل القدر شیوخ، اعلام الھدیٰ عارفین سے اسناد کے ساتھ پانچ طریقوں سے روایت فرمایا۔ اگرچہ آپ کی کرامات، شیوخِ آفاق نے بالتواتر نقل کیں مگر میرے نزدیک علامہ شطنوفی کی روایت ہی کافی ہے۔

امام شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ

امامِ محدث شمس الدین محمد الجزری، صاحبِ حصنِ حصین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القرآت" میں لکھتے ہیں

نورالدین علی بن یوسف الشطنوفی الشافعی الاستاذ المحقق البارع شیخ الدیار المصریۃ تکاثر علیہ الناس لاجل الفوائد

والتحقیق۔ قال النبیي وکان ذاغرام بالشیخ عبدالقادر الجیلی رضي الله عنه جمع اخباره و مناقبه فی ثلاث مجلدات وهذاالکتاب موجود بالقاهرة بوقف الخانقاه الصلاحیة واخبرني به واجازنی شیخنا الحافظ محی الدین عبدالقادر وغیره۔

حضرت امام شطنوفی، استاد، محقق، البارع (جن کے کمالات و جمال کو دیکھ کر انسان کو حیرت ہو) تمام بلاد مصر کے شیخ، ان کے فوائد اور تحقیق کی وجہ سے ان پر لوگوں کا ہجوم ہوا۔ حضرت امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عشق تھا۔ انہوں نے آپ کے اخبار و مناقب میں تین جلدوں پر مشتمل کتاب لکھی، میں کہتا ہوں کہ یہ کتاب قاہرہ میں خانقاہ صلاحیہ کے وقف میں موجود ہے۔ ہمارے استاد حافظ الحدیث شیخ محی الدین عبد القادر اور دوسرے اساتذہ نے ہمیں اس کتاب کی روایات کی خبر دی اور مضامین کی اجازت بخشی۔

امام عمر بن عبد الوہاب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام عمر بن عبد الوھاب القرضی الحلبی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زیر مطالعہ نسخہ بہجۃ الاسرار پر تحریر فرماتے ہیں۔

قد تتبعتها فلم اجد فیها نقلا الا وله فیه متابعون وغالب ما اورده فیها نقله الیافعی فی اسنی المفاخر وفی نشر المحاسن وشمس الدین الزکی الحلبی فی کتاب الاشراف واعظم شئی نقل عنه انه احیی الموتیٰ کاحیائه الدجاجة ولعمری ان هذه القصة نقلها تاج الدین السبکی۔

میں نے بہجۃ الاسرار کو خوب غور سے پڑھا اور جانچا میں نے اس میں کوئی ایسی روایت نہ پائی جسے اور متعدد بزرگوں نے روایت نہ کیا ہو۔ اس کتاب کی اکثر

روایات امام عبداللہ یافعی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں "اسنیٰ المفاخر اور نشر المحاسن" میں نقل کیں۔ اسی طرح امام شمس الدین زکی الحلبی نے کتاب الاشراف میں نقل کیں اور سب سے بڑی چیز جو "بھجۃ الاسرار" میں منقول ہے وہ آپ کا احیائے موتیٰ ہے جیسے مرغی کو زندہ کرنا اور مجھے اپنی جان کی قسم اس روایت کو امام تاج الدین سبکی نے بھی نقل کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جنہیں علم و تحقیق و اعتدال کی وجہ سے محقق علی الاطلاق کہا جاتا ہے اور جن کی علمی عظمت علماء و مشائخ کے نزدیک مسلم ہے "زبدۃ الاسرار" میں لکھتے ہیں۔

بھجۃ الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقری الاوحد البارع نور الدین علی بن یوسف الشافعی اللخمی بینہ و بین الشیخ واسطتان۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ صلوۃ الاسرار میں لکھتے ہیں۔

کتاب عزیز بھجۃ الاسرار و معدن الانوار معتبر و مقرر و مشہور و مذکور است و مصنف آں کتاب از مشاہیر مشائخ و علماء ست میان وے و حضرت شیخ رضی اللہ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ کہ ایشاں نیز از منتسبان سلسلہ و محبان جناب غوث اعظم اند (رضی اللہ عنہ) ایں فقیر در مکہ مکرمہ بود در خدمت شیخ اجل اکرم اعدل شیخ عبدالوہاب متقی کہ مرید امام ہمام شیخ علی متقی قدس سرہ بودند فرمودند بھجۃ الاسرار کتاب معتبر است نزدیک ما ایں زماں مقابلہ کردہ ایم و عادت شریف چناں بود کہ اگر کتابے مفید و نافع باشد مقابلہ مے کردند و تصحیح مے نمودند دریں وقت کہ فقیر رسید بمقابلہ بھجۃ الاسرار مشغول بودند۔

بھجۃ الاسرار جلیل القدر امام، فقیہ، وحید العصر، القاری الشیخ نور الدین علی بن یوسف شطنوفی شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ان کے اور

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں۔ آپ مشاہیر علماء و مشائخ میں سے ہیں شیخ عبدالوہاب المتقی المکی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بھجۃ الاسرار معتبر کتاب ہے۔ ”حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارات، علامہ شطنوفی اور ان کی کتاب بھجۃ الاسرار کی ثقاہت اور عظمت کے لئے ایک جامع مبنی بر تحقیق تبصرہ ہے جو سراسر انصاف اور حقیقت کا آئینہ دار ہے۔

علامہ شطنوفیؒ کے طرقِ اسناد

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور وہ دو واسطے بہت ہی اوثق اور اعدل ہیں۔ دو واسطوں کی چار سندیں ملاحظہ کریں۔

(۱) علامہ شطنوفی عن المحدّث امام تقی الدین الانماطی عن الامام الفقیہ موفق الدین ابن قدامۃ المقدسی صاحب "المغنی" فی الفقہ الحنبلیۃ عن سیدنا الغوث الاعظم قدس سرہ

(۲) الشیخ الشطنوفی عن الامام قاضی القضاۃ محمد بن ابراھیم بن عبدالواحد المقدسی عن الامام ابی القاسم ھبۃ اللّٰہ بن منصور نقیب السادات عن سیدنا الغوث الاعظم قدس سرہ

(۳) الشیخ نور الدین علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی عن الشیخ جنید ابو محمد حسن بن علی اللخمی عن ابی العباس احمد بن علی الدمشقی عن سیدنا الغوث الاعظم قدس سرہ

(۴) الشیخ علامہ الشطنوفی عن الامام صفی الدین خلیل بن ابی بکر المراعی والامام عبدالواحد بن علی بن احمد القرشی و ھما عن السید الامام ابی نصر موسیٰ عن والدہ سیدنا الغوث الاعظم قدس سرہ

حضرت امام نورالدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل کی یہ تفصیل اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۳۲ مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی پر ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی ہی تحقیق و تدقیق کے لئے کافی و وافی ہے اور خواص و عوامِ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک موجبِ اعتماد و یقین ہے۔ آپ فتاویٰ رضویہ جلد نہم میں درج رسالہ طرد الافاعی عن حمیٰ ھاد رفیع الرفاعی میں مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ مناقبِ غوثیہ میں کتاب بھجۃ الاسرار سے اکابر ائمہ نے استناد کیا اور کتبِ احادیث کی طرح اس کی اجازتیں لیں دیں۔ کتبِ مناقبِ سرکارِ غوثیت میں باعتبارِ علوا سانیدِ اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتبِ حدیث میں مؤطا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور کتبِ مناقبِ اولیاء میں باعتبارِ صحتِ اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتبِ حدیث میں "صحیح بخاری" کا بلکہ صحاح میں بعض شاذ بھی ہوتی ہیں مگر اس میں کوئی روایت شاذ نہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے صرف صحتِ حدیث کا التزام کیا ہے اور اس امامِ جلیل نے صحت و عدمِ شذوذ دونوں کا اور بہ شہادتِ امام علامہ عمر بن عبدالوہاب الحلبی رحمتہ اللہ علیہ' وہ التزامِ تام ہوا کہ اس کی ہر روایت کے لئے متعدد متابع موجود ہیں جیسا کہ مصنفِ علام نے کتاب کے خطبے میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے لکھا۔

لخصته کتابًا مفردًا مرفوع الاسانید معتمدًا فیها علی الصحة دون الشذوذ۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی تحقیق جن کا مقامِ علمِ اصولِ حدیث اور علمِ اسماء الرجال میں سند کی حیثیت رکھتا ہے جس کا انکار معترض صاحب کیلئے کافی حد تک مشکل ہو گا۔

مولانا احسن الزمان چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ، حضرت سید محمد علی خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ، مولانا احسن الزمان چشتی حیدر آبادی رحمتہ اللہ علیہ "القول المستحسن" شرح فخر الحسن میں حضرت امام علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ القاب لکھتے ہیں

قال شیخ المقرئین و المحدّثین ابوالحسن الفقیه المحدّث المفسر الصوفی علی بن یوسف بن جریر الشطنوفی الشافعی فی بهجة الاسرار و معدن الانوار الکتاب المستطاب المشهور فی مناقب الامام المذکور القطب الغوث الجیلی رضی اللّٰه عنه

(ملاحظہ ہو "قول مستحسن شرح فخر الحسن" ص ۲۶، ۲۸۴)

حضرات مشائخِ چشت میں "فخر الحسن لملاقات حسن بابی الحسن" تصنیف حضرت محب النبی خواجہ فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، مولانا احسن الزمان چشتی نے اس کی بڑی جامع شرح عربی میں لکھی ہے۔

دیوبند کے شیخ الحدیث سید انور شاہ کشمیری، علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں

هکذا نقل الشطنوفی و وثقه المحدّثون عن الشیخ عبدالقادر الجیلی رحمته اللّٰه علیه

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ احیائے موتیٰ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور حضرات محدّثینِ کرام نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔

(ملاحظہ ہو "فیض الباری علی صحیح البخاری" ص ۶۱ جلد ثانی مطبع حجازی قاہرہ)

علامہ شطنوفی کی روایات پر اکابر کا اعتماد

آٹھویں صدی ہجری سے لے کر آج تک حضرات علمائے کرام، مشائخِ عظام اور اصحابِ سیرت و تاریخ نے امام نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کی کتاب پر جو اعتماد اور انحصار کیا ہے وہ فضائل اور مناقب کی کسی کتاب کو حاصل نہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے بعض مشہور اکابر مشائخ، علمائے اعلام اور سیرت نگار مؤرخین کا مختصر تذکرہ کر دیں تا کہ بھجۃ الاسرار اور اس کے مصنف کی عظمت و جلالت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

روایات کے ناقلین علماء و مشائخ

حضرت الشیخ امام نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کی مستند کتاب بھجۃ الاسرار کی روایات کو جن اکابر علمائے اعلام اور مشائخِ عظام نے نقل کیا ہے ان میں حضرت امام شہاب الدین ابنِ حجر عسقلانی شارح بخاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۵۲ھ، امام احمد قسطلانی شارح بخاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۲۳ھ، حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۱۱ھ، حضرت امام شیخ مکہ عبد اللہ الیافعی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۶۸ھ، حضرت امام مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۱۷ھ، حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۸۵ھ، حضرت امام سراج الدین عمر بن الملقن الانصاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۰۴ھ (آپ امام ابنِ حجر عسقلانی کے شیخ ہیں) حضرت امام شمس الدین ذہبی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۴۸ھ، حضرت امام حافظ زین الدین ابن رجب الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۹۵ھ، حضرت امام ابنِ حجر مکی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۷۴ھ (آپ حضرت ملا علی قاری کے استاد ہیں) حضرت ملا علی القاری الحنفی صاحب المرقاۃ شرح المشکوٰۃ رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ، حضرت العلام مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۹۸ھ، حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۷۳ھ، ابو العباس شیخ ابنِ تیمیہ الحرانی المتوفیٰ

۷۲۸ھ، حضرت الشیخ محمد بن یحیٰی التاذفی الانصاری الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۶۳ھ، محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۵۲ھ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۳۴ھ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۱۸۰ھ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۲۲۶ھ، حضرت خاتم المفسرین شہاب الدین الوسی بغدادی صاحب روح المعانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۲۷۰ھ، حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۳۵۰ھ، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۱۴۲ھ، حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی مصنف "مراۃ الاسرار" رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۹۴ھ، حضرت مولانا علی اصغر چشتی فریدی مؤلف جواہر فریدی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ فی القرن الحادی عشر (آپ حضرت گنج شکر کی اولادِ امجاد سے ہیں) حضرت شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم العثمانی چشتی رحمتہ اللہ علیہ مصنف "سیرالاقطاب" المتوفیٰ فی القرن الحادی عشر، حضرت الشیخ محمد اکرم چشتی صابری قدوسی رحمتہ اللہ علیہ صاحب اقتباس الانوار المتوفیٰ ۱۱۹۵ھ، حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۲۶۷ھ، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۳۰۰ھ، حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۳۵۶ھ، حضرت خواجہ گل محمد چشتی احمد پوری رحمتہ اللہ علیہ مؤلف "تکملہ سیرالاولیاء" المتوفیٰ ۱۲۴۳ھ (آپ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف کے خلیفہ ہیں) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۳۴۰ھ، حضرت خواجہ غلام فرید چشتی رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف المتوفیٰ ۱۳۱۹ھ اور حضرت مفتی غلام سرور لاہوری چشتی رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ خزینۃ الاصفیاء المتوفیٰ ۱۳۰۷ھ شامل ہیں۔

متقدمین و معاصرین کی مطابقت و موافقت

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و

تعلیمات پر "بھجۃ الاسرار" سب سے پہلی تصنیف ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و تعلیمات پر بھجۃ الاسرار سے پہلے مفتی العراق الشیخ ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزۃ تمیمی البکری البغدادی نے "انوار الناظر فی معرفۃ اخبار الشیخ عبدالقادر" لکھی۔ آپ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب و مسترشدین میں سے ہیں۔ علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے بھجۃ الاسرار میں کتاب اور مصنف کا تذکرہ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بھجۃ الاسرار ص ۱۰۹ مطبوعہ مصر)

اسی طرح الشیخ الفقیہ عبداللطیف بن ابی طاہر احمد بن محمد بن ھبۃ اللہ الھاشمی البغدادی الحنبلی المتوفیٰ ۶۱۵ھ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر "نزھۃ الناظر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" تصنیف کی۔ یہ بزرگ علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں اور بھجۃ الاسرار کی روایات کے اسناد میں ان کا اسمِ گرامی آتا ہے

(ملاحظہ ہو بھجۃ الاسرار ص ۳ مطبوعہ مصر)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۶۳۲ھ کی کتاب "عوارف المعارف" کی روایات بھی بھجۃ الاسرار کی مؤید ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۶۳۸ھ کی مندرجہ روایات الفتوحات المکیہ بھی بھجۃ الاسرار کی مؤید ہیں۔ اسی طرح الحافظ المؤرخ محب الدین ابو عبداللہ ابن النجار الشافعی المتوفیٰ ۶۴۳ھ کی تاریخ ابن النجار، امام محی الدین نووی الشافعی شارح "مسلم شریف" المتوفیٰ ۶۷۶ھ کی بستان العارفین، شمس الدین ابو المظفر سبط ابن الجوزی المتوفیٰ ۶۵۴ھ کی "مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان" کی روایات سے بھی بھجۃ الاسرار کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے

معترض نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ بھجۃ الاسرار میں بہت عجائب و غرائب ہیں اور اس پر لوگوں نے اعتراض کئے ہیں۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۵۲ھ شافعی مکتبِ فکر کے جلیل القدر محدّث ہیں اسماء الرجال' فنِ جرح و تعدیل' شرحِ احادیثِ نبویہ اور دوسرے علوم و فنون پر وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں' ابتدائی دور میں حضرات صوفیائے کرام کے خوارق' کرامات اور احوال و مقامات کی طرف ان کی توجہ نہ تھی اور ان کے نزدیک یہ امور عجائب و غرائب تھے۔ بھجۃ الاسرار کے متعلق ان کی یہ رائے بھی اسی دور میں صادر ہوئی۔ اسی دور میں انہوں نے اپنے ہمعصر ولی کامل شیخ علی بن وفا الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلکِ توحید کو حلول و اتحاد سے تعبیر کیا تھا اور ان ہی کے جواب میں شیخ موصوف نے ارشاد فرمایا تھا۔

وظنوابی حلولاً و اتحاداً

وقلبی من سویٰ التوحید خالی

وہ تو میرے بارے میں حلول و اتحاد کا گمان رکھتے ہیں حالانکہ میرا دل توحید کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہے

یہی وجہ ہے کہ امام عبدالرؤف مناوی المتوفیٰ ۱۰۳۱ھ نے لکھا ہے

داب ابن حجر اذا ذکر احداً من الطائفۃ ان لا یبقی ولا یذر الا انہ رجع للطائفۃ و اذعن و صار من رؤس اھلھا کما افادہ الشعرانی و ذالک انہ شرح ابیاتاً من تائیۃ ابن الفارض و قدم شرحہ للشیخ مدین المصری لیکتب لہ علیھا اجازۃ فکتب علیٰ ظھرھا

سارت مشرقۃً و سرت مغرباً

شتان بین مشرق و مغرب

وہ مشرق میں محوِ سیرو تفریح ہے اور میں اسے مغرب میں تلاش کرتا رہا مشرق اور مغرب کے درمیان بڑا دور دراز فاصلہ ہے۔

ثم ارسل ذالک الی الحافظ ابن حجر' قال الشعرانی فتنبّہ لامر کان عنہ غافلاً ثم اذعن و صحب الشیخ سیدی مدین الی ان مات۔

امام ابن حجر کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ میں سے کسی کا ذکر کرتے تو لگی لپٹی نہ چھوڑتے مگر بعد میں انہوں نے رجوع کیا اور وہ صوفیائے کرام کے اسرار و رموز سمجھنے والے لوگوں میں نمایاں طور پر سامنے آئے۔ امام شعرانی نے اسی مضمون کو بیان کیا ہے چنانچہ شیخ ابن حجر نے مشہور صوفی ابن فارض رحمتہ اللہ علیہ کے "قصیدہ تائیہ" کے اشعار کی شرح لکھی اور حضرت شیخ مدین مصری کی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کے لئے ارسال کی تو انہوں نے جواب میں ایک شعر کے ذریعے انہیں سابقہ روش پر تنبیہ فرمائی پھر وہ تازیست ان کی صحبت سے مستفید رہے۔

شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۶۶۰ھ بھی ابتداء میں صوفیائے کرام پر معترض رہا کرتے تھے' چنانچہ اپنے معاصر حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں سخت کلمات کہا کرتے تھے بعد میں حضرات صوفیائے کرام کے معتقد ہوئے اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے' خصوصاً حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے مستفید ہوئے۔ (لطائف المنن للشعرانی" ص ۵۲۵ طبع مصر' "القول المستحسن" ص ۳۹۷' جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۷۲)

بارگاہِ غوثیت سے عقیدت و احترام

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب و دماغ میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت مرکوز تھی۔ "قلائد الجواہر" کے مصنف اور قاضی القضاۃ جمال الدین ابوالمحامد یوسف التاذفی الانصاری کے پوتے الشیخ محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی الانصاری المتوفیٰ ۹۶۳ھ نے "قلائد الجواہر" ص ۲۸ پر امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کی وہ تفصیلی عبارت

نقل کی ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت کے ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ کے مفہوم کو بیان کیا ہے، ان کی تحریر کا ایک ایک لفظ تحقیق، اعتدال، ادب، احتیاط اور احترام کا نمونہ ہے، آگے چل کر ہم وہ تفصیلی عبارت نقل کریں گے۔

کمالاتِ غوثیہ کا اعتراف

شیخ محمد بن یحیٰی التاذفی "قلائد الجواہر" میں لکھتے ہیں کہ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ آیا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ آپ نے ایسی مجلسِ سماع میں بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی ہو جو فقراء و صوفیاء دفوف و آلاتِ سماع کے ساتھ منعقد کرتے ہیں یا کسی کو ایسی مجلس میں شریک ہونے کا حکم فرمایا ہو یا ایسی مجلسِ سماع کے بارے میں اباحت یا تحریم کا کوئی قول فرمایا ہو تو انہوں نے ان الفاظ میں جواب فرمایا۔

اما الشیخ عبد القادر فالذی وصل الینا من اخبارہ الصحیحۃ انہ کان فقیھا زاھدا عابدا یتکلم علی الناس ویرغبھم فی الزھد والتوبۃ ویحذرھم من العقوبۃ علی المعصیۃ فکان یتوب علی یدہ من الخلق مالا یحصی کثرۃ ولہ کرامات مستفیضۃ لم ینقل لنا عن احد من اھل عصرہ ولا من بعدہ اکثر مانقل عنہ ولا اعرف عنہ فی مسئلۃ السماع بھذہ الآلات شیئاً (قلائد الجواہر ص ۲۱۷ طبع مصر)

بہرحال حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس آپ کے اخبارِ صحیحہ سے جو کچھ ہمارے پاس پہنچا ہے تو وہ یہ ہے کہ آپ فقیہ، زاہد اور عابد تھے۔ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور انہیں زہد اور توبہ میں رغبت دلاتے تھے اور گناہ کی سزا سے ڈراتے تھے، پس آپ کے دستِ اقدس پر اتنی مخلوق توبہ کرتی تھی کہ اس کا شمار و احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ ہم تک آپ کی کرامات جس کثرت و استفاضہ سے پہنچیں آپ کے زمانے کے کسی بزرگ بلکہ

آپ کے بعد بھی کسی بزرگ کی کرامات اس طرح نہیں پہنچیں۔ میں سماع بالمزامیر کے بارے میں آپ کے موقف پر کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پر "غبطۃ الناظر فی ترجمۃ الشیخ عبد القادر" مستقل کتاب لکھی اور اس میں بھجۃ الاسرار کی اکثر و بیشتر روایات درج فرمائیں۔

اب آپ بتائیں کہ یہ بھجۃ الاسرار کی توثیق و تائید نہیں تو اور کیا ہے؟ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کا ابتدائی اور وسطانی دور کچھ اور تھا اور انتہائی دور کی کچھ اور بات تھی' اور ان میں یہ تبدیلی کیوں نہ آتی آخر ان کے جلیل القدر شیخ حضرت سراج الدین عمر بن الملقن الانصاری الشافعی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۰۴ھ کی صحبت و تربیت نے بھی تو اپنے اثرات دکھانے تھے جنہوں نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و تعلیمات پر "درر الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر" مستقل کتاب لکھی۔

یہ ہیں جناب امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ جن کے کلام کا ایک ایک لفظ تحقیق و انصاف اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں احتیاط و احترام اور اعترافِ کمال کا قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ معترض صاحب' ایسے اکابر علمائے کاملین کے تفصیلی حالات کا مطالعہ کرتے تو اس جرات اور بے باکی سے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہرگز نازیبا کلمات نہ لکھتے' سچ ہے

ع : انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووہ

فضل و کمال والوں کو اصحابِ فضل و کمال ہی پہچانتے ہیں

تبصرے کا ماخذ السیف الربانی

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہمارے اس تبصرے کا ماخذ ایک مستند کتاب "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" ہے۔ جس کے مصنف العلامہ السید محمد مکی بن سیدی المصطفیٰ ابن عزوز التونسی المالکی

المتوفی ۱۳۳۲ھ ہیں جو صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے اور ان کے فتاویٰ بلادِ افریقہ میں شائع تھے۔ ان کی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام فی بلد اللہ الحرام السید احمد زینی دحلان رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو سندِ اجازت عطا فرمائی اور انہیں نخبۃ العلماء الاعیان' خلاصۃ الاعلام من ذوی العرفان' الاستاذ الکامل جامع ماتفرق من الفضائل کے خطابات سے یاد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے سندِ اجازت طلب کرتے ہوئے ان کے فضائل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا۔

وارجو فضلا منکم کتابۃ اجازۃ لی لیحصل لی شیئی من برکاتکم ونفحۃ من نفحاتکم لازلتم ملجاء للقاصدین وذخر اللطالبین۔

السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی' پر شیخ الاسلام دیارِ تیونس (افریقہ) الشیخ امام احمد الخواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے سات ذوالحجہ ۱۳۰۹ھ کو مُہرِ تصدیق ثبت فرمائی اور اس کی طباعت و اشاعت کی تحریری اجازت فرمائی۔ اس کتاب پر دیارِ تیونس (افریقہ) کے چالیس مستند جید علمائے کرام کی تقاریظ ثبت ہیں۔ جن میں جلیل القدر شیوخ' اصحابِ فتویٰ' مدرسین' اربابِ مناصب الحکومیہ اور ماہرینِ علوم و فنون شامل ہیں جن کی تقاریظ کی عبارات' فصاحت و بلاغت' ادب عربی اور تفقہ فی الدین کا جامع نمونہ ہیں۔ (السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی طبع اول ۱۳۰۹ھ طبع ثانی ۱۳۱۳ھ)

حافظ ابنِ رجب حنبلی کے تاثرات

حافظ ابنِ رجب الحنبلی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۹۵ھ نے "ذیل طبقات الحنابلہ" میں لکھا ہے کہ بھجۃ الاسرار میں ایسی روایات ہیں جن کے راوی مجہول ہیں اور بعض ایسے امور اور دعاوی کا ذکر ہے جن کی نسبت' حضرت سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مناسب نہیں۔

یہ ہے حافظ ابنِ رجب حنبلی کی رائے جو علمائے ظاہر میں سے تھے اور شیخ

ابن تیمیہ' ابن قیم اور ابن کثیر کے مسلک کے حامل تھے مگر اس کے باوجود وہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت سے بے حد متاثر تھے اور انہوں نے کھلے دل سے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے بھجۃ الاسرار کے بارے میں جو اظہارِ خیال کیا ہے وہ علمِ ظاہر کے تقاضوں میں جکڑے ہوئے ایک سخت نقطۂ نظر کے حامل' عالمِ دین سے غیر متوقع نہیں ہوتا۔ انصاف کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم ان کے چند تنقیدی الفاظ کی وجہ سے انہیں بزرگوں کا مخالف بنا کر کسی فتوے کی زد میں لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ابنِ رجب کی کتاب کا تفصیلی مطالعہ اس تنقید کو تائید ثابت کرتا ہے بشرطیکہ مطالعہ کی زحمت گوارا کی جائے۔

بارگاہِ غوثیت سے ابنِ رجب کی عقیدت

حافظ ابن رجب کی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ملاحظہ کریں' جو القاب انہوں نے آپ کے لئے منتخب کئے ہیں ان پر غور کریں اور ان کے انصاف و تحقیق اور اعتراف کمال کی داد دیں۔ یہ کسی باضابطہ مرید سلسلہ کے الفاظ نہیں بلکہ ایک زبردست نقاد' مورخ' محدث اور ایک علمی شخصیت کی زبان و قلم سے نکلے ہوئے القاب و خطابات ہیں اور یہ اس دور میں صادر ہوئے ہیں جب القاب' شخصیات سے بنتے تھے' نہ دورِ حاضر کی طرح کہ شخصیات' القاب سے بنائی جاتی ہیں اور یہ وہ خطابات ہیں جو کمالات سے حاصل ہوتے تھے' آج کل کی طرح نہیں کہ خطابات کے ذریعے کمالات کو ثابت کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی "ذیل طبقات الحنابلہ" میں حضرت کے تذکرے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

شیخ العصر' قدوۃ العارفین' سلطان المشائخ' سید اھل الطریقۃ فی وقتہ محی الدین ابومحمد عبدالقادر الجیلی' صاحب المقامات والکرامات والعلوم والمعارف والاحوال المشھورۃ

کرامات و کمالاتِ غوثیہ کا اعتراف

حافظ ابن رجب فقہ حنبلی کے مایہ ناز فقیہ اور محدث، شیخ موفق الدین ابنِ قدامہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہم نے کسی بزرگ کی اس قدر کرامات نہیں سنیں اور کسی بزرگ کی دین کی وجہ سے اتنی عزت و تکریم نہیں دیکھی جس قدر حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ پھر شیخ عزالدین بن عبد السلام کے حوالے سے لکھتے ہیں

لم تتواتر کرامات احد من المشائخ الا الشیخ عبد القادر فان کراماته نقلت بالتواتر۔

حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی بزرگ کی کرامات نقلِ متواتر سے ثابت نہیں مگر بے شک آپ کی کرامات نقلِ متواتر سے ثابت ہیں۔

حضرت سہروردی کے حصولِ فیض کا بیان

شیخ ابنِ رجب اس سند سے یہ روایت درج کرتے ہیں

قال الشیخ تقی الدین ابوالعباس ابن تیمیة حدثنی الشیخ عزالدین بن احمد بن ابراهیم الفاروقی انه سمع الشیخ شهاب الدین عمر بن محمد السهروردی صاحب العوارف

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں علمِ کلام کی کتابیں پڑھنے کا ارادہ کرتا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کون سی کتاب پڑھوں پھر میں اپنے چچا شیخ ابو النجیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا (ماهو زاد الآخرة) یہ فقرہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا یعنی وہ علم پڑھو جو آخرت کے لئے زادِ راہ ہو چنانچہ میں نے اس ارادہ سے رجوع کر لیا۔ پھر ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے ابنِ قدامہ کی تحریر شدہ یہ عبارت جس میں حضرت سہروردی کا واقعہ ہے خود پڑھی ہے۔ پھر ابن النجار مورخ المتوفی ۶۴۳ھ کی حضرت سہروردی سے یہ روایت نقل کی کہ

میرے چچا ابو النجیب نے جامع میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں میرے لئے دعا کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ علمِ کلام میں مشغول رہتا ہے۔ حضرت سہروردی فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر حضرت شیخ عبد القادر کی دست بوسی کی حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ علمِ کلام میں اشتغال سے توبہ کرو پس تم فلاح پا جاؤ گے۔ میرا ارادہ نہ بدلا تو پھر میرے تمام حالات میں اضطراب آگیا اور میرے اوقات مکدر ہو گئے پس میں نے جان لیا کہ یہ سب کچھ حضرت شیخ کی مخالفت کی وجہ سے ہوا پھر میں نے توبہ کی اور رجوع کیا پس میرا حال درست ہو گیا اور میرا دل خوش ہو گیا۔

علامہ شطنوفی کی احسن روایات

بھجۃ الاسرار کی بعض روایات کو احسن کہتے ہوئے ابنِ رجب لکھتے ہیں و من احسن ما فی هذا الکتاب ما ذکره المصنف

علامہ شطنوفی کی بہترین روایات میں سے یہ ہے کہ شیخ ابنِ قدامہ نے کہا ہم ۵۶۱ھ میں بغداد میں داخل ہوئے تو اس وقت علم، عمل، حال اور افتاء کی سرداری کا انتہائی مقام حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اتنے علوم جمع کر دیئے تھے اور آپ کو اتنی وسعتِ صدر اور صبر حاصل تھا کہ علوم کا طالب آپ کی وجہ سے غیر سے مستغنی ہو جاتا تھا اور آپ کے بعد میں نے آپ کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔

قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی اللہ

اب حافظ ابنِ رجب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی اللہ کو نقل کرتے ہیں جو بھجۃ الاسرار کی جامع الروایات' مرکزی روایت ہے اور کتاب کا زیادہ تر حصہ اسی کے متعلقات پر مشتمل ہے۔

فاما الحکایة المعروفة عن الشیخ عبد القادر انه قال قدمی هذه علیٰ

رقبۃ کل ولی اللہ' فقد ساقھا ھذا المصنف عن طرق متعددۃ۔

بہرحال حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے منقول واقعہ معروفہ کہ انہوں نے فرمایا' میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے' اس روایت کو مصنف نے متعدد طرقِ روایت سے بیان کیا ہے۔ اب بتائیں کہ حافظ ابنِ رجب نے بھجۃ الاسرار کی خاص روایت کو تسلیم کیا بلکہ متعدد طرق سے اس کے سیاق کو مان کر اس کی تصدیق و تائید کی اور اس روایت کے طرق اور اسناد کے رجال سے الجھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اندازہ کیجئے کہ یہ سب روایات اور بہت سی دوسری روایات جنہیں ہم نے خوفِ طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیا' حافظ ابنِ رجب نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھجۃ الاسرار سے نقل کی ہیں' پھر موضوع کتاب یعنی سیرت و کمالاتِ غوثیہ پر تو حافظ ابنِ رجب کی شرحِ صدر اور ان کی دلچسپی آپ کے سامنے ہے۔ اب اس ساری وضاحت کے بعد حافظ ابنِ رجب کی بھجۃ الاسرار پر تنقید کا کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے یا اسے تنقید سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟۔

آخر میں شیخ ابنِ رجب' نامور شاعر مشہور ادیب نصر نمیری کا طویل مرثیہ پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر کہا تھا۔ انہوں نے اس مرثیہ کے ستائیس اشعار درج کئے ہیں جو ان فضائل و کمالات کے متضمن ہیں جنہیں علامہ شطنوفی نے بھجۃ الاسرار میں بیان کیا ہے' گویا یہ مرثیہ بھی حافظ ابنِ رجب کی طرف سے بھجۃ الاسرار اور اس کے مصنف کی توثیق و تائید کا ایک نمایاں ثبوت ہے۔ "ذیل طبقات الحنابلہ" کے یہ مندرجات جو بارہ صفحات پر مشتمل ہیں' سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و تعلیمات کی ایک جامع دستاویز ہے جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

(ملاحظہ ہو: "ذیل طبقات الحنابلہ" از ص ۲۹۰ تا ص ۳۰۱ مطبوعہ مصر)

جرح و تنقید عظمت کے منافی نہیں

ہم نے امام ابنِ حجر عسقلانی اور حافظ ابنِ رجب حنبلی کی بهجة الاسرار کے بارے میں تنقیدی رائے کا تحقیقی اور تفصیلی جائزہ پیش کیا جس سے واضح ہو گیا کہ ان دونوں بزرگوں کے نزدیک بهجة الاسرار اور اس کے مصنف کی ثقاہت و عظمت بدستور مسلم ہے۔ بهجة الاسرار تو فضائل و مناقب کی کتاب ہے مگر آپ دیکھیں کہ حدیث پاک کی کتبِ مشہورہ' ان کے جلیل القدر جامعین' مؤلفین اور عظیم الشان راویانِ حدیث کے بارے میں کیا کچھ کہا گیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اسماء الرجال کے فن جرح و تعدیل کے معیار پر تمام کتبِ حدیث' روایاتِ حدیث اور راویانِ حدیث پورے اترتے ہیں؟۔ آپ کو صحاح ستہ پر تنقید و اعتراض کا اچھا خاصا مواد ملے گا' حضرات محدثین کرام کے بارے میں سخت تنقیدی جارحانہ الفاظ سامنے آئیں گے۔ بعض محدثین کرام' ائمہ مجتہدین و فقہائے عظام پر تنقید کرتے ہوئے نظر آئیں گے تو پھر کیا فقہ و حدیث کی کتابیں ناقابلِ اعتبار سمجھی جائیں گی اور ائمہ مجتہدین اور حضرات محدثین کے اقوال کو نظرانداز کر دیا جائے گا؟۔

آپ تصوف و طریقت کی طرف آئیں شیخ محی الدین ابنِ عربی کی "فتوحات" اور "فصوص" کے بارے میں کتنے علماء و فقہا نے مخالفت کا اظہار کیا' جن کے جواب میں علماء و مشائخ نے حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں کتابیں تالیف کیں۔ آپ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی "الیواقیت والجواہر" کے ابتدائی اوراق پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ شیخ ابنِ عربی کے بارے میں کیسے کیسے نامور لوگوں نے جرح و تنقید کی اور دوسرے کتنے بڑے مشائخ عظام کے بارے میں لوگوں نے کس قدر سخت الفاظ کہے اور ان کے ساتھ کس بدسلوکی اور گستاخی سے پیش آئے بلکہ انہیں وطنِ مالوف سے ہجرت پر مجبور کر دیا۔ حضرت امام شعرانی کی کتابوں اور ان کی شخصیت کے بارے میں کیا کیا تنقید منظرِ عام پر نہ آئی' ان تمام

باتوں کی تفصیل کو امام شعرانی نے بیان فرمایا۔

معترض صاحب کی توجہ کے لئے

معترض صاحب نے بہجۃ الاسرار کی توثیق و تائید اور اس کے استناد و اعتبار کا جائزہ لئے بغیر عجلت سے کام لیتے ہوئے امام ابنِ حجر عسقلانی کے چند تنقیدی کلمات کا حوالہ دیا۔ ہم نے نہ صرف اس کی وضاحت کر دی بلکہ حافظ ابنِ رجب حنبلی کے تنقیدی تاثرات کو بھی حقائق کی روشنی میں پیش کر دیا۔ مشائخِ قادریہ کی دوسری کتابوں کے بارے میں معترض صاحب نے جس جذباتی انداز میں تنقید کی ہے کوئی صاحبِ علم اسے پسند نہیں کرے گا' خاص طور پر علامہ عبد القادر اربلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تفریح الخاطر" کے بارے میں تو ان کے الفاظ کافی حد تک انصاف و اعتدال کے معیار سے گرے ہوئے ہیں۔ کسی روایت میں کوئی فروگذاشت اتنا شدید جرم نہیں ہوتا کہ اس کتاب کی ساری افادیت و اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے جذباتی تنقید کا نشانہ بنا لیا جائے۔

معترض صاحب نے مشائخِ چشت کے حالات پر مشتمل کتابوں کے بارے میں توجہ نہیں فرمائی ورنہ وہاں اصولِ روایت کے علاوہ اصولِ درایت کے لحاظ سے بھی شدید فروگزاشتیں پائی جاتی ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کی مشہور کتاب "سیر الاولیاء" میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ کا سنِ وصال ۶۶۴ھ درج ہے جبکہ حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کے حصولِ خلافت کا سن ۶۶۹ھ لکھا ہے۔ پوشیدہ نماند کہ تولد حضرت شیخ الشیوخ فرید الحق والدین مسعود گنج شکر در ۵۶۹ھ پانصد شصت و نہ بود وفات حضرت ایشاں در شش صد و شصت و چہار بود عمر حضرت ایشاں نود و پنج باشد۔

(ملاحظہ ہو: سیر الاولیاء از امیر خورد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۱' مطبع انتشارات اسلامی لاہور) از حضرت سلطان المشائخ پرسیدند کہ عمر شریف حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق و الدین قدس سرہ العزیز چند سال بودہ فرمودند کہ نود و پنج سال

(سیر الاولیاء ص ۱۰۱)

حصولِ خلافت کے بارے میں حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سیزدھم ماہ رمضان سنہ ۶۶۹ھ تسع و ستین و ستمائۃ بودو فرمود نظام یاد داری آنکہ گفتہ بودم، گفتم آرے فرمود کہ کاغذ بیارید اجازت نامہ بنو۔ یسند اجازت نامہ نوشتند۔
(سیر الاولیاء ص ۱۲۶)

سیر الاولیاء کی مندرجہ بالا روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال سن ۶۶۴ ہجری ہے جبکہ حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے حصولِ خلافت کا سن ۶۶۹ درج کیا گیا ہے۔

سیر الاولیاء میں درج اس فروگذاشت کو مؤرخ سید عبدالحی حسنی الندوی نے بھی بیان کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: "نزھۃ الخواطر" جلد دوم ص ۱۲۰" مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

اسی طرح سیر الاولیاء میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے حصولِ خلافت کا سن ۵۲۲ھ درج ہے۔
(ملاحظہ ہو: سیر الاولیاء ص ۵۸) جبکہ "دلیل العارفین" ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ میں حصولِ خلافت کا سن ۵۱۴ھ درج ہے۔
(ملاحظہ ہو: "دلیل العارفین" ص ۲ مطبع مجتبائی دہلی)

یہ دونوں روایات جمہور چشتیہ کے نزدیک ناقابلِ قبول ہیں معلوم نہیں معترض صاحب کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "فوائد الفواد" کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی کے ملفوظات کا کوئی مجموعہ قابلِ اعتبار نہیں (جوامع الکلم ص ۱۳۴ بحوالہ نزھۃ الخواطر جلد دوم ص ۳۶) حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخِ چشت

کے ملفوظات کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (خیر المجالس ص ۵۳)
مزید تفصیل کے لئے علامہ حضرت معین الدین فاضل اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب (ثمارِ خواجہ) دیکھی جا سکتی ہے

فرمانِ غوثیہ اور اکابر مشائخ کی پیشگوئی

علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے بہجۃ الاسرار میں مسند روایات کے ساتھ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانِ عالیشان کے بارے میں جن اکابر مشائخ کی پیش گوئی کا تذکرہ کیا ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی رحمتہ اللہ علیہ

(۱) شیخ ابو بکر بن ہوار البطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا

سوف یظهر بالعراق رجل من العجم عالی المنزلة عندالله وعندالناس اسمه عبدالقادر و مسکنه ببغداد یقول قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله و تدین له الاولیاء فی عصره ذالک الفرد فی وقته
(بہجۃ الاسرار ص ۴ طبع مصر)

عنقریب عراق میں ایک عجمی مردِ کامل ظاہر ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک بلند مقام ہوگا۔ ان کا اسمِ گرامی عبد القادر ہوگا اور بغداد ان کا مسکن ہوگا۔ وہ اعلان کریں گے کہ میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے اور ان کے زمانے کے اولیائے کرام ان کے ارشاد کی تعمیل کریں گے اور وہ اپنے وقت کے فرد ہوں گے۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ ابو بکر ہوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں انعقد اجماع المشائخ من اهل عصره علیٰ جلالته و علو مقامه کہ آپ کی جلالت اور عظمتِ مقام پر ہمعصر مشائخ کا اجماع تھا۔
(الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول ص ۱۱۴ طبع مصر)

الشیخ امام عبد اللہ الجونی رحمتہ اللہ علیہ

(۲) الشیخ امام ابو احمد عبد اللہ الجونی الملقب بالحقی رحمتہ اللہ علیہ، آپ سے

حضرت شیخ امام ابو یعقوب یوسف الھمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

سمعتہ سنۃ ثمان و ستین و اربعمائہ یقول اشھدت انہ سیولد بارض العجم مولود لہ ظھور عظیم بالکرامات و قبول تام عند کافۃ الاولیاء یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ و تندرج الاولیاء تحت قدمہ ذالک الذی یشرف بہ اھل زمانہ و ینتفع بہ من رآہ (بھجۃ الاسرار ص ۴ طبع مصر)

شیخ امام ابو یعقوب یوسف الھمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ۴۶۸ھ میں شیخ ابو احمد عبداللہ الجونی الملقب بالحقی سے سناوہ فرماتے تھے کہ عنقریب ارضِ عجم میں ایک سعادتمند بچے کی ولادت ہوگی جو کرامات میں عظیم مرتبہ کے حامل ہوں گے اور تمام اولیائے کرام کے نزدیک ان کو کامل مقبولیت حاصل ہوگی وہ اعلان کریں گے کہ میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے اور تمام ہم عصر اولیاء ان کے قدم کے نیچے مندرج ہوں گے، جس کی وجہ سے انہیں اہلِ زمان پر فضیلت ہوگی اور جس نے ان کی زیارت کی وہ ان سے فیض حاصل کرے گا۔ شیخ امام ابو یعقوب یوسف الھمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المتوفی ۵۳۵ھ کی اسی روایت کو امام عبداللہ الیافعی الیمنی الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب "نشرالمحاسن" میں نقل فرمایا ہے (نشرالمحاسن، بھامش جامع کرامات الاولیاء للشیخ النبھانی حصہ دوم ص ۱۳۶)

الشیخ تاج العارفین ابوالوفار حمتہ اللہ علیہ

(۳) حضرت شیخ تاج العارفین ابوالوفا کاکیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جوانی میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی زیارت کے لئے آتے تو شیخ ابوالوفا ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے اور حاضرین سے فرماتے

قوموا لولی اللہ و ربما یمشی الیہ فی وقت خطوات یتلقاہ و ربما قال فی وقت من لم یقم لھذا الشاب لم یقم لولی اللہ فلما تکرر ذالک منہ قال لہ اصحابہ فی ذالک فقال لھذا الشاب وقت اذا جاء افتقر الیہ

الخاص والعام و کانی اراہ قائلا ببغداد علی رؤس الاشهاد وهو محق قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰہ فتواضع له رقاب الاولیاء فی عصرہ اذهو قطبهم فی وقته فمن ادرکه منکم فلیلزم خدمته
(بہجۃ الاسرار ص ۴ طبع مصر)

حضرت شیخ عبدالقادر کے آنے پر شیخ تاج العارفین رحمتہ اللہ علیہ حاضرینِ مجلس سے فرماتے کہ اللہ کے ولی کے لئے کھڑے ہو جاؤ کبھی آپ کے استقبال کے لئے چند قدم چل کر تشریف لے جاتے کبھی فرماتے جو شخص اس نوجوان کے لئے کھڑا نہ ہوا وہ اللہ کے ولی کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ جب بار بار ان سے اس طرح سلوک ظاہر ہوا تو آپ کے اصحاب نے اس بارے میں پوچھا پس انہوں نے فرمایا اس نوجوان کا جب دور آئے گا تو خاص و عام اس کے محتاج ہوں گے اور گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ علی الاعلان بغداد میں کہہ رہے ہیں میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے اور وہ اس فرمان میں حق پر قائم ہیں، پس ان کے لئے وقت کے تمام اولیاء کی گردنیں جھک جائیں گی کیونکہ وہ ان کے قطب ہیں۔ تم میں سے جس کو وہ دور نصیب ہو تو ان کی خدمت میں رہنا۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ تاج العارفین کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے دور میں اعیانِ مشائخِ عراق میں سے تھے اور ولایت کی ریاست آپ پر ختم تھی اور سیدی شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ لیس علی باب الحق تعالی کردی مثل ابی الوفاء وهو اول من سمی بتاج العارفین فی العراق حق تعالیٰ کے دروازے پر ابوالوفا جیسا کوئی کردی نظر نہیں آتا۔ پھر امام شعرانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے عراق میں "تاج العارفین" کے لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول ص ۱۲۹ طبع مصر)

حضرت شیخ عقیل منبجی رحمتہ اللہ علیہ

(۴) حضرت الشیخ عقیل منبجی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

سیظھر ھٰھنا واشار الی العراق فتی عجمی شریف یتکلم علی الناس ببغداد و یعرف کرامتہ الخاص و العام و ھو قطب وقتہ یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ و تضع الاولیاء لہ رقابھم ولو کنت فی زمانہ لوضعت لہ راسی ذالک الذی ینفع اللّٰہ بہ من صدق بکرامتہ من سائر الناس (بھجۃ الاسرار ص ۵)

شیخ عقیل المنبجی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا' عنقریب عراق میں ایک عجمی نوجوان سید ظاہر ہوں گے جو بغداد میں لوگوں کو خطاب کریں گے' ان کی کرامات کو خاص و عام جانیں گے اور وہ اپنے وقت کے قطب ہوں گے' وہ یہ اعلان فرمائیں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور ان کے لئے اولیائے کرام اپنی گردنیں جھکا دیں گے اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ضرور اپنا سر جھکا دیتا۔ لوگوں میں جو ان کی کرامات کی تصدیق کرے گا اللہ تعالٰی ان کیوجہ سے اسے نفع پہنچائے گا۔ امام شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ عقیل منبجی اپنے وقت میں شام کے شیخ المشائخ تھے اور شیخ عدی بن مسافرؒ جیسے اکابر بزرگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔

(الطبقات للشعرانی حصہ اول ص ۱۱۷ طبع مصر)

الشیخ علی بن وھب السنجاری رحمتہ اللہ علیہ

(۵) شیخ علی بن وھب السنجاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں عجم کے فقراء کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ عجم کے کس علاقے سے آئے ہو تو انہوں نے کہا جیلان سے آپ نے فرمایا

ان اللّٰہ تعالٰی نور الوجود برجل یظھر منکم قریب من اللّٰہ تعالٰی اسمہ عبدالقادر مظھرہ فی العراق یقول ببغداد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ و تقر اولیاء عصرہ بفضلہ۔

(بھجۃ الاسرار ص ۵)

اللہ تعالٰی نے تم سے ایک شخص سے وجود کو منور فرمایا ہے وہ عنقریب

عراق میں ظاہر ہوں گے اور بغداد میں فرمائیں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور وقت کے اولیائے کرام ان کی فضیلت کا اعتراف کریں گے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آپ سنجار میں مریدین کی تربیت کا مرکز تھے اور شیخ سوید سنجاری، شیخ ابوبکر الجاری اور شیخ سعد الصنابجی رحمتہ اللہ علیہم جیسے اکابر آپ سے فیضیاب تھے۔ (الطبقات الکبریٰ حصہ اول ص ۱۲۹ طبع مصر)

حضرت حماد بن مسلم الدباس رحمتہ اللہ علیہ

(۶) ایک دن شیخ حماد بن مسلم الدباس رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ادب سے بیٹھے تھے جب آپ تشریف لے گئے تو شیخ حمادؒ نے فرمایا

لهذا العجمی قدم تعلو فی وقتها علیٰ رقاب الاولیاء فی ذالک الوقت ولیو مرن ان یقول قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه ولیقولن ولتوضعن رقاب الاولیاء فی زمانه

اس عجمی نوجوان کا قدم ان کے وقت میں اولیائے کرام کی گردنوں پر ہو گا اور انہیں امر الٰہی ہو گا کہ اعلان کریں میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ وہ ضرور ایسا کہیں گے اور ان کے لئے وقت کے اولیائے کرام کی گردنیں جھکا دی جائیں گی۔ شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسرار کے کشف میں آپ پر مشائخ کا اجماع منعقد ہوا بغداد کے جلیل القدر مشائخ ان سے مستفید ہوئے۔ وهو احد من صحب الشیخ عبد القادر رضی اللّٰه عنه واثنیٰ علیه وروی کراماته آپ ان مشائخ میں سے ہیں جن کی صحبت میں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے، ان کی تعریف فرمائی اور ان کی کرامات کو بیان فرمایا۔ (الطبقات للشعرانی حصہ اول ص ۱۲۶ طبع مصر)

غوثِ وقت کی پیش گوئی

علامہ نورالدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف طرق سے روایت بیان

کی کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے دو اور ساتھی طالب علمی کے زمانے میں ایک بزرگ کی زیارت کے لئے گئے جنہیں غوث کہا جاتا تھا۔ ان دو ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو اس غوث سے مشکل مسئلہ پوچھیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو صرف ان کی زیارت کے برکات حاصل کروں گا۔ جب تینوں ساتھی اس غوثِ وقت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سوال پوچھنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان میں سے ایک مسمیٰ ابن السقا سے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ کفر کی آگ تم پر بھڑک رہی ہے۔ دوسرے سوال پوچھنے والے طالب علم عبد اللہ ابن عصرون الشافعی سے فرمایا کہ تیرے سوال کا یہ جواب ہے اور تم بے ادبی کی وجہ سے کانوں کی لو تک دنیا میں مستغرق ہو جاؤ گے۔ پھر شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے انہیں اپنے قریب بٹھایا' ان کی عزت فرمائی اور ارشاد فرمایا

یا عبد القادر لقد ارضیت اللہ و رسولہ بادبک کانی اراک ببغداد و قد صعدت علی الکرسی متکلما علی الملاء و قلت قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ و کانی اری الاولیاء فی وقتک قد حنوا رقابھم اجلالا لک۔ (بھجۃ الاسرار ص ۶ طبع مصر)

اے عبد القادر آپ نے اپنے ادب سے اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا گویا میں آپ کو بغداد میں کرسی پر لوگوں کو خطاب کرتے دیکھ رہا ہوں آپ کہہ رہے ہیں کہ میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اولیائے وقت نے آپ کی تعظیم کے لئے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

فرمانِ غوثیہ بامرِ الٰہی صادر ہوا

علامہ شیخ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان میں مامور من اللہ ہونے پر بھجۃ الاسرار ص ۱۰ طبع مصر پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

ذکر اخبار المشائخ عنہ انہ لم یقل الا بالامر۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ

(۱) حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آیا مشائخ متقدمین میں سے بھی کسی نے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، پھر پوچھا گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ کے مقامِ فردیت کو نمایاں کرتا ہے سائل نے کہا کہ اور بھی افراد ہو گزرے ہیں تو انہوں نے فرمایا،

لم یؤمر احد منھم ان یقول ھذہ سوی الشیخ عبدالقادر قلت اوامر بقولھا قال بلیٰ قد امر وانما وضعت الاولیاء کلھم رؤسھم لمکان الامر الاتری الی الملائکۃ لم یسجدوا لاٰدم صلوات اللّٰہ علیہ الا لورود الامر علیھم بذالک۔

حضرت شیخ عدی بن مسافر نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی فردِ وقت کو یہ حکم نہیں دیا گیا۔ سائل نے پھر پوچھا کیا آپ کو اس فرمان کا حکم دیا گیا تو انہوں نے فرمایا کیوں نہیں وہ مامور ہوئے اور امرِ الٰہی کی وجہ سے تو تمام اولیائے کرام نے سر جھکائے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو امرِ الٰہی کی وجہ سے سجدہ کیا تھا۔ حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق امام شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ارکانِ طریقت میں وحید العصر تھے اور علمائے طریقت میں سے اعلیٰ تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی تعریف کی اور یہ بھی فرمایا کہ لو کانت النبوۃ تنال بالمجاھدۃ لنالھا الشیخ عدی بن مسافر اگر ریاضت و مجاہدہ سے نبوت حاصل ہو سکتی تو شیخ عدی بن مسافر ضرور حاصل کر لیتے۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول ص ۱۱۸ طبع مصر)

حضرت شیخ ابو سعید القیلوی رحمتہ اللہ علیہ

(۲) حضرت الشیخ ابو سعید القیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا

ھل قال الشیخ عبدالقادر قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ بامر قال بلی قالھا بامر لاشک فیہ وھی لسان القطبیۃ ومن الاقطاب فی کل زمن من یؤمر بالسکوت فلا یسعہ الا السکوت ومنھم من یؤمر بالقول فلا یسعہ الا القول وھو الاکمل فی مقام القطبیۃ لانہ لسان الشفاعۃ۔

حضرت شیخ ابو سعید القیلوی سے پوچھا گیا کیا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد بامرِ الٰہی فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے مامور ہو کر فرمایا اور یہ قطبیت کی زبان ہے اور ہر زمانے میں بعض اقطاب کو سکوت کا حکم ہوتا ہے پس ان کے لئے سکوت کے سوا گنجائش نہیں ہوتی اور بعض اقطاب کو کہنے کا حکم ہوتا ہے تو انہیں کہنا پڑتا ہے اور وہ قطب جنہیں کہنے کا حکم ہوتا ہے مقامِ قطبیت میں ان اقطاب سے افضل ہوتا ہے جنہیں سکوت کا حکم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ لسانِ شفاعت ہے۔ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ھو من اکابر العارفین والائمۃ المحققین صاحب الانفاس الصادقۃ والافعال الخارقۃ والکرامات والمعارف (الطبقات للشعرانی حصہ اول ص ۱۲۷)

شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ، اکابر عارفین اور ائمہ محققین میں سے تھے اور آپ انفاسِ صادقہ، افعالِ خارقہ اور کرامات و معارف کے جامع تھے۔

حضرت شیخ علی بن ھیتی رحمتہ اللہ علیہ

(۳) حضرت الشیخ علی بن ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر حاضرینِ مجلس اولیائے کرام میں سب سے پہلے آپ نے حضرت کا قدم اپنی گردن پر رکھا۔ آپ کے اصحاب نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا

لانہ امران یقولھا واذن لہ فی عزل من انکرھا علیہ من الاولیاء فاردت ان اکون اول من سارع الی الانقیاد لہ۔

آپ کو اس فرمان کا حکم دیا گیا تھا اور آپ کو یہ بھی اجازت تھی کہ اولیائے کرام میں جو بھی اس فرمان کا انکار کرے اسے ولایت سے معزول کر دیں۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی اطاعت میں جلدی کر کے سبقت لے جاؤں۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اکابر مشائخ عراق اور اعیان عارفین میں سے تھے اور آپ ان جلیل القدر اولیاء میں سے تھے جنہیں تطبیتِ عظمیٰ کا مقام حاصل تھا۔ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے

کل من دخل فی بغداد من الاولیاء فی عالم الغیب والشھادۃ فھو فی ضیافتنا ونحن فی ضیافۃ الشیخ علی بن ھیتی۔ عالمِ غیب و عالمِ شہادت کے اولیائے کرام میں سے جو بھی بغداد میں وارد ہوتا ہے وہ ہمارا مہمان ہوتا ہے اور ہم شیخ علی بن ھیتی کے مہمان ہیں (الطبقات للشعرانی حصہ اول ص ۱۲۵)

حضرت سید احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ

(۴) حضرت الشیخ السید احمد الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا آیا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بامرِ الٰہی اس طرح فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی آپ نے بامرِ الٰہی یہ اعلان فرمایا۔ حضرت شیخ احمد رفاعی کے متعلق مشہور ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو اشعارِ شوقیہ پڑھ کر دستِ اقدس کو چومنے کا شوق ظاہر کیا چنانچہ حضور علیہ السلام کی قبرِ اطہر سے دستِ اقدس رونما ہوا اور آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت شیخ القاسم بصری رحمتہ اللہ علیہ

(۵) حضرت شیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا

لما امر الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ان یقول قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ رایت الاولیاء فی المشرق و المغرب واضعین رؤسھم تواضعالہ الا رجلا بارض العجم فانہ لم یفعل فتوارٰی عنہ حالہ۔

جب شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کے بارے میں حکم دیا گیا تو میں نے مشرق و مغرب کے اولیائے کرام کو دیکھا کہ انہوں نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے گردنیں جھکا دیں مگر عجم کے ایک شخص نے تواضع نہ کی تو ان کا حال محجوب ہو گیا۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ ابو محمد القاسم البصری کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور آپ کی کرامات کا مشاہدہ کیا۔ (بھجۃ الاسرار ص ۱۷۱) حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ اعیانِ مشائخ عراق، عظیم الشان عارفین اور جلیل القدر مقربین میں سے تھے علم شریعت و حقیقت پر کلام فرماتے تھے

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول ص ۱۲۹)

حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

(٦) حضرت الشیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ المتوفیٰ ۵۸۱ھ فرماتے تھے

عشنا زمانا مدیدا فی ظل الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ و شربنا کئوسا ھنیئۃ من مناھل عرفانہ ولقد کان النفس الصادق یصدر عنہ فیستطیر شعاع نورہ فی الآفاق استطارۃ النار فنقتبس منہ اسرار احوال الاصحاب علٰی قدر مراتبھم ولما اتاہ الامر بان یقول قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ زاد اللہ تعالٰی جمیع الاولیاء نورا فی قلوبھم وبرکۃ فی علومھم وعلوا فی احوالھم ببرکۃ وضعھم رؤسھم وقدمضی الی اللہ تعالٰی فی حلیۃ السابقین مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین رضی اللہ عنا بھم۔

ہم نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر سایہ طویل زمانہ بسر کیا اور آپ کے مناہلِ عرفان سے خوشگوار جام نوش کئے آپ سے انفاسِ صادقہ کا ظہور ہوتا تو آفاق میں آگ کی طرح ان کے انوار کی شعاعیں پھیل جاتی تھیں۔ پس اصحابِ احوال کے مرتبہ کے مطابق ہم ان کے اسرار سے انوار حاصل کرتے تھے پھر آپ کو "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ" فرمانے کا امر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرمان پر گردنیں جھکانے کی برکت سے تمام اولیائے کرام کے دلوں میں نور بڑھا دیا، علوم میں برکت زیادہ کردی اور احوال کی بلندی میں اضافہ کردیا اور حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین مع الانبیاء والصدیقین والشہداء والصالحین کے لباس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں

ھو من اجلاء المشائخ و عظماء العارفین و اعیان المحققین صاحب الکرامات والمقامات وھو احدالاربعۃ الذین یتصرفون فی قبورھم بارض العراق

آپ جلیل القدر مشائخ، عظیم الشان عارفین اور اعیان محققین میں سے ہیں، صاحبِ کرامات و مقامات تھے اور عراق کے ان چار بزرگوں (یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عقیل منبجی اور حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنھم) میں سے ہیں جو اپنی قبروں میں ظاہری حیات کی طرح تصرف فرماتے ہیں (الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول ص ۱۳۲ طبع مصر)

حضرت شیخ خلیفہ رحمتہ اللہ علیہ

(۷) حضرت الشیخ خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ عالمِ رؤیا میں انہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ کو کثرت سے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوا کرتی تھی۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! شیخ عبدالقادر نے قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ فرمایا ہے حضور علیہ السلام نے جواب میں

فرمایا۔ صدق الشیخ عبدالقادر وکیف لا وھو القطب وانا ارعاہ شیخ عبدالقادر نے سچ کہا ہے وہ کیوں نہ کہتے حال یہ ہے کہ وہ قطب ہیں اور میری حفاظت میں ہیں۔ یہ سب روایات پوری سند اور مختلف طرق کے ساتھ امام نورالدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے بھجۃالاسرار میں نقل فرمائیں (ملاحظہ ہو بھجۃالاسرار ص ۱۰ تا ۱۲ طبع مصر)

مستند روایات میں معترض کی قطع وبرید

جس طرح ہم بیان کر چکے کہ معترض نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی کو طوعاً و کرھاً ہمعصر اولیائے کرام کے لئے تسلیم کیا ہے اور اس ارشاد کی حتیٰ الوسع عظمت و اہمیت کو کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ معترض کی ان ہی کوششوں کا حصہ ہے کہ انہوں نے بھجۃالاسرار کی جن روایات کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے ان میں قطع و برید اور تحریف کا عمل جاری رکھا ہے۔ آپ غور کریں کہ معترض نے کتاب کے ص ۵۶ پر شیخ حماد بن مسلم دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش گوئی والی روایت کو درج کیا ہے اور بھجۃالاسرار کے حوالے سے مگر ان کی تحریفی مہارت دیکھیں کہ روایت کے یہ الفاظ حذف کر گئے ولیومرن ان یقول قلمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ شیخ حماد نے فرمایا کہ تحقیق انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ بامرالٰہی کہیں میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

معترض نے اپنی کتاب کے ص ۵۸ پر شیخ ابو سعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت درج کی ہے

ھی لسان القطبیۃ ومن الاقطاب فی کل زمان من یؤمر بالسکوت فلا یسعہ الا السکوت ومنھم من یؤمر بالقول فلا یسعہ الا القول مگر روایت کے یہ جملے انہوں نے جان بوجھ کر حذف کر ڈالے تا کہ ان کے خود ساختہ موقف کی تردید و تکذیب نہ ہو۔

قیل لشیخنا ابی سعید القیلوی رضی اللہ عنہ وانا اسمع ھل قال الشیخ عبدالقادر قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ بامر قال بلٰی قالھا بامر لاشک فیہ۔

ہمارے شیخ ابو سعید قیلوی سے کہا گیا، کیا شیخ عبد القادر نے یہ ارشاد مامور ہو کر فرمایا ہے تو انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، انہوں نے مامور ہو کر فرمایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ اسی طرح اس روایت کے اس جملے کو جو آخر میں ہے معترض نے حذف کرڈالا وھو الاکمل فی مقام القطبیۃ لانہ لسان الشفاعۃ اور جس فرد کو کہنے کا حکم دیا جاتا ہے وہ مقامِ قطبیت میں ان اقطاب سے اکمل ہوتا ہے جن کو سکوت کا حکم دیا جاتا ہے اور جو قطب مامور ہو کر کہتا ہے تو اس کی زبان لسانِ شفاعت ہے۔

آپ نے دیکھا کہ ان روایتوں میں معترض نے نقلِ الفاظ و جمل میں علمی دیانت کو کس طرح نظر انداز کیا، وہ کیوں اور کس لئے محض اس لئے کہ ان جملوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا تھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ اس فرمان میں مامور بامرِ الٰہی تھے۔ اسی طرح یہ واضح ہوتا تھا کہ آپ مقامِ قطبیت میں دوسرے اقطاب سے اکمل تھے اور آپ نے یہ کلام لسانِ شفاعت سے فرمایا تھا کیونکہ آپ "فنا فی الرسول" کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے مگر معترض صاحب کو آپ کی یہ عظمت کسی قیمت پر گوارا نہ تھی وہ تو طے کر چکے تھے کہ یہ کلام سکر و مستی میں صادر ہوا اور آپ مقامِ قطبیت میں اکمل نہیں تھے اس لئے انہوں نے علمی دیانت اور نقلِ روایت کے تمام اصول پامال کرڈالے اور بھجۃ الاسرار کی روایات کا حلیہ بگاڑ کر لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ قادریوں کی مستند کتاب سے اپنا موقف ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

معترض صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ دنیا بڑی ترقی کر چکی ہے کتابوں کی

اشاعت عام ہو چکی ہے' کمپیوٹر کا دور ہے' غلط صحیح کا پتہ چلانا کوئی مشکل کام نہیں رہا۔ لوگ منقول عبارات کی تحقیق بھی کر سکتے ہیں اور پھر

ع: تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

نگران کی داد دیجئے کہ وہ اپنے موقف کی دھن میں کچھ اس قدر مست تھے کہ اس قسم کا اندیشہ ان کے دل و دماغ کے کسی گوشے میں جاگزیں نہ ہو سکا اور انہوں نے ہر قسم کی احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ نعرۂ مستانہ لگا کر چھوڑا۔

عشقِ بتاں میں جو بھی کیا برملا کیا
ہم اس میں احتیاط کے قائل نہیں رہے

ہمیں اس بات پر تعجب ضرور ہے کہ اپنی کتاب میں ان روایات کو نقل کرتے ہوئے وہ اولیائے کرام کے مامور ہونے کو ثابت کر گئے کیونکہ ص ۵۸ پر انہوں نے لکھا ہے ہر زمانہ کے اقطاب میں سے کسی کو امرِ سکوت دیا جاتا ہے اور کسی کو بولنے کا امر دیا جاتا ہے۔ کسی کو سکوت کا امر ہوتا ہے تو وہ چپ رہتا ہے اور بعض حضرات کو قول کا امر ہوتا ہے تو وہ کلام فرماتے ہیں۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اپنے موقف کو ثابت کرتے ہوئے وہ عالمِ سکر میں جا پہنچے ورنہ ایسی بات ہرگز نہ لکھتے کیونکہ انہوں نے بڑی محنت' کاوش اور سلیقے سے اکابر بزرگوں کے کلام میں قطع و برید کر کے ثابت کیا تھا کہ اولیائے کرام کو امرِ الٰہی ہو ہی نہیں سکتا اور اگر کوئی بزرگ ایسا کہے تو وہ تلبیس کا شکار ہو جاتا ہے۔ پوری جدوجہد اور سعیِ بلیغ کے باوجود ان کے اسرار و رموز کے بعض نکات کا ظاہر ہو جانا تعجب خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی' اور ظاہر ہے کہ ہم طالب علم تو ہرگز اس قابل نہیں تھے کہ اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں تک پہنچ جاتیں۔

بَرِ خدا کہ عارفِ سالک بکس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

معترض کی تحریفِ بلیغ پر تبصرہ

یہ تو تھی اس بات کی وضاحت کہ انہوں نے بعض روایات کے بعض حصوں کو حذف کر دیا اور اب توجہ فرمائیں تو ہم عرضداشت پیش کریں کہ معترض صاحب نے بھجۃ الاسرار کے بہت سے ابواب اور عنوانات کو بھی نظرانداز کر دیا، چلو اس موضوع کی سب روایات نہ سہی کوئی ایک آدھ روایت ہی نقل کر دیتے مگر انہوں نے اس بارے میں بہت ہی تنگ نظری سے کام لیا ہے۔ انہوں نے بزرگانِ دین کی وہ روایات جو اس پیش گوئی پر مشتمل تھیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ بغداد میں بامرِ الٰہی مامور ہو کر یہ اعلان فرمائیں گے سب کو عمداً چھوڑ دیا اور یوں ہزاروں علماء و مشائخ کی متواتر روایات اور سینکڑوں مستند کتابوں کی اخبارِ منقولہ بلکہ علماء و مشائخ کا ایک اجماعی نقطۂ نظر ان کے تحریفی کارناموں کا شکار ہو گیا۔

کسی کتاب کی روایات کو نقل کرنے میں یہ طریقہ اختیار کرنا تحقیق کے اصول کے برخلاف ہے بلکہ علمی دیانت، نقلِ روایت کے قانون اور عوامی اعتماد کے برعکس ہونے کی بناء پر شرعاً اور اخلاقاً درست نہیں۔ معترض صاحب، خود مختار تھے ان کے لئے کوئی مجبوری نہ تھی ان کی حریتِ فکر کا تقاضا تھا کہ جس بات کو ان کا دل و دماغ تسلیم نہیں کرتا وہ اس کا انکار کر ڈالیں، آخر دوسرے اہم نظریات و عقائد کے منکرین بھی تو موجود ہیں مگر ان کے لئے یہ روش ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ بزرگوں کے اقوال اور ان کی کتابوں میں ردوبدل سے کام لیتے، انہوں نے صرف علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی بھجۃ الاسرار کے ساتھ یہ طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ سینکڑوں دوسرے علماء و مشائخ کی مستند کتابوں کو بھی ٹھکرا دیا۔ ان کا یہ رویہ انفرادی، ذاتی، شخصی اور اختراعی تو ہو سکتا ہے مگر مشائخِ سلاسل کی ترجمانی اور اکابر علمائے کاملین کے نقطۂ نظر کی تعبیر یا تحقیق ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اختلاف میں خوفِ خدا کے تقاضے

ہم حنفی المسلک ہیں تو کیا ہمارے فقہائے احناف، حنابلہ، مالکیہ اور شوافع کے دلائل و عبارات میں قطع و برید کرتے ہیں یا ان کے نقطۂ نظر کی مؤید آیات و احادیث کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ہمارے حنفی محدثین اور شارحینِ حدیث اختلافی مسائل پر بحث کے دوران کیا فریقِ مخالف کے شواہد و دلائل کا اندراج نہیں کرتے، ان کی مؤید احادیث کو عمداً چھوڑ دیتے ہیں یا ان کی کتابوں اور مصنفین کا نام نہیں لیتے، ہرگز نہیں۔ آپ "ہدایہ" کو دیکھ لیجئے اور پھر انصاف کیجئے، شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی "لمعات" اور اشعۃ اللمعات پر نظر ڈالیں، شیخ علی قاری کی "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" دیکھیں، اصولِ فقہ کی کتابیں "نور الانوار" اور "منتخب حسامی" کو دیکھیں، یہ صرف احناف کے دلائل پر مشتمل نہیں بلکہ ان کتابوں کے جلیل القدر منصف مزاج مقتدر علمائے ذی وقار نے شوافع اور دوسرے مکاتبِ فکر کے تفصیلی دلائل نقل کئے ہیں۔ حضرات محدثین کرام کی اکثریت حنفی نہیں تو پھر کیا انہوں نے حنفی مکتبِ فکر کی مؤید احادیثِ پاک، کتابوں سے حذف کردی ہیں ہرگز نہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اکابر اپنی علمی و تحقیقی مہارت سے کام لیتے ہیں۔ آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اپنے موقف کے دلائل کا وثوق اور وزن ثابت کرتے ہیں، روایات پر جرح و تنقید کرتے ہیں، ترجیحی بنیادوں پر اپنا مسلک ثابت کرتے ہیں، قیاس کی صحت و فساد کا تجزیہ کرتے ہیں اور علمی و تحقیقی اعتبار سے روایت و درایت کے اصول کی روشنی میں حقائق کو پیش کرتے ہیں۔ ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ خدا ترس، حق پرست فقہا و محدثین، بسا اوقات فریقِ مخالف کے نقطۂ نظر کی تصویب و تائید کر جاتے ہیں اور ان کی روایات کے استناد اور صحت کے پیش نظر اپنے موقف کی کمزوری کا اعتراف کر لیتے ہیں، مگر یہ انوکھا طریقۂ تحقیق جو معترض صاحب نے نکالا ہے کہ اول تو اپنے موقف کے

خلاف، روایات و دلائل، کتاب میں درج ہی نہ کرو اور اگر مجبوراً کچھ شواہد اور روایات درج کی جائیں تو پھر قطع و برید سے ان کا حلیہ بگاڑ دو، ان کی ایسی کانٹ چھانٹ کرو کہ ان کی اصلی شکل و صورت باقی نہ رہے اور پھر ان سے ایسے نتائج برآمد کرو جو پہلے سے تیار شدہ مسودہ کے عین مطابق ہوں۔ ہم اپنے قارئین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری ان گزارشات کو ضرور مدِ نظر رکھیں گے بلکہ ہمیں حسنِ ظن کے طور پر معترض صاحب سے بھی توقع ہے کہ ان پر غور فرمائیں گے۔

من آں چہ شرطِ بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

امام عبداللہ الیافعی رحمتہ اللہ علیہ

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ کے بارے میں اور آپ کے کمالات و مناقب کے متعلق، الشیخ امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑا تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔ آپ کی عظمت و جلالت اور رفعت مقام پر تمام علماء و مشائخ کا اتفاق ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۷۸۵ھ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے اور خرقہ حاصل کیا (ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار ص ۱۴۲ مکتبہ نوریہ رضویہ، مقابیس المجالس ص ۱۵۰، ص ۱۰۴۸، جامع العلوم مترجم ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں رحمتہ اللہ علیہ جلد اول صفحہ ۶۳)

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، خلیفۂ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "چراغ دہلی" کا لقب آپ نے عطا فرمایا تھا (مناقب المحبوبین ص ۳۳۔ سوانح حیات مخدوم جہانیاں از پروفیسر محمد ایوب قادری ص ۷۹

علامہ نبہانی کا خراجِ تحسین

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

احد ائمۃ العارفین واکابر العلماء العاملین الذی کان یقتدی باثارہ و یھتدی بانوارہ شھرتہ تغنی عن اقامۃ البرھان کالشمس لا یحتاج واصفھا الی بیان شیخ الطریقین وامام الفریقین۔

آپ ان ائمۂ عارفین اور اکابر علمائے عاملین میں سے ہیں جن کے نقشِ قدم کی اقتدا کی جاتی ہے اور جن کے انوار سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ آپ کی شہرت' دلیل قائم کرنے سے بے نیاز کردیتی ہے۔ جس طرح سورج کہ اس کی تعریف کرنے والا بیان کا محتاج نہیں ہوتا' آپ شیخ الطریقین اور امام الفریقین ہیں۔ پھر علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' قاضی القضاۃ امام مجد الدین شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کے پاس کتبِ حدیث کے کچھ حصے تھے جنہیں وہ محدثینِ مکہ سے سماع کرنا چاہتے تھے وہ تردد میں تھے کہ کس محدث کے درس میں حاضر ہوں اسی تردد میں وہ سو گئے تو عالمِ رؤیا میں ہر طرف سے انہیں آواز آئی۔ لیس عنداللہ اعظم قدراً من الیافعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام یافعی سے بڑھ کر قدر و منزلت والا کوئی اور نہیں۔ پھر انہیں حضرت میکائیل علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ امام یافعی کی شہرت و مقبولیت آفتاب کی مانند ہوگی' پھر وہ اس جہان سے رخصت ہوں گے یہ سارا معاملہ عالمِ رؤیا میں ہوا پھر بیت المقدس میں ان کی بعض اولیائے کرام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا گزشتہ رات امام یافعی کو مقامِ قطبیت عطا کردیا گیا ہے یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔

(ملاحظہ ہو: جامع کرامات الاولیاء للنبہانی حصہ دوم ص ۱۳۰ طبع بیروت)

امام یافعی مولانا جامی کی نظر میں

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ابوالسعادات عفیف الدین عبداللہ بن اسعد الیافعی الیمنی نزیل الحرمین الشریفین رضی اللہ عنہ' از کبار مشائخ وقت خود بودہ است بہ علوم ظاہری و باطنی

وے را مصنفات است۔ حضرت امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے اکابر مشائخ میں سے تھے علومِ ظاہری و باطنی میں آپ کی تصانیف ہیں۔ (نفحات الانس، ص ۴۰۴ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

امام شعرانی کے نزدیک امام یافعی کا مقام

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی تمام تصنیفات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا (لطائف المنن حصہ اول ص ۴۲ طبع مصر)

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں کی اجازت دیا کرتے تھے۔
(الیواقیت والجواہر حصہ اول ص ۹ طبع مصر)

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں آپ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں اور آپ کے ارشادات کو اہمیت دیتے ہیں بسا اوقات ایک صفحہ پر دو، تین مرتبہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں اور آپ کو شیوخِ محققین کے مقام پر فائز سمجھتے ہیں۔ (الیواقیت والجواہر حصہ اول ص ۱۶۱، الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص ۱۰۲)

فرمانِ غوثیہ اور امام عبداللہ یافعی

حضرت امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی باسانید کثیرۃ من طرق متعددۃ عن جماعۃ من کبار المشائخ انہ لم یقل ذالک الا بامر منہم الشیخ علی بن مسافر والشیخ ابو سعید القیلوی والشیخ علی بن الہیتی والشیخ احمد الرفاعی والشیخ ابو محمد القاسم البصری والشیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم۔
(نشر المحاسن، للیافعی بھامش جامع کرامات الاولیاء للنبھانی حصہ دوم ص ۱۳۴)

اکابر مشائخ کرام سے اسانیدِ کثیرہ کے ساتھ متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامور من اللہ ہو کر ارشاد فرمایا۔ ان

مشائخِ کبار میں شیخ عدی بن مسافر شیخ ابو سعید القیلوی، شیخ علی بن الھیتی، شیخ احمد الرفاعی، شیخ ابو محمد القاسم البصری اور شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ آگے چل کر امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی ایضًا باسانید متعددة من طرق کثیرة عن جماعة من الشیوخ الکبار انهم اخبروا عنه انه سیقول مقالته تلک قبل وقوعه عنها بسنین کثیرة بعضهم قبل ذالک بنحو مائة سنة منهم الشیخ عبداللّٰه الجونی روی عنه الشیخ الامام ابو یعقوب یوسف بن ایوب الهمدانی والشیخ تاج العارفین ابو الوفا والشیخ عقیل المنبجی والشیخ علی بن وهب السنجاری والشیخ حماد الدباس ورجل یقال له الغوث رضی اللّٰه عنهم، روی فی مناقب الشیخ عبدالقادر باسناد متعددة عن ابی سعد عبداللّٰه بن محمد بن عبداللّٰه بن علی بن ابی عصرون التمیمی الشافعی رضی اللّٰه عنهم۔

(نشر المحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۱۳۵ طبع بیروت)

شیوخِ کبار کی جماعت سے متعدد اسانید کے ساتھ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر کے اس فرمان کے وقوع سے برسوں پہلے پیش گوئی فرمائی تھی۔ بعض بزرگوں نے تو تقریباً سو سال پہلے فرما دیا تھا جس طرح کہ حضرت الشیخ عبداللہ الجونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ امام ابو یعقوب یوسف بن ایوب الھمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔ ان پیشگوئی کرنے والے بزرگوں میں شیخ تاج العارفین ابو الوفا، شیخ عقیل منبجی، شیخ علی بن وھب السنجاری، شیخ حماد دباس اور ایک مردِ باکمال جنہیں الغوث کہا جاتا تھا شامل ہیں رضی اللہ عنہم

اعتراض کرنے والوں کو امام یافعی کی تنبیہ

حضرت امام الشیخ عبداللہ الیافعی رحمتہ اللہ علیہ جن کے علم و فضل اور عظمت و جلالت کے بارے میں اکابر علماء و مشائخ نے اجماعی اعتراف کیا ہے اور

معترض صاحب کو سعیِ بلیغ کے باوجود ان کے بارے میں جرح و تنقید کا سامان میسر نہ آسکے گا۔ انہوں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانِ عالی شان پر بصیرت افروز تبصرے کے بعد معترضین اور ناقدین کو بڑی معنیٰ خیز تنبیہ اور خوف انگیز تحذیر فرمائی ہے۔ امامِ محقق، شیخ الفریقین اور علومِ ظاہری و باطنی کی جامع شخصیت کی یہ تنبیہ زبردست اہمیت کی حامل ہے اور معترض صاحب اسے مقررین و خطباء کے بے سند قول یا کسی عقیدت مند قادری کے حسنِ عقیدت کا اظہار کہہ کر نظرانداز نہیں کرسکتے بشرطیکہ وہ حسبِ دستور ناانصافی، بیباکی اور بے اعتدالی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ حق پرستی، حق پسندی اور میانہ روی اختیار کریں۔

امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں (المقصد الثانی)

دفع وھم من توھم لجھله باولیاء اللّٰہ تعالیٰ و فساد قلبه ان الشیخ عبدالقادر قال تلک المقالة بحظ النفس وھوی کامن فی باطنه. یظن ان اصفیاء اللّٰہ تعالیٰ منطوون علی خبث الضمائر و متصفون بالصفات الرذائل نعوذ باللّٰہ العظیم من الخذلان و سوء الظن باولیاء اللّٰہ تعالیٰ اھل العرفان، فان من قرب ھذا التقریب وعرف ھذا التعریف ومکن ھذا التمکین و صرف ھذا التصریف وخضع له الاکابر ھذا الخضوع و رجع الیه العارفون باللّٰہ تعالیٰ ھذا الرجوع و زفته العنایة ھذا الزفاف المشعر بعظیم جلالته و ضرب له الوجود بمعارف السرور عند رویة طلعته ورقص الکون جمیعه طربا لظھور ولایته وحمل بین یدیه علم القطبیة وتوج بتاج الغوثیة والبس خلعة التصریف العام النافذ فی جمیع الوجود و مشت اکابر الاولیاء من الصدیقین والبدلاء تحت رکابه بامر الاله المعبود واشتھرت فی الوجود کراماته وجمعه بین علمی الظاھر والباطن یستحیل ان یکون قال ذالک بحظ نفس وھوی کامن واللّٰہ

تعالٰی یقول فی محکم آیاتہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"
(نشر المحاسن للیافعی بھامش جامع کرامات الاولیاء جلد دوم ص ۱۴۳ طبع بیروت)

مقصدِ ثانی اس شخص کے وہم کو دفع کرنے میں جو جہالت اور فسادِ باطن کی وجہ سے خیال کرتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حظِ نفس اور باطن میں پوشیدہ خواہش کی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ آپ جیسے اللہ تعالٰی کے برگزیدہ بندوں کے دلوں میں خبثِ نفس کے اثرات ہوتے ہیں اور وہ ناپسندیدہ صفات سے موصوف ہوتے ہیں۔ محرومی اور عارفین اولیائے کرام کے ساتھ بدگمانی کی نحوست سے ہم اللہ تعالٰی کے ساتھ پناہ لیتے ہیں۔ پس بے شک جن کو ایسی تقریب کے ساتھ مقرب بنایا گیا اور ایسی تعریف کے ساتھ مشہور و معروف کیا گیا اور ایسی تمکین کے ساتھ متمکن بنایا گیا اور ایسی تصریف کے ساتھ مصرف بنایا گیا اور اکابر اولیائے کرام نے جن کے سامنے اس درجے کی عاجزی اور تواضع کی اور عارفین باللہ نے جن کی طرف ایسا رجوع کیا ہو اور عنایت خداوندی نے جنہیں قرب و ولایت کی برات کے دولہا کا ایسا اعزاز عطا کیا ہو جو ان کی عظمت و جلالت کا مشعر ہو اور عالمِ وجود نے جن کی مبارک شکل دیکھ کر سرور کے طبل بجائے ہوں اور پوری کائنات جن کے ظہورِ ولایت کی خوشی میں رقص کر رہی ہو اور جن کے حضور قطبیت کا جھنڈا بلند کیا گیا ہو اور جنہیں غوثیت کا تاج پہنایا گیا ہو اور جنہیں عالمِ وجود میں عمومی تصریفِ نافذ کی خلعت پہنائی گئی ہو اور اکابر اولیائے صدیقین و بدلاء، معبودِ برحق کے امر سے جن کی رکاب کے نیچے چلیں اور عالمِ وجود میں جن کی کرامات کی شہرت ہو اور جو علمِ ظاہر و باطن کے جامع ہوں، پس محال ہے کہ انہوں نے حظِ نفس اور پوشیدہ خواہشِ نفسانی کی بنا پر یہ ارشاد فرمایا ہو۔ اللہ تعالٰی نے محکم آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی زیادہ جاننے والا ہے اس جگہ کو جہاں وہ رسالت ودیعت فرماتا ہے۔

فرمانِ غوثیہ اور امام ابنِ حجر عسقلانی

شیخ محمد بن یحیٰ التاذفی الحنبلی الانصاری رحمتہ اللہ علیہ نے "قلائد الجواہر" میں لکھا ہے کہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے ان الفاظ میں جواب دیا

ظهور الخوارق على البشر واقعة لا ينكرها الا معاند وقد ذكر ائمتنا لما يظهر من الخوارق ضابطا يتميز به المقبول من المردود فقالوا ان كان الواقع ذالك له اومنه على المنهاج المستقيم فهى كرامته كالشيخ عبدالقادر فقد قال سلطان العلماء عزالدين بن عبدالسلام ماوصلت الينا كرامات احد بطريق التواتر مثل ماوصلت الينا كرامات سلطان الاولياء الشيخ عبدالقادر رضى الله عنه فالشيخ عبدالقادر كان حاضر الحس متمسك بقوانين الشريعة ويدعو اليها وينفر عن مخالفتها ويشغل الناس فيها مع تمسكه بالعبادة والمجاهدة و مزج ذالك بمخالطة الشاغل منها غالبا كالازواج والاولاد ومن كان هذا سبيله كان اكمل من غيره ولانها صفة صاحب الشريعة صلى الله عليه وسلم من ههنا قال الشيخ قدمى هذه على رقبة كل ولى الله قال لانه لا يعرف فى عصره من كان يساويه فى الجمع بين هذه الكمالات والغرض تعظيم شانه وهو بلاشك يستحق التعظيم والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم۔ (قلائد الجواہر ص ۲۹)

انسانِ کامل سے خوارق کا ظہور امرِ واقع ہے اور اس کا انکار کوئی عناد رکھنے والا ہی کر سکتا ہے اور ہمارے ائمہ نے ظہورِ خوارق کے بارے میں ایک ضابطہ بیان کیا ہے جس کے ذریعے مقبول اور مردود میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر خوارق کا ظہور ایسے شخص سے ہوتا ہے جو صراطِ مستقیم پر ہے تو یہ کرامت کہلاتا ہے جس طرح شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی شان ہے چنانچہ سلطان العلماء شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا کہ ہم تک تواتر کے ساتھ جس طرح سلطان الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات پہنچی ہیں کسی دوسرے بزرگ کی کرامات اس طرح نہیں پہنچیں۔ پس شیخ عبدالقادرؒ حاضر دماغ (صاحبِ صحو) قوانینِ شریعت کے پابند تھے اور لوگوں کو شریعت کی طرف بلاتے تھے اور شریعت کی مخالفت سے نفرت دلاتے تھے اور لوگوں کو شریعت پر عمل میں مشغول کرتے تھے اور ساتھ ساتھ عبادت و مجاہدہ میں مضبوطی سے مصروف رہا کرتے تھے اور ایسے امور میں بھی شغل رکھتے تھے جو عبادات و مجاہدات میں مشغولیت سے ہٹاتے ہیں مثلاً ازدواجی زندگی اختیار کرنا اور اولاد کی تربیت کرنا اور جس کی یہ شان ہو (کہ عبادات و مجاہدات کے ساتھ ایسے امور کو سنت سمجھ کر ان میں مشغول رہے) تو وہ ان بزرگوں سے زیادہ صاحبِ کمال ہوتا ہے جو صرف عبادت و مجاہدہ میں رہتے ہیں' اس لئے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے فرمایا "قدمی ھذہ علیٰ رقبة کل ولی اللّٰہ" یہ اس واسطے فرمایا کہ آپ کے زمانے میں کوئی دوسرا بزرگ ایسا نہ تھا جو ان کمالات کی جامعیت میں آپ کے برابر ہوتا اور اس سے غرض آپ کی عظمتِ شان کا اظہار ہے اور وہ بلاشبہ اس عظمت کے مستحق تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

فرمانِ غوثیہ اور مولانا عبدالرحمن جامی

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے "نفحات الانس" میں حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مامور من اللہ ہو کر اعلان قدمی ھذہ علیٰ رقبة کل ولی اللّٰہ فرمانے کے بارے میں شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ شیخ عبدالقادر جوان بود و در صحبت شیخ

حماد ے بود روزے باادب تمام در صحبت وے نشستہ بود و چوں برخاست و بیرون رفت شیخ حماد گفت ایں عجمی را قدمے است کہ در وقت وے بر گردن ہمہ اولیاء خواہد بود و ہر آئینہ مامور شود بہ آنکہ بگوید قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ و ہر آئینہ آنرا بہ گوید و ہمہ اولیاء گردن نہند

(نفحات الانس فارسی ص ۳۵۳ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان تھے اور حضرت شیخ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں ہوتے تھے ایک دن نہایت ادب سے ان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جب اٹھے اور باہر چلے گئے تو شیخ حماد نے حاضرین سے فرمایا کہ اس عجمی نوجوان کا قدم ان کے دور میں تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہوگا اور یقیناً وہ اس اعلان پر مامور ہوں گے کہ کہیں میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور وہ یقیناً اس طرح کہیں گے اور تمام اولیائے کرام گردنیں جھکا دیں گے۔

حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ اس واقعہ کو بھی نقل کرتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں آپ دو ساتھیوں کی معیت میں ایک بزرگ کی زیارت کے لئے گئے جنہیں غوث کہا جاتا تھا۔ اس غوث وقت نے آپ کے دو ساتھیوں کی بے ادبی کی وجہ سے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا مگر آپ سے بڑی شفقت فرمائی۔ حضرت مولانا جامی لکھتے ہیں۔ بعد ازاں بہ شیخ عبدالقادر نگریست و وے را نزدیک بخود بنشاند و گرامی داشت و گفت اے عبدالقادر خدا و رسول را از خود راضی و خوشنود ساختی باادبے کہ نگہداشتی گویا کہ مے بینم ترا در بغداد بر منبر آمدہ و میگوئی قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ و مے بینم کہ اولیائے وقت ہمہ گردنہائے خود را پست کردہ اند اجلال و اکرام ترا (نفحات الانس ص ۳۵۴)

اس کے بعد اس غوثِ وقت نے شیخ عبدالقادر کی طرف دیکھا' انہیں اپنے قریب بٹھایا' ان کا احترام کیا اور فرمایا اے عبدالقادر ادب کا خیال رکھنے کی وجہ سے آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کر لی

گویا اس وقت میں دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ کہہ رہے ہیں میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیائے وقت نے آپ کے احترام واجلال کی خاطر گردنیں جھکا دی ہیں۔

فرمانِ غوثیہ اور امام ابنِ حجر الھیتمی المکی

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کے استاذِ گرامی امام ابنِ حجر الہیتمی المکی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ الفتاویٰ الحدیثیہ میں لکھتے ہیں۔

انهم قدیئو مرون تعریفاً الجاهل او شكراً و تحدثا بنعمة الله تعالیٰ كما وقع للشيخ عبدالقادر رضی الله تعالیٰ عنه انه بينما هو بمجلس وعظه واذاهو يقول قدمی هذه علیٰ رقبة كل ولی الله تعالیٰ فاجابه فی تلك الساعة اولياء الدنيا قال جماعة بل و اولياء الجن جميعهم وطأطأوا رؤسهم و خضعوا له واعترفوا بما قاله الا رجل باصبهان فابیٰ فسلب حاله۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ امام ابن حجر مکی ص ۲۲۵ مطبوعہ مصر)

کبھی اولیائے کرام کو بلند کلمات کا حکم دیا جاتا ہے تا کہ جو ان کے مقام سے ناواقف ہے اسے پہچان ہو جائے اور تحدیثِ نعمت اور شکر کا اظہار ہو جائے جس طرح کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح واقع ہوا کہ آپ نے مجلس وعظ میں ارشاد فرمایا قدمی هذه علیٰ رقبة كل ولی الله پس آپ کے فرمان کو دنیا بھر کے اولیائے کرام نے قبول کیا۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ اولیائے جنات نے بھی قبول کیا اور سب نے اپنے سر جھکا دیئے اور آپ کے سامنے عاجزی کی اور آپ کے فرمان کا اقرار کیا مگر اصفہان میں ایک شخص نے انکار کیا تو اس کا حال سلب ہو گیا۔

اس کے بعد امام ابنِ حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ ابو النجیب سہروردی، شیخ احمد الرفاعی، شیخ ابو مدین مغربی اور شیخ عبد الرحیم القناوی رحمتہ اللہ علیہم کے

گردنیں جھکانے کا ذکر کیا اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ذکر کثیرون من العارفین الذین ذکرناهم وغیرهم انه لم یقل الا بالامر اعلانا بقطبیته فلم یسع احد التخلف بل جاء باسانید متعددة عن کثیرین انهم اخبروا قبل مولده بنحو مائة سنة انه سیولد بارض العجم مولود له مظهر عظیم یقول ذالک فتندرج الاولیاء فی وقته تحت قدمه۔

(الفتاوٰی الحدیثیة امام ابن حجر مکی ص ۲۲۵ مطبوعہ مصر)

جن اولیائے کرام کا ہم نے ذکر کیا انہوں نے اور بہت سے دوسرے عارفین نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر نے امرِ الٰہی سے اپنی قطبیت کا اعلان کرتے ہوئے اس طرح فرمایا بلکہ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ بہت سے اولیائے کرام نے آپ کی ولادتِ مبارکہ سے سو برس قبل یہ خبر دی کہ عنقریب ملکِ عجم میں ایک صاحبِ مظہرِ عظیم پیدا ہوں گے اور وہ یہ اعلان کریں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پس وقت کے تمام اولیائے کرام ان کے قدم کے نیچے ہوں گے۔

اس کے بعد امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک غوث کی پیش گوئی نقل فرمائی کہ انہوں نے آپ کے اس فرمان کے بارے میں قبل از وقت خبر دی تھی جب طالب علمی کے زمانے میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آپ نے ان کی زیارت کی تھی۔ اس واقعہ کے بعد امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں

وهذه الحکایة کادت ان تتواتر فی المعنٰی لکثرة ناقلیها وعدالتهم۔

یہ واقعہ، ناقلین کی کثرت اور ان کے تقویٰ کی بنا پر متواترِ معنوی کے قریب ہے

فرمانِ غوثیہ اور حضرت ملا علی القاری

مشکوٰۃ شریف کی مشہور عربی شرح المرقاۃ اور دیگر تصانیفِ کثیرہ کے مصنف، نامور فقیہِ حنفی، حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ اپنی

کتاب "نزھۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ سیدی الشریف عبد القادر" میں لکھتے ہیں
من مشائخہ حماد الدباس رضی اللہ عنہ روی ان یوما کان سیدنا عبدالقادر عندہ فی رباطہ ولما غاب من حضرتہ قال ان لھذا الشاب الشریف قدما یکون علی رقاب اولیاء اللہ یصیر مامورا من عند مولاہ بان یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ویتواضع لہ جمیع اولیاء اللہ فی زمانہ ویعظمونہ لظھور شانہ
(نزھۃ الخاطر بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۲۵)

حضرت شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے مشائخ میں سے ہیں انہوں نے ایک دن آپ کی عدم موجودگی میں فرمایا کہ اس جوان سید کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا یہ اپنے مولیٰ کی طرف سے مامور ہوں گے کہ یہ فرمائیں' میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہے اور ان کے زمانے کے تمام اولیاء ان کے حکم کی تعمیل کریں گے اور ان کے ظہورِ مرتبہ کی وجہ سے ان کی تعظیم کریں گے۔

اس کے بعد حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اولیائے حاضرین و غائبین کے گردن جھکانے اور ایک شخص کے انکار اور ولایت سے محروم کردیئے جانے کا تذکرہ کیا' پھر لکھتے ہیں وھذا بینۃ مبینۃ علی انہ قطب الاقطاب والغوث الاعظم اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ قطب الاقطاب اور غوث اعظم ہیں۔

فرمانِ غوثیہ اور شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی

آپ نے اپنی مشہور تصنیف "قلائد الجواھر فی مناقب الشیخ عبد القادر" میں شیخ عدی بن مسافر' شیخ ابو سعید القیلوی' شیخ علی بن ھیتی' شیخ احمد الرفاعی' شیخ القاسم البصری اور شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے مسند روایات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بامرِ الٰہی یہ ارشاد فرمایا۔ انہوں نے شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی' شیخ مسلمہ بن نعمۃ السروجی اور شیخ

بقا بن بطو، رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی حضرت کے مامور ہونے کی روایات درج کی ہیں۔

شیخ امام محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی لکھتے ہیں کہ اعلان قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کے بعد مشائخ کرام آپ کو ان القاب سے پکارتے تھے

یاملک الزمان، یاامام المکان، یاقائما بامر الرحمٰن، یاوارث کتاب اللہ و نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا من السماء والارض مائدتہ یامن اھل وقتہ کلھم عائلتہ یامن ینزل القطر بدعوتہ ویدر الضرع ببرکتہ

اے وہ ذاتِ گرامی کہ آسمان و زمین ان کا دستر خوان ہے اور زمانے کے لوگ ان کے محتاج ہیں اور ان کی دعا سے بارش برستی ہے اور ان کی برکت سے دودھ تھنوں سے کثرت کے ساتھ بہتا ہے (قلائد الجواہر ص ۳۲ طبع ا لمکتبۃ الاسلامیۃ)

فرمانِ غوثیہ اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی علمی عظمت و جلالت پر علماء و مشائخ کا اتفاق ہے آپ شیخ محقق بلکہ "محقق علی الاطلاق" کے لقب سے مشہور رہیں۔ تحقیق، اعتدال اور محبت پر مبنی آپ کی تصانیف، رسائل اور مکتوبات کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں۔ علمائے کاملین ہوں یا مشائخِ سلاسل سب نے آپ کی علمی و دینی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور آپ کی علمی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا ہے جس کی تفصیل پر سینکڑوں مستند کتابیں مشتمل ہیں جن کا خلاصہ "تاریخ مشائخ چشت" کے مؤلف پروفیسر خلیق نظامی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "حیات شیخ عبدالحق محدّث دہلوی" میں پیش کیا ہے جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ رحمانیہ لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی و روحانی مقام کی جھلک دیکھنے کے لئے تو یہ کتاب بلاشبہ قابلِ مطالعہ ہے مگر حضرت شیخ کی عظمت و جلالت اس سے کہیں بلند

وبالا ہے۔ جس کا صحیح نقشہ ان کی مستند تصانیف کے علمی مباحث اور نکات کی روشنی میں نظر آسکتا ہے۔

شیخ محقق حضرت تونسوی کی نظر میں

معترض صاحب نے اپنی کتاب میں شیخ محقق کے نقطۂ نظر کو غلط انداز سے پیش کیا ہے اور ان کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر ان کی ترجمانی کا شوق ظاہر کیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے نامناسب ہے۔ چونکہ معترض صاحب' حضرات مشائخ چشت کی عقیدت و محبت میں بزعمِ خویش بہت بلند مقام پر فائز ہیں اس لئے ہم فخر الاولیاء حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتی تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ القاب نقل کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت شیخ کے بارے میں تحریر فرمائے ہیں ممکن ہے سلسلہ چشتیہ کے اتنے بڑے جلیل القدر شیخِ طریقت کے الفاظ سے جناب معترض صاحب متاثر ہوں اور حضرت شیخ کی تحقیق سے متفق ہو کر حق پرستی اور حق پسندی کا ثبوت دیں۔

بزرگوں کے عرس اور فاتحہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں حضرت شیخ کی کتاب ماثبت بالسنۃ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ذکر کردہ است سند المحدثین، شیخ المحققین اعنی الولی الاعظم، شیخ المعظم، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فی رسالہ ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ

(ملاحظہ ہو انتخاب مناقبِ سلیمانی مطبوعہ ۱۳۲۵ھ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور)

غیر مقلدین کے پیشوا کا خراجِ تحسین

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کئے بغیر تو غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خان قنوجی بھی نہ رہ سکے اور اظہارِ حق کرتے ہوئے یہ کلماتِ انصاف لکھ گئے۔

ان الھند لم یکن بھا علم الحدیث منذ فتحھا اھل الاسلام بل کان غریباً کالکبریت الاحمر حتیٰ من اللہ تعالیٰ علی الھند بافاضۃ

ھذا العلم علی بعض علمائھا کالشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدھلوی المتوفی سنۃ اثنتین و خمسین والف' وامثالھم وھواول من جاء بہ فی ھذا الاقلیم وافاضہ علی سکانہ فی احسن تقویم۔ (الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ للقنوجی ص ۱۴۶ مطبوعہ بیروت)

جب سے اہلِ اسلام نے ہندوستان کو فتح کیا یہاں پر علمِ حدیث رائج نہ ہوا بلکہ وہ کبریتِ احمر کی طرح نادر الوجود تھا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے بعض اہلِ علم پر فیضان کے ذریعے اس ملک پر اس علمِ حدیث کا احسان فرمایا جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کہ وہ سب سے پہلے عالمِ ربانی ہیں جو اس ملک میں اس علم کو لے آئے اور بطریقِ احسن اس ملک کے باشندوں پر علمِ حدیث کے فیضان کی بارش برسائی۔

ہم حضرت شیخ محقق کے بارے میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے' ان کا نام اور کام اہلِ نظر سے مخفی نہیں اور وہ ہمارے خراجِ تحسین سے مستغنی ہیں۔

زعشقِ ناتمامِ ماجمالِ یار مستغنی است
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

شیخ محقق کی تصانیف سے معترض کی بے خبری

معترض صاحب نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی کی بحث میں شیخ محقق کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی زحمت نہیں فرمائی' خاص طور پر ان کتابوں کو تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں جن میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے البتہ انہوں نے "شرح فتوح الغیب" کی چند عبارتیں نقل کی ہیں اور ان میں بعض پر حسبِ عادت عجلت سے کام لیتے ہوئے یہ عنوان قائم کر دیا "شیخ محقق کا فیصلہ" اسی طرح "شرح فتوح الغیب" سے بزعمِ خویش یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت شیخ محقق اس فرمان کے عموم کے قائل نہیں اور اسے آپ کے زمانے سے مختص مانتے ہیں یہ

بھی معترض صاحب کی خوش فہمی ہے جو ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

ہم انہیں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ اس موضوع پر وہ حضرت شیخ کی تصنیف "زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار" کا مطالعہ کریں جس کے خطبے میں وہ تحریر فرماتے ہیں

اما بعد فهذه جملة من مناقب غوث الثقلين شيخ السمٰوٰت والارضين شيخ الكل محى الدين ابى محمد عبدالقادر الجيلى الذى قال ماموراً من عند ربه قدمى هذه علىٰ رقبة كل ولى الله۔

یہ حضرت غوث الثقلین شیخ السمٰوٰت والارضین شیخ الکل سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ مناقب ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے مامور ہو کر یہ اعلان فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

زبدۃ الاسرار میں فرمانِ غوثیہ کی بحث

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار ص ٦ پر یہ عنوان قائم فرمایا۔

ذكر قوله رضى الله عنه قدمى هذه علىٰ رقبة كل ولى الله وكونه ماموراً فيه واخبار المشائخ المتقدمين به۔

آپ کے اس ارشاد میں بامرِ الٰہی مامور ہونے کے بیان میں اور مشائخِ متقدمین کی اس بارے میں پیش گوئی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اس تالیف میں حضرت غوث اعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی قدمی هذه علىٰ رقبة كل ولى الله کے بارے میں تفصیلی بحث فرمائی ہے جو ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ نے جلیل القدر مشائخ اور علمائے کاملین کی مستند روایات سے اس ارشاد کے بارے میں اکابر مشائخ کی پیشگوئی، اس فرمان میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مامور بامرِ الٰہی ہونا، اس ارشاد کا عالمِ صحو

تمکین میں صادر ہونا' اس کا مشائخ متقدمین' معاصرین اور متاخرین کے لئے شامل ہونا' عرف و محاورہ میں لفظِ ولی سے صحابہ کرام کا مستثنیٰ ہونا' لفظِ وقت اور زمان کا عمومِ ازمنہ و اوقات کے منافی نہ ہونا' اس ارشاد کا سکر کے شائبہ سے پاک ہونا' تمام اولیائے اولین و آخرین پر آپ کی فضیلت و فوقیت' شانِ محبوبیت میں آپ کی انفرادی عظمت و جلالت' بارگاہِ غوثیت میں اکابر علماء و مشائخ کی عقیدت و نیاز' آپ کے کمالات و کرامات کا نقلِ متواتر سے ثابت ہونا اور کائنات کے گوشے گوشے میں آپ کی محبوبیت' مقبولیت اور شہرت کا پہنچنا یہ سب عنوانات' علمی و تحقیقی انداز میں دلائلِ معقولہ و روایاتِ منقولہ اور محاکمہ و ترجیح بین الروایات علیٰ طریق المحدثین سے روزِ روشن کی طرح واضح فرمائے ہیں۔

ہم بخوفِ طوالت' حضرت شیخ کے تفصیلی دلائل و براہین تو نقل نہیں کر سکتے البتہ ان کا خلاصہ اور مفہوم مختلف مباحث کے دوران نقل کرتے رہیں گے۔ شیخ محقق کا قلم محبت کے خمار سے مخمور ہو کر جوشِ تحقیق کے میدان میں محوِ جولان ہو کر وجد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ عبارت میں محبت کی سرمستی' تحقیق کی گرم جوشی' اعتدال کی کرشمہ سازی' علم و فن کی نکتہ آفرینی' جودتِ طبع کی چاشنی' استخراج و استنباط' کمالِ جامعیت' بیان کی ندرت' الفاظ کی معنویت' زبان کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کو جس قدر خراجِ تحسین پیش کیا جائے کم ہے "جزاک اللہ عنا و عن سائر المسلمین یا شیخ جزاءً کاملاً۔

شاہزادہ داراشکوہ المتوفیٰ ۱۰۷۰ھ کی فرمائش پر حضرت شیخ نے اس کتاب کا فارسی ترجمہ زبدۃ الآثار تحریر کیا جو زبدۃ الاسرار عربی کے حاشیہ پر ۱۳۰۴ھ میں بمبئے (انڈیا) سے شائع ہوا۔ (دیکھئے حیات شیخ دہلوی از خلیق نظامی ص ۲۰۰ مکتبہ رحمانیہ)

اخبار الاخیار کا جامع ترین اقتباس

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ ہند کے حالات پر مشتمل مشہور کتاب اخبار الاخیار میں بھی حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و کمالات ابتدا میں تبرکاً درج کیے ہیں جو تیرہ صفحات پر مشتمل ہیں اور کتاب کے دیباچہ میں بھی حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص عظمت و شان بیان کی۔ "اخبار الاخیار" کی عبارت کا یہ نصف صفحہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے بڑا وزن رکھتا ہے جسے سیرت و فضائل و مناقبِ غوثیہ کی سینکڑوں مستند کتابوں کا لبِ لباب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہاں بھی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مامور من اللہ ہو کر قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرمانے کی تصریح فرمائی ہے، لکھتے ہیں۔ تحصیل علوم و تکمیل آں فرمودہ در جمیع علوم اصولاً و فروعاً و مذہباً و خلافاً از جمیع اعلام بغداد بلکہ کافہ علمائے بلاد در گزشت حتی فاق الکل فی الکل و صار مرجع الجمیع فی الجمیع بعد ازاں حق عز و علا او را بر خلق ظاہر گردانید و قبول عظیم و عظمت تمام در قلوب خواص و عوام نہاد و بمرتبہ قطبیت کبریٰ و ولایت عظمیٰ مخصوص گردانید و جمیع طوائف را از فقہاء و علماء و طلبہ و فقراء از اقطار ارض و آفاق عالم توجہ بجناب عرش مآب او داد و ینابیع حکمت از محیط قلب او بر ساحل لسان جاری ساخت و از ملکوت اعلیٰ تا بہ ھبوط اسفل صیت کمال و آوازہ جلال او درا فگند و علامات قدرت و امارات ولایت و شواہد تخصیص و دلائل کرامت او از آفتاب نصف النہار ظاہر و باہر تر گردانید و مفاتیح خزائن جود و ازمہ تصرفات وجود را بہ قبضہ اقتدار و دست اختیار او سپرد و قلوب جمیع طوائف انام را مسخر سلطان ہیبت قہرمان عظمت او ساخت و کل اولیائے وقت را در حفادہ انفاس و ظل قدم و دائرہ امر او گزاشت تا مامور شد من عند اللہ بقول او قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ و جمیع اولیائے وقت از حاضر و غائب و قریب و بعید و ظاہر و باطن گردن اطاعت و سر انقیاد بنہادند خوفاً من الرد و طمعاً فی المزید فھو قطب الوقت و سلطان الوجود و امام الصدیقین و حجۃ العارفین و روح المعرفۃ و قلب الحقیقۃ خلیفۃ اللہ فی ارضہ و وارث کتابہ و نائب رسولہ الوجود البحت و النور الصرف، سلطان الطریق و المتصرف

فی الوجود علی التحقیق رضی اللہ عنہ وعن جمیع الاولیاء (اخبار الاخیار ص ۱۰ مطبع نوریہ رضویہ سکھر)

علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد آپ جمیع علوم میں اصولاً، فروعاً، مذہباً اور خلافاً بغداد کے تمام اعلام بلکہ سب ممالک کے سارے علماء سے سبقت لے گئے یہاں تک کہ تمام امور میں سب پر فوقیت لے گئے اور تمام لوگوں کے لئے سب امور میں مرجع بن گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا اور عوام اور خواص کے دلوں میں آپ کی عظیم قبولیت اور عظمتِ کاملہ ڈال دی اور آپ کو قطبیتِ کبریٰ اور ولایتِ عظمیٰ کے مرتبہ کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اقطارِ ارض اور آفاقِ عالم کے فقہاء، علماء، طلبا اور فقراء کے تمام طبقات کو آپ کی بارگاہِ عرش مآب کی طرف متوجہ کیا اور آپ کے قلب کے بحرِ محیط سے آپ کی زبانِ مبارک کے ساحل پر حکمت کے چشمے جاری کر دیئے اور ملکوتِ اعلیٰ سے لے کر ھبوطِ اسفل (عرش علیٰ سے تحت الثریٰ) تک آپ کے کمال کی شہرت اور جلال کا آوازہ پہنچا دیا اور آپ کے علاماتِ قدرت، نشاناتِ ولایت، تخصیص کے شواہد اور کرامات کے دلائل کو نصف النہار کے آفتاب سے زیادہ ظاہر و باہر کر دیا اور جود و سخا کے خزانوں کی چابیاں اور وجود میں تصرفات کی باگ ڈور آپ کے قبضۂ اقتدار اور دستِ اختیار کے حوالے فرما دی اور مخلوق کے تمام طبقات کے دلوں کو آپ کے سلطانِ ہیبت اور غلبۂ عظمت کا مسخر بنا دیا اور تمام اولیائے وقت کو آپ کے انفاسِ طیبہ کی امداد اور قدمِ مبارک کے سائے اور آپ کے دائرہ امر کے حوالے کر دیا یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس ارشاد پر مامور ہوئے کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" اور تمام اولیائے وقت، حاضر و غائب قریب و بعید ظاہر و باطن نے رد ہونے کے خوف اور مزید نعمت میں طمع کی وجہ سے اطاعت کی گردن اور فرمانبرداری کا سر جھکا دیا، پس آپ قطب الوقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روح المعرفۃ، قلب الحقیقۃ، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارث

کتاب اللہ' نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم 'الوجود البحت' النور الصرف اور المتصرف فی الوجود علی التحقیق ہیں رضی اللہ عنہ وعن جمیع الاولیاء۔

فرمانِ غوثیہ اور امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں معترض نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کے بارے میں ان کا موقف معترض کے نقطۂ نظر کے مطابق ہے۔ اس بارے میں بھی معترض صاحب غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں اور حسبِ دستورِ سابق عجلت اور جلد بازی سے کام لیتے ہوئے انہوں نے امام شعرانی کو اپنا ہم خیال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہیں یہ جرات اور بیباکی نہیں کرنا چاہئے تھی کہ اپنے خود ساختہ بے تحقیق اور بے سند موقف کو امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے کھاتے میں ڈال دیں۔ یہ صرف تحقیق اور انصاف کے خلاف ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر عارفِ کامل پر بہتان تراشی کے زمرے میں بھی آتا ہے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشادِ گرامی اور دوسرے فضائل و کمالات کے بارے میں نہایت ہی عقیدت و احترام کا اظہار کیا ہے اور آپ کے عظیم الشان مقامِ غوثیت و قطبیت' کمالِ ولایت و عظمت و جلالت کو خاص طور پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

امام شعرانی کا نورِ فراست

معترض صاحب کی عادت ہے کہ جس بزرگ نے اس موضوع پر جس کتاب میں تفصیلی بحث کی ہو اس کے قریب نہیں جاتے بلکہ ان کی دوسری کتابوں سے نامکمل عبارات' مبہم الفاظ اور مغلق بحث کے کچھ حصے نقل کر دیتے ہیں۔ ہم نے جہاں تک ان کی کتاب کا جائزہ لیا ہے تو وہ اول سے لے کر آخر تک یہی حربہ استعمال کرتے ہیں اور اسی کے سہارے اپنے مفروضات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں تو امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے نورِ فراست اور کمالِ

کشف پہ تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے سینکڑوں برس پہلے ایسے لوگوں کی نشاندہی فرمادی جو معترض صاحب کی طرح بزرگانِ دین اور اکابر مشائخ کے بارے میں اعتراض اور تنقید کا طریقہ اختیار کریں گے' ان کے ارشادات کو تکبر اور غرور پر محمول کریں گے' ان کے افعال و احوال کو خواہشِ نفس پر مبنی قرار دیں گے' ان کے بامرِالٰہی اعلان کو سکر و مستی کا نتیجہ قرار دیں گے اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ان کی بیان کردہ عظمتوں کو قصیدہ خوانی سے تعبیر کریں گے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفِ لطیف "لطائف المنن" میں حضرات اولیائے کرام خاص طور پر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں تنقید و اعتراض پر سخت تنبیہ فرمائی اور نہایت خلوص اور محبت بھرے الفاظ میں اس قسم کے خیالات اور وساوس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔

تحدیثِ نعمت سنتِ رسول ہے

بہت سے بزرگانِ دین نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ اس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انعام و اکرام کا اعتراف و اعلان کیا ہے جو تحدیثِ نعمت ہونے کی وجہ سے امرِ خداوندی کی تعمیل ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ بطورِ تحدیثِ نعمت اپنے عظیم الشان مقامات و کمالات کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر' وانا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر' وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی' وانا حبیب اللّٰہ ولا فخر اقوم عن یمین العرش لیس لاحد من الخلائق یقوم ذالک المقام غیری' وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللّٰہ ولا فخر مشکوٰۃ شریف باب فضائلِ سید المرسلین علیہ السلام ص ۵۱۳' ص ۵۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی

میں قائد المرسلین ہوں، خاتم الانبیاء ہوں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر یہ بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیائے کرام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔ میں عرشِ الٰہی پر دائیں جانب اس مقام پر فائز ہوں گا جہاں میرے بغیر کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولین و آخرین سب سے زیادہ مکرم و محترم ہوں مگر یہ سب کچھ میں بطورِ فخر نہیں کہتا۔

حضور علیہ السلام نے یہ تمام ارشادات تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمائے اور یہ وضاحت فرما دی کہ اس میں فخر و تکبر کا کوئی دخل نہیں ہے۔ گویا ایسی تعریف اور بیانِ عظمت جو انعاماتِ خداوندی کے اظہار کے طور پر ہو وہ تحدیثِ نعمت کے ساتھ ساتھ سنتِ رسول بھی ہے۔

قصیدہ غوثیہ کے ایک شعر کی تشریح

یوں تو تمام کاملین اولیائے کرام "فنافی الرسول" کے مقام پر فائز ہو کر حضور کے نقش قدم پر چلتے ہیں مگر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو اس بارے میں خاص انفرادی مقام حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں

وکل ولی لہ قدم وانی ۔ علیٰ قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جدِ امجد حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کے قدم بقدم ہوں جو کمالات کے آسمان پر چودھویں کے چاند ہیں۔

معترض صاحب کی خاطر ہم اس شعر کی تشریح سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت حافظ محمد جمال ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ آپ سے قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا۔ معنیٰ ایں بیت ایں است کہ ہر ولی را قدم یعنی پیروی پایہ نبی علیہ السلام حاصل است یعنی کسے را قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور صفت جلال حاصل است و کسے را صبر ایوب صابر علیہ السلام نصیب است و کسے را جمال مثل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نصیب است و من بر قدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ام۔ فرمایا کہ اس شعر کا معنی یہ ہے کہ ہر ولی کو کسی نبی علیہ السلام کی پیروی کا درجہ حاصل ہے کسی کو قدم موسوی بطور صفت جلال کے حاصل ہے کسی کو صبرِ ایوب علیہ السلام نصیب ہے اور کسی کو جمالِ مصطفوی نصیب ہے اور میں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدمِ اطہر پر ہوں۔

(مناقب المحبوبین ص ۷۲ مطبع محمدی لاہور)

قصیدہ غوثیہ شریف چند اوراق پر مشتمل ہے اور اس میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض ان کمالات و مقامات کا بیان و اظہار فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے اور تحدیثِ نعمت کا یہی مفہوم ہے۔ اسی قصیدہ غوثیہ شریف میں آپ نے اپنے ارشادِ گرامی قلمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا

انا الحسنی والمخدع مقامی۔ واقدامی علیٰ عنق الرجال

میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں میرا مقام مخدع ہے اور میرے قدم مردانِ کامل کی گردن پر ہیں۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے اس ارشاد کو بلکہ کمالات کے بیان پر مبنی تمام اقوال کو تحدیثِ نعمت قرار دیا ہے اور اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کی رائے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں آیت واما بنعمۃ ربک فحدث (بہر حال آپ اپنے رب کی نعمت کا اظہار کیجئے) کے ماتحت تحدیثِ نعمت کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور اسے شکرِ الٰہی سے تعبیر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

تحدیث النعمۃ شکر ومن ھذا القبیل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر ونحو ذالک وقد ذکرنا فی سورۃ البقرۃ ومن

ھذا القبیل ما قال الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ' و کل ولی لہ قدم وانی' علیٰ قدم النبی بدر الکمال و قولہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

اظہارِ نعمت شکر ہے اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں فرماتا اور اس قسم کے دوسرے ارشادات بھی تحدیثِ نعمت کے قبیل سے ہیں اور اسی تحدیثِ نعمت کے عنوان اور موضوع سے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ ارشادات تعلق رکھتے ہیں جو آپ نے قصیدہ غوثیہ میں اور اپنے مشہور اعلان و فرمان میں بیان فرمائے ہیں کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

ملاحظہ ہو: تفسیر مظہری جلد نمبر ۱۰ ص ۲۸۸ مطبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ

قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اس اقتباس کو اسی مضمون کی تائید میں عہد قریب کے مشہور مفسر القرآن پیر کرم شاہ چشتی الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے "تفسیر ضیاء القرآن" میں بیان کیا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۵۹۳)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تنبیہ

تحدیثِ نعمت کے طور پر بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین کے ایسے ارشادات پر اعتراض کرنے والوں کو تنبیہ فرماتے ہوئے قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں۔

فمن انکر ھؤلاء الرجال فی مثل ھذا المقال فکانہ انکر ھذہ الایۃ الکریمۃ من اللہ ذی الجلال غیر انہ لابد للتحدیث بمثل ھذہ الاقوال تنزہ القائل عن صفات النفس بالکلیۃ فلا یجوز لکل احد الاجتراء علیٰ مثل ھذہ الاقوال کیلا یتردی فی ورطۃ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ (تفسیر مظہری جلد نمبر ۱۰ ص ۲۸۸)

پس اس قسم کے ارشادات میں جو شخص ایسے مردانِ باکمال کا انکار کرتا

ہے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اس آیتِ کریمہ کا انکار کیا۔ البتہ اتنا ضروری ہے کہ اس قسم کے اقوال سے تحدیثِ نعمت کرنے والا، نفسانی خواہشات سے مکمل پاک ہو، پس ہر کس و ناکس کے لئے ایسے اقوال کی جرات کرنا جائز نہیں تاکہ وہ شیطانی تکبر کے بھنور میں نہ پھنس جائے۔

معترض کے نزدیک تحدیثِ نعمت کا انوکھا فلسفہ

چونکہ پوری کتاب میں معترض نے خود ساختہ نقطۂ نظر اور منفرد فاسد تاویلات کا جال بچھایا ہے اس لئے وہ ہر موضوع، ہر عنوان اور ہر بحث میں انفرادی موقف کا اختراع کرتے ہیں اور سلفِ صالحین کے کلام کو توڑ موڑ کر اپنی تائید میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے لمبے چوڑے حوالے انہوں نے کتاب میں درج کئے ہیں مگر ان کی تصنیف "لطائف المنن" میں تحدیثِ نعمت کی تفصیلی بحث اور ارشادِ غوثیہ کے بارے میں ان کی وضاحت کو معترض صاحب، بڑی آسانی سے ہضم کر گئے ہیں، چنانچہ تحدیثِ نعمت کا خود ساختہ فلسفہ جو انہوں نے بیان کیا ہے اس میں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی پوری کتاب کو انہوں نے فراموش کر دیا۔ ان کی کسی عبارت کو قابلِ استشہاد نہ سمجھا اور ان کی تحقیقی بحث کو نظر انداز کر دیا۔

معترض صاحب نے تحدیثِ نعمت کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ مختص کر دیا اور کتاب کے ص ۲۸۵ پر یہ انکشاف فرمایا "امت کے حق میں تحدیثِ نعمت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اپنی شان میں قصائد پہ قصائد لکھتے رہو اور دوسروں پر اظہارِ فخر و زہو کرتے رہو اس لئے کہ امثال و اشکال پر اظہارِ فخر وزہو، امرِ الٰہی وجوبی پہ موقوف ہے۔ جو کہ انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ اولیائے کرام بوجہِ سکرو حال معذور ہیں، امت کے حق میں تحدیثِ نعمت کا یہ معنی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہے تو اس کو راہِ خدا میں خرچ کرے اور اچھا لباس پہن لے، علم دیا ہے تو اس پر عمل کرے، دوسروں کو سکھائے۔

تحدیثِ نعمت کے اس مفہوم کا انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا شاید اس لئے کہ یہ مفہوم آج تک کسی نے بیان کیا ہی نہیں اور پھر تحدیثِ نعمت کا انبیائے کرام کے ساتھ مختص ہونا یہ بھی معترض صاحب کی انفرادی تحقیق ہے۔ معترض صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے القاب و خطابات تحریر کر کے تو بہت اظہارِ عقیدت کیا مگر اپنے فلسفۂ تحدیثِ نعمت کے خلاف دو جلدوں میں تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ان کی مستند کتاب "لطائف المنن" انہیں شدت سے ناگوار گزری اور اس کے تفصیلی مباحث اور عنوانات انہیں پسند نہ آئے لہٰذا وہ میدانِ تحقیق کی اس وادی سے آنکھ چرا کر نکلتے بنے۔

جناب معترض صاحب! ہم قطب شعرانی' امام شعرانی' عارف باللہ شعرانی کی تشریح و توضیح و تحقیق کو قبول کریں یا آپ کی الٹی منطق کو تسلیم کریں' ان کے مقابلے میں آپ کا علم' آپ کی تحقیق اور آپ کی تشریح کا تو یقیناً کوئی وزن نہیں اور دل سے آپ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہوں گے کہ "آب آمد تیمم برخاست" ہم نے امام شعرانی کی تحقیقِ انیق کے مقابلے میں آپ کی تغلیط و تحریف پر صرف ایک فارسی مقولہ لکھ دیا ورنہ "حق ظاہر ہوا اور باطل مٹ گیا" اس مفہوم کی آیتِ قرآنی لکھنا زیادہ مناسب تھا اور اگر ہم لکھ دیتے تو بھی زیادتی شمار نہ کی جاتی کیونکہ آپ نے اپنی ہر تحریف و قطع و برید کی تائید میں قرآنی آیات کو اتنی فراوانی سے لکھا جیسا کہ قرآن مجید کا اکثر حصہ آپ کے مفروضات کی تائید میں نازل ہوا ہو' اور ہم تو امام شعرانی جیسے ولیِ کامل کے نقطۂ نظر کی تائید کر رہے ہیں۔

تحدیثِ نعمت بامرِ الٰہی واجب ہے

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے انعام و اکرام خداوندی کے اظہار و اعلان کو بامرِ الٰہی واجب قرار دیا ہے اور اپنی کتاب "لطائف المنن" میں اس کا عملی مظاہرہ فرمایا ہے' تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان ہزاروں انعامات کا اظہار و اعلان فرمایا ہے جو اس نے اپنے فضل و کرم سے

ان پر فرمائے۔ انہوں نے وضاحت فرمائی ہے کہ عمر کے اس آخری حصے میں وہ یہ جسارت نہیں کر رہے کہ فخر و تکبر کی شیطانی روش کو اس کتاب میں داخل ہونے دیں بلکہ وہ محض تحدیثِ نعمت کے طور پر ایسا کر رہے ہیں جو شرعی لحاظ سے بحکمِ خداوندی واجب اور ضروری ہے۔ انہوں نے اظہار و اعلانِ کمالات کے جواز اور استحباب پر کتاب کی ابتداء میں امام ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی، شیخ ابو عبداللہ القرشی، حافظ تقی الدین الفارسی اور بہ چند دوسرے اکابر علماء و صالحین رضی اللہ عنہم کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے انعاماتِ خداوندی کے اظہار و اعلان پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں اور میں بھی ان کی اقتداء میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب کا فلسفۂ تحدیثِ نعمت ان اکابر علمائے کاملین اور امام شعرانی کے دائرہ معلومات میں نہ آسکا ہوگا اور اس کا مؤید و مجوز مواد، وسعتِ علم و تحقیق کے باوجود انہیں میسر نہ ہوا ہوگا، ورنہ یہ حضرات اس خطرناک راستے پر چلنے کی کوشش نہ فرماتے اور انبیائے کرام کے ساتھ مختص امور کے ارتکاب کی جرات نہ کرتے۔

تحدیثِ نعمت اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ دیلمی اور ابو نعیم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ صعد المنبر یوما فقال الحمدللّٰہ الذی صیرنی لیس فوقی احد ثم نزل فقیل لہ فی ذالک فقال انما فعلت ذالک اظہار اللشکر

ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس حال میں پہنچایا کہ مجھ سے اعلیٰ کوئی اور نہیں ہے یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے، اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اظہارِ شکر کے لئے اس طرح کیا ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، امام

طبرانی اور امام بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا ہے

التحدث بالنعمة شکر زاد فی روایة البیهقی و ترکه یعنی الشکر کفر واخرج ابن جریر فی تفسیره وغیره عن ابی نضرة الغفاری قال کان المسلمون یرون ان من شکر النعمة اظهارها والتحدث بها لقوله تعالیٰ "لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید" فتوعدهم علیٰ کفرهم بالنعمة بالعذاب الشدید۔

نعمت کا اظہار شکر ہے اور بیہقی کی روایت میں ہے اور اظہار شکر نہ کرنا کفر ہے' ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور دوسروں نے ابو نضرہ غفاری سے روایت کیا ہے کہ مسلمان اظہار و اعلان نعمت کو شکر سمجھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شکر پر نعمت کی زیادتی کا وعدہ فرمایا ہے اور ترک شکر پر عذاب شدید سے ڈرایا ہے۔

تحدیثِ نعمت اور عبداللہ بن غالب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ' عبداللہ بن غالب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

اعلنوا باعمالکم الصالحة واذکروها لمن لا یعلم فان ذالک مما یرضی ربکم عزوجل

اپنے اعمال صالحہ کا اعلان کیا کرو اور جنہیں معلوم نہ ہو انہیں بتلایا کرو تمہارا یہ عمل تمہارے پروردگار کو راضی کرے گا۔

تحدیثِ نعمت اور امام ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ

امام شعرانی نے امام ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے

علیکم بالاعلام للناس بما منحکم اللّٰہ تعالیٰ من العلوم والمعارف

تمہارے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو علوم و معارف عطا فرمائے لوگوں کے سامنے ان کا اعلان کرو (لطائف المنن ص ۳۰)

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وبالجملة فقد امرنا اللّٰہ تعالٰی بالتاسی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل امر لم یکن خاصا بہ ومن التاسی بہ ان نتحدث بکل نعمة انعمها علینا ولا نکتمها ولا نتحدث فی سرائر نابها بل نعلن بها علی روس الاشهاد۔ (لطائف المنن ص ۲۹)

بہرحال ہمیں اللہ تعالٰی نے رسول پاک ﷺ کی اقتداء کا ہر ایسے امر میں حکم فرمایا ہے جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو اور یہ آپ کی پیروی اور اقتداء سے ہے کہ ہم ہر اس نعمت کا اظہار کریں جو اللہ تعالٰی نے ہمیں عطا فرمائی ہو اور اسے نہ چھپائیں اور یہ نہیں کہ ہم لوگوں سے پوشیدہ ہو کر اس کا کچھ اظہار کریں بلکہ لوگوں کے سامنے برملا اس کا اعلان و اظہار کریں۔

تحدیثِ نعمت اور شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ

اظہارِ کمال کے وجوب پر امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان نقل کرتے ہیں

اذکر کمالاتک ما استطعت فان بذالک یکثر شکرک للّٰہ

(لطائف المنن ص ۳) جتنا ہو سکے اپنے کمالات کا ذکر و اظہار کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تمہارا شکر الٰہی زیادہ ہو گا۔

کاملین کے تحدیثِ نعمت کی شرعی حیثیت

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ بعض عارفین کے حوالے سے لکھتے ہیں

لم یبلغنا ان احدا من العارفین زکی نفسه ریاء وسمعة وانما زکاها لغرض صحیح شرعی کما قال صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر۔

ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ کسی عارف نے دکھلاوے اور تکلف کے لئے تزکیۂ نفس کا اظہار کیا ہو بلکہ وہ شرعی غرض صحیح کی وجہ سے اس طرح فرماتے ہیں جس

طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں مگر بطورِ فخر یہ بات نہیں کہہ رہا۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث سے اعلان و اظہارِ کمال کے دلائل پیش کرتے ہوئے بڑی تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآنی آیات بطورِ استشہاد پیش فرمائیں اور احادیثِ نبویہ کے حوالے سے حضور علیہ السلام کے اظہار و اعلانِ کمالات و مقامات کا تفصیلی تذکرہ کیا (لطائف المنن حصہ اول ص ۲۸ تا ۲۹)

امام شعرانی اور معترض کے نقطۂ نظر میں تعارض

معترض نے تحدیثِ نعمت کے بارے میں جو تشریح کی وہ امتِ مسلمہ کے کسی بزرگ اور عالمِ ربانی سے منقول نہیں بلکہ ان کا اپنا اختراع ہے۔ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق اور توضیح سے نمایاں طور پر معترض کا تضاد اور تناقض سامنے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں "لطائف المنن" کے حوالے اور عبارات پیش کرنے سے گریز کیا ہے کیونکہ یہ ان کے لئے مفیدِ مطلب نہ تھے۔ حضرات اولیائے کاملین اور مشائخ عظام سے اس قسم کے کلمات کا صدور بطورِ تحدیثِ نعمت بامرِالٰہی ہوتا ہے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے بزرگوں کے ایسے کلمات کو حظِ نفس اور جاہ طلبی سے تعبیر کرنے والے لوگوں کو سخت تنبیہ فرمائی ہے، خاص طور پر سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو ایسے امور کی نسبت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحذیر و تنبیہ

اس موضوع پر دلائل پیش کرنے کے بعد امام شعرانی رقم طراز ہیں

فهذه بعض نقول من كلام السلف الصالح تؤذن بان العلماء والصالحين مامدحوا انفوسهم فخرا ورياء حاشاهم من ذالك وانما بنوا امرهم على قواعد صحيحة واغراض شرعية فاياك يا اخى ان

تبادر الانکار علی احد من العارفین اذا مدح نفسه تحمله علی الاغراض النفسانیه بعد اطلاعک علی هذه الادلة والنقول التی ذکرناها۔

یہ سلفِ صالحین کی بعض نقول ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ علماء اور صالحین، فخرو ریا کیوجہ سے اپنے بارے میں تعریفی کلمات نہیں فرماتے وہ فخرو ریا سے مبرا ہوتے ہیں، ان کا معاملہ قواعدِ صحیحہ اور اغراضِ شرعیہ پر مبنی ہوتا ہے، پس اے بھائی، عارفین میں سے کسی پر بھی انکار کرنے میں جلدی نہ کرو کہ ان دلائل کے باوجود تم ان کی تعریف کو اغراضِ نفسانی پر محمول کرو (لطائف المنن للشعرانی ص ۳۰)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امتیازی شان

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی کسی بندے پر دنیا کی وسعت نہیں فرماتا مگر آخرت میں اس کے مقام میں کمی فرما دیتا ہے اگرچہ وہ بندہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مکرم کیوں نہ ہو۔ اسی طرح فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالٰی کسی بندے کو مبغوض رکھتا ہے تو دنیا اس پر وسیع کر دیتا ہے اور اسے دنیا میں مشغول کر دیتا ہے اس کے بعد امام شعرانی لکھتے ہیں

وکان سیدی عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنه و جماعة فیمن خرج عن هذه القاعدة فیاکلون و یلبسون و یتمتعون بالدنیا ولا ینقص لهم بذالک راس مال

اور سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بزرگوں کی ایک جماعت اس ضابطے سے مستثنیٰ ہیں وہ دنیا میں کھاتے پیتے ہیں لباس پہنتے ہیں اور فائدہ حاصل کرتے ہیں مگر ان کے سرمایۂ معرفت میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی۔

فقرو عبدیت بصورتِ غناء و دولت

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صالحین کا ناز و نعمت میں ہونا،

باعثِ اعتراض نہیں' وہ اپنے مالک کی اجازت سے اس طرح کرتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنے والا حاسد محروم رہتا ہے آگے لکھتے ہیں

فان للّٰہ تعالٰی عبیدا متواضعین ذلیلین فی صورۃ اغنیاء متکبرین جمع اللہ تبارک و تعالٰی لھم بین خیری الدنیا والاخرۃ منھم سیدی الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وارضاہ

پس بے شک اللہ تعالٰی کے ایسے عاجز اور متواضع بندے ہیں جو بظاہر متکبر مالداروں کی صورت میں نظر آتے ہیں' اللہ تعالٰی نے ان کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیا ہے ان ہی میں سے سیدی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

یہ ہیں حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ جو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں اس عقیدت و احترام کا مظاہرہ فرما رہے ہیں اور آپ کی امتیازی جلالتِ شان کو خاص انداز میں پیش کر رہے ہیں اور ادھر جناب معترض صاحب ہیں جنہوں نے اپنی کتاب میں ابتداء سے لے کر انتہا تک حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ایسے ایمان سوز اعتراضات کئے ہیں جن کے تصور سے ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔ انہوں نے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے اور حوالے تو دیئے ہیں مگر یہ عبارات اور تشریحات پسِ پشت ڈال دیں۔ ہمارے خیال میں انہوں نے امام شعرانی کی کتابوں کا بھی مطالعہ نہیں کیا اور ان کی نامکمل عبارتوں اور مبہم جملوں کو بعض دوسری کتابوں سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے بلا تحقیق' امام شعرانی کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اعتراض کرنے والوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے اور اس طرح اپنے فاسد موقف کو ثابت کرنے کے لئے علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے جس کا ان کے لئے عقلاً اور شرعاً کوئی جواز نہ تھا۔ ان کی یہ کارستانی اور منصوبہ بندی پوشیدہ کس طرح رہ سکتی تھی آخر ظاہر ہو گئی اب انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

فرمانِ غوثیہ تحدیثِ نعمت ہے

معترض صاحب کی غلط فہمی سمجھیں یا خوش فہمی یا تجاہلِ عارفانہ کہ انہوں نے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ امید لگا رکھی تھی کہ شاید وہ ان کے موقف کو تقویت پہنچائیں گے اور وہ ان کی عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ آپ کا یہ ارشاد سکرو مستی میں سرزد ہوا اور یہ تواضع اور عاجزی کے خلاف ہے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے تو تحدیثِ نعمت کی تفصیلی بحث کے بعد بزرگوں کے بعض ارشادات پیش کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ یہ اظہار و اعلان تحدیثِ نعمت کا آئینہ دار ہے چنانچہ لکھتے ہیں

وکان الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ معترض کی تسلی کے لئے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے بالکل اختتام پر اس ارشادِ گرامی کا پھر تذکرہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں لکھا ہے۔

ومن المشہور لن سیدی الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ کان یقول قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ عزوجل من باب التحدث بالنعمۃ

یہ بات درجۂ شہرت کو پہنچی ہوئی ہے کہ سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ تحدیثِ نعمت کے باب سے تعلق رکھتا ہے (لطائف المنن للشعرانی ص ۳۰ حصہ اول ص ۲۳۱ حصہ دوم)

الجواہر والدرر کا اقتباس منسوخ ہے

معترض نے پوری کتاب میں مکتوباتِ مجددیہ 'الفتوحات المکیہ اور دوسری کئی کتابوں کی ایسی عبارات کو منسوخ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ جن کی تقدیم و تاخیر پر ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں البتہ اتنی بات ہے کہ وہ عبارات ان کے موقف کے مطابق نہیں۔ ناسخ و منسوخ کے لئے سب سے زیادہ ضروری ضابطہ یہ ہوتا ہے کہ ناسخ کا منسوخ سے مؤخر ہونا یقینی ہو۔ اسی ضابطے کے نہ ہونے کی بنا پر بہت سی روایات اور احکام میں تعارض و تقابل کے باوجود ناسخ و منسوخ کا حتمی فیصلہ نہیں ہو سکتا اور حضرات علمائے کرام تطبیق اور ترجیح سے کام لیتے ہیں۔ البتہ جہاں قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ ان متعارض و متقابل اقوال و روایات میں فلاں قول یا فلاں روایت مؤخر ہے تو اس کو ناسخ قرار دے دیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ دوسرے قول و روایت سے قوت میں زائد ہو یا کم از کم برابر ہو کیونکہ ایک دلیل کا دوسری دلیل کے لئے ناسخ ہونا تب ہی متصور ہو سکتا ہے اور اگر کوئی دلیل دوسری دلیل سے قوت میں کمزور اور ناقص ہے تو اس کا مؤخر ہونا نسخ کے لئے مجوز اور مستلزم نہیں ہو سکتا۔

معترض صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۶۱ پر امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا میں نے بھجۃ الاسرار میں پڑھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باذنِ الٰہی فرمایا "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" تو انہوں نے فرمایا اگر اس طرح ہوتا تو بوقتِ وصال آپ تواضع اور استغفار نہ فرماتے کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اوامر کی پیروی پر استغفار نہیں ہوتی بلکہ خواہشِ نفس کی پیروی پر اس طرح ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ بیان ان کے قطعی اور یقینی آخری وضاحتی بیان سے منسوخ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "الجواہر والدرر" کو امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ۹۴۲ھ رمضان شریف کے مہینے میں مکمل کیا ہے جس طرح کہ

اس کتاب کے آخر میں تحریر ہے اور امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "لطائف المنن" پورے اٹھارہ سال بعد ۹۶۰ھ ربیع الاول کے مہینے میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اٹھارہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا وضاحتی اور تفصیلی بیان دو مقامات پر "لطائف المنن" میں مندرج ہے۔ (حصہ اول ص ۳۰ پر اور حصہ دوم ص ۲۳۱ پر کتاب کے بالکل آخر میں) اس کلام کے ناسخ ہونے اور الجواہر والدرر کی عبارات کے منسوخ ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی تحریر ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ اس اقتباس کے ساتھ ساتھ الجواہر والدرر کے دوسرے چند اقتباسات جن کو معترض نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے وہ بھی لطائف المنن کی واضح عبارات سے منسوخ ہیں۔ (لطائف المنن کی تکمیل کا سن دیکھنے کے لئے ملاحظہ ہو لطائف المنن للشعرانی ص ۲۳۳ طبع مصر)

الجواہر والدرر امام شعرانی کی تصنیف نہیں

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ الجواہر والدرر امام شعرانی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ وہ شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں جنہیں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے اور انہوں نے اس مجموعے کی ابتداء میں وضاحت کر دی ہے کہ ہمارے شیخ طریقت اُمّی تھے یعنی ظاہری علوم و فنون انہوں نے معمول و متداول طریقے سے حاصل نہیں فرمائے تھے اس لئے ہم ان کی ترجمانی کرنے میں خطا اور تحریف کے صدور پر معذرت خواہ ہوں گے کیونکہ یہ ملفوظات و مضامین ہم نے ان کی زبانِ معروف و مالوف سے سن کر جمع کئے ہیں اس لئے ان مضامین کی ترجمانی میں خطا و تحریف غیر متوقع نہیں۔ پس وہ مسائل جو صحت و درستی پر مبنی ہوں تو انہیں حضرت شیخ کی طرف سے سمجھا جائے اور جن میں غلطی اور تحریف ہو جائے تو انہیں ہماری طرف منسوب کیا جائے۔ اس مجموعے کی وجہِ تالیف بیان کرتے ہوئے بھی انہوں نے یہی لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے ان سے درخواست کی ہے کہ

اپنے شیخ کی مجالس میں دس سال کے عرصے میں انہوں نے مجالست اور مفاوضت کے طور پر جو کچھ اخذ کیا ہے اس کا تذکرہ کریں۔

اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فما كان من صحة وصواب فمن نفحاته رضی اللہ عنہ وما كان من خطاء او تحريف فهو منى فرحم الله امرأ راى فى هذا الكتاب خطاء او تحريفاً عن سواء السبيل فاصلحه او جواباً اوضح من جواب الشيخ رحمه الله فكتبه عقب جوابه فانه رضى الله عنه كان اميا لا يعرف الخط وانما كنت انا اترجم عنه بالعبارة المالوفة بين العلماء۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے تو یہاں تک اجازت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اس کتاب میں کوئی غلطی اور ردوبدل دیکھے تو اس کی اصلاح کردے یا شیخ کے جواب سے کوئی زیادہ واضح جواب پائے تو شیخ کے جواب کے بعد لکھ دے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ

واعلم انه لا يمكننى ان استحضر كلما فاوضته فيه من المسائل لكثرة نسيانى وضعف جنانى فانه لا مرقیٰ لفهم كلامه الا بالسلم الذى صعد منه الشيخ رضى الله عنه (الجواہر والدرر ص ۹۹، ۱۰۰)

جن مسائل پر حضرت شیخ کے ساتھ میری گفتگو ہوئی ان کا استحضار، کثرتِ نسیان اور ضعفِ قلب کی وجہ سے میرے لئے ممکن نہیں اس لئے کہ شیخ کے بلند کلام کے لئے کوئی سیڑھی نہیں مگر جس سیڑھی سے حضرت شیخ چڑھے ہیں۔

فتاویٰ علی الخواص کے بارے میں وضاحت

الجواہر والدرر کی طرح فتاویٰ شیخ علی الخواص بھی امام شعرانی کی تصنیف نہیں اور نہ شیخ علی خواص کی تحریر ہے چنانچہ اس کے بارے میں امام شعرانی رحمتہ

اللہ علیہ لکھتے ہیں

یااخی لایمکننی استحضار جمیع ماسمعته منه من العلوم والمعارف لکثرة نسیانی و ضعف جنانی فمن سمع من اخواننا شیئا من اجوبة الشیخ فلیکتبه فی هذه الرسالة لکن بلفظ الشیخ خاصة ولا یتصرف فی عبارته فانه لامرقیٰ الیٰ فهم کلامه الامن السلم الذی صعد منه الشیخ وانّی لامثالنا ذالک

حضرت شیخ کے علوم و معارف کا استحضار میرے لئے کثرتِ نسیان اور ضعفِ قلب کی وجہ سے ممکن نہیں پس ہمارے دوستوں میں سے شیخ کے جواب کو جس نے سنا وہ اس رسالے میں لکھ دے لیکن یہ خیال کرے کہ شیخ کے الفاظ نہ بدلیں کیونکہ شیخ کے بلند کلام کے فہم کی سیڑھی وہی ہے جس سے شیخ اوپر گئے اور ہم جیسے لوگوں کو یہ مقام کہاں میسر۔

اب فرمائیں کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے تو فتاویٰ شیخ علی خواص میں مناسب جوابات درج کرنے کی مشروط اجازت بھی دے دی۔ ایسی صورتِ حال میں حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کی ذمہ داری' امام شعرانی پر ڈال دینے اور ان کی صحت اور پختگی کو ان سے منسوب کرنے کا معاملہ بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔
(ملاحظہ ہو: درر الغواص علی فتاویٰ سیدی علی الخواص بھامش الابریز ص ۳ طبع مصر)

لطائف المنن کی مستند حیثیت

اس کے برعکس لطائف المنن امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور اس عرصۂ حیات میں قلمبند کی گئی ہے جب وہ علومِ ظاہری و باطنی' ریاضت و مجاہدہ' کشف و مشاہدہ اور افادہ و افاضہ کے انتہائی معتبر دور سے گزر رہے تھے اور تحریر و تصنیف میں ان کی احتیاط و استخراج اور استنباط و اجتہاد کا زمانہ عروج تھا۔ انہوں نے اس کتاب کی ابتداء میں بطورِ ضمانت لکھا ہے کہ عمر کے اس حصے میں اپنی اس کتاب میں مجھ سے کوئی ایسی بات درج نہ ہوگی جو عبدیت' اخلاص' تحقیق'

مشاہدے اور حقائق کے خلاف ہو یا اس میں خواہشِ نفس اور ریاکاری کا دخل ہو۔ انہوں نے کتاب کے آخر میں یہاں تک تصریح کی کہ اس کتاب میں جو انعاماتِ الٰہی انہوں نے بیان کیے ہیں وہ ان انعامات کے مقابلے میں جنہیں وہ بوجہِ مصلحت بیان نہیں کر سکے صرف اتنی حیثیت رکھتے ہیں جتنی قطرے کو بحرِ محیط کے مقابلے میں حاصل ہے۔ ان کی یہ تحریر ان کی روحانی عظمت و عروج کے درجۂ کمال پر شاہد ہے۔ (ملاحظہ ہو: لطائف المنن للشعرانی حصہ دوم ص ۲۳۲ طبع مصر)

ہماری اس وضاحت سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانۂ استرشاد و استفادہ و سلوک کے جمع کردہ ملفوظات کے لئے اٹھارہ سال بعد میں لکھی ہوئی ان کی مہذب و منقح و مجرب تصنیف قطعی و یقینی طور پر ناسخ ہے۔ معترض صاحب انصاف و اعتدال کے آئینے میں حقائق کو دیکھنا چاہیں تو یہ حقیقت ان کے دل و دماغ میں جاگزیں ہو سکتی ہے۔

عجز و تواضع تحدیثِ نعمت کے منافی نہیں

رہی یہ بات کہ بوقتِ وصال حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تواضع اور استغفار کا اظہار فرمایا تو اس کے متعلق امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اس قسم کے ارشادات فرمائے مگر تواضع اور عاجزی کے غلبے کی وجہ سے وصال کے وقت زمین پر رخسار مبارک رکھ کر انتہائی درجے کی عبدیت، انکسار اور مسکنت کا اظہار کیا۔ اس تواضع اور انکسار سے یہ فاسد نتیجہ نکالنا کہ آپ اس ارشاد سے رجوع فرما رہے تھے یہ صرف معترض کی من گھڑت کہانی ہے جس کی تائید انہیں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ تو کیا پوری دنیائے اسلام کے کسی گوشے سے نہ مل سکے گی۔

کاملین کے اظہارِ عجز و نیاز کی چند روایات

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اختتامِ کتاب پر بہت سے بزرگوں کی عاجزی اور عبدیت کے واقعات نقل فرمائے چنانچہ لکھتے ہیں کہ حضرت معروف

کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے میں چاہتا ہوں کہ میری موت بغداد میں واقع نہ ہو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں زمین مجھ کو قبول نہ کرے اور میں رسوا ہو جاؤں۔ اسی طرح حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عجز و نیاز کے غلبے کی وجہ سے فرماتے تھے اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ حسن بصری کے اعمال اس شخص کی طرح ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو میں کہوں گا کہ تم نے سچ کہا ہے' تمہیں کفارہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عجز و نیاز اور خشیتِ الٰہی اس قدر غالب تھی کہ احادیثِ مبارکہ کی کتابت کے دوران بادل چھا جاتا تو فرماتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ ہمارے برے اعمال کی وجہ سے پتھروں کی بارش شروع نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ اہلِ بصرہ نے انہیں نمازِ استسقاء کے لئے عرض کیا تو فرمانے لگے کہ اہلِ بصرہ تو بارش کے نزول میں تاخیر محسوس کر رہے ہیں اور مجھے پتھروں کے برسنے میں تاخیر محسوس ہو رہی ہے' پھر نماز کے لئے تشریف نہ لے گئے اور فرمایا میں چاہتا ہوں اہلِ بصرہ میری وجہ سے کہیں بارش سے محروم نہ رہ جائیں۔

بوقتِ وصال عجز و نیاز عبدیتِ کاملہ کی دلیل ہے

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام واقعات کو نقل کر کے اولیائے کاملین کی عبدیت' عجز و نیاز' مسکنت اور خشیتِ الٰہی کے نمونے پیش کئے ہیں کہ سب مقامات و کمالات پر فائز ہونے کے باوجود وہ اپنے آپ کو اس طرح یقین کرتے تھے' اس سے یہ غلط اور فاسد نتیجہ نہ نکالا جائے کہ خدانخواستہ وہ مقبولانِ حق فی الحقیقت ایسے تھے یا ان کے اقوال و افعال شریعت کے خلاف تھے اور اب اس طرح کہنے سے وہ اپنی غلط اور خلافِ شرع روش سے رجوع کر رہے ہیں جس سے زندگی بھر وہ غافل رہ گئے۔ "نعوذ باللہ" بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محبوبِ حقیقی کی رضا اور خوشنودی کے لئے وقف تھا اور وہ عبدیتِ کاملہ کے انتہائی بلند مقام پر فائز رہ کر ہمیشہ عبدیت کے تقاضوں کی تکمیل میں مشغول رہے۔

تمام اقوال و افعالِ غوثیہ بامرِ الٰہی ہیں

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشادِ گرامی "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے بارے میں جو اظہارِ عقیدت فرمایا اور آپ کی امتیازی شان بیان فرمائی وہ اپنے مقام پر قابلِ تقلید نمونہ ہے' لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے تمام اقوال اور افعال کو بامرِ الٰہی قرار دیا ہے اور اس طرح معترض صاحب کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں محبت و عقیدت کی محققانہ روش اختیار کی ہے اور یہی مسلک تمام علمائے کاملین اور اولیائے عارفین کا ہے جس سے انحراف و انکار کر کے معترض نے ایک غیر معقول بے سند اور بے تحقیق موقف اختیار کیا ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وقد کان اھل العصر الخالی رضی اللہ عنھم لا یتصدر احد منھم لھذا الباب الا بعد رسوخہ وتمکنہ فی مقام البقاء ولیس بعدہ مقام الا القطبیۃ لانہ حینئذ یصدق علیہ فی حدیث بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق الحدیث فلا ینطق حتیٰ ینطق کما کان حال سیدی الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ فیامن حینئذ من الدعوٰی ویسدد ویحفظ فی اقوالہ وافعالہ

(الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ للشعرانی بھامش الطبقات الکبریٰ ص ۴۴)

گزشتہ زمانے کے بزرگوں میں سے کوئی ایک اس وقت تک ارشاد و مشیخت کی مسندِ صدارت پر متمکن نہ ہوتے تھے جب تک کہ وہ فنا کے بعد بقا کے مقام پر متمکن نہ ہو جاتے اور مقامِ بقاء کے بعد تو پھر صرف مقامِ قطبیت ہے پس مقامِ بقاء پر فائز ہونے کے وقت اس بزرگ کی اس حدیثِ قدسی سے تصدیق کی

جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ عبدِ کامل میری سمع سے سنتا ہے میری بصر سے دیکھتا ہے اور میری زبان سے بولتا ہے' پس ایسا عبدِ کامل خود نہیں کہتا یہاں تک کہ اس سے کہلوایا جاتا ہے جس طرح کہ سیدی شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تھا اس وقت ایسا عبدِ کامل امرالہیٰ کے بغیر دعویٰ سے محفوظ رہتا ہے اور اپنے تمام اقوال اور افعال میں درست اور محفوظ رکھا جاتا ہے۔

قارئین کرام! یہ ہے جناب امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا وہ پاکیزہ موقف' بصیرت افروز نقطۂ نظر اور محققانہ تبصرہ جس میں انہوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت کا نقشہ پیش کیا ہے اور واضح فرمادیا ہے کہ آپ قطبیتِ کبریٰ کے مقام پر فائز ہونے سے قبل فنا کے بعد بقاباللہ کے مقام پر بامرالہیٰ مامور ہونے کی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف تھے جب قطبیتِ کبریٰ اور غوثیتِ عظمیٰ کے جلیل القدر منصب پر فائز ہوئے تو پھر بدرجہ اولیٰ ان صفات کمال سے موصوف رہے اور قطبیت کے مقام پر فائز ہونے کے متعلق آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے "درست العلم حتی صرت قطبا" میں درس و تدریس کے دوران ہی منصبِ قطبیت پر فائز ہو گیا تھا۔

جامع المناقب اقتباس

ہم چاہتے ہیں کہ آخر میں' اکابر مشائخ سے منقول' حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا وہ اقتباس نقل کر دیں جس میں انہوں نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار اس انداز سے کیا جو حسنِ اعتقاد و اعتراف کا بہترین طریقۂ تعبیر ہے اور اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ہمارے نزدیک امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ اقتباس فضائل و مناقب کی کتابوں پر بھاری ہے لکھتے ہیں

کانت قوة الشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ فی طریقہ الی ربہ کقوی جمیع اھل الطریق شدة ولزوما (الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ اول

ص ۱۱۰ مطبوعہ مصر)

طریقت میں از روئے شدت ولزوم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ قوت حاصل تھی جو تمام اہلِ طریقت کی قوتوں کے برابر تھی۔

الجواہر والدرر کی عبارت الحاقی ہے

یوں تو اکابر مشائخ اور علمائے کاملین کی کتابوں میں ردو بدل اور الحاق کے بہت سے واقعات منقول ہیں مگر حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں میں جس قدر ردو بدل اور الحاق ہوا وہ سب سے زیادہ ہے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ''الیواقیت والجواہر'' ص ۷ اور ''لطائف المنن'' حصہ دوم ص ۱۹۰ پر اس موضوع کی تفصیل بیان فرمائی۔ آخر امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس امر کا سدِّباب کیا اور دوسرے معاصرین علمائے کرام نے آپ کے ساتھ تعاون کیا اور اس طرح یہ فتنہ کئی سالوں کے بعد ختم ہوا۔

امام شعرانی کے اس تفصیلی بیان سے ''الجواہر والدرر'' کی عبارات میں الحاق کے احتمال کو خاصی تقویت ملتی ہے اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ کے مخالفین نے اس قسم کے اقوال کے اندراج سے آپ کی شہرت و مقبولیت کو نقصان پہنچانے کا اہتمام کیا جب آپ نے مخالفین کی اس مہم کی تردید کی اور اس تردید کی نشرو اشاعت ہوئی تو پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا یہی وجہ ہے کہ ''لطائف المنن'' میں قطع و برید اور الحاق کا تذکرہ، امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں نے کہیں نہیں فرمایا۔ اس لئے لطائف المنن کی واضح عبارات سے ''الجواہر والدرر'' کی روایات کے منسوخ ہونے کے ساتھ ہمارے نزدیک ان کا الحاق ہونا ممکن بلکہ قرینِ قیاس ہے۔ اور ''انوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ'' کی تفصیلی عبارت سے بھی اس بات کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔

فرمانِ غوثیہ اور مشائخِ چشت

ہم چاہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانِ گرامی کے بارے

میں حضرات مشائخِ چشت کے اقوال و تاثرات تفصیل سے نقل کر دیں تاکہ معترض صاحب کا مشائخِ چشت سے تعارض کھل کر سامنے آجائے اور ان نفوسِ قدسیہ کی مصنوعی ترجمانی کا دعویٰ باطل ہو جائے۔

سیر الاقطاب

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پر "سیر الاقطاب" مشہور و مستند کتاب ہے۔ مصنف شیخ الهدیہ بن عبد الرحیم چشتی عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ۱۰۳۶ھ تا ۱۰۵۶ھ کے درمیان بیس سال کی طویل محنت سے قلمبند کیا ہے۔ تقریباً چار سو سال سے یہ کتاب کتبِ سیر و مناقب میں مروج اور متداول ہے۔ مصنف نے عالم رؤیا میں حضرات مشائخِ چشت خصوصاً حضرت سلطان الہند غریب نواز معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کتاب کی تائید اور توثیق حاصل کی ہے۔ اس کے بعد لکھی جانے والی تمام کتابوں میں اس کے حوالے درج ہیں۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (ذکرِ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ فوق اذکار مشائخ دیگر ست و فیوضات آنحضرت در زمین و زمان معروف لہٰذا تبرکاً و تیمناً از واقعات و نسب شریف آں حضرت نشان می دہد)۔ حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر دوسرے مشائخ کے تذکروں سے بلند و بالا ہے اور آنحضرت کے فیوضات زمین و زمان میں مشہور ہیں اس لئے برکت اور سعادت حاصل کرنے کے لئے حضرت کا نسبِ اطہر اور دیگر کچھ واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔ مصنف نے حضرت کو ان القاب سے یاد کیا۔ غوث اعظم، غوث الثقلین، سلطان الاولیاء، قطب البر والبحر، قطب العرش والکرسی، معشوقِ الٰہی، بادشاہِ مشائخ اندر طریقت و امام الائمہ اندر شریعت، نورِ باصرۂ ائمہ اثنا عشر قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، شہنشاہِ عالم۔ مصنف نے شیخ ابو بکر بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے پیشگوئی نقل فرمائی کہ آپ کا قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہوگا پھر تفصیل سے حضرت کے ارشادِ گرامی قدمی ھذہ علیٰ

رقبۃ کل ولی اللہ کا تذکرہ کیا اور مشائخ کے گردن جھکانے اور اطاعت کرنے کی روایات بیان کیں آخر میں لکھتے ہیں۔ (وظاہر است کہ ایں قسم دعویٰ از کمالِ عنایت حق جل وعلا است وحمایتِ حضرت محبوب رب العالمین خواجۂ عالم حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بود کہ ہمہ اولیاء اللہ تواضع نمودند و فرمان ایشاں قبول کردند ہیچ ولی بہ ایں مقام نرسید ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (ملاحظہ ہو: سیر الاقطاب ص ۱۰۷ تا ص ۱۳۲)

ظاہر ہے کہ اس قسم کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے کمال اور حضور علیہ السلام کی حمایت سے ہوا کہ تمام اولیائے کرام نے عاجزی کا اظہار کیا اور آپ کے فرمان کو قبول کیا اور کوئی دوسرا ولی اس مقام تک نہ پہنچ سکا اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور وہ فضل عظیم کا مالک ہے

مراۃ الاسرار

حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۹۴ھ سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ ہیں۔ نزھۃ الخواطر کے مؤلف ' السید عبد الحی بن فخر الدین الحسنی نے آپ کی تصانیف اور سلسلہ طریقت پر تبصرہ کیا ہے۔ خاص طور پر "مراۃ الاسرار" کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا سن تالیف ۱۰۴۵ھ ہے نیز یہ کہ آپ نے نسبت اویسی کے ذریعے حضرت سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی بیعت الشیخ عبد الجلیل اویسی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی اور آپ چالیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ بزرگوں کے حالات پر ان کی اور بھی تین کتابیں ' مراۃ مسعودی ' مراۃ مداری اور مراۃ الولایہ بالترتیب شیخ سالار مسعود غازی ' شاہ بدیع الدین مدار اور شیخ عبد الجلیل لکھنوی رحمتہ اللہ علیہم کے حالات پر مشتمل ہیں (ملاحظہ ہو: نزھۃ الخواطر للندوی جلد پنجم ص ۲۱۹)

کیپٹن واحد بخش سیال نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ سات واسطوں سے حضرت شیخ احمد عبد الحق رودلوی رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا

ہے۔ حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشادِ گرامی کے بارے میں پیش گوئی نقل کی ہے کہ آپ مامور ہو کر ارشاد فرمائیں گے۔ اسی طرح ایک غوثِ وقت کی پیش گوئی نقل کی ہے کہ آپ برسرِ منبر یہ اعلان فرمائیں گے۔ پھر شیخ ابو سعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ السلام اس اعلان کے وقت آپ کے دائیں جانب تشریف فرما تھے اور تمام اولیائے متقدمین و متاخرین حاضر تھے۔ آپ نے حضرت کو ان القاب سے یاد کیا ہے۔ غوث اعظم، محبوبِ سبحانی، پیشوائے عالم محقق و متصرف بہ ہمہ مقامات وغیرہ۔ (ملاحظہ ہو: مراۃ الاسرار مترجم اردو ص ۵۴۹ تا ص ۵۷۰ ناشر الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

اقتباس الانوار

شیخ محمد اکرم چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۱۹۵ھ کی کتاب "اقتباس الانوار" سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی سیرت و تعلیمات پر مشہور و معروف کتاب ہے نزہۃ الخواطر کے مؤلف السید عبدالحی بن فخرالدین الحسنی الندوی نے آپ کا اور آپ کی تصنیف "اقتباس الانوار" کا تذکرہ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر جلد ششم ص ۲۸۳ مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ)

مشائخ اور اربابِ طریقت کے نزدیک نہایت مستند اور مقبول کتاب ہے اور مشائخِ چشت کے تمام تذکروں میں اس کے اقتباسات اور حوالے درج ہیں۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائے کتاب میں مشائخِ چشت کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت کا تذکرہ کیا ہے۔

اقتباس الانوار کے مصنف، محقق اور ولی اللہ ہیں

خاتم العاشقین حضرت خواجہ غلام فرید چشتی رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف کا فرمان ہے کہ "اقتباس الانوار" کے مصنف، محقق بھی ہیں اور ولی اللہ بھی

اور یہ بڑی معتبر کتاب ہے (ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس ص ۸۷ ۴، ص ۹۴۳ مطبوعہ صوفی فاؤنڈیشن بھاولپور)

مصنف رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ گفت مامور نہ شدہ است، ہیچ فرد از افراد بگفتن ایں قول غیر آنحضرت، گفتم مامور بودہ است، بہ ایں قول گفت بلے بتحقیق مامور بودہ است، وضع رقاب اولیاء و رؤسا مراو را بہ جہت امر بودہ است نمے بینی بسوئے ملائکہ کہ سجدہ نکردند حضرت آدم علیہ السلام را مگر بجہت ورود حکم حق سبحانہ برایشان

(اقتباس الانوار ص ۸۱ مطبع اسلامیہ لاہور)

حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے کوئی فرد آپ کے بغیر اس ارشاد پر مامور نہیں ہوا۔ سائل نے پوچھا آپ کو امر ہوا تو شیخ عدی نے فرمایا بالتحقیق آپ مامور ہوئے۔ اولیائے کرام اور سرکردہ بزرگوں نے امرِ الٰہی کی وجہ سے تو گردنیں جھکائیں، تمہیں معلوم نہیں کہ فرشتوں نے حضرتِ حق تعالیٰ کے امر کی وجہ سے ہی تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔ مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے "تحفۃ الراغبین" کے مصنف کے والد ماجد کے حوالے سے بھی لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بامرِ الٰہی یہ ارشاد فرمایا۔

مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت کے القاب یوں درج کیے ہیں: آں محو در شہود ذات حضرت اللہ آں واقف رموزات لی مع اللہ آں قائل قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، آں محرم اسرار و علوم ما و حی امام الثقلین از ائمہ اہلِ بیت است۔

(اقتباس الانوار ص ۷۲)

حضرت سید گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۸۵۲ھ خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اقتباس الانوار کے مصنف لکھتے ہیں: صاحب تحفۃ الراغبین از رسالہ واقعات محمدیہ کہ شیخ یعقوب

سیاح نوشتہ است نقل میکند روزے در مجلس سید محمد گیسو دراز قدس سرہ' ذکر قول آنحضرت کہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ است گزشت در دل سید محمد گیسو دراز در آمد کہ ایں قول در حق اولیائے وقت شیخ عبد القادر خواہد بود و اولیائے متقدمین و متاخرین ازوے مستثنیٰ باشند در اثنائے ایں خطرہ مرتبہ ولایت مسلوب شد و جملہ بدنش شل گشت ہمچوں جماد و از علاج و معالجہ فروماند (اقتباس الانوار ص ۸۲)

تحفۃ الراغبین کے مصنف رسالہ واقعاتِ محمدیہ سے جسے شیخ یعقوب سیاح نے لکھا ہے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کا تذکرہ ہوا۔ حضرت گیسو دراز کے دل میں خیال آیا کہ یہ ارشاد حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمعصر اولیائے کرام کے لئے ہوگا اور اولیائے متقدمین و متاخرین اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ یہ خیال آتے ہی آپ کا مرتبۂ ولایت چھین لیا گیا اور آپ کا سارا بدن پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا اور علاج معالجہ سے عاجز آگئے۔ اس کے بعد طویل مضمون ہے جس میں مصنفِ "اقتباس الانوار" لکھتے ہیں کہ پھر حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ننانوے اسماء برائے حاجت بر آری و مدد طلبی بطورِ وظیفہ پڑھے۔ ان اسمائے مبارکہ کی برکت سے آپ کا مقامِ ولایت بحال ہو گیا اور آپ تندرست ہو گئے۔

حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت محب النبی مولانا فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ تاریخ مشائخِ چشت کے مؤلف لکھتے ہیں حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی' حضرت شاہ فخر الدین دہلوی صاحب کے مشہور ترین خلفاء میں سے تھے۔ علم و فضل میں یکتائے عصر تھے۔ زہد و تقویٰ کا دور دور شہرہ تھا۔ بریلی میں ان کی خانقاہ تھی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کا

وہاں ہجوم لگا رہتا تھا دور دراز علاقوں یعنی کابل، قندھار، شیراز اور بدخشاں سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے تھے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں چشتیہ نظامیہ سلسلے کو ہندوستان میں جو کچھ فروغ ہوا وہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب دہلوی کے دو مریدوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ شاہ نور محمد صاحب نے پنجاب میں اور شاہ نیاز احمد صاحب نے یوپی میں سلسلے کو خوب پروان چڑھایا۔ آپ بڑے جید عالم تھے ان کی تصانیف ان کے علم پر شاہد ہیں انہوں نے چھتیس بزرگوں کو خلافت عطا فرمائی۔ (تاریخ مشائخِ چشت از خلیق نظامی ص ۵۶۱ تا ۵۷۱)

صاحبِ "خزینۃ الاصفیا" لکھتے ہیں کہ بعد میں آپ نے رامپور میں حضرت السید عبداللہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ حضرت سید صاحب موصوف بغداد شریف سے تشریف لائے تھے۔

(ملاحظہ ہو: خزینۃ الاصفیاء فارسی ص ۴۹۱)

حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ بارگاہِ غوثیت میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے "دیوان نیاز" میں ارشادِ غوثیہ کا تذکرہ کچھ اس انداز سے فرماتے ہیں۔

زپائے پاکِ او فخریست دوشِ پاکبازاں را
حیاتِ تازہ بگرفتہ ازو دینِ مسلمانی

آپ کے مقدس قدم کو اپنے کندھوں پر رکھنے میں طریقت کے پاکباز لوگ فخر کرتے ہیں اور آپ کی برکت سے دینِ اسلام کو تازہ زندگی نصیب ہوئی۔

تکملہ سیر الاولیاء

یہ کتاب سیر الاولیاء مصنفہ امیر خورد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کا تکملہ ہے جسے خواجہ گل محمد چشتی احمد پوری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۲۴۳ھ نے مرتب کیا۔ آپ حضرت قاضی محمد عاقل صاحب رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف کے خلیفہ ہیں جو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مصنف نے حضرت

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم، محبوبِ سبحانی، سلطانِ سلاطینِ وقت، قطبِ اقطاب ہدایت کے القاب سے یاد کیا ہے اور حضرت شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے فرمان میں مامور من اللہ تھے۔ (تکملہ سیر الاولیاء مرتبہ ۱۳۳۰ھ مطبوعہ مکتبہ الہام بہاولپور)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی سلیمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آپ کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور وضاحت فرمائیں کہ جب شبِ معراج حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحِ مقدسہ نے حاضر ہو کر بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کہ حضور آپ مجھ پر سواری فرمائیں تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "قدمی ھذہ علیٰ رقبتک و قدماک علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" "میرا قدم تمہاری گردن پر ہے اور تمہارا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ شیخ صنعان نے انکار کیا۔ اس کے جواب میں حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ذکرِ شیخ صنعان در کتب معتبرہ ندیدہ بلکہ حضرت مولانا مولوی جامی قدس اللہ سرہ السامی در نفحات الانس و شیخ عبدالحق در اخبار الاخیار ے نوسلند کہ چوں حضرت شیخ عبدالقادر میراں محی الدین بر منبر سوار شدہ وعظ ے کردند سہ ہزار عالم نامدار و سہ صد ولی کمل در محفل آنحضرت موجود بودندے روزے آنحضرت از زبان گوہر فشاں ارشاد فرمود کہ قدم حضرت رسول علیہ السلام بر گردن من است و قدم من بر گردن کل اولیاء باشد ہماں ساعت مردے کامل قدم آنحضرت گرفتہ بر دوش خود نہاد پس باوجود تسلیم کردن چند ہزار عالم ربانی و اولیائے صمدانی ابا کردن شیخ صنعان ثابت نگردیدہ

(مراۃ العاشقین فارسی ص ۳۶ مطبع مصطفائی لاہور سنِ طبع ۱۳۰۳ھ)

شیخ صنعان کا یہ تذکرہ کتبِ معتبرہ میں دیکھا نہیں گیا بلکہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نے "نفحات الانس" اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے

"اخبار الاخیار" میں لکھا ہے کہ جب حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر قدس سرہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے تو تین ہزار نامور عالم اور تین سو اولیائے مکمل آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ ایک دن آپ نے زبانِ گوہر فشاں سے ارشاد فرمایا کہ رسول پاک ﷺ کا قدم مبارک میری گردن پر ہے اور میرا قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہوگا تو ایک ولیِ کامل نے آپ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ پس کئی ہزار علمائے ربانی اور اولیائے صمدانی کے تسلیم کرنے کے باوجود شیخ صنعان کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ صنعان کے انکار پر تعجب فرمایا، کاملین کی یہی شان ہوتی ہے کہ حتی الوسع دوسروں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے ہیں البتہ حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایتِ مشہورہ کی تصدیق فرما دی جسے علامہ عبدالقادر اربلی رحمتہ اللہ علیہ نے "تفریح الخاطر" میں نقل کیا ہے، جن کی کتاب کے بارے میں معترض صاحب نے غیظ و غضب کی انتہا کردی۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک جلیل القدر شیخِ طریقت سے اس کتاب کی روایت کی تصدیق قابلِ غور ہے۔

صاحبِ خزینۃ الاصفیاء مشہور مؤرخ اور سیرت نگار حضرت مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کو گلدستہ کرامت میں نقل کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کی تصدیق و تائید میں پورا رسالہ لکھا ہے اور تحفہ قادریہ از شیخ ابوالمعالی قادری رحمتہ اللہ علیہ اور حرز العاشقین از شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اس پر بحث کی ہے (فتاویٰ کراماتِ غوثیہ مطبوعہ دارالفیض لاہور)

مزید برآں یہ واقعہ حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہِ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے اور ظاہر ہے انہوں نے کسی مستند کتاب میں یہ واقعہ ضرور پڑھا ہوگا کیونکہ وہ محقق

عالمِ دین تھے کہ شیخ صنعان کا حال جب تبدیل ہوا تو ان کے مریدوں میں سے ایک مرید بغداد شریف میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ شیخ صنعان جو نصرانی لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گئے تھے اس کے کہنے پر خنزیروں کے ریوڑ چراتے رہے اور ایک دن اس کے کہنے پر قرآن مجید جلانے کیلئے تیار ہوئے' ادھر بغداد شریف میں اس وقت حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا' آج کسی کا پیر کافر ہو رہا ہے تو شیخ صنعان کے مرید نے نہایت عاجزی سے گزارش کی' آپ کرم فرما دیں' اس وقت حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وضو کیلئے پانی لایا گیا تھا' آپ نے چلو بھر پانی کا چھینٹا مارا جو شیخ صنعان کے منہ پر جالگا۔ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور اس کا مقامِ ولایت بحال ہو گیا۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے فرمایا کہ شیخ صنعان نے چالیس سال بیت اللہ شریف میں عبادت کی اور چالیس سال بیت المقدس میں عبادت کرنے کے خیال سے روانہ تھے مگر راستے میں یہ واقعہ رونما ہو گیا ان کے ساتھ ایک لاکھ مرید تھے جو مختلف اطراف میں چلے گئے تھے۔ حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے واقعہ بیان کر کے یہ شعر بھی پڑھا۔

عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد
شیخ صنعاں زاہدے را زیر زنار آورد

(انوارِ قمریہ ص ۳۱۵' اقتباس الانوار ص ۸۲' تفریح الخاطر ص ۷۰)

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ایک دن حضرت شیخ قدس سرہ کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اسی اثناء میں عالمِ غیب سے ایک عجیب حالت آپ پر طاری ہو گئی۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مقربین بھی رونق افروز

تھے۔ پس جناب باری تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے عبد القادر ہم نے ہر ولی کو تمہارے زیر قدم کیا ہے ان کو کہہ دو کہ تمہارے زیر قدم ہو جائیں اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" میرا یہ قدم سب اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ پس ہر ولی کامل، منتہی، غوث، قطب، اوتاد، ابدال وغیرہ قریب و بعید سے جو اس وقت روئے زمین پر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمعصر اور ہمزمان تھے خواہ مرتبہ میں حضرت شیخ کے برابر تھے یا مرتبہ میں کم تھے مگر درجہ انتہا کو پہنچے ہوئے تھے سب یہ کلام سن کر پوری رضاؤ رغبت سے حضرت شیخ کے زیر قدم ہو کر سرفراز و ممتاز ہوئے سوائے اولیائے مقدم اور اولیائے متاخر اور مبتدیان اور سالکان کے جو ابھی سلوک کو نہیں پہنچے تھے کیونکہ یہ لوگ اس حکم سے خارج ہیں اس وجہ سے کہ یہ حکم خاص ان منتہیوں کے لئے ہے جو آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ کی اس مجلس میں سو سے زیادہ اکابر اولیاء اللہ موجود تھے۔ سب نے گردن نیچے کرلی اور حضرت شیخ قدس سرہ کے زیر قدم ہو گئے اور سب سے پہلے ولی اللہ جو اس سعادت سے مشرف ہوئے شیخ علی بن ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے (مقابیس المجالس ص ۷۷)

قولِ مستحسن شرح فخر الحسن

حضرت مولانا احسن الزماں چشتی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید محمد علی خیر آبادی، سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ نے حضرت محب النبی شاہ فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب فخر الحسن کی مبسوط عربی شرح القول المستحسن لکھی ہے۔ السید عبد الحی بن فخر الدین الحسنی المؤرخ نے "نزھۃ الخواطر" میں اور پروفیسر خلیق نظامی نے "تاریخ مشائخ چشت" میں آپ کا تذکرہ کیا ہے (ملاحظہ ہو: نزھۃ الخواطر ص ۷۰ جلد ہشتم، تاریخ مشائخ چشت ص ۶۸۲)

القول المستحسن کے مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا ہے "الطریقۃ الانیقۃ الجیلیۃ الجلیۃ" اس کے ماتحت شیخ ضیاء الدین

ابوالنجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خرقہ حاصل کرنے کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ حاصل کیا۔

اخذ عن الامام الھمام الفقیہ المحدث المفسر المحقق غوث الاغواث قطب الاقطاب فرد الاحباب السید السند محی الملة والدین عبدالقادر الحسنی الجیلی الشافعی الحنبلی غالبًا القائل بامر اللہ تعالیٰ اتفاقًا قدمی ھذہ علیٰ رقبة کل ولی اللہ

مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت کے ارشاد گرامی کو بالاتفاق بامرالٰہی قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ حضرت کے مامور من اللہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ انہوں نے شیخ حماد دباس، شیخ خلیفہ، شیخ عدی بن مسافر، شیخ ابو سعید قیلوی، شیخ علی بن ھیتی، شیخ احمد رفاعی، شیخ قاسم بن عبدالبصری اور شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس ارشاد گرامی میں آپ کے مامور من اللہ ہونے پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔

انہوں نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مامور من اللہ ہونے پر اہلِ عرفان کا اجماع نقل کیا ہے اور شیخ علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ مصنف "بہجة الاسرار" کی زبردست توثیق و تائید کی ہے۔ انہوں نے علامہ شطنوفی کو الفقیہ، المحدث، المفسر، الصوفی کے لقب سے یاد کیا ہے اور بہجة الاسرار کو الکتاب المستطاب لکھتے ہوئے اس کے راویوں کو بخاری شریف کے راویوں سے اصدق، اوثق، اجل اور افضل قرار دیتے ہوئے المشائخ العرفاء والفقہاء الاخیار من الابرار سے تعبیر کیا ہے (القول المستحسن شرح فخر الحسن ص ۳۴۲ تا ۳۴۳ بص ۲۸۴)

مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۰۷ھ کی کتاب "خزینة الاصفیاء" (فارسی) مشائخ کرام کے سوانح و تعلیمات کے بارے میں نہایت مستند ہے۔ ان کی اس کتاب کے حوالے اکثر و بیشتر کتب سیر و مناقب میں

ملتے ہیں۔ حضرت مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے خزینۃ الاصفیا" میں حضرت شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روائیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور من اللہ ہو کر ارشاد فرمائیں گے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" (خزینۃ الاصفیا ص ۸۶ ہوت پریس لاہور)

گلدستہ کرامت اور بزرگوں کی پیش گوئی

"گلدستہ کرامت" شیخ محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "مناقبِ غوثیہ" (فارسی) کا اردو ترجمہ ہے جسے حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مکمل فرمایا اور ساتھ ساتھ واقعات و حالات کو اشعار کی صورت میں پیش کیا۔ اس کتاب میں اکثر و بیشتر وہی واقعات و حالات ہیں جو علامہ عبدالقادر اربلی رحمتہ اللہ علیہ نے "تفریح الخاطر" میں نقل کئے ہیں۔ اس کتاب میں بھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی کے بارے میں بہت سے بزرگوں کی پیش گوئی نقل کی گئی ہے کہ آپ بامرِالٰہی یہ ارشاد فرمائیں گے۔ حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے پیش گوئی کی تھی کہ بغداد میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اعلان کریں گے۔

حضرت مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت سید آدم بنوری، خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "نکات الاسرار" کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان الزاہدین حضرت فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اگر میں اعلان کے وقت ہوتا تو سب سے پہلے آپ کا قدم گردن پر رکھتا جس طرح کہ ہمارے شیخ حضرت معین الدین چشتی غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا (گلدستہ کرامت : ص ۶۵)

مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ

تحفۃ الابرار کے مصنف مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ مصنف نے دو سو

کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور مختلف جدولوں کی صورت میں بزرگوں کے حالات نقشے کی صورت میں پیش کئے۔ ہر بزرگ کی ضروری معلومات کا خلاصہ بڑے سلیقے سے درج کرتے ہیں اس لئے ان سے متعلق معلومات کی فراہمی بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے۔ مصنف نے حضور غوث اعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر' ائمہ اہلِ بیت کے عنوان سے کیا ہے۔ لکھتے ہیں آپ کل مقامات غوثی قطب الاقطابی سے ترقی پا کر بدرجہ محبوبی پہنچے اور محبوب سبحانی کے خطاب سے مشرف ہوئے اور بامرالٰہی قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ برسرِ منبر فرمایا۔

(ملاحظہ ہو: تحفۃ الابرار جدول اول حصہ اول ص ۲۹ مطبع رضوی)

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں حضرت شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے خواب میں حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ اس سے قبل آپ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ حضرت عبدالعلی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قطبیت کے مقام پر فائز کر کے ملکِ ہندوستان میں بھیجا تھا جو قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت قطب شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں حضرت سیدنا عباس علمدار ابن شیرِ خدا سیدنا علی مرتضیٰ حیدرِ کرار علیہ السلام سے جا ملتا ہے (ملاحظہ ہو: انوارِ شمسیہ مطبوعہ ۳۵ھ مکتبہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف)

اس تاریخی تفصیل و وضاحت سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ سیالوی

رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کا بارگاہِ غوثیت مآب سے نیاز و عقیدت و استرشاد کا پرانا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں جگہ جگہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیازی فضائل و مناقب کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

حضرت شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے قدم غوثیہ کے بارے میں فرمان نبویؐ سے بشارت 'ڈوبی ہوئی کشتی کو بارہ سال بعد بطور کرامت بر آمد کرنے اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے بارگاہِ غوثیت سے استفادہ اور دوسرے کئی فضائل و مناقب کے بیان میں عقیدت کا اظہار فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: مراۃ العاشقین (فارسی) مطبع مصطفائی لاہور 'سن طباعت ۱۳۰۴ھ)

معترض نے حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی کتاب کے ص ۲۰۴ پر ایک عنوان قائم کیا ہے "ارشادات حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ"

آپ کے ارشادات کو نقل کرنے والے چونکہ معترض صاحب بہ نفسِ نفیس تھے اس لئے قطع و برید اور تحریف و تبدیل میں ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اکابر علماء و مشائخ کی تصانیف و عبارات میں انہوں نے جو کرشمے دکھائے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور آئندہ کریں گے بالکل اسی طرح حضرت سیالوی کی طرف بھی انہوں نے غلط باتیں منسوب کرنے کی پوری کوشش کی ہے مگر بارگاہِ غوثیت میں اسے حضرت سیالوی کی خصوصی نیاز و تعلق کا ثمرہ سمجھ لیجئے کہ ان کا نقطۂ نظر معترض کے موقف سے متعارض ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ معترض صاحب کو حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے حین حیات تو یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ ان کے ارشادات میں اپنی ترامیم کو منظر عام پر لائیں کیونکہ اس طرح وہ حضرت سیالوی کے جلال و احتساب کا نشانہ بنتے البتہ انہوں نے ۱۹۷۶ء کے ارشادات منقولہ کو پورے بائیس سال بعد ۱۹۹۸ء میں منصۂ شہود پر لانے کا اہتمام کیا۔

بہر حال ہم معترض صاحب کے وہ بیان کردہ چند معارف نقل کرتے ہیں جو بقول ان کے حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمائے۔ لکھتے ہیں حضرت سیالوی نے فرمایا:

(۱) ہر زمانے میں ایک غوث اعظم ہوتا ہے جس کا قدم اس زمانے کے سب اولیاء پر ہوتا ہے۔

(۲) میرے نزدیک تمام مشائخ چشت غوث اعظم کے مقام پر فائز ہیں۔

(۳) تحدیث نعمت سے یہ مراد نہیں کہ اپنے کمالات بیان کرتے پھرو تحدیثِ نعمت سے یہ مراد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اچھے کپڑے پہنو، علم دیا ہے تو عمل کرو، دوسروں کو سکھاؤ۔

(۴) اس سوال پر کہ حضرت مجدد فرماتے ہیں، صحو بغیر آمیزش سکر کے نہیں ہوتا آپ نے فرمایا یہ اولیاء کا صحو ہے خواص کا صحو۔

(۵) اس سوال پر کہ کیا کوئی آدمی مامور من اللہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں امر نہیں کہنا چاہیے۔ ملہم ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ پہلے سے ثابت شدہ شی کے متعلق اس کے دل میں القا کیا جائے کہ کرے یا نہ کرے کوئی نیا امر ثابت نہیں ہو سکتا۔ تشریع تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

(۶) اس سوال پر کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "بل علی راسی و عینی" کہا، حضرت سیالوی نے فرمایا، میں اس کا جواب دے چکا ہوں کہ جب یہ قول مقام فنافی الرسول میں صادر ہوا تو اولیاء کا جھکنا حضور علیہ السلام کے سامنے تھا، جیسے درخت سے "انی انا اللہ کی آواز۔

ہمیں بارہا حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت، ان کے خطاب اور ملفوظات سے مستفید ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ بلاشبہ عہدِ قریب کے مشائخ میں آپ کا وجود عنایتِ الٰہی تھا، آپ کی تحقیق اور تبحرِ علمی دلائل منقول و معقول پر آپ کی دسترس اور اس کے ساتھ عجز و تواضع کے پاکیزہ اوصاف سونے پر سہاگہ

تھے ہم آپ کی طرف منسوب ارشادات بسرو چشم تسلیم کرتے اگر واقعی ان کی صحیح نسبت آپ کی طرف ہوتی۔

معترض کے منقول پہلے قول کی وضاحت

پہلے جملے پر غور فرمائیں کہ ہر زمانے میں ایک غوث اعظم ہوتا ہے. جس کا قدم اس زمانے کے سب اولیاء پر ہوتا ہے۔ اولیائے کرام پر قدم تو حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معروف و مشہور و منقول ہے۔ کسی مستند کتاب میں کسی مستند بزرگ کا یہ قول نہیں کہ کسی دوسرے بزرگ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہو اور اولیائے کرام نے گردن جھکائی ہو۔ اس لئے اس قسم کے شاذ' بے سند اور بے دلیل قول کی نسبت حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف کس طرح تسلیم کی جائے جن کے جدِّ امجد حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ چشت کے حوالے ہم نقل کر چکے ہیں اور خود حضرت سیالوی نے شیخ صنعان کے بارے میں جو وضاحت فرمائی اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت بیان فرمائی اس کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔

نقلِ اقوال میں معترض کی غلطی کا ثبوت

معترض کی نقل کے غلط ہونے کا واضح ثبوت یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اسی صفحے پر لکھتے ہیں کہ حضرت سیالوی نے فرمایا تمام مشائخِ چشت 'غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام پر فائز ہیں۔ جب پورے زمانے میں غوث اعظم ایک ہوتا ہے تو تمام مشائخِ چشت کا اس منصب پر فائز ہونا کس طرح ثابت ہوا۔ حضرات مشائخِ چشت تو ایک زمانے میں سینکڑوں بزرگ ہوئے ہیں تو پھر کیا ایک زمانے میں سینکڑوں غوث اعظم ہوں گے۔ کلام میں اس قسم کا تعارض و تناقض اور اصولِ درایت کی خلاف ورزی حضرت سیالوی جیسے جامع المعقول و المنقول عالمِ دین سے متوقع نہیں۔ معترض صاحب نے یا تو عمداً اس طرح کیا ہے یا پھر حضرت کے کلام اور مفہوم تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی اور ترجمانی میں غلطی کر گئے۔

تحدیثِ نعمت کے مفہوم میں غلط بیانی

تحدیثِ نعمت کے جس مفہوم کو معترض نے حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ اکابر علماء و مشائخ اور حضرات مفسرین کی تشریح سے متناقض ہے۔ حضرت سیالوی جیسے محقق عالمِ دین سے امام شعرانی کی "لطائف المنن" کب مخفی رہ سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے تحدیثِ نعمت کے وجوب کو تفصیلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور تحدیثِ نعمت کے مفہوم کو عملی طور پر ثابت کیا ہے کہ تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل کتاب کی دو جلدوں میں انعاماتِ الٰہی کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح صاحبِ تفسیرِ مظہری نے تحدیثِ نعمت کے عنوان کے ماتحت یہی مضمون بیان کیا ہے اور دوسرے تمام مفسرین کرام نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اچھے کپڑے پہننا اور دوسروں کو تعلیم دینا اور علم پر عمل کرنا تحدیثِ نعمت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ مگر "حدّث" جو صیغۂ امر ہے اس کا تقاضا ہے کہ انعاماتِ خداوندی کا بیان اور تذکرہ کیا جائے پھر امر کا یہ مفہوم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور دوسرے بزرگوں کے اقوال و اظہار سے مؤید ہے۔ جس کی بھرپور تشریح "لطائف المنن" میں کی گئی ہے۔

اگر تحدیثِ نعمت کا مفہوم اچھے کپڑے پہننے، عمل کرنے اور تعلیم دینے کے ساتھ محصور و مختص ہوتا تو اکابر علماء و مشائخ سے ایسے اقوال و ارشادات صادر نہ ہوتے کیونکہ وہ حضرات خواہشِ نفس کے عنصر سے پاک تھے اور اخفائے حال و کیفیات ان کی عادتِ ثانیہ تھی۔ تحدیثِ نعمت کا یہ مفہوم اگر حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے ثابت ہوتا تو ان کے مسترشد پیر کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القرآن میں ضرور اس کا حوالہ دیتے یا کم از کم اس مفہوم کے خلاف رائے کا اظہار نہ کرتے۔

مشائخ چشت کے صحو میں سکر کی آمیزش کا غلط نظریہ

معترض صاحب نے حضرت مجدد کا یہ حوالہ دے کر کہ صحو بغیر آمیزش سکر کے نہیں ہوتا حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس قسم کا صحو اولیائے کرام اور خواص کے لئے ہے۔ اگر بالفرض والتقدیر حضرت سیالوی کا موقف یہی تھا کہ آمیزش سکر کے بغیر صحو نہیں ہوتا تو معترض صاحب فرمائیں کہ ان کا یہ ضابطہ جو ان کی کتاب کے ص ۲۹ پر درج ہے (مشائخ چشت اہل بہشت کامل ترین اصحاب صحو تھے) اس کا کیا وزن باقی رہ جاتا ہے' اس تشریح مجددیہ اور تائید قمریہ سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام مشائخ چشت کے صحو میں سکر کی آمیزش تھی۔ بے شک حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی یہ تحقیق اپنے مقام پر بجا مگر مشائخ چشت کو اس ضابطے اور قانون کے تناظر میں دیکھنا ہماری سمجھ سے بلند و بالا ہے۔

حضرات مشائخ چشت کے مقام صحو کا تعین اگر معترض نے اسی طرح کرنا تھا کہ ان نفوس قدسیہ کے اقوال و احوال میں سکر کی آمیزش کار فرما تھی تو پھر بقیہ سکر کے اثرات کو محل تنقید و اعتراض بنانے کے لئے عوارف کی عبارت سے استدلال کی معترض کو کیا ضرورت پڑ گئی کیونکہ اس طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے انہوں نے اس چیز کو ثابت کرنے کی کوشش کی جس کو وہ تمام مشائخ چشت کے لئے ثابت کر چکے اور حضرت سیالوی سے اس ثبوت کی تصدیق بھی کرا چکے۔ معترض صاحب ماشاء اللہ محقق تو ہیں مگر نہایت سادہ لوح کہ جس چیز کو ثابت کر کے وہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی کی تنقیص کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے اسے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ تمام مشائخ چشت کے لئے ثابت کر ڈالا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی نے تو دنیائے ولایت میں ہلچل پیدا کر دی اور بقول معترض' ہمعصر اولیائے کرام کی گردنیں جھکا دیں اس لئے اگر آپ کے بارے میں معترض صاحب جمہور علماء و مشائخ سے متفرد ہو کر اپنے

طبعی ذوق اور ذہنی افتاد کے تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے آمیزشِ سکر کا فتویٰ صادر کر دیں تو محلِ تعجب نہیں مگر حضرات مشائخِ چشت کو بیک جنبشِ قلم آمیزشِ سکر کے جارحانہ فتویٰ کی زد میں لانے کا جواز کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

معترض اس دلدل میں کیوں پھنسے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرات مشائخِ چشت کے اقوال و ارشادات پر یقین اور اکتفا نہ کیا۔ عوارف کی عبارت مشائخِ چشت کی نظر میں بھی تھی مگر انہوں نے ارشادِ غوثیہ کو اس عبارت کے ترازو میں نہیں ڈالا اور نہ اس مفہوم کی عینک سے ارشادِ غوثیہ کو دیکھا بلکہ اس فرمانِ عالی شان کے بارے میں نہایت عقیدت و محبت پر مبنی موقف اختیار کیا اور اس کے صدور کو بامرِ الٰہی تسلیم کیا یہی وجہ ہے کہ "القول المستحسن شرح فخر الحسن" کے مؤلف اور حضرت سید محمد علی چشتی خیر آبادی سلیمانی کے خلیفہ مولانا احسن الزمان چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے مشائخِ چشت کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کے مامور من اللہ ہونے پر اکابر مشائخ کا اجماع نقل کیا ہے اور ہم اس کا تذکرہ کر چکے۔

مشائخِ چشت کی تائید سے معترض کی محرومی

معترض صاحب کو چونکہ مشائخِ چشت کے حوالے سے اپنے موقف کی تائید نہ مل سکی اس لئے انہوں نے کبھی عوارف اور کبھی مکتوباتِ مجددیہ کی عبارت سے بقیہ سکر ثابت کرنے کی کوشش کی نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں لینے کے دینے پڑ گئے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کسی فیصلہ کن مرحلے پر پہنچنے سے پہلے یعنی آج سے بائیس سال قبل انہوں نے تمام مشائخِ چشت کی بارگاہ میں آمیزشِ سکر کا تلخ نذرانہ پیش کر کے جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے از خود حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔

ہمیں معترض صاحب جتنی نسبتِ چشتیہ تو حاصل نہیں بہرحال ہم اس تصور کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت سیالوی، حضرات مشائخِ چشت کے بارے میں یہ موقف رکھتے ہوں کہ ان کے صحو میں سکر کی آمیزش تھی۔ حضرت

سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کہ تشریع، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے ہم بھی امرِ تشریعی کے قائل نہیں بلکہ اولیائے کرام کے لئے امرِ الہامی ثابت کرتے ہیں۔ باقی رہا ماموں کی بجائے ملہم کہنا تو یہ تفنن فی العبارۃ ہے وگرنہ شیخ ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بہت سے بزرگوں کے حوالے سے ہم ثابت کر چکے کہ اولیائے کرام مامور بامرِ الہامی ہوا کرتے ہیں۔

حضرت سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی تصدیق

معترض نے حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا' کہتے ہیں کہ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے "بل علی راسی و عینی" فرمایا' اس کے جواب میں آپ نے فرمایا میں اس کا جواب دے چکا ہوں کہ جب یہ قول مقامِ فنا فی الرسول میں صادر ہوا تو اولیاء کا جھکنا حضور علیہ السلام کے سامنے تھا جیسے درخت سے "انی انا اللہ" کی آواز۔

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے معترض کو یہ جواب دے کر اس کی ساری کوششوں اور کاوشوں کو خاک میں ملا دیا بلکہ اس کے سارے منصوبوں او مفروضوں کا بیڑا غرق کر دیا۔ معترض کا خیال تھا کہ حضرت اس سوال کے جواب میں فرمائیں گے "نعوذ باللہ من ذالک' ھذا بھتان عظیم" یہ بالکل غلط ہے' اس قسم کی بات حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے' یہ بات کسی کتاب میں منقول نہیں اور جس کتاب کا لوگ حوالہ دیتے ہیں یعنی "لطائف الغرائب" اس کا وجود ہی نہیں۔ مگر الحمد للہ کہ حق ظاہر ہو کر رہا اور حق کی شان ہے کہ ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ حضرت سیالوی کا یہ فرمانا کہ میں اس کا جواب دے چکا ہوں اس حقیقت کی پردہ کشائی کرتا ہے کہ معترض صاحب اس جواب میں کچھ ترمیم کرانا چاہتے تھے' اس لئے اسے قلمبند کرنے کی بجائے دوبارہ وضاحت چاہی تو حضرت نے سابقہ حوالہ دیا اور تصدیق فرمائی کہ یہ قول "مقامِ فنا فی الرسول" میں صادر ہوا۔ یہی

مسلک و موقف مشائخ چشت کا ہے۔ جس کی تفصیل ہم بیان کر چکے۔

حضرت سیالوی کا فرمان اکابر مشائخ کا موقف

حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے معترض صاحب کی فاسد بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا اور دو ٹوک الفاظ میں واضح فرما دیا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد "مقامِ فنافی الرسول" میں صادر ہوا اور یہی بات اکابر مشائخ نے فرمائی کہ آپ نے لسانِ شفاعت اور لسانِ قطبیت سے یہ ارشاد فرمایا۔

صاحبِ "روح المعانی" جن کا حوالہ ہم آگے چل کر لکھیں گے انہوں نے بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے۔ "وما قال الشیخ ذالک الاعلیٰ لسان الحقیقۃ المحمدیہ" حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد حقیقتِ محمدیہ کی زبان سے فرمایا' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو واضح ہے۔ "وماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" آپ کی گفتگو اور آپ کا کلام وحیِ الٰہی ہوتا ہے' جب حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "فنافی الرسول" کے مقام پر یہ اعلان کیا تو بلاشبہ یہ اس قبیل سے ہوا جس طرح حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر انا قائد المرسلین ولا فخر "میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں قائد المرسلین ہوں مگر بطورِ فخریہ نہیں کہہ رہا۔

حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مختصر جملے میں وضاحت فرمادی کہ یہ ارشاد سکر اور بقیہ سکر کے اثرات سے پاک ہے' اس میں فخر و تکبر اور عجب و خود پسندی کا شائبہ تک نہیں۔ جس طرح آپ نے معترض کے سوال پر حضرت سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر جھکانے اور "بل علیٰ راسی و عینی" فرمانے کی تصدیق کی اسی طرح اس بات کی بھی تصدیق فرمائی کہ یہ ارشاد معترض کے زعمِ فاسد کے مطابق سکر و مستی کے عالم میں ہرگز صادر نہیں ہوا بلکہ اس کے صدور و ظہور کا منشاء' مقامِ محمدیت میں فنائے تام اور نیابتِ کاملہ ہے۔ جس کے متعلق حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ارشاد فرمایا ہے

وکل ولی لہ قدم وانّی علیٰ قدم النبی بدر الکمال

ہم نے مشائخ چشت کی مستند کتابوں سے ارشادِ غوثیہ کے بارے میں جو اقوال نقل کئے ہیں حضرت سیالوی نے ایک دو جملوں میں ان کا خلاصہ بیان فرما دیا۔

معترض کی مشائخ نقشبندیہ اور سہروردیہ سے مدد کی درخواست

معترض صاحب کو چونکہ حضرات مشائخ چشت کے اقوال اور کتبِ معتبرہ سے کسی قسم کی کوئی تائید حاصل نہ ہوئی اس لئے انہوں نے مشائخ سہروردیہ اور حضرات نقشبندیہ سے مدد کی درخواست کی، اس طرح ان کی مشائخ چشت سے عشق اور وابستگی کے بلند بانگ دعاوی اور ان کے مسلک کی ترجمانی اور تحفظ کی داستان حرفِ غلط کی طرح مٹ کر نیست و نابود ہو گئی۔

معترض کو مایوسی اور ناامیدی کا سامنا

حضرات سہروردیہ اور حضرات نقشبندیہ ایسے چشتی فریدی پر کب اعتماد کر سکتے تھے جو اپنے مشائخ کے نقطۂ نظر اور موقف پر مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر ان سے طالبِ امداد ہوا ہو اس لئے ان نفوسِ قدسیہ نے اس کی فریاد پر کوئی توجہ نہ فرمائی، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ عوارف اور مکتوبات مجددیہ کی عبارتوں سے مقصد بر آری میں وہ بری طرح ناکام رہے اور اس طرح تصوف کی اصطلاح رجعت کا شکار ہو کر وہ

ع نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اللہ تعالیٰ کے کسی بھی مقبول ولی اللہ کی تنقیص اور تحقیر اور ان کے اخلاق و کردار پر تنقید بحکمِ حدیثِ قدسی، قدرتِ الٰہی کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے اور معترض نے تو جناب غوث اعظم، محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت پر ہاتھ اٹھایا ہے جن کی شانِ محبوبیت، شانِ ولایت اور شانِ غوثیت و قطبیت پر تمام اہلِ اسلام کا اتفاق اور اجماع ہے۔

فرمانِ غوثیہ پر اقطاب، اغواث، اوتاد، ابدال اور اولیائے کاملین گردنیں

جھکائے ہوئے ہیں' حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ سے ملائکہ کرام خلعتِ تشریف لائے ہوئے ہیں' قلبِ غوثیت مآب پر انوار کی تجلی ہو رہی ہے' علمائے کاملین' عرفائے نامدار' مشائخ ذی وقار' اس نورانی تقریب اور روحانی محفل کے اسرار و رموز کو سینکڑوں سالوں سے بیان کرتے چلے آ رہے ہیں مگر کاتبِ تقدیر نے معترض کی قسمت میں اس پاک فرمان اور اعلانِ عالیشان کے خلاف بغض و عناد لکھ دیا جس کے زہریلے اثرات ان کی کتاب میں نمایاں طور پر نظر آ رہے ہیں۔

حضرت سیالوی کے کلام میں تحریفِ معنوی

اگرچہ حضرت خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے معترض کے جواب میں ہر اس توہم کو ختم کر ڈالا جس سے فرمانِ غوثیہ کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی اور طوعاو کرھا معترض نے اس کا اعتراف بھی کیا مگر جاتے جاتے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد "فنانی الرسول" کے مقام میں اس طرح تھا جیسے درخت سے "انی انا اللہ" کی آواز آئی۔ چنانچہ اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس قول سے آپ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ ضروری نہیں کہ متجلی علیہ (جس پر تجلی ہو) متجلی لہ (جس کے لئے تجلی ہو) سے افضل ہو بلکہ متجلی لہ افضل ہو سکتا ہے جیسے درخت اور موسیٰ علیہ السلام۔

یہ ہے معترض صاحب کا استدلال کہ جب حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں مکمل طور پر مایوس کر دیا تو انہوں نے اپنی طرف سے اضافہ اور حاشیہ لکھ دیا' انہیں اتنا معلوم نہیں کہ درخت اور عبدِ کامل پہ تجلی میں بڑا فرق ہے' ہر چیز کی اہمیت محل کے مطابق ہوتی ہے' درخت ہو یا پہاڑ تجلی پڑنے سے وہ اتنا ہی محترم ہو گا جس قدر اس کی صلاحیت ہے۔

حدیثِ قدسی میں قلبِ مومن کی عظمت

عبدِ مومن کے قلب کی عظمت بیان کرتے ہوئے حدیثِ قدسی میں ارشاد ہوا

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

(ملاحظہ ہو: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف لملا علی قاری جلد نہم ص ۳۹۴)
اسی مضمون کی حدیث کو شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح نقل کیا ہے
"ماوسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن
(ملاحظہ ہو: الفتوحات المکیہ جلد چہارم ص ۹ طبع مصر)
امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون پر مشتمل حدیث کو نقل کیا ہے۔
(ملاحظہ ہو: احیاء العلوم للغزالی جلد سوم ص ۱۵ طبع بیروت)

حدیثِ قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ ارض و سما ہمارے جمالِ ذات کے متحمل نہیں ہو سکتے مگر عبدِ مومن کا قلب اس سعادت سے مشرف ہوتا ہے۔ اس کو درخت پر قیاس کرنا قیاس کی شرائط سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ علومِ طریقت سے بے خبری ہے۔ عبدِ مومن کو تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے زیادہ محترم اور معزز قرار دیا ہے حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے فرمایا "لحرمۃ المومن اعظم عنداللہ حرمۃ منک"
(ملاحظہ ہو: ابن ماجہ شریف باب حرمۃ المومن ومالہ ص ۲۹۰)
اسی مضمون کی حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔
(ملاحظہ ہو: ترمذی شریف جلد دوم ص ۳۲ باب ماجاء فی تعظیم المومن)

اے کعبہ تیری بڑی عظمت و حرمت ہے، مگر عبدِ مومن کی عظمت و حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

معترض صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ متجلّیٰ علیہ بھی تھے اور متجلّیٰ لہ بھی، آپ کی عظمت و محبوبیت کے لئے تجلی کی گئی اس لئے آپ متجلّیٰ لہ تھے اور آپ کے قلبِ اطہر پر تجلی کی گئی اس لئے متجلّیٰ علیہ تھے جبکہ درخت متجلّیٰ لہ نہیں تھا اور تھا بھی درخت۔ اس پر تجلی اور عبدِ مومن بلکہ قطبِ اعظم اور غوثِ اعظم کے قلب پر تجلی کی حیثیت برابر نہیں ہو سکتی یہی تو وجہ ہے کہ درخت اور پہاڑ کے آگے اولیائے کرام نے سر نہیں جھکایا کیونکہ تجلی کے

باوجود وہ درخت اور پہاڑ تھے۔

پھر حسبِ تصریحِ حضرت سیالوی و دیگر مشائخ عظام، جب آپ "فنا فی الرسول" کے مقام پر فائز تھے تو آپ کا قلبِ پاک، مظہرِ قلبِ مصطفوی محمدی تھا جس کی شان یہ ہے کہ "نزل به الروح الامین علیٰ قلبک
جبریل امین نے اس عظیم الشان کتاب کو آپ کے قلبِ اطہر پر نازل کیا حالانکہ نزولِ قرآن کی ہیبت و جلالت سے پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کا خطرہ تھا۔ معترض صاحب کو قطبِ اعظم کے قلبِ اطہر کی عظمتوں کا بھلا کیا اندازہ، شعور اور ادراک ہو سکتا ہے۔

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اگر قطبِ عالم کے قلب کی عظمت کا کچھ نقشہ معلوم کرنا ہو تو پھر مرشدِ روم رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ علم و عرفان میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہِ خلیلِ آزر است
دل گزرگاہِ جلیلِ اکبر است
تو ہمے گوئی مرا دل نیز ہست
دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست
آں دلے آور کہ قطبِ عالم است
جانِ جانِ جانِ جانِ آدم است

بندۂ عارف و کامل کا دل خوش کرو کیونکہ ایسا ایک دل ہزار کعبہ سے بہتر ہے۔ کعبے کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی جبکہ عبدِ کامل کا دل حق تعالیٰ کی گزرگاہ ہے تیرا کیا خیال ہے کہ تو صاحبِ دل ہے، ہرگز نہیں دل تو عرش سے بھی بلند و بالا ہے اس عالمِ سفلی کے ساتھ دل کا کیا واسطہ جس دل کی طرف ہم تمہیں

متوجہ کر رہے ہیں وہ قطبِ عالم کا دل ہے جو اپنی جامعیت اور وسعت کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی جان کی جان ہے یعنی انسانیت کی عظمتوں اور رفعتوں کا خلاصہ، روح اور لب لباب ہے۔

قلبِ پاکِ غوثیہ کی شان کا بیان

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ سے قطبِ عالم کے قلب کی عظمت کا بیان سننے کے بعد عارفِ کامل حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلبِ اطہر کی شان کا بیان سنیں۔ "نفحات الانس" جیسی پاکیزہ کتاب جسے علماء و مشائخ حرزِ جان سمجھتے ہیں، معترض کی محرومی دیکھئے کہ اس قسم کی روایات سے ان کا واسطہ ہی نہیں پڑا البتہ انہوں نے اپنی کتاب کے ص ۲۷۹ پر حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے "نفحات" کی ایک روایت درج کی جو سراسر بے بنیاد اور من گھڑت ہے اور "نفحات الانس" میں اس کا وجود ہی نہیں مگر ایسی پاکیزہ روایات جن میں شانِ غوثیت کی عظمت کا بیان ہے معترض کی ان پر نگاہ نہیں پڑتی۔

حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ عالمِ شباب میں پہلی مرتبہ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ تجرید کے قدم پر تھے آپ کے ساتھ اس سفر میں شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی راستے میں شریک ہو گئے۔ ایک دن راستے میں ایک جاریہ حبشیہ ولیہ کاملہ کی آپ سے ملاقات ہوئی جو برقع پہنے ہوئے تیز تیز نگاہوں سے آپ کو دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ آپ قریب پہنچ گئے مولانا جامی آگے لکھتے ہیں۔

گفت از کجائی اے جوان گفتم از عجم گفت امروز مرا در رنج افگندی گفتم چرا گفت دریں ساعت در بلاد حبشہ بودم مرا مشاہدہ افتاد کہ خدا تعالیٰ بر دل تو تجلی کردہ و ترا عطا فرمودہ آنچہ عطا نفرمودہ مثل عزیزاں از آنانکہ من مے دانم، خواستم کہ ترا بہ بینم و بہ شناسم۔

اس ولیہ کاملہ نے مجھ سے پوچھا اے نوجوان' آپ کہاں سے آرہے ہیں' میں نے کہا عجم سے 'اس نے کہا آپ نے مجھے تکلیف میں ڈال دیا ہے' میں نے کہا کیوں' اس نے کہا اس وقت میں حبشہ کے علاقے میں تھی مجھے مشاہدہ کرایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر تجلی فرمائی اور آپ کو وہ نعمتیں عطا فرمائیں کہ جن بزرگوں کو میں جانتی ہوں انہیں وہ نعمتیں عطا نہیں کی گئیں اس لئے میں نے چاہا کہ آپ کی زیارت کروں اور آپ کو پہچانوں۔ اس کے بعد حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس جاریہ حبشیہ نے آپ کو افطار کی دعوت دی' افطاری کے وقت دستر خوان بچھایا تو آسمان سے چھ روٹیاں' سرکہ اور سالن دستر خوان پر اترا' اس عورت نے کہا اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری اور میرے مہمانوں کی عزت فرمائی پھر مکہ شریف دورانِ طواف شیخ عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ پر تجلی ہوئی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے قریب تھا کہ وفات پا جاتے اتنے میں اچانک وہ جاریہ حبشیہ ظاہر ہوئی اور کچھ کلمات کہے تو شیخ عدی بن مسافر ہوش میں آگئے۔

حیرت انگیز فلک بوس نورانی خیمہ

بعد ازاں در طواف مرا تجلی واقع شد و از باطن خود خطابے شنیدم و در آخر آں با من گفتند اے عبد القادر تجرید ظاہر را بہ گزار و تفرید و توحید را لازم دار واز برائے نفع مرداں بہ نشیں کہ ما را بندگان خاص ہستند کہ مے خواہیم ایشاں را بروست تو بشرف قرب خود برسانیم ناگاہ آں جاریہ گفت اے جوان نمے دانم چہ شانست ترا کہ بر سر تو از نور خیمہ زدہ اند تا عنان آسمان ملائکہ گرد تو آمدہ اند و چشم ہمہ اولیا از مقامہائے خود در تو خیرہ ماندہ است و ہمہ بمثل آنچہ ترا دادہ امید وار شدہ اند۔ (نفحات الانس (فارسی) ص ۴۳۳ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے بعد طواف میں مجھ پر تجلی ہوئی اور میں نے اپنے باطن میں خطابِ الٰہی سنا جس کے آخر میں مجھے فرمایا اے عبد القادر ظاہری تجرید چھوڑ دیں اور تفرید و توحید کو لازم پکڑیں اور لوگوں کے

نفع کے لئے مسندِ ارشاد پر بیٹھیں کیونکہ ہمارے کچھ خاص بندے ایسے ہیں جنہیں ہم آپ کے ہاتھ پر اپنے قربِ خاص سے مشرف فرمانا چاہتے ہیں۔ اتنے میں اچانک اس جاریہ حبشیہ نے کہا اے جوان معلوم نہیں کہ آپ کی کیا شان ہے آپ کے سر پر نورانی خیمہ لگایا گیا ہے جو آسمان تک بلند ہے فرشتے آپ کو گھیرے ہوئے ہیں اور تمام اولیائے کرام اپنی جگہوں سے آپ کی عظمت کے نور میں عاجز و حیران ہو چکے ہیں اور جو انعامات آپ کو دیئے گئے ہیں سب ان کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

یہ ہے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قلبِ اطہر اور آپ پر انوار و تجلیات کے نورانی خیمہ کی عظمتوں کا تذکرہ جس کا بیان آنجناب نے خود فرمایا اور حضرت سلطان العاشقین مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ نے روائیت نقل فرمائی اور یہ عظمت و رفعت ابتدائے سلوک اور عالمِ شباب میں حاصل ہے خدا جانے جب غوثیتِ عظمٰی اور قطبیتِ کبرٰی کے مقام پر فائز ہو کر بر سرِ منبر اپنے جدِ امجد سید المرسلین علیہ السلام کی تائید سے ملائکہ کرام کے جمِ غفیر اور اولیائے کرام کے مجمع میں بحکمِ الٰہی قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ فرمایا اور جہان بھر کے اولیائے کرام نے گردن جھکائی اس وقت آپ کی عظمت و شان کا کیا عالم ہو گا۔

غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ

معترض نے کتاب کے ص ۲۳۴ پر "مقالاتِ کاظمی" کے چند اقتباسات درج کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ بھی معترض کے بعض مفروضات سے متفق تھے۔ یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور معترض نے جن اقتباسات کو درج کیا ہے ان سے وہی مفہوم و مقصد ثابت ہوتا ہے جس پر تمام علماء و مشائخ متفق ہیں کہ امرو نھیِ تشریعی کا ثبوت اولیائے کرام کے لئے نہیں اور اسی مضمون کو حضرت علامہ سید

احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے۔ آپ نے اولیائے کرام کے لئے امرِ الہامی اور وحیِ الہامی کا "مقالاتِ کاظمی" اور اپنی دوسری تصانیف میں کہیں بھی انکار نہیں فرمایا بلکہ آپ کا وہی مسلک اور موقف ہے جو ہم دلائل کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔

معترض صاحب کو آپ کی ترجمانی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ آپ ہمارے جلیل القدر، محسن استاذِ گرامی ہیں اور ہم آپ کے مسلک و موقف کو زیادہ جانتے ہیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آپ کی عقیدت و نیاز کا یہ عالم کہ اپنی مشہور تصنیف "تسکین الخواطر فی مسئلۃ حاضر و ناظر" کا بارگاہِ غوثیت سے انتساب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اس ناچیز تالیف کو سیدنا الغوث الاعظم حضور سید محی الدین عبد القادر الجیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں جن کی روحانی امداد و اعانت سے مجھ جیسے ہیچ مدان کو اس کی ترتیب و تدوین کی توفیق حاصل ہوئی

ع: شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

سگِ درگاہِ جیلانی فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

(ملاحظہ ہو: تسکین الخواطر فی مسئلۃ حاضر و ناظر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ فرمانِ غوثیہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ جو شخص حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدمِ پاک کے گردنِ اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر ہونے کی نفی کرتا ہے بلکہ یہ بات سن کر معاذ اللہ کہتا ہے' بے شک اس سے ہمارا قلب متنفر ہے۔ یہ مکتوب اگست ۱۹۷۲ء میں لکھا گیا اس مکتوب کا عکس "ماہنامہ السعید" ملتان فروری ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔

عقیدت و محبت کی زندۂ جاوید مثال

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ

غوثیت مآب میں عقیدت و محبت کی زندہ جاوید مثال دنیائے اسلام کی مشہور دینی درسگاہ "جامعہ انوار العلوم ملتان" ہے جس کا سنگِ بنیاد حضرت مخدوم سید محمد صدر الدین گیلانی رحمتہ اللہ علیہ' سجادہ نشین درگاہ حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۴۴ء میں اپنے دستِ اقدس سے رکھا اور تاحال خانوادہ عالیہ گیلانیہ قادریہ کی سرپرستی اور تعاون کا شرف اس جامعہ کو حاصل ہے۔ حضرت غزالیٔ زماں رحمتہ اللہ علیہ مصروفیات کے باوجود ہمیشہ جامعہ انوار العلوم میں بڑی گیارھویں شریف کی سالانہ تقریب میں' شرکت فرماتے اور آپ کے فکر انگیز خطاب سے عوام الناس کی کثیر تعداد کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کا جمِ غفیر محظوظ و مستفید ہوتا۔

فرمانِ غوثیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ اور آپ کے خاص فضائل و مناقب کا تفصیلی ذکرِ خیر ہے۔ معترض نے مکتوبات مجددیہ کے طویل اقتباسات اپنی کتاب میں درج کئے مگر اس لئے نہیں کہ وہ ان کے مفہوم اور مضمون سے متفق ہیں بلکہ محض اس لئے کہ انہیں اپنے متعین کردہ مفروضات کی تائید اور تقویت کے لئے استعمال کیا جائے۔

معترض نے امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کے اس مفہوم اور مضمون کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے جو ان کے موقف سے موافقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے ہر اس مفہوم مکتوب بلکہ اس پر مشتمل مکتوب کو مسترد' جعلی اور الحاقی قرار دیا ہے جس سے ان کا نقطۂ نظر ثابت نہیں ہوتا بعض مکتوبات کے مفہوم اور مضمون کو جو روزِ روشن کی طرح واضح ہے انہوں نے مسترد کرتے ہوئے یہاں تک لکھنے سے بھی گریز نہیں کیا کہ یہ مفہوم تو روافض کے عین مطابق ہے لہٰذا اسے مسترد کیا جاتا ہے۔

اس وضاحت اور تجزیہ کے تحریر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ معترض کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نظریات اور تشریحات سے ہرگز اتفاق نہیں بلکہ وہ خود اس مقام پر فائز ہیں کہ مکتوبات کا جو مفہوم اور جس تعبیرو تشریح کو وہ قابلِ قبول سمجھیں وہی معتبر اور مستند ہے اور جو مکتوب ان کی تحقیق کے معیار پر پورا نہ اترے تو وہ جعلی اور الحاقی ہے' اس کا وہ مفہوم معتبر نہیں جو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور دوسرے اربابِ علم و فقر نے سمجھا ہے بلکہ اس کا فیصلہ معترض صاحب کریں گے' اب ان کی مرضی کہ اسے دوسرے مکتوبات سے متعارض قرار دیں' مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کے مخالف گردانیں یا حسبِ منشاء کوئی تاویل کر کے قابلِ تسلیم بنائیں۔

حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات عرصۂ دراز سے شائع اور مروّج ہیں ان کے بارے میں آج تک یہ بحث کسی نے نہیں کی کہ اگر انہیں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزندِ گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں شائع کیا گیا پھر تو وہ درست ہیں اور اگر وہ حضرت کے مشہور خلفائے کرام خصوصاً حضرت خواجہ محمد ہاشم رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں مرتب کئے گئے ہیں تو ان کی حیثیت مشکوک ہو جائے گی اور تحقیق و تدقیق کے بغیر انہیں قابلِ اعتبار نہ سمجھا جائے گا۔

پھر معترض صاحب نے اس سارے فلسفے کا اختراع اور سینکڑوں سال بعد انکشاف کسی تحقیق و تدقیق کی غرض سے نہیں کیا نہ ہی ان کا یہ منصب ہے اور نہ ہی حضرات مشائخ نقشبند نے انہیں اس محاکمہ اور ترجیح بلا مرجح کا مکلف ٹھہرایا ہے بلکہ یہ ان کی از خود وکالت ہے جو قیمتی مشورہ اور مفت کے موضوع سے متعلق ہے۔ معترض صاحب کے ایسی بحث اور تحقیق میں بلا ضرورت و دعوت رضا کارانہ طور پر اپنی تمام خدمات پیش کرنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

کی عظمت و جلالت کو وہ امتیازی خراجِ تحسین پیش کیا ہے جو معترض صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے لئے قابلِ برداشت نہیں۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی صحیح عقیدت و محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کی تشریح و توضیح اور نقطۂ نظر کے تسلیم کرنے میں کوئی تردد نہ کیا جاتا اور ان کی روحانی عظمت کے تقدس کی بناء پر ان کی تقلید و تائید کی روش اپنائی جاتی مگر یہ سعادت ہر کسی کو میسر نہیں آتی۔ بہرحال حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ترمیم و اصلاح اور ردو بدل کی جو سعیِ بلیغ معترض صاحب نے فرمائی وہ کسی نقشبندی مجددی سے ظہور میں نہ آئی شاید اس لئے کہ حضرت کی روحانیت و شخصیت کا عرفان جتنا معترض صاحب کو حاصل ہوا اتنا ان کے سلسلہ عالیہ کے متعلقین کو نہ ہو سکا ہو گا۔

زیرِ نظر مکتوباتِ مجددیہ کی مستند اور معتبر حیثیت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے جو مکتوبات ہمارے سامنے ہیں وہ ایک مستند ترین مجموعے کی حیثیت سے متعارف اور متداول ہیں۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب امرتسری مجددی پسروری رحمتہ اللہ علیہ نے سات سال کی مسلسل کوشش سے اس مجموعے کی ترتیب اور تصحیح فرمائی اور اس پر مفید حواشی لکھے۔ اپنے شیخِ طریقت حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بارہا حاضر ہو کر مؤلف رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات کے قلمی نسخوں سے استفادہ کیا اور ان سے خصوصی ہدایات حاصل کیں۔ حضرت مولانا نور احمد مجددی رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی محنت و عقیدت سے اس مجموعے کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا اور یہ مجموعہ ۱۳۳۴ھ میں پہلی مرتبہ "مطبع مجددی امرتسر" سے شائع ہوا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے انوارِ مجددی کے دیباچے میں اس مجموعے کی تعریف و توصیف کی اور حضرت صاحبزادہ ابوالحسن زید فاروقی "سجادہ نشین درگاہ شاہ ابوالخیر نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ" نے اس مجموعے کے پیش لفظ لکھے۔ مولانا سید احمد

رضا بجنوری مجددی جو سید انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث کے تلمیذ و داماد ہیں اس مجموعے کے متعلق مقدمہ "انوار الباری" میں لکھتے ہیں کہ مکاتیب فارسیہ کی اشاعت بہترین صحت و طباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر امرتسر سے ہوئی تھی وہ اب عرصہ سے نایاب ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت محمد عمر بیربلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مجموعے کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ اس چشمۂ ہدایت یعنی "مکتوبات مجدد الف ثانی" میں مرورِ زمانہ اور نقل در نقل کے باعث بہت سے اغلاط واقع ہو گئے تھے اور جو نسخے طبع ہوئے وہ بھی ناشرین کی لاپرواہی کے سبب بغیر تصحیح کے ہی شائع ہوئے اس حالت کو دیکھ کر روحِ حضرت مجددیا فیضانِ قدسی کو جوش آیا اور حضرت مولانا نور احمد امرتسری نور اللہ مرقدہ کے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ وہ اس سرچشمۂ حیات پر اپنی توجہ اور کوشش صرف کر کے تصحیح اور تحشیہ کے بعد ایک آبگینی صورت میں ان کو شائع کرائیں چنانچہ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی عمر کا ایک حصہ خرچ کر کے "مکتوبات" کو نہایت قابلِ قبول صورت میں پیش کیا اور ان کو ان کی معنوی حیثیت کے مطابق ظاہری زینت بخشی۔ مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی اس خدمتِ جلیلہ کو بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔ اکابر صوفیا اور اہلِ علم حضرات میں سے جس نے ان مکتوبات اور ان کے قیمتی حواشی سے فائدہ اٹھایا وہ مولانا مرحوم کے حق میں دعا گو ہوا۔ حضرت مولانا محمد عمر رحمتہ اللہ علیہ اپنے استاذِ محترم کے ساتھ حضرت مؤلف کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور انہیں صاحبِ کشف بزرگ پایا۔ یہی مجموعہ انہیں 'ان کے استاذِ محترم مولانا محمد عالم آسی امرتسری رحمتہ اللہ علیہ نے مطالعہ کے لئے عطا فرمایا۔ یہ تعارف انہوں نے ۱۳۸۳ھ میں لکھا جب یہ مجموعہ تقریباً بیس سال سے نایاب ہو چکا تھا اور حضرت مؤلف رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند مولانا محمد سلیمان فاروقی نقشبندی اس کی دوبارہ طباعت کا اہتمام کر رہے تھے۔

سرگزشتِ مکتوبات

جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری "مکتوباتِ مجددیہ" کے اس مجموعے پر بصیرت افروز تبصرہ المعروف "سرگزشتِ مکتوبات" میں لکھتے ہیں کہ اس مجموعے کے کئی ایڈیشن تھوڑے ہی عرصے میں نکل گئے۔ حضرت مؤلف کی تصحیح و تحشیہ سے مزین یہ مکتوبات اس قدر مقبول ہوئے کہ تاشقند' یارقند' سمرقند اور افغانستان میں فروخت ہوئے کچھ نسخے مصر کے اہلِ علم نے منگوائے اور مستشرقینِ یورپ نے بھی حاصل کئے غرض یہ کہ ہر طبقہ اور اکثر ممالک کے اہلِ علم نے مولانا مرحوم کی اس خدمت کو سراہا اور متفقہ طور پر سب نے تسلیم کیا کہ مکتوبات شریف کا صحیح ترین ایڈیشن یہی ہے۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ "علی پور سیداں شریف" نے مولانا مرحوم کے علم و تقویٰ کی تعریف فرمائی۔ حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے بزرگانِ نقشبندیہ کی اور بھی کئی کتابوں کے تراجم اور حواشی لکھے جن کی تفصیل اس مجموعے کی ابتدا میں درج ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۴۸ھ میں ہوا۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ہم نے مکتوبات مجددیہ کے زیرِ نظر مجموعے کے بارے میں یہ تفصیل اس لئے پیش کی کہ معترض صاحب نے اپنی کتاب میں مکتوبات کے بارے میں خود ساختہ خدشات 'تعارض' ناسخ و منسوخ اور دوسرے غیر ضروری مباحث و عنوانات قائم کئے اور اس حد تک پہنچ گئے کہ بعض مکتوبات کو ایک دوسرے سے متعارض قرار دیتے ہوئے کتاب کے ص ۱۵۰ پر لکھتے ہیں اگر مکتوب آخری کو پہلے دو مکتوبوں کا معارض تسلیم کرلیا جائے تو مکتوب آخری ناسخ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ خود ناقابلِ قبول ہوگا اس لئے کہ یہ محض کشف پر مبنی ہے جبکہ پہلے دو مکتوب ٹھوس دلائلِ شرعیہ آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ کثیرہ و شواہدِ واقعیہ خارجیہ سے مبرہن اور مؤید ہیں۔ کتاب کے ص ۱۵۱ پر لکھتے ہیں لھذا مذہبِ مہذب اہلِ سنت سے متصادم ہونے کی بنا

پر بایں مفہوم اس مکتوب اور اس کی امثال کو جعلی اور الحاقی قرار دے کر مسترد کیا جائے گا۔ نیز یہ مکتوب بایں مفہوم مذہبِ روافض کے عین مطابق اور اس کا مؤید ہے۔ کتاب کے ص ۲۹۰ پر لکھتے ہیں۔ جن جن نکات میں یہ مکتوب آپ کے سابقہ مکاتیب اور قرآن و سنت و اجماعِ امت سے متعارض ہوگا انہیں مسترد کر دیا جائے گا۔ جمہور اولیائے کرام کے کشف بھی اس کے مطابق و موافق نہیں اس کے خلاف ہیں لہٰذا جمہور اولیاء کے مقابلے میں انفرادی کشف ناقابلِ قبول ہوگا۔

معترض کے اضطراب اور بے چینی کی اصل وجہ

آپ نے دیکھا کہ معترض صاحب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات کے ساتھ کیا سلوک کیا اگر انہوں نے یہی کرنا تھا جو کر دکھایا تو پھر طویل عبارتیں نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کا مکتوبات شریف کے بارے میں جو موقف ہے ہمارے خیال میں اس کا صرف اور صرف خلاصہ یہ ہے کہ مکتوبات شریف کی وہ عبارات جو ائمہ اہلِ بیت کی مرکزی حیثیت اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی شانِ قطبیت و غوثیتِ کبریٰ اور جمیع اولیائے کرام کے آپ سے مستفیض ہونے پر واضح دلالت کرتی ہیں ان کو معترض صاحب کسی صورت میں تسلیم کرنے پر تیار نہیں باقی سارے مکتوبات سر آنکھوں پر۔ انہوں نے مکتوبات کے بارے میں تجزیہ' تبصرہ' اظہارِ رائے' قطع و برید اور تحریف و تبدیل کے جو قواعد و ضوابط استعمال کئے ہیں ان کی بنیادی وجہ' غرض و غایت صرف اور صرف یہی ہے۔ اسی بنا پر وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہیں' ان کے کشف کو جمہور اولیائے کرام کے کشف سے متعارض لکھتے ہیں' ان کے مکتوبات کے واضح اور ظاہر مفہوم و مطلب کو قرآن و حدیث اور اجماعِ امت کے مخالف قرار دیتے ہیں اور ان کی عبارات کے لئے ناقابلِ قبول اور مسترد جیسے بے باکانہ اور گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔

یہ ہیں معترض صاحب کے وہ تحقیقی کارنامے جن سے بزرگانِ نقشبند'

مشائخِ سلسلہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ، علمائے کاملین، جامعینِ مکتوبات شریف، خصوصاً حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمتہ اللہ علیہ ان کے شیخِ طریقت حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ، ان کے صاحبِ سجادہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی، ان مکتوبات کے تعارف نگار، تبصرہ نگار، ان کی عبارات کو اپنی کتابوں میں سینکڑوں سالوں سے لگاتار نقل کرنے والے علماء و مشائخ اور دنیائے اسلام میں معروف و مروج اس سلسلہ کے لاکھوں متعلقین و عقیدت مند بے خبر اور غافل تھے، ان حضرات کو معترض کا ممنونِ احسان ہونا چاہئے کہ انہوں نے مکتوباتِ مجددیہ کے افادات و تحقیقات کو جدید خطوط پر استوار کیا ہے اور ان کے مطالبے کے بغیر از خود رضاکارانہ طور پر یہ خدمت سرانجام دی ہے۔ بقولِ حالی

ع: ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

معترض کی علمی خیانت ملاحظہ فرمائیں

معترض صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۲۹۱ پر اپنی تحقیق کو خاتم المفسرین صاحبِ "روح المعانی" علامہ شہاب الدین الوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی تائید سے مزین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ الوسی، حضرت مجدد کے مکتوب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ وھذا مما لا سبیل الی معرفتہ والوقوف علی حقیقتہ الا بالکشف وانی لی بہ۔

اور یہ بات ایسی ہے جس کی معرفت اور حقیقت پر واقفیت کے لئے کشف کے بغیر کوئی راستہ نہیں اور مجھے کشف کہاں سے حاصل ہو۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ معترض نے صاحبِ روح المعانی کی عبارت میں کوئی خیانت نہیں کی۔ اس سے پہلے کوئی حوالہ آپ نے ایسا دیکھا ہے جس میں انہوں نے خیانت سے کام نہ لیا ہو وہی کام یہاں کر دکھایا ہے اور عبارت کی اس درج کردہ سطر سے پہلے پانچ سطروں پر مشتمل پورا پیراگراف کاٹ ڈالا۔ علمی خیانت دیکھیں، دیدہ دلیری دیکھیں اور نقلِ عبارت میں انصاف و دیانت کا اندازہ لگائیں۔

یہ ساری کارستانی کس لئے ہوئی محض اس لئے کہ صاحبِ روح المعانی رحمتہ اللہ علیہ نے حذف کردہ عبارت میں معترض کے موقف کو باطل قرار دیا تھا۔ آیئے ہم وہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

ورایت فی مکتوبات الامام الفاروقی الربانی مجدد الالف الثانی قدس سرہ ما حاصلہ ان القطبیۃ لم تکن علی سبیل الاصالۃ الا لائمۃ اھل البیت المشھورین ثم انھا صارت بعدھم لغیرھم علی سبیل النیابۃ عنھم حتی انتھت النوبۃ الی السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ النورانی فنال مرتبۃ القطبیۃ علی سبیل الاصالۃ فلما عرج بروحہ القدسیۃ الی اعلی علیین نال من نال بعدہ تلک الرتبۃ علی سبیل النیابۃ عنہ فاذا جاء المھدی ینالھا اصالۃ کما نالھا غیرہ من الائمۃ رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین

(ملاحظہ ہو: روح المعانی جلد نمبر ۲۲ پارہ نمبر ۲۲ ص ۱۹، ۲۰ مکتبہ امدادیہ ملتان)

میں نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات میں دیکھا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقامِ قطبیت بالاصالۃ حضرات ائمہ اہلِ بیت مشہور و معروف کے سوا کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ان حضرات کے علاوہ لوگوں کو ان کی نیابت کے طور پر یہ مقام حاصل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی باری آئی تو آپ نے مرتبۂ قطبیت ائمہ اہلِ بیت کی طرح بالاصالۃ مستقل طور پر پایا جب آپ اس جہان سے تشریف لے گئے تو پھر جس نے مرتبۂ قطبیت حاصل کیا آنجناب کی نیابت کے طور پر حاصل کیا پھر جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اس مرتبۂ قطبیت کو بالاصالۃ حاصل کریں گے جس طرح کہ باقی ائمہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم نے بالاصالۃ پایا تھا۔ پھر صاحبِ روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہ وہ بات ہے جس کی معرفت اور حقیقت سے واقفیت کشف کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور میں کشف سے مشرف نہیں ہوں۔

معترض صاحب نے آخری فقرہ لکھ کر شدید علمی خیانت کا ارتکاب کیا کہ ماقبل والے سارے مضمون کو حذف کر ڈالا کیونکہ اگر وہ سابقہ عبارت لکھتے تو پھر ان کا بے بنیاد فاسد موقف' خود ساختہ نقطۂ نظر' ساری تحریفی کارروائی اور قطع و برید پر مشتمل منصوبہ بندی کا پردہ چاک ہو جاتا مگر وہ بھولے بھالے ہیں کہ اتنی واضح قطع و برید سے فریب دینے کی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔

جناب! روح المعانی حاضر ہے' عبارت موجود ہے' دعوتِ عام ہے' تشریف لائیں اور اپنے معتقدین کو بھی ساتھ لائیں تا کہ ہم جناب کی تسلی کرا دیں' لوگوں کو بتا دیں اور زمانے کو دکھا دیں کہ اس قسم کے محقق العصر بھی دنیا میں رہتے ہیں جن کی تحقیق سے ایسے موتی اور جواہر منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔ سنتے تھے "علمائے بنی اسرائیل" تحریف کے ماہر تھے مگر وہ بھی معترض صاحب کے مقابلے میں طفلِ مکتب نظر آئیں گے۔

حضرت سہروردی کا کلام حضرت مجدد کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ مکتوب نمبر ۱۲۱ میں لکھتے ہیں: صاحبِ عوارف قدس سرہ کہ قول قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ را کہ از حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ صادر شدہ است بر بقیہ سکر محمول داشتہ است مرادش قصور ایں قول نیست کما توھم کہ آں عین محمدت اوست۔

صاحبِ عوارف نے اس ارشاد کو بقیہ سکر پر محمول کیا ہے تو اس سے اس ارشاد میں کوئی قصور واقع نہیں ہوتا جس طرح کہ وہم کیا جاتا ہے بلکہ یہ بات عین تعریف و مدح ہے۔

اس کے بعد حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

صاحبِ عوارف کہ از کمل ارباب صحو است در کتاب او چنداں معارف سکریہ است کہ چہ شرح آں دہد و ایں فقیر در ورقے بعضے معارف سکریہ او را قدس سرہ

جمع کردہ است۔ صاحبِ عوارف جو کاملین اربابِ صحو میں سے ہیں ان کی کتاب عوارف میں اس قدر سکر پر مبنی' معارف و اسرار ہیں کہ ان کی کیا شرح کی جائے اس فقیر نے ایک ورق میں ان کے بعض سکر پر مبنی معارف کو جمع کیا ہے۔

اب فرمایئے معترض صاحب! حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے معارفِ سکر کا حامل قرار دیا اور ان کی کتاب میں جس کے چند مبہم کلمات سے آپ ارشادِ غوثیہ کے سکر میں صادر ہونے پر مصر ہیں جب بہت سی سکر آمیز عبارات و معارف موجود ہیں تو پھر ان عباراتِ سکریہ سے اثباتِ سکر پر استدلال کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے کلماتِ سکر کی وضاحت نہیں فرمائی کہ عوارف کے یہ کلمات سکر پر مبنی ہیں اور یہ نہیں ہیں لہٰذا تمام کتاب کی عبارات میں سکر کا احتمال پیدا ہو گیا اور آپ جانتے ہیں کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

حضرات چشتیہ کی مستند کتاب سے ہمارے موقف کی تائید

جس طرح ہم نے عرض کیا ہے کہ عوارف کے ان کلمات سے جن کے متعلق احتمال ہے کہ سکر میں صادر ہوئے ہوں' حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی کو سکر پر محمول کرنا درست نہیں ویسے بھی اکابر علماء اور مشائخ کی مستند کتابوں سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ نے مامور ہو کر اعلان کیا۔ ان تمام اکابر مشائخ کے اقوال کے مقابلے میں جن میں حضرات مشائخِ چشت بھی شامل ہیں' عوارف کی یہ عبارت کس طرح قبول کی جا سکتی ہے۔ آخر روایات میں ترجیح کا عمل رواۃ کی ثقاہت' کثرت اور تعداد سے ثابت ہوتا ہے۔ پس وہ اولیائے کاملین جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ سے علم و فضل اور عمر کے لحاظ سے مقدم ہیں بلکہ ان کے مشائخ ہیں' ان سب کی روایات کو نظر انداز کر کے "عوارف" کی عبارت کو کس طرح ترجیح دی جا سکتی ہے۔

ہمارے اس نقطۂ نظر کی تائید سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ اور عالمِ دین حضرت سید محمد علی چشتی سلیمانی خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور "القول المستحسن شرح فخرالحسن" کے مؤلف مولانا احسن الزمان چشتی حیدر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی اس وضاحت سے ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بالاتفاق بامرِالٰہی ہونے کی بحث میں فرمائی۔ لکھتے ہیں کہ صاحبِ عوارف کا یہ قول کہ بعض بزرگوں سے ایسے کلمات صادر ہوئے جو تعجب اور خود پسندی کی طرف مشعر ہیں

کقول بعضهم قدمي على رقاب جميع الاولياء الى آخر ماهنا المخالف لما اجمع عليه العرفاء فان الظن الحسن ان هذه الجملة من ملحقات بعض الجهلة لرواية الشيخ نفسه عن شيخ شيخه مايخالفه۔ (القول المستحسن شرح فخرالحسن ص ۳۴۲)

جس طرح کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ میرا قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہے آخر مضمون تک' عارفینِ کاملین کے اجماع کے مخالف ہے۔ اس بارے میں حسنِ ظن یہ ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے اور ان لوگوں نے درج کی ہے جو حضرت سہروردی کی بذاتِ خود روایت سے جاہل ہیں جو انہوں نے اپنے شیخ کے شیخ سے کی ہے۔

علامہ احسن الزمان چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے پھر وہ مسند روایت درج کی جو حضرت حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے اور جسے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور من اللہ ہو کر یہ اعلان فرمائیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تائید

ہمارے نقطۂ نظر کی تصدیق سلسلہ چشتیہ کے محقق بزرگ مولانا احسن

الرحمان چشتی حیدر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے ایک رسالے کی صورت میں پیش کیا' حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے عوارف کی اس عبارت پر تنقید کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے "تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف" اس رسالے میں حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ یہ عبارت محض عقلی نقطۂ نظر کے معیار پر ہے اور جس شخصیت کے بارے میں صلور ہوئی ہے اس کے حال اور کیفیت سے بے خبری پر مبنی ہے۔ اس رسالے کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے (حیات شیخ عبدالحق از خلیق نظامی ص ۱۷۶ مکتبہ رحمانیہ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو "زبدۃ الاسرار" میں اس ارشادِ گرامی کے بامرِالٰہی صادر ہونے کی بحث میں بیان کیا ہے

(ملاحظہ ہو زبدۃ الاسرار عربی ص ۳۵ مطبوعہ بمبئی انڈیا)

حضرت شیخ کے الفاظ "بما وقع فی العوارف" سے اشارہ ملتا ہے کہ یہ عبارت ملحقات میں سے ہے ورنہ حضرت شیخ بما وقع کی بجائے بما قال یا بما کتب یا بما ذکر فی العوارف تحریر فرماتے۔

مکتوبِ شیخ محقق بجانبِ شیخ مجدد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے نام تینتیس (۳۳) صفحات پر مشتمل طویل مکتوب میں "عوارف" کی اس عبارت کے بارے لکھتے ہیں

قول وے دریں باب مخالف اقوال کبار مشائخ آنوقت شیخ ابومدین مغربی و شیخ ابوالنجیب سہروردی کہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی است واقع شدہ و دیگر مشائخ عظام کہ عد ایشاں موجب اطناب است۔

اس بارے میں عوارف کی عبارت اس وقت کے مشائخ کبار مثلاً شیخ ابومدین مغربی اور شیخ ابوالنجیب سہروردی جو کہ صاحبِ عوارف کے شیخ ہیں اور دوسرے مشائخ

عظام کے اقوال کے مخالف ہے جن کا شمار موجبِ تفصیل ہے۔
(مکتوب شیخ بنام حضرت مجدد "حیات شیخ عبدالحق" از خلیق نظامی ص ۳۲۷)

صحو و سکر کے بارے میں شیخ محقق کی فنی و اصطلاحی بحث

فرمانِ غوثیہ کے صحو و تمکین میں صدور پر کلام کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تصوف کی فنی اور اصطلاحی بحث کے انداز میں لکھتے ہیں

و تفضیله رضی الله عنه نفسه علی غیره یدل علی انه فی مقام الصحو فان اهل السکر فی مقام مشاهدة احدیة الذات غائبین عن انفسهم فکیف الغیر و کلماتهم فی ذالک مثل سبحانی ما اعظم شانی ولیس فی الدارین غیری و لیس فی جبتی سوی الله وانا الحق (زبدۃ الاسرار ص ۳۳)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے مقامِ صحو میں یہ اعلان فرمایا اس لئے کہ اہلِ سکر احدیتِ ذات کے مشاہدے میں ہونے کی بناء پر اپنی ذات سے غائب ہوتے ہیں وہ اپنی ذوات اور نفوس کو نہیں دیکھ رہے ہوتے پھر غیر کا دیکھنا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اہلِ سکر کے کلمات اس طرح ہوتے ہیں جیسے حضرت ابویزید البسطامی رضی اللہ عنہ کا قول ہے سبحانی ما اعظم شانی' یا حضرت حسین بن منصور حلاج کا قول ہے انا الحق وغیرہ

شیخ محقق کے کلام کی وضاحت

شیخ محقق نے تصوف کی اصطلاح کے حوالے سے وضاحت فرما دی کہ اولیائے کرام حالتِ سکر میں چونکہ اپنے نفوس و ذوات سے غائب ہوتے ہیں اور احدیتِ ذات کے مشاہدے میں ہوا کرتے ہیں اس لئے ان سے دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ بات سکر کے منافی ہے' جب اس حال میں وہ اپنے نفوس سے غائب ہوتے ہیں تو پھر انہیں غیر سے کیا سروکار کہ وہ دوسروں پر

اپنی فضیلت کا اظہار کریں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توقدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرما کر اولیائے کرام پر اپنی برتری اور فوقیت کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بات سکر میں ہرگز متصور نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء و مشائخ نے آپ کے اس فرمان کو بامرِالٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صادر قرار دیا۔ ہاں حضرت ابو یزید البسطامی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت منصور حلاج کے کلمات حالتِ سکر میں صادر ہوئے یہی وجہ ہے کہ حضرت البسطامی عالمِ صحو میں سبحانی ما اعظم شانی سے رجوع فرمایا کرتے تھے اور حضرت منصور رحمتہ اللہ علیہ سے سکر کی حالت میں سرزد کلمات کو علماء و مشائخِ وقت نے قبول نہ کیا۔

چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحو کے عالم میں ہوتے تو فرمایا کرتے

حق منزّہ از تن و من باتنم
چوں چنیں گویم ببا یدکشتنم

اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہے جبکہ میں جسم والا ہوں جب میں سبحانی ما اعظم شانی کہوں تو مجھے مار ڈالنا چاہیے

چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد
آں سخن را بایزید آغاز کرد

پھر جب سکر و بیخودی کی فضا میں محوِ پرواز ہوتے تو وہی نعرۂ مستانہ لگاتے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ "کشف المحجوب" میں حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ طریق او غلبہ و سکر بود آنا نکہ سکر را بر صحو فضل نھند آں ابو یزید است رضی اللہ عنہ (کشف المحجوب بحث صحو و سکر ص ۲۴۳ مطبوعہ تصوف فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ غلبۂ حال اور سکر تھا اور آپ صحو پر سکر

کی ترجیح کے قائل تھے

حضرت شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ حق سے ارشادِ خلق اور دعوت الی اللہ کا حکم ہوا تو حضرتِ حق سے پہلا قدم اٹھاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے بارگاہِ حق سے ارشاد ہوا۔

ردوا علیّ حبیبی فلا صبر لہ عنی۔ (فتوحات مکیہ جلد چہارم ص ۱۸۵)

ہمارے محبوب کو ہماری طرف لوٹاؤ وہ ہماری جدائی پر صبر نہیں کر سکتے۔

سکر کا مفہوم معترض کے الفاظ میں

معترض صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۱۹ پر سکر کی یہ تعریف کی ہے (واردِ قوی کے بسبب اپنے آپ سے غائب ہو جانا) اگر معترض صاحب، سکر کی تعریف کرتے ہوئے سکر کی حالت میں نہیں تھے تو پھر انہیں اپنے بیان کردہ مفہومِ سکر کو مدِ نظر رکھنا چاہئے کہ جب سکر کی حالت میں عارف اپنے آپ سے بھی غائب ہوتا ہے تو پھر وہ دوسروں پر اپنی فضیلت کا اظہار کس طرح کر سکتا ہے۔ معترض صاحب کے نقل کردہ ضابطے کے مطابق سکر کی حالت میں مبنی بر فضیلت اقوال کا صدور ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اکابر علماء و مشائخ کے اقوال و عبارات کو تو معترض صاحب تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں مگر اپنے ضابطے کے مطابق اصولی طور پر وہ اس بات کے پابند ہیں۔

فرمانِ غوثیہ تحدیثِ نعمت ہے

حضرت شیخ محقق دہلوی آگے چل کر لکھتے ہیں

بل ہو مثل قولہ علیہ السلام انا سید ولد آدم و قولہ آدم و من دونہ تحت لوائی امتثالا لقولہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کی ذیل میں آتا ہے جو آپ نے امرِ خداوندی سے بطورِ تحدیثِ نعمت فرمائے کہ میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور حضرت آدم اور دوسرے انبیائے کرام علیہم

السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ایمان افروز تاثرات

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر بزرگ حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنہیں خواب میں کثرت سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی ایک مرتبہ بارگاہِ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ' شیخ عبدالقادر نے فرمایا ہے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" تو حضور علیہ السلام نے فرمایا صدق الشیخ عبدالقادر کیف لا وھو القطب وانا ارعاہ'

شیخ عبدالقادر نے سچ کہا اور وہ کیوں سچ نہ کہیں کہ خود قطب ہیں اور میں ان کا نگہبان ہوں۔

بھجۃ الاسرار کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔ خلاف بات زبان سے دو طرح صادر ہوتی ہے یا تو آدمی دانستہ غلط کہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں رد فرمایا کہ ھو القطب کہ وہ قطب ہیں بلکہ وہی قطب ہیں کہ ان کے آگے دوسروں کو دعویٰ قطبیت نازیبا ہے۔ وذالک علیٰ ان التعریف للتخصیص (یہ مفہوم اس لئے کہ تعریف بے شک تخصیص کے لئے ہوتی ہے) اور قطب کی شان غلط گوئی نہیں نہ کہ سید الاقطاب رضی اللہ عنہم یا یوں کہ نادانستہ صادر ہو خواہ بوجہ بے خبری یا بسبب بیخودی اس کو حضور علیہ السلام نے یوں دفع فرمایا کہ "انا ارعاہ" میں ان کا نگہبان ہوں کہ محمدی قوتوں سے ان کے قلب کو برجادہ سالم اور زبان وجنان (قلب) کو روشِ انبیاء پر قائم و دائم رکھتا ہوں پھر کیونکر محتمل ہو کہ ہمارا فرزند خلافِ واقع کہے یا اہلِ سکر و بقایائے سکر کی طرح دعویٰ کرے' الحمد للہ اس کی قدرے تفصیل فقیر کے رسالے "مجیرِ معظم شرح قصیدہ مدحیہ اکسیرِ اعظم" میں ہے۔

(الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ ص ۲۸ مطبوعہ بریلی شریف)

حضرت خواجہ عبید اللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی وضاحت

معترض صاحب نے چونکہ اپنی غلط بیانی کو مشائخ چشت کی ترجمانی کا نام دے کر فرمانِ غوثیہ کو سکرو مستی میں صادر قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے اس لئے ہم سلسلہ چشتیہ کے مشہور شیخِ طریقت حضرت مولانا خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی المتوفیٰ ۱۳۰۵ھ کے حوالے سے مزید وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ فرمانِ غوثیہ کا صدور صحو و تمکین کے عالم میں ہوا ہے۔ آپ ایک قلمی رسالے میں بعض اصحابِ سکر مشائخِ کبار کے کلماتِ سکر' سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ نقل کرنے کے بعد اربابِ صحو و تمکین مشائخِ عظام' خاص طور پر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فاما اقطاب کہ تابعان انبیاء اند و اہلِ صحو اند چناں سعی در زوالِ لذاتِ خود کردہ اند کہ قدمِ ایشاں از شرع شریف ہرگز لغزش نخوردہ علی الخصوص سلطان المشائخ حضرت شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرمودہ اند قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ بہر حال وہ اقطاب جو انبیائے کرام علیہم السلام کا کامل اتباع کرتے ہیں اور اربابِ صحو و تمکین ہیں' انہوں نے خواہشاتِ نفس کے زائل کرنے میں اتنی زیادہ کوشش کی ہے کہ ان کے قدم نے شریعتِ مطہرہ سے ہرگز لغزش نہیں کھائی خاص طور پر سلطان المشائخ حضرت شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا فرمان ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ مشائخِ چشت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی شانِ صحو و تمکین کا اعتراف کرتے ہوئے معترض کے موقف کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (قلمی رسالہ فارسی بحوالہ عباد الرحمٰن سوانح حیات خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی جلد اول ص ۳۱۲)

اربابِ صحو و تمکین کی اصحابِ سکر و غلبہ پر فضیلت

جلیل القدر اکابر مشائخ کے نزدیک اربابِ صحو و تمکین کو اصحابِ سکر پر فضیلت حاصل ہے۔ حضرت محقق دہلوی لکھتے ہیں۔ وباتفاق المشائخ المحققین اھل الصحو مفضلون علیٰ ارباب السکر۔
(زبدۃ الاسرار ص ۳۳)
مشائخ محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اربابِ صحو' اصحابِ سکر پر فضیلت رکھتے ہیں۔ تعجب ہے کہ معترض صاحب نے اصحابِ سکر کو اربابِ صحو پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب کے ص ۴۲ پر حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت بیان کی گئی ہے حالانکہ حضرت ابو یزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ سکر کے پیشوا ہیں۔

معترض صاحب! حضرات مشائخ چشت کے بارے میں اپنی کتاب کے ص ۴۹ پر لکھتے ہیں (مشائخ چشت اہلِ بہشت کامل ترین اصحابِ صحو تھے) جب کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی سکر میں گزار دی۔ یہ معترض کے تعصب و عناد کی من گھڑت کہانی اور معاندانہ ذہن کا اختراعی فلسفہ ہے ورنہ علماء و مشائخ میں سے آج تک کسی نے بھی اصحابِ سکر میں آپ کا ذکرِ خیر نہیں کیا۔ اسلامی مکاتبِ فکر کے تمام علمائے اعلام اور مشائخ عظام نے عظیم الشان دینی خدمات اور احیائے سنت کے بلند مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو محی الدین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آپ کی پوری زندگی دعوت الی اللہ' ارشاد و تلقین' اصلاح و تربیت' ترویجِ شریعت' امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا نمونۂ کامل ہے۔

علامہ ابنِ جوزی کا اعتراف

مشہور نقاد محدث' مؤرخ' صاحبِ تصانیفِ کثیرہ علامہ عبد الرحمٰن ابن جوزی المتوفیٰ ۵۹۷ھ عالمِ اسلام کی معروف علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ

جارحانہ تنقید اور متعصبانہ تشدید کے لحاظ سے بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں جس پر ان کی کتابیں "تلبیسِ ابلیس" اور الموضوعات شاہد ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ ان کی تشدید و تنقید کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وقد أكثر جامع الموضوعات في نحو مجلدين اعني ابالفرج ابن الجوزي فذكر في كتابه كثيرا مما لا دليل له على وضعه۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی' جلد اول ص ۲۷۸ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ابن جوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں بہت سی ایسی احادیث درج کی ہیں جن کی وضع پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک نظم میں صحاح ستہ اور دوسری معتبر کتبِ حدیث کی ان احادیث کی تعداد بیان کی ہے جن کو ابن جوزی نے بلا دلیل موضوعات میں شمار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تدریب الراوی جلد اول ص ۲۸۱)

علامہ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں

وقد صنف الشيخ ابو الفرج بن الجوزي كتابا حافلا في الموضوعات غير انه ادخل فيه ما ليس منه و خرج عنه ما يلزمه ذكره فسقط عليه ولم يهتد اليه۔ (الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث ص ۴۳ دار الفکر بیروت)

شیخ ابن جوزی نے احادیثِ موضوعہ پر ایک جامع کتاب لکھی ہے مگر انہوں نے اس میں وہ احادیث داخل کر دیں جو موضوع نہیں تھیں اور وہ احادیثِ موضوعہ ان سے نکل گئیں جن کا ذکر ضروری تھا پس وہ ان پر مطلع تو ہوئے مگر ان کی طرف صحیح راستہ نہ پا سکے۔

شیخ ابن جوزی کی تشدید کے بارے میں ہم نے صرف دو مشہور علمائے اعلام کے اقوال نقل کیے ہیں ان کی شدت اور تنقید کے بارے میں مزید تاثرات علامہ شمس الدین ذہبی کی میزان الاعتدال' ابن اثیر جزری کی تاریخ' الکامل' امام

عبداللہ الیافعی کی مراۃ الجنان، امام ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "اشعۃ اللمعات اور بعض مشائخ عظام کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ محدث اور مؤرخ ابن جوزی، حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کے دور میں ہوئے ہیں، ابتدا میں آپ کے فضائل و برکات سے کنارہ کش رہے اور تنقید کرتے رہے مگر آخر کار بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے، حقائق و معارف سنکر محظوظ ہوئے اور آپ کے کمالات کا اعتراف کیا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بہجۃ الاسرار ص ۱۱۸ قلائد الجواہر ص ۴۸، اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۳، القول المستحسن ص ۳۹۷)

علامہ ابن جوزی اپنی مشہور کتاب "المنتظم فی تاریخ الامم" میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر، پوری زندگی دعوت و ارشاد، اصلاحِ خلق، تدریس و تبلیغ اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں گزار کر صحو و تمکین کے مقام پر فائز رہے۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں

تکلم علی الناس بلسان الوعظ و ظہر لہ صیت بالزھد و کان لہ سمت و صمت فضاقت مدرستہ بالناس فکان یجلس عند سور بغداد مستندا الی الرباط و یتوب عندہ خلق کثیر فعمرت المدرسۃ ووسعت و تعصب فی ذالک العوام و اقام فی مدرستہ یدرس و یعظ الی ان توفی۔ (المنتظم فی تاریخ الامم جلد نمبر ۱۸ ص ۱۷۳ مطبوعہ بیروت)

حضرت شیخ عبدالقادر نے لوگوں کو خطاب کیا اور زہد و عبادت میں مشہور ہوئے آپ حسنِ سیرت اور وقار کے مالک تھے۔ لوگوں کی کثرت سے آپ کا مدرسہ تنگ ہو گیا۔ چنانچہ آپ فصیلِ بغداد کے پاس رباط کی طرف پشت کر کے وعظ کے لئے تشریف رکھتے اور آپ کی خدمت میں خلقِ کثیر گناہوں سے توبہ کرتی پھر آپ کا مدرسہ دوبارہ بنایا گیا اور اس میں توسیع کی گئی اور وہاں عوام الناس کا ہجوم ہوا۔ آپ

اسی مدرسے میں مسندِ وعظ و تدریس پر فائز رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ابنِ جوزی اور مقالاتِ غوثیہ

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی نے کمالاتِ غوثیہ کے اعتراف کا عملی ثبوت دیتے ہوئے "درر الجواہر من کلام الشیخ عبدالقادر" کے نام سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ بھی ترتیب دیا ہے۔ شیخ محمد بن یحییٰ التادفی الحنبلی المتوفیٰ ۹۶۳ھ نے قلائد الجواہر میں اور الشیخ یونس بن ابراہیم السامرائی نے اپنے مقالہ "الشیخ عبدالقادر" میں اس مجموعے کا تذکرہ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو قلائد الجواہر ص ۲۱، الشیخ عبدالقادر جیلانی (حیاتہ و آثارہ) ص ۷۴ مطبع الامۃ بغداد)

شیخ ابنِ تیمیہ کا خراجِ تحسین

ابو العباس شیخ ابن تیمیہ کے نام اور کام سے کون واقف نہیں۔ علمائے اعلام نے ان کے مبنی بر تشدد مسلک کی تردید میں کتابیں لکھیں، بزرگانِ دین کے فضائل و کمالات کے منکرین، معترضین اور معاندین انہیں اپنا امام اور پیشوا یقین کرتے ہیں۔ تمام تر تنقیدی صفات اور شدت آمیز خصوصیات کے باوجود شیخ ابنِ تیمیہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی دینی خدمات، اتباعِ شریعت، احیائے سنت، شانِ استقامت، دعوت الی اللہ، ارشادِ خلق اور اصلاحی کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ" میں آپ کو اکابر اصحابِ شرع مشائخ کے حوالے سے یاد کیا ہے۔ انہوں نے آپ کی مشہور کتاب فتوح الغیب کے بعض اقتباسات کی شرح لکھی ہے۔ جو "شرح کلمات الشیخ عبدالقادر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے اور اب فتاویٰ ابن تیمیہ میں مکمل شائع ہو چکی ہے (ملاحظہ ہو: "شرح کلمات الشیخ عبدالقادر" للشیخ ابن تیمیہ الحرانی مکتبۃ المثنیٰ بغداد فتاویٰ شیخ ابن تیمیہ جلد نمبر ۱۰ از ص ۴۴۵ تا ص ۵۴۸ مطبوعہ الحرمین الشریفین)

فتوح الغیب کے اقتباسات کی تشریح میں شیخ ابن تیمیہ کے درج ذیل جملوں سے عظمت وجلالتِ غوثیہ کا اعتراف نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

والشیخ عبدالقادر ونحوہ من اعظم مشائخ زمانھم امر بالتزام الشرع، فامر الشیخ عبدالقادر وشیخہ حماد الدباس وغیرھما من المشائخ اھل الاستقامۃ رضی اللہ عنھم، واما المستقیمون من السالکین مثل الشیخ عبدالقادر، وکلام الشیخ عبدالقادر قدس اللہ روحہ کثیرًا مایقع فی ھذا المقام فانہ یامر بالزھد فی ارادۃ النفس وھواھا وکلام الشیخ قدس اللہ روحہ یدور علیٰ ھذا القطب وھوان یفعل المامور ویترک المحظور، قال الشیخ ابو محمد عبدالقادر الجیلانی فی کتاب فتوح الغیب، لابدلکل مومن فی سائر احوالہ من ثلاثۃ اشیاء امر یمتثلہ ونھی یجتنبہ وقدر یرضی بہ۔ (شرح کلمات الشیخ عبدالقادر الجیلانی مکتبۃ المثنیٰ بغداد)

مذکورہ بالا جملوں میں شیخ ابن تیمیہ نے اتباعِ شریعت، استقامت اور احکامِ شریعت کی پابندی اور نشرو اشاعت کے لحاظ سے حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کو مشائخ طریقت میں امتیازی شان کا حامل تسلیم کیا اور امر بالمعروف، نھی عن المنکر اور التزامِ شریعت کے بارے میں خصوصی خراجِ تحسین پیش کرکے آپ کے مقامِ صحو وتمکین کا اعتراف کیا۔

کامل ترین اصحابِ صحو کے پیشوا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری زندگی اتباعِ شریعت، احیائے سنت اور اسلامی تعلیمات کی نشرو اشاعت میں گزار دی، وصال سے کوئی پچاس دن پہلے فقہ حنبلی کے مایۂ ناز فقیہ اور محدث "المغنی" کے مصنف شیخ موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی اور الحافظ المحدث عبدالغنی المقدسی کو درسِ فقہ وحدیث سے مشرف کیا (البدایہ والنھایہ علامہ ابن کثیر جلد نمبر ۷ حصہ نمبر ۱۳ ص ۴۲)

امام موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی المتوفیٰ ۶۲۰ھ حدیث پاک کی روایت میں آپ کا ذکرِ خیر اس طرح کرتے ہیں۔ انحبرنا شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر الجیلی

ملاحظہ ہو: کتاب التوابین ابن قدامہ ص ۵۰ دار الکتب بیروت

علامہ ابن کثیر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں وانتفع بہ الناس انتفاعا کثیرا وکان لہ سمت حسن و صمت غیر الامر بالمعروف و النھی عن المنکر (البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۶ حصہ نمبر ۱۲ ص ۲۷۰)

آپ کے علوم و معارف سے لوگوں نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ آپ حسنِ سیرت کے ساتھ صاحبِ وقار و متانت تھے مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے تھے۔

حافظ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں

حصل لہ القبول التام من الناس وانتفعوا بہ وبکلامہ ووعظہ وانتصر اھل السنۃ بظھورہ (ذیل طبقات الحنابلہ ص ۲۹۱)

آپ کو لوگوں کے نزدیک کمال درجے کی مقبولیت حاصل ہوئی لوگوں نے آپ سے اور آپ کے کلام اور پند و نصیحت سے فائدہ اٹھایا اور آپ کے جلوہ افروز ہونے سے اہلِ سنت کے مسلک کو تائید و تقویت پہنچی۔

شیخ محمد عبدہ کے شاگرد شیخ رشید رضا مصری جو بزرگانِ دین کے بارے میں سخت خیالات کے حامل ہیں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے دوسرے اکابر مشائخ کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں مگر حضرت شیخ عبد القادر کے بارے میں اعترافِ کمال کر جاتے ہیں، لکھتے ہیں

تامل ماکتبہ (الشعرانی) فی ترجمۃ الذین یسمونھم الاقطاب الاربعۃ فانک لا تجلفیہ لاحد منھم انہ کان ینفع الناس بعلوم الشرعیۃ الا الشیخ عبد القادر الجیلانی۔ (تفسیر المنار جلد نمبر ۱۱ ص ۴۲۱

مطبوعہ مصر از شیخ رشید رضا مصری)

غور کیجئے کہ جن اقطابِ اربعہ کے حالات امام شعرانی نے بیان کئے ہیں ان میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ کسی نے بھی لوگوں کو علومِ شرعیہ سے نفع نہ پہنچایا۔

اکابر اولیائے کرام کی روایاتِ منقولہ متواترہ اور کتبِ معتبرہ معتمدہ کے تقریباً نو سو سالہ تسلسل کے ساتھ ساتھ علامہ ابن جوزی' شیخ ابن تیمیہ' علامہ ابنِ کثیر' حافظ ابن رجب حنبلی اور شیخ محمد عبدہ کے شاگرد مصنفِ تفسیر المنار کے بیانات اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح نمایاں کر دیتے ہیں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کامل ترین اصحابِ صحو مشائخ کے پیشوا اور مقتدا ہیں۔

عوارف کی عبارت کے الحاقی ہونے کی مزید تائید

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعا فرمانا' تصرف فرما کر علمِ کلام کی رغبت سے انہیں بچانا' ان کے حق میں پیش گوئی فرمانا' شیخ سہروردی کا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ اور آپ کی عظمتِ شان کا بیان کرنا' مجلسِ اعلانِ قدم شریف میں شامل ہونا' ان کے شیخ طریقت کا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستفید ہونا اور کمالِ ادب و احترام کا بارگاہِ غوثیہ میں ظاہر کرنا یہ تمام ایسے امور ہیں جن کی صحت پر تمام مشائخِ سلاسل اور علمائے کاملین کا اتفاق ہے۔ ایسی صورت میں حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ایسی عبارت منسوب کرنا قرینِ تحقیق و انصاف نہیں اور اس طرح کی عبارت ان سے منسوب کرنے کے لائق بھی نہیں کیونکہ اس طرح کرنا تو عام مسترشدین و مستفیدین کی شان سے بھی بعید سمجھا جاتا ہے اور حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ تو آدابِ طریقت میں امام کی حیثیت سے متعارف ہیں اور ادب' تواضع' عجز و نیاز کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہیں۔

بارگاہِ غوثیہ سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے

استفادہ‘ استرشاد اور حصولِ فیض کے بارے میں معترض صاحب تسلی کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل کتابیں دیکھ لیں۔ بھجۃ الاسرار ص ۳۲ طبع مصر‘ نشر المحاسن للشیخ امام الیافعی بھامش جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۳۲۴‘ قلائد الجواہر ص ۱۲۰ طبع مصر‘ ذیل طبقات الحنابلہ ص ۲۹۷ طبع مصر‘ زبدۃ الاسرار شیخ محقق دہلوی ص ۲۶‘ نفحات الانس (مولانا جامی) ص ۳۵۷‘ جامع العلوم مترجم ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت جلد اول ص ۳۲۲‘ جامع کرامات الاولیاء للشیخ النبہانی حصہ دوم ص ۲۱۹ طبع بیروت‘ اقتباس الانوار ص ۸۱‘ سیر الاقطاب ص ۱۱۷‘ مراۃ العاشقین ص ۱۵۹‘ تحفۃ الابرار حصہ اول ص ۲۹‘ القول المستحسن ص ۳۶۵

مشہور شعر و فرمانِ غوثیہ کی تشریحِ مجددیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شعر اور ارشاد "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کی تشریح، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فرمائی۔ آپ نے بیماری کی حالت میں حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا‘ آپ نے ازراہِ مہربانی و عنایت اپنی زبانِ مبارک حضرت مجدد کے منہ میں ڈال کر فرمایا کہ میرے اس شعر اور اس ارشاد کی وضاحت کریں آپ کو اس ضعف سے صحت حاصل ہوگی۔

(ملاحظہ ہو: "حضرت مجدد الف ثانی" مؤلفہ سید زوار حسین شاہ نقشبندی ص ۲۲۹ مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی)

عظمت و جلالتِ غوثیہ کا امتیازی بیان

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیفِ لطیف "مکاشفاتِ غیبیہ" میں تحریر فرماتے ہیں

باید دانست کہ واصلان ذات ازیں بزرگواراں کہ بہ افراد ملقب اند نیز اقل قلیل اند و اکابر صحابہ وائمہ اثنا عشر از اھلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین بایں دولت فائز اند و از اکابر اولیاء اللہ قطب و غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ

عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس باین دولت ممتاز اند و دراین مقام شان خاص دارند کہ اولیاء دیگر ازاں خصوصیت قلیل النصیب اند ہمیں امتیاز فضلے باعث علو شان ایشاں شدہ است فرمودہ اند "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" اگرچہ دیگراں راہم فضائل و کرامات بسیار است اما قرب ایشاں بہ آں خصوصیت از ہمہ زیادہ تر است در عروج وبہ آں کیفیت کسے بہ ایشاں نمیرسد باصحاب وائمہ اثنا عشر دریں باب مشارک اند' ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (مکاشفاتِ غیبیہ ص ۴۰ مطبوعہ کراچی)

جاننا چاہئے کہ واصلانِ ذات میں سے جو بزرگ افراد کے لقب سے مشرف ہوئے ہیں وہ بہت تھوڑے ہیں' اکابر صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے بارہ امام اس مقام پر فائز ہیں اور اکابر اولیائے کرام میں سے غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس دولت سے مشرف ہونے میں ممتاز ہیں اور اس مقام میں خاص شان رکھتے ہیں کہ دوسرے اولیائے کرام کو اس مقام سے کم حصہ ملا ہے' آپ کا فضیلت پر مبنی یہی امتیاز آپ کے علوِ مرتبہ کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے' اگرچہ دوسرے اولیائے کرام کے فضائل و کرامات' بہت ہیں مگر آپ کا قرب' خاص طور پر بلندی میں سب سے زیادہ ہے اور کوئی ولی اس کیفیت میں آپ کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ اس فضیلت میں صحابہ کرام اور ائمہ اثنا عشر اہلِ بیت کے ساتھ شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

مکاشفات کی عبارت پر منصفانہ تبصرہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے عظمت و ارشادِ غوثیہ کی وضاحت فرمائی اور حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت دیکھیں کہ یہ عبارت معترض صاحب کی قطع و برید اور

ترمیم سے محفوظ رہ گئی، نہیں معلوم نہ ہو سکا کہ جس مفہوم کو وہ مکتوبات کے حوالے سے مشکوک اور مخدوش بنانے کی کوشش کرتے رہے وہ صحیح و سالم پوری آب و تاب اور عظمت و جلالت کے ساتھ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف مکاشفاتِ غیبیہ میں جلوہ افروز ہے۔ اب معترض کے لئے سرِدست اس آفتِ ناگہانی کے ٹالنے کا کوئی انتظام مشکل ہے اور تسلیم و رضا کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہاں یہ متوقع ہے کہ معترض صاحب بیک جنبشِ قلم فرما سکتے ہیں کہ اس نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور اس پر وہ کسی کی وضاحت طلبی سے کچھ متفکر بھی نہیں ہو سکتے اور نہیں تو فوراً یہ برہان پیش کر دیں گے

ع: مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اس تحریر سے حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی عظمت و جلالت اور اولیائے کرام پر فوقیت و فضیلت کو نمایاں انداز میں بیان فرمایا اور آپ کے ارشادِ گرامی کو آپ کی فضیلت اور علوِ شان کے اظہار کا ترجمان قرار دیا، جس سے معترض صاحب کے تمام وسوسے اور اندیشے اپنی موت مر کر منطقی نتیجے پر جا پہنچے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ کرام اور ائمہ اہلِ بیت کے خصوصی فضائل و مناقب میں شریک ٹھہرا کر آپ کے عظیم الشان مقام کو اللہ تعالیٰ کے فضلِ عظیم سے تعبیر فرمایا۔ معترض صاحب بقیہ سکر کی دلدل میں پھنس گئے اور امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ مقامِ غوثیت کی بلندیوں کے مشاہدے پر جا پہنچے بالکل بجا ہے۔

ع: فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ تحریر اور اس مضمون پر مشتمل مکتوب جو ہمارے زیرِ نظر مستند مجموعۂ مکاتیب کے بالکل آخر میں ہے آپ کی آخری تحریرات میں سے ہیں (مکتوب نمبر ۱۲۳ حصہ نہم دفتر سوم ص ۱۷۳)

ہمارے اس خیال کی تائید و توثیق پر مطلع ہونے کے لئے ملاحظہ ہوں ملفوظات

فاضل بریلوی حصہ سوم ص ۳۲۴ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور
(حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق نظامی ص ۲۲۶ مطبع رحمانیہ)
"قومی ڈائجسٹ' پیران پیر نمبر' مضمون جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری ص ۲۶۱"

روح المعانی کی عبارت میں مزید تحریف

معترض صاحب کتاب کے ص ۲۶۱ پر روح المعانی کی طویل عبارت نقل کرتے ہوئے جس طرح ابتداء میں پورا پیراگراف حذف کر گئے اسی طرح درمیان میں انہوں نے ان حصوں کو خاص طور پر کاٹ دیا جن میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتِ شان اور امتیازی مقام کو بیان کیا گیا۔ علامہ الوسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

واقول ان السید الشیخ عبدالقادر قدس سرہ و غمرنا برہ قد نال مانال من القطبیة بواسطة جدہ علیہ الصلوٰة والسلام علیٰ اتم وجہ واکمل حال۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جدِ امجد علیہ السلام کے واسطے سے مقامِ قطبیت اتم وجہ اور کامل ترین حال کے ساتھ حاصل کیا۔

معترض اس مفہوم کی عبارت کو حذف کر گئے کیونکہ اس سے حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قطبیت اتم اور اکمل درجے پر ثابت ہوتی تھی اور معترض نے یہ مفروضہ پیش کیا تھا کہ آپ عبدیت اور دوسرے کمالات میں اتم اور اکمل نہیں اگر وہ روح المعانی کی یہ عبارت لکھتے تو اپنے خود ساختہ فاسد مفروضے کو ثابت کرنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا۔

پھر صاحبِ روح المعانی حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور شعر لکھتے ہیں اور اس کی تشریح کرتے ہیں۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدًا علیٰ فلک العلیٰ لا تغرب

پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے مگر ہمارے فضل و کمال کا آفتاب ہمیشہ بلندی کے فلک پر جلوہ گر رہے گا۔

اس کی تشریح میں صاحبِ روح المعانی کی عبارت کے آخری جملے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص عظمت و جلالت پر دلالت کرتے تھے معترض نے ان سے پہلے ہی قلم کو روک دیا چنانچہ یہ الفاظ کاٹ دیئے۔ و ذالک مما لا یکاد ینکر واظہر من الشمس والقمر

روح المعانی کی عبارت میں معترض نے اولاً تو وہ جملے کاٹے جو عظمتِ غوثیہ کو نمایاں کرتے تھے پھر کسی وجہ سے عبارت کے الفاظ سے درگزر کیا تو معنی پر حملہ آور ہوئے اور حتیٰ المقدور اس کا وزن کم کرنے میں سعیِ بلیغ سے کام لیا۔ اب ہم اس عبارت کا وہ ترجمہ درج کرتے ہیں جس کو معترض نامکمل چھوڑ گئے اور پھر اس عربی جملے کا ترجمہ درج کریں گے جسے وہ عمداً چھوڑ گئے۔ صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور شعر جس چیز پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے امرِ ولایت کے ظہور میں استمرار و دوام رہے گا' آپ کی شہرت و مقبولیت پھیل جائے گی' آپ کا سلسلۂ طریقت مشہور ہو گا اور معروف طریقے کے مطابق استفاضہ کرنے والوں کے لئے آپ کا فیضِ عام جاری رہے گا۔

یہ ہے اس عبارت کا ترجمہ جو معترض نے صحیح طور پر کتاب میں درج نہیں کیا کیونکہ وہ یہ طے کر چکے ہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض کو جاری و ساری کہنے سے باقی اولیائے کرام کا فیض بند ہو جاتا ہے۔ اب اگر وہ عبارت کا پورا ترجمہ لکھ دیتے تو ان کے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں' اس لئے اس طرح کرنا ان کی وقتی ضرورت تھی چنانچہ وہ اس عالمانہ ضابطے پر عمل پیرا ہو گئے کہ الضرورات تبیح المحظورات ضرورتیں ممنوع چیزوں کا جواز پیدا کر دیتی ہیں۔

رہا وہ عربی جملہ جو روح المعانی کی عبارت کے بالکل آخر سے انہوں نے

کاٹ ڈالا اور جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر کا یہ جامع مفہوم جو میں نے بیان کیا ہے شمس و قمر سے زیادہ روشن ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ معترض صاحب علامہ الوسی کی یہ عبارت اور یہ ترجمہ بھلا کیوں درج کرتے یہ تو ان کے موقف اور نقطۂ نظر کے سراسر خلاف اور متناقض ہے' ان کو اس شعر کی یہ تشریح کسی قیمت پر پسند نہیں۔ وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اس تشریح سے متفق نہیں' صاحب روح المعانی کا مقام ان سے تو بہر حال کم ہے اور انہوں نے بارگاہ مجددیہ سے ہی اس مفہوم کا استفادہ کیا ہے۔

معترض صاحب مروی عنہ سے مطمئن نہیں راوی پر کس طرح اعتبار کریں اور پھر دوسرے بزرگان دین کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا تحفظ معترض صاحب نے کرنا ہے اگر فیضانِ غوثیہ کو جاری و ساری تسلیم کر لیا جائے تو دوسرے بزرگوں کا فیض بند ہو جائے گا' اس لئے معترض صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر بزرگ اپنی زندگی میں فیض جاری کر سکتا ہے جب ان کا وصال ہو جائے تو پھر کوئی زندہ بزرگ فیض جاری کرے اگر زندہ اور متوفیٰ بزرگ دونوں فیوض و برکات پہنچائیں تو اس سے تصادم کی صورت پیدا ہوگی جو اربابِ طریقت کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ اس فلسفے کے مزید دلائل معترض صاحب کی کتاب میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

معترض صاحب ذرا وضاحت فرمادیں

صاحب روح المعانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مضمون کے بارے میں جسے معترض صاحب نے قطع و برید کے ذریعے اپنے موقف سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی صرف یہ فرمایا کہ میرا ظنِ غالب یہ ہے حالانکہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا کشف اس کے برعکس ہے' نیز علامہ الوسی نے کوئی منقول روایت پیش نہیں فرمائی بلکہ حضرت مجدد کے کشف کو قبول کرتے ہوئے مقامِ کشف کے حصول سے

اپنے عجز و تواضع کا اظہار کیا پھر کیا وجہ ہے کہ جناب! ظنِ غالب پر مبنی مضمون و مفہوم کو زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ جبکہ آپ کا معمول اور طریقہ تو یہ ہے کہ صاحبِ فتوحات، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ جہاں فتوحات میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خصوصی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کما نظن فی عبدالقادر الجیلی کبھی اس طرح لکھتے ہیں ھذا ھو الظن بامثالہ شیخ ابن عربی نے اس قسم کے الفاظ تصرف اور ادخار کی بحث میں لکھے ہیں۔ ان جملوں کے متعلق تو آپ بڑی شد و مد سے کتاب میں لکھ دیتے ہیں کہ شیخ ابنِ عربی نے یہ باتیں بطور ظنِ غالب کے لکھی ہیں جن کو حجت نہیں بنایا جا سکتا حالانکہ حضرت ابن عربی کا علمی و روحانی مرتبہ بدرجہا صاحبِ روح المعانی سے بلند و بالا ہے اور پھر ان کے مبنی بر ظن جملے کسی بزرگ کے کشف کے خلاف بھی نہیں۔ ہمیں اس دوہرے معیار کی وضاحت درکار ہے کہ کبھی تو آپ حضرت رئیس المکاشفین شیخ ابن عربی کے ظنِ غالب کو مسترد فرما دیتے ہیں اور کبھی صاحبِ روح المعانی علامہ الوسی کے ظنِ غالب کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ فلسفۂ ترجیح اشکال سے خالی نہیں "بقولِ حافظ شیرازی"

مشکلے دارم زدانشمندِ محفل باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمترے کنند

فرمانِ غوثیہ اور صاحبِ روح المعانی

معترض نے ہر چند بڑی کوشش کی اور روح المعانی کی عبارتوں میں قطع و برید اور تحریف لفظی و معنوی کا جال بچھایا مگر خاتم المفسرین علامہ شہاب الدین محمود الوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بڑی کامیابی اور آسانی کے ساتھ اس جال سے بچ نکلے اور بزبانِ حال معترض صاحب سے مخاطب ہوئے

برو ایں دام بر مرغِ دگرنہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

صاحبِ روح المعانی "الطراز المذہب شرح قصیدۃ مدح الباز الاشہب" میں لکھتے ہیں

والذی یخطر ببال ھذا العبد الفقیر ان القدم علی حقیقتھا کما ھو الظاہر المتبادر من اللفظ ویؤیدہ الوصف بھذہ فانھا حقیقۃ فی المشار الیہ المشاھد المحسوس وان الشیخ قدس سرہ ماقال ذالک الاعلیٰ لسان الحقیقۃ المحمدیۃ (ملاحظہ ہو: "الطراز المذہب" ص ۲۰ طبع مصر، سن طباعت ۱۳۱۴ھ)

جو بات عبدِ فقیر کے دل میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ارشادِ غوثیہ میں قدم اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے جس طرح کہ لفظ کے ظاہر سے فوری طور پر معلوم ہوتا ہے۔ پھر ھذہ کا کلمہ جس کی وضع ایسے مشار الیہ کے لئے ہے جو دیکھا جائے اور محسوس ہو اس معنی کی تائید کرتا ہے اور بے شک حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ نے حقیقتِ محمدیہ کی زبان سے اس طرح فرمایا ہے۔ صاحبِ روح المعانی کی اس وضاحت سے ،معترض صاحب تسلی کرلیں اور مطمئن ہو جائیں کہ انہیں روح المعانی کی عبارات میں قطع و برید سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ علامہ الوسی ان کے سکر آمیز نظریہ سے بالکل متفق نہیں لہٰذا وہ خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور کوئی دوسری تدبیر سوچیں۔

مکتوبِ امام ربانی کی وضاحت

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں معترض نے مختلف طریقوں سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انہوں نے اس ارشاد کو سکر پر محمول کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ عوارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے' چونکہ معترض نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال و ارشادات کو اپنی تائید میں پیش کرکے فریب دینے کی کوشش کی۔ اس لئے ہم نے تفصیلی بحث کے ذریعے معترض کے ان اقدامات کی

تردید ضروری سمجھی اب ہم اصل موضوع پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد چتری رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں مکتوب نمبر ۲۹۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔ و آنچہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ فرمودہ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ صاحب عوارف کہ مرید و مربائے شیخ ابوالنجیب سہروردی است کہ از محرماں و مصاحبان حضرت شیخ عبدالقادر بودہ است ایں کلمہ را ازاں کلمات ساختہ است کہ مشعر عجب اند کہ از مشائخ در بدایت احوال بواسطہ بقایائے سکر صدور یافتہ اند و در نفحات از شیخ حماد دباس کہ از شیوخ حضرت شیخ است نقل کردہ است کہ بطریق فراست او فرمودہ کہ ایں عجمی را قدمے است کہ در وقت وے بر گردن ہمہ اولیاء خواہد بود و ہر آئینہ مامور شود بہ آنکہ بگوید "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" و ہر آئینہ آں را بگوید و ہمہ اولیاء گردن، بنھند بہر تقدیر حضرت شیخ دریں کلام محق اند ایں کلام خواہ از بقایائے سکر از ایشاں سر بر آوردہ باشد و خواہ مامور باشند باظہار ایں کلام، قدم ایشاں بر گردنہائے جمیع اولیائے آں وقت بودہ است و جمیع اولیائے آں وقت زیر قدم ایشاں بودہ اند لیکن باید دانست کہ ایں حکم مخصوص بہ اولیائے آں وقت است اولیائے ماتقدم وما تاخر ازیں حکم خارج اند چنانکہ از کلام حماد مفہوم مے شود کہ قدم او در وقت وے بر گردن ہمہ اولیاء خواہد بود و نیز غوثے کہ در بغداد بودہ است و حضرت شیخ عبدالقادر و ابن سقا و عبداللہ بزیارت او رفتہ بودند آں غوث بطریق فراست در حق شیخ گفتہ ے بینم ترا در بغداد کہ بہ منبر بر آمدہ ای وے گوئی "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" وے بینم اولیائے وقت ترا کہ ہمہ گرد نہائے خود را پست کردہ اند اجلال و اکرام ترا از کلام ایں بزرگ نیز مفہوم مے شود کہ آں حکم مخصوص بہ اولیائے آں وقت بودہ است۔

حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کے ارشاد کو صاحبِ عوارف نے جو کہ شیخ ابوالنجیب سہروردی کے مرید اور تربیت یافتہ ہیں اور شیخ ابوالنجیب حضرت شیخ

عبدالقادرؒ کے مصاحب اور محرمِ راز تھے، ان کلمات پر محمول کیا ہے جن سے خود بینی کا اشارہ نکلتا ہے اور ابتدائے احوال میں سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے مشائخ سے صادر ہوتے ہیں اور نفحات الانس میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیوخ میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے بطریقِ نورِ فراست فرمایا تھا کہ اس عجمی یعنی شیخ عبدالقادرؒ کو وہ قدم حاصل ہے جو ان کے وقت میں تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہوگا یقیناً وہ اس طرح کہنے پر مامور ہوں گے کہ فرمائیں "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" اور وہ یقیناً اس طرح کہیں گے اور تمام اولیائے کرام گردن جھکائیں گے۔ بہر صورت حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کلام میں حق پر ہیں یہ کلام آپ سے بقایائے سکر سے صادر ہوا ہو یا اس طرح انہوں نے بامرِالٰہی فرمایا ہو آپ کا قدم تمام اولیائے وقت کی گردن پر ہوا ہے اور اس وقت کے تمام اولیاء آپ کے زیرِ قدم رہے ہیں لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حکم اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص ہے متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام اس حکم سے خارج ہیں، جس طرح کہ حضرت حماد کے کلام سے سمجھا جاتا ہے نیز بغداد کے ایک غوث نے بطریقِ فراست حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمایا تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں آپ بغداد میں بر سر منبر فرما رہے ہیں کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے اور میں اولیائے وقت کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے احترام و اکرام کی خاطر گردنیں جھکائے ہوئے ہیں۔ اس بزرگ کے کلام سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

مکتوبِ مذکور پر منصفانہ تبصرہ

ہم نے مکتوب اس حد تک نقل کیا ہے جس سے قدم شریف کی بحث متعلق ہے اور ہم نے مکتوب کے الفاظ اور معنی کسی چیز میں قطع و برید نہیں کی۔ اس مکتوب سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشادِ

گرامی کے بارے میں اپنی کوئی رائے قائم نہیں فرمائی بلکہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ حماد دباس رحمتہ اللہ علیہ اور ایک غوثِ وقت کے اقوال نقل فرمائے۔ اس لئے اس مکتوب سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ آپ کے فرمان کو سکر پر محمول کرتے ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس مکتوب سے جہاں تک شیخ حماد اور غوثِ وقت کی روایت سے آپ کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے قبل از وقت پیش گوئی فرمائی تھی کہ آپ مامور ہو کر یہ اعلان کریں گے۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بھی تصدیق فرمادی کہ آپ اس کلام میں حق پر قائم تھے۔ اس مکتوب کے مطابق حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ اس حکم کو اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں مگر یہ آپ کی آخری رائے نہیں اور یہ بات آپ کے آخری مکتوبات اور مکاشفات کی عبارات سے سمجھی جا سکتی ہے جن کا تذکرہ ہم کرچکے ہیں مزید قدمِ غوثیہ کے عموم و شمول کی بحث میں بھی اس کی کچھ وضاحت آئے گی۔

حضرت مجدد الف ثانی کے بارے معترض کی غلط بیانی

مکتوب اور اس کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے مگر معترض صاحب حسبِ عادت اضافہ کرتے ہوئے کتاب کے ص ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت امام ربانی کے نزدیک یہ قول بوجہ بقیہ سکر ہی صادر ہوا ہے اور جانبِ سکر ہی آپ کے خیال شریف میں راجح ہے۔ یہ ہے معترض صاحب کی ماہرانہ کارستانی اور تحریف و تبدیل کی عادت جس سے وہ باز نہیں رہ سکتے اور یہ طریقہ انہوں نے ہر کتاب اور ہر بزرگ کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ جلال بزرگ شمار کئے جاتے ہیں اور ان پر الزام لگانا کارے دارد ہے مگر معترض صاحب بھی اس فن میں کافی حد تک تجربہ رکھتے ہیں اس لئے وہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو مستثنیٰ نہ کرنے میں مجبور رہیں۔

فرمانِ غوثیہ اور علامہ یوسف بن اسماعیل النبهانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت الشیخ علامہ یوسف بن اسماعیل النبهانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "جامع کرامات الاولیاء" میں حضور غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے بارے میں ایک غوثِ وقت کی پیش گوئی کا تذکرہ کیا، جن کے پاس آپ طالب علمی کے زمانے میں دو ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ اس غوثِ وقت نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بغداد میں کرسی پر بیٹھ کر اعلان کر رہے ہیں کہ میرا یہ قدم تمام اولیائے کرام کی گردن پر ہے اور اولیائے وقت نے آپ کی عظمت و جلالت کی وجہ سے گردنیں جھکا دیں۔ علامہ نبهانی کا خیال ہے کہ غوثِ وقت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

اس کے بعد علامہ نبهانی، ابن عصرون الشافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فاما الشیخ عبدالقادر فقد ظهرت امارات قربه من الله واجمع علیه الخاص والعام وقال قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله فاجابه فی تلک الساعة اولیاء الدنیا قال جماعة واولیاء الجن و طاطؤا روسهم و خضعوا الا رجلا باصبهان فسلب حاله وممن طاطا راسه ابوالنجیب السهروردی واحمد الرفاعی وابو مدین والشیخ عبدالرحیم القناوی۔

بہرحال شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس آپ کے قربِ الٰہی کی علامات ظاہر ہوئیں اور خواص و عوام کا آپ کی ولایت پر اجماع ہوا اور آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پس اسی وقت دنیا کے تمام اولیائے کرام نے آپ کا فرمان قبول کیا۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ جنات کے اولیاء نے بھی فرمان قبول کیا، اپنے سر جھکا دیئے اور عاجزی کی، البتہ اصفہان کے ایک ولی نے انکار کیا تو اس کی ولایت ختم کر دی گئی اور سر جھکانے والوں میں شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ احمد

الرفاعی، شیخ ابو مدین مغربی اور شیخ عبدالرحیم القناوی رضی اللہ عنہم شامل تھے۔
علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ناقلین کی کثرت اور تقویٰ کی وجہ سے یہ
واقعہ، درجۂ تواتر کے قریب ہے (جامع کرامات الاولیاء جلد دوم ص ۲۹۰)

فرمانِ غوثیہ کا عموم اور شمول

اس بات پر تو تمام علماء و مشائخ بلکہ تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمان ہم عصر اولیائے کرام کے لئے ہے جبکہ بہت سے حضرات اکابر علماء و مشائخ اس فرمان کے عموم اور شمول میں متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام کو داخل سمجھتے ہیں۔ ہمیں ان بعض حضرات سے جو اس ارشاد کو وقت کے ساتھ مختص کرتے ہیں ایسا اختلاف نہیں جس کی بنا پر ہم ان پر جہالت، گمراہی اور تعصب کا فتویٰ لگائیں اور نہ ہی ایسے مسائل میں اتنی شدت اور تنگ نظری سے کام لینا چاہیے۔ البتہ ہمیں یہ حق ضرور حاصل ہے کہ اپنے موقف کو دلائل اور شواہد کی روشنی میں پیش کریں اور اس بات کی صداقت اور حقانیت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں کہ اکابر علماء و مشائخ کی اکثریت اس ارشاد کے عموم کی قائل ہے۔ نیز وقت، عصر اور زمان کے الفاظ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ متقدمین اور متاخرین اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح بعض بزرگوں کے اس طرح فرمانے سے کہ اگر ہم اس وقت ہوتے تو گردن جھکانے میں سبقت کرتے ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہ اس ارشاد کے عموم میں داخل نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہری حیات کے زمانے میں حسی اور ظاہری طور پر جن اولیائے کرام نے قدمِ پاک کا شرف حاصل کیا وہ ان بزرگوں پر فوقیت رکھتے ہیں جنہوں نے روحانی اور معنوی طور پر اس فرمان کا شرف حاصل کیا اور ان کا یہ فرمانا اسی آرزو اور فضیلت کے حصول میں اظہارِ شوق ہے کہ کاش ہم اس زمانے میں ہوتے جس میں آپ نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا اور کائنات کے گوشے گوشے میں تمام اولیائے کرام گردنیں جھکا کر فیوض و برکات

اور انوار و تجلیات سے مستفیض ہوئے۔

بزرگانِ دین کے لئے بیداری میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کا شرف ثابت اور محقق ہے مگر اس کے باوجود وہ ان نفوسِ قدسیہ کی گردِ راہ پر نثار ہوتے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی حیاتِ ظاہری میں زیارت کا شرف حاصل کیا تو کیا آفتابِ نبوت اور ماہتابِ رسالت کے اس دورِ نصف النہار کی تمنا یا آرزو کرنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ تمنا کرنے والے حضور علیہ السلام کی زیارت کے شرف سے مشرف نہیں۔ بیداری میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کرنے والے ایسے اکابر مشائخ بھی ہیں جو مسلسل کئی سالوں تک ہر وقت جمالِ نبوت کا مشاہدہ فرماتے رہے مگر ان کو شرفِ صحابیت حاصل نہیں ہو سکتا اور حضرات صحابہ کرام کی خاکِ پا کو وہ سرمۂ چشم اور ان کے نعلین کو سر کا تاج یقین کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہری حیات کے پاکیزہ دور میں جن اولیائے کرام نے ظاہری اور حسی طور پر زیرِ قدم ہونے کا شرف حاصل کیا وہ ان بزرگوں سے اس شرف میں زیادہ ہیں جنہوں نے روحانی اور معنوی طور پر زیرِ قدم ہونے کی سعادت حاصل کی۔ پس وقت، زمان اور عصر کے الفاظ کا مفہوم اور بزرگوں کی تمنا کرنے کا مقصد یہی نظر آتا ہے کہ اس سے ارشادِ غوثیہ کے ظاہری و حسی دور کی اہمیت اجاگر ہو جائے اور وہ فیوض و برکات جو ان بزرگوں نے حاصل کئے ان کی عظمتِ شان نمایاں ہو جائے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر اولیائے کرام کی عظمت و جلالت اور ان کے عظیم الشان مقام کو دیکھا جائے تو پھر متاخرین اولیائے کرام کے لئے اس فرمان کے عموم سے مشرف ہونے میں کوئی استبعاد اور استعجاب باقی نہیں رہتا بلکہ ان کے لئے قدمِ پاک کے شرف کے ساتھ ساتھ اپنے مشائخ کی اقتداء اور پیروی کی سعادت بھی ثابت ہو جاتی ہے اور مشائخ طریقت کی اقتدا اور موافقت کی اہمیت اربابِ طریقت کے نزدیک روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ ہم اپنے موقف

کے ثبوت اور ترجیح کے دلائل کا آغاز کرتے ہیں اور اکابر علماء و مشائخ کے اقوال و عبارات و روایات پیش کر کے فرمانِ غوثیہ کے عموم و شمول پر بحث کرتے ہیں۔

فرمانِ غوثیہ کے عموم پر اکابر مشائخ کے اقوال

(۱) امام شیخ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ بهجة الاسرار میں شیخ ابو سعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مسند روایات نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

لما قال الشیخ عبد القادر قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تجلی الحق عز و جل علی قلبه و جاءته خلعة من رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ید طائفة من الملائکة المقربین والبسها بمحضر من جمیع الاولیاء من تقدم منهم ومن تاخر الاحیاء باجسادهم والاموات بارواحهم وکانت الملائکة و رجال الغیب حافین بمجلسه واقفین فی الهواء صفوفا حتی استدبهم الافق ولم یبق ولی فی الارض الا حنی عنقه (بهجة الاسرار ص ۹)

جب حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر تجلی فرمائی اور آپ کے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملائکہ مقربین کی جماعت کے ہاتھوں خلعت پہنچی جسے آپ نے تمام اولیائے متقدمین و متاخرین کی موجودگی میں زیبِ تن فرمایا۔ ظاہری حیات کے دور والے بزرگ اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور اس جہان سے رخصت ہو جانے والے ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ ملائکہ کرام اور رجال الغیب نے آپ کی مجلس کو گھیرے میں لے رکھا تھا اور فضا میں صفیں باندھ کر کھڑے تھے یہاں تک کہ آسمان کے کنارے ان کے اژدھام کی وجہ سے بھر گئے اور روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ رہا جس نے گردن نہ جھکائی ہو۔

یاد رہے کہ معترض نے بهجة الاسرار کی اس روایت کو کتاب میں درج نہیں کیا حالانکہ دوسری روایات جن میں معاصرین اولیائے کرام کا تذکرہ ہے

انہیں درج کیا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس روایت سے ان کے خود ساختہ موقف کو نقصان پہنچتا تھا۔

(۲) شیخ مکہ امام عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی کتاب "نشرالمحاسن" میں نقل کیا اور ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول کو متقدمین و متاخرین اولیائے کرام کے لئے ثابت کیا۔

(نشرالمحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۱۴۰ مطبوعہ بیروت)

(۳) حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمانِ غوثیہ کے عموم اور شمول کو اپنی کتاب " نفحات الانس "میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا لکھتے ہیں۔ بہ محضر اولیائے متقدمین و متاخرین کہ آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات بارواح خود۔ آپ نے اولیائے متقدمین و متاخرین کی موجودگی میں یہ اعلان فرمایا۔ (نفحات الانس ص ۳۵۴ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

(۴) حضرت الشیخ امام محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی الانصاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" میں فرمانِ غوثیہ کے عموم و شمول کو متقدمین و متاخرین اولیائے کرام کے لئے ثابت کیا ہے' تحریر فرماتے ہیں

من تقدم منهم و من تاخر الاحياء بالاجساد و الاموات بالارواح

(قلائد الجواہر ص ۳۱ طبع مصر)

(۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "زبدۃ الاسرار" میں ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وثبت انه رضي الله تعالىٰ عنه صادق في قوله قدمي هذه على رقبة كل ولي الله ومامور به وهو عام في كل فرد من الاولياء لا دلالة فيه على تخصيص اهل الزمان وايضا تفضله على اهل زمانه متفق عليه لكن احدهما اثبت زيادة و مثبت الزيادة من الاشهاد راجح. لسلامته عن التعارض كما تقرر من قواعد اصول الفقه۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرمان میں صادق اور مامور من اللہ ہیں اور آپ کا یہ فرمان اولیائے کرام کے ہر فرد کو شامل ہے۔ اس میں اھلِ زمان کی کوئی تخصیص نہیں ویسے بھی اھلِ زمان پر آپ کی فضیلت متفق علیہ ہے اور دوسری روایات جن میں عموم ہے وہ مثبتِ زیادت ہیں اور مثبتِ زیادت گواہوں کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ وہ تعارض سے محفوظ ہوتے ہیں جس طرح کہ اصولِ فقہ کے قواعد میں یہ بات طے شدہ ہے۔

حضرت شیخ کے نزدیک وہ روایات جن میں ارشاد کا عموم اور فضیلت کا عموم ہر دور کے اولیائے کرام کے لئے ثابت ہوتا ہے بمنزلہ ان گواہوں کے ہیں جو اپنی گواہی میں کسی چیز کی مقدار میں زیادتی کو ثابت کرتے ہیں اور اصولِ فقہ کے قواعد میں ان گواہوں کو ترجیح دی جاتی ہے پس یہاں بھی ان روایات کو ترجیح ہوگی جو آپ کے ارشاد کے عموم اور فضیلت کے عموم کو ثابت کریں۔

وقت، عصر اور زمان کے الفاظ حصر و تخصیص کے موجب نہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے فضائل و کمالات میں جہاں آپ کی فضیلت اہلِ زمان اور اہلِ عصر پر بیان کی جاتی ہے تو اس کا مقصد اس زمانے کے ساتھ حصر اور تخصیص نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

فعلی ھذا ما صدر من الاخبار فی تفضلہ علی اولیاء عصرہ واھل زمانہ ینبغی ان لا یکون المراد منہ التخصیص والحصر بل اکتفاء بالمقصود و ابتناء علی العرف فان اکثر مایقال فی العرف فی مقام المدح ھو افضل العصر واکمل الدھر وحید زمانہ فریداوانہ بناء علی وجودہ فیہ و تعلق الغرض بہ فقط فان الغرض من اظھار تفضیلہ غالبا ھو التحریض للسالکین والطالبین من اھل العصر علی التزام اتباعہ والاستفاضۃ بہ والاستسعاد بسعادۃ صحبتہ و

محبتہ(زبدۃ الاسرار ص ۲۹٬۳۰ مطبوعہ بمبئی انڈیا)

پس وہ روایات جو آپ کی اولیائے عصر پر تفضیل کو ثابت کرتی ہیں ان سے تخصیص اور حصر مراد نہیں بلکہ مقصود پر اکتفاء اور عرف کی بنا پر یوں کہا گیا ہے اس لئے کہ اکثر عرف میں مقامِ مدح پر کہا جاتا ہے وہ افضل العصر ہیں' اکمل الدہر ہیں وحیدِ زمان اور فریدِ اوان ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ موصوف و ممدوح اس زمانے میں ظاہری طور پر ہوتے ہیں اور استفادہ و استفاضہ ظاہری کی غرض ان کے وجودِ ظاہری سے متعلق ہوتی ہے اس لئے ہم عصر لوگوں پر اظہارِ تفضیل سے غالباً یہی غرض ہوتی ہے کہ ان کے ہم زمان اہلِ طلب و سلوک کو احساس دلایا جائے تا کہ وہ ان کے اتباع کا التزام کریں' ان سے فیض حاصل کریں اور ان کی صحبت و محبت کی سعادت حاصل کریں۔ حضرت شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ کی وہ روایت بھی نقل فرمائی ہے۔ جس میں ارشادِ غوثیہ کا عموم و شمول' متقدمین و متاخرین اولیائے کرام سب کے لئے ثابت ہے۔

(زبدۃ الاسرار ص ۱۰)

مجموعۂ مکاتیب و رسائل میں بھی شیخ محقق کی عبارت سے فرمانِ غوثیہ کا عموم و شمول اور اطلاق واضح ہوتا ہے چنانچہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ خیر میں لکھتے ہیں اکرم اولیاء اللہ الذی قدمہ علی رقاب جمیع اولیاء اللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم (مجموعہ مکاتیب و رسائل ص ۲۶۴)

شیخ محقق سے معترض کا تعارض

معترض صاحب' اپنی کتاب میں کئی مقامات پر شیخ محقق کے حوالے سے مغالطہ دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ آپ کا موقف' ارشادِ غوثیہ کی وقت کے ساتھ تخصیص و حصر ہے۔ افسوس کہ وہ حضرت شیخ کے بارے میں رائے قائم کرنے سے پہلے ان کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے تو انہیں خفت نہ اٹھانا پڑتی۔

ع: چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

مشائخِ چشت کی مشہور کتاب سیر الاقطاب

سیر الاقطاب کے مصنف شیخ الھدیہ بن عبد الرحیم چشتی عثمانی رحمتہ اللہ علیہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فرمانِ عالیشان کو اولیائے متقدمین و متاخرین سب کے لئے شامل قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکہ مقربین و اولیائے متقدمین و متاخرین کہ در آں جا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات بارواح خود خلعت در وے پوشانیدند (سیر الاقطاب ص ۱۱۵ مطبع نو لکشور)

جب آپ نے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" فرمایا تو رسول پاک علیہ السلام، ملائکہ مقربین اور اولیائے متقدمین و متاخرین کی موجودگی میں آپ کو خلعت پہنائی گئی۔

مشائخِ چشت کی مستند کتاب اقتباس الانوار

حضرات مشائخِ چشت کی معتبر اور مستند کتاب "اقتباس الانوار" کے مصنف شیخ محمد اکرم صابری چشتی قدوسی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ، خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے ارشادِ غوثیہ کے متقدمین و متاخرین اولیائے کرام کے لئے عموم و شمول کو ثابت کیا ہے۔ آپ ارشادِ غوثیہ کے عموم کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بردست طائفہ ملائکہ مقربین بہ محضر اولیائے متقدمین و متاخرین کہ آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات بارواح خود خلعت در وے پوشانیدند (اقتباس الانوار ص ۸۱، ۸۲ مطبع اسلامیہ لاہور)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ مقربین کی جماعت کے ہاتھوں اولیائے متقدمین و متاخرین کی موجودگی میں آپ کو یہ خلعت پہنائی۔ جو اولیائے کرام حیاتِ ظاہری سے موجود تھے وہ اپنے اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور جو وصال فرما چکے تھے وہ اپنی ارواحِ طیبہ کے ساتھ حاضر تھے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات "عباد الرحمٰن" کے مؤلف جو ان کے خاندان ہی کے چشم و چراغ ہیں لکھتے ہیں۔ غوث اعظم سلطان المشائخ حضرت الشیخ ابو محمد عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ نے ان کے مشہور فرمان "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کی صحیح تاویل کو اپنے مختصر رسالے میں خصوصاً بالتفصیل بیان فرمایا۔ خوفِ طوالت چونکہ دامن گیر رہتا ہے اس لئے اس فرمانِ مذکور کی تاویل میں صرف وہ حصہ جو تمہیداً تحریر فرمایا ہے درج کرتا ہوں۔ فرمودہ اند قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ پس ایں سخن راچناں معنی باید کرد کہ فضل ایشاں بر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و صحابہ و تابعین علیہم الرضوان لازم نیاید (عباد الرحمٰن جلد اول ص ۳۴ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ) حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کا ایسا معنی کرنا چاہئے کہ اس سے آپ کی فضیلت و فوقیت انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام و تابعین علیہم الرضوان پر لازم نہ آئے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ فرمانِ غوثیہ کے عموم و شمول میں تمام متقدمین و متاخرین اولیائے کاملین، مشائخِ عظام اور صوفیائے کرام کو داخل سمجھتے ہیں۔ البتہ اس فرمان کے ایسے عموم و مفہوم کے قائل نہیں جس سے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انبیائے کرام اور صحابہ و تابعین پر فضیلت ثابت ہو اور بحمد اللہ یہی ہمارا مسلک و موقف ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان دراصل مشائخِ چشت کا ترجمان ہے جو معترض صاحب کے لئے قابلِ قبول اور قابلِ برداشت نہیں کیونکہ وہ مشائخِ چشت کی مخالفت کے باوجود ان کی مصنوعی ترجمانی کے اعزاز سے کسی قیمت پر دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں۔

مقابیس المجالس ملفوظاتِ فریدی

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ "کوٹ مٹھن شریف" کے متعلق ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ گرامی کو بامرِ الٰہی قرار دیا جس طرح کہ مقابیس المجالس کے ص ۷۷۲ پر مرقوم ہے۔ معترض نے چونکہ مقابیس المجالس کا صحیح مطالعہ نہیں کیا اس لئے ایک دو ملفوظ دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ آپ ارشادِ غوثیہ کے عموم کے قائل نہ تھے اور جس ملفوظ سے عموم ثابت ہوتا تھا اس میں قطع و برید کر دی۔ مقابیس المجالس میں ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کی ملتان میں حضرت مخدوم صدر الدین گیلانی رحمتہ اللہ علیہ، سجادہ نشین درگاہِ حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ارشادِ غوثیہ پر بات ہوئی تو آپ نے اس ارشاد کو وقت اور زمان کے ساتھ مخصوص قرار دیا۔

معترض نے بات یہاں ختم کر دی حالانکہ اس ملفوظ کے آخر میں یہ عبارت ہے (ہاں اگر یہ بات معتبر اور مستند کتابوں مثل نفحات الانس، اخبار الاخیار اور مکتوباتِ امام ربانی میں درج ہے تو میں ماننے کو تیار ہوں)

(مقابیس المجالس ص ۷۸۸)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت، ارشاد غوثیہ کے عموم کا انکار نہیں فرماتے تھے ابھی آپ نے تحقیق نہیں فرمائی تھی۔ پس جب نفحات الانس (مولانا جامی) اور زبدۃ الاسرار (شیخ محقق دہلوی) میں عمومِ ارشاد کی وضاحت ہے جو اس وقت حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے علم میں نہ تھی تو پھر آپ کا موقف عموم و شمول فرمانِ غوثیہ برائے اولیائے متقدمین و متاخرین واضح اور ثابت ہو گیا۔

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے نقطۂ نظر میں بھی بعد میں تبدیلی آ گئی تھی آپ کے آخری مکتوبات اور مکاشفاتِ غیبیہ کی عبارات اس پر شاہد ہیں یہی وجہ ہے کہ مستند ترین نسخہ مکتوبات، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۴ھ کے محشی، مولانا نور احمد

امرتسری نے حاشیہ پر ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول کی روایت تحریر کی ہے جو ہمارے موقف کی مؤید ہے۔ (حاشیہ مکتوباتِ مجددیہ ص ۱۲۳ دفتر اول حصہ پنجم)

قولِ مستحسن شرح فخرالحسن

مشائخِ چشت کی مشہور و مستند کتاب "القول المستحسن شرح فخرالحسن" کے مصنف حضرت مولانا احسن الزمان چشتی حیدر آبادی رحمتہ اللہ علیہ' خلیفہ حضرت سید محمد علی چشتی سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانِ عالی شان کے عموم و شمول کو بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت درج کرتے ہیں جس میں اولیائے متقدمین و متاخرین کے گردنیں جھکانے کا تذکرہ ہے۔ (القول المستحسن ص ۲۸۵)

مشائخِ چشت اور معترض کے موقف میں تضاد

حضرات مشائخ چشت رضی اللہ عنہم کے ارشادات و عبارات سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ان نفوسِ قدسیہ کے پاکیزہ موقف اور نقطۂ نظر سے معترض کے خود ساختہ مفروضے کا کوئی تعلق اور تناسب نہیں۔ حقیقتِ حال تو یہ ہے مگر معترض صاحب کی سینہ زوری اور دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ مشائخ سے مخالفانہ روش اور متضاد موقف رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو ان کا ترجمان قرار دیتے ہیں۔ کیا معترض صاحب یہ جرات کرسکتے ہیں کہ ارشادِ غوثیہ کے بارے میں مشائخِ چشت کی کسی مستند شخصیت یا مستند کتاب سے یہ ثابت کرسکیں کہ ارشادِ غوثیہ کا صدور بامرِالٰہی نہیں ہوا۔

ہم نے پوری ذمہ داری اور سنجیدگی سے مشائخِ چشت کی معتبر کتابوں کے حوالے نقل کیے اور ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ معترض ہماری نقل کردہ عبارات و حوالہ جات میں کسی قسم کی تحریف اور قطع و برید ثابت نہیں کرسکتے۔ ہمارے نزدیک یہ مشائخِ کرام خود بھی علم و فضل کے بلند مقام پر فائز تھے اور اکابر مشائخِ چشت کی عظمتوں کے تحفظ اور ان کے موقف کی ترجمانی کا معترض سے

کہیں زیادہ حق رکھتے تھے۔ جب انہوں نے فرمانِ غوثیہ کی حقانیت اور وسعت کو جان و دل سے قبول کیا اور اس کا برملا اظہار کیا تو پھر معترض صاحب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود ساختہ اور بے سند نقطۂ نظر کو مشائخ چشت کی طرف منسوب کریں۔

قابلِ تقلید فریدی روش برائے معترض

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن شریف) کے بارے میں ہم مقابیس المجالس کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ ملتان میں ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول پر گفتگو فرماتے ہوئے انہوں نے ارشاد فرمایا (ہاں اگر یہ بات معتبر اور مستند کتابوں مثل نفحات الانس' اخبار الاخیار اور مکتوباتِ امام ربانی میں درج ہے تو میں ماننے کو تیار ہوں)۔ اس کو کہتے ہیں حق پرستی' انصاف پسندی اور عظمت کردار کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے قادری اور نقشبندی بزرگوں پر اعتماد و یقین کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان حضرات نے اپنی کتابوں میں ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول کا ذکر کیا ہے تو مجھے تسلیم ہے۔ ادھر معترض صاحب ہیں جو مشائخ قادریہ و نقشبندیہ تو درکنار' مشائخ چشت کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس ناکام کوشش میں مصروف ہیں کہ خود ساختہ موقف کو ان کا نقطۂ نظر ثابت کریں۔ ہمارے خیال میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کا پاکیزہ طریقہ اور عظمتِ کردار معترض کے لئے ایک قابلِ تقلید روش ہے۔

مشائخ چشت کی مخالفت کا عبرتناک نتیجہ

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں متعدد مقامات پر مشائخ کرام کی اطاعت و موافقت کی اہمیت کو بیان فرمایا اور ان کی مخالفت و مزاحمت کو نہایت خطرناک قرار دیا۔ ایک مقام پر اس مضمون کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

اگر تو اپنی عقل و فہم کی بنا پر مشائخِ کرام کو حق سے دور خیال کرے گا تو پھر کتابِ ہدایت کا متن بلکہ دیباچہ بھی گم کر بیٹھے گا۔

چنانچہ معترض صاحب بھی مشائخ کی مخالفت اور مناقشت کی وجہ سے اسی صورتِ حال تک پہنچ چکے ہیں اور اس کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ انہوں نے ارشادِ غوثیہ کے بارے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا' عبارات و اقوال میں قطع و برید کی' عبارتوں کے مفاہیم میں غلط بیانی سے کام لیا' خود ساختہ موقف کو علماء و مشائخ کی طرف منسوب کیا' اکابر مشائخ کا نام استعمال کر کے اپنے غلط نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کی کوشش کی اور دو باتوں پر اس طرح اڑے کہ بس چمٹ گئے

(۱) ارشادِ غوثیہ بامرِ الٰہی نہیں

(۲) یہ ارشاد متاخرین اور متقدمین کو شامل نہیں

خود ساختہ عمارت پر معترض کی ضربِ کاری

معترض نے فرمانِ غوثیہ کو بہرحال ہم عصر اولیائے کرام کے لئے تسلیم کیا تھا اور اس مفہوم کی تفصیل پیش کی تھی' انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ روئے زمین کے مختلف اطراف و جوانب میں تین سو تیرہ اولیائے کرام نے قدمِ غوثیہ کے سامنے گردنیں جھکا دیں' انہوں نے بہت سے اکابر علماء و مشائخ کے حوالے بھی نقل کئے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور اس کا تعلق آپ کے دورِ اقدس کے ساتھ تھا اور آپ کے ہمزمان اولیائے کرام نے ارشادِ عالی سن کر سرِ تسلیم خم کیا مگر اس پوری تفصیل و وضاحت کے باوجود تمام مشائخِ کرام و علمائے عظام سے متفرد ہو کر وہ اس بات پر قائم رہے کہ یہ فرمان سکر و مستی میں صادر ہوا' بامرِ الٰہی نہیں تھا کیونکہ امرِ الٰہی انبیائے کرام علیہم السلام کے بغیر کسی کے لئے ثابت نہیں۔ اسی طرح یہ فرمان متقدمین و متاخرین کو بھی شامل نہیں کیونکہ یہ آپ کے زمانے کے ساتھ مخصوص ہے۔

معترض اپنے دونوں نکات سے دستبردار

یہ بات بڑی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ معترض صاحب اچانک اپنے دونوں نکات سے دستبردار ہو گئے اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ صرف ایک بزرگ کے لئے امرِ الٰہی آسکتا ہے' پھر امر بھی اس بات کا کہ ان کا قدم' تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر ہے' چاہے وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں' چاہے وہ وصال فرما چکے ہوں یا بقیدِ حیات ہوں۔ جو اولیائے کرام زندہ ہوں وہ اجسام کے ساتھ ان کے زیرِ قدم ہیں اور جو وصال فرما چکے ہوں وہ ارواح کے ساتھ ان کے زیرِ قدم ہیں' پھر یہ اعلان مدینہ منورہ مسجدِ نبوی شریف میں حضور سید الانبیاء ختم المرسلین ﷺ کے دربارِ عالی شان میں کیا گیا' پھر اس فرمان کے لئے اولیائے کرام کی اطاعت اپنے مساکن و مواطن میں قبول نہیں بلکہ مدینہ طیبہ مسجدِ نبوی شریف میں تمام بزرگ اکٹھے ہو کر اعلان کرنے والے بزرگ کے قدموں پر مکھیوں کی طرح گرتے رہے۔

یہ کون سے خوش نصیب بزرگ ہیں جن کے لئے معترض نے امرِ الٰہی کو بھی تسلیم کیا اور متقدمین و متاخرین اولیائے کرام کے لئے ان کے قدم کے عموم و شمول کو بھی مان لیا۔ یہ بزرگ ہیں "حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ" جن کا ذکرِ خیر معترض صاحب اپنی کتاب کے ص ۲۲۰۔۲۱۹ پر درج کرتے ہیں اور حضرت شیخ محمد مغربی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مسجدِ نبوی شریف میں درس دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا۔

امرت ان اقول الان قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ تعالٰی مشرقًا کان او مغربًا و علمت انہ اعطی القطبانیۃ الکبرٰی وھذا لسان حالھا؟ فبادرت الیہ مسرعا و قبلت قدمیہ و اخذت علیہ المبایعۃ و رایت الاولیاء تتساقط علیہ کالذباب الاحیاء بالاجسام والاموات بالارواح۔

حضرت شیخ محمد البکری نے فرمایا: مجھے ابھی امرِالٰہی ہوا ہے کہ میں مشرق و مغرب کے تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر اپنے قدم کا اعلان کروں راوی (شیخ محمد مغربی شاذلی) فرماتے ہیں کہ ان کے اس فرمان سے میں نے جان لیا کہ انہیں قطبیتِ کبریٰ عطا کی گئی ہے اور یہ حالِ قطبیت کی زبان ہے پس میں نے جلدی کی اور ان کے قدموں کو چوما اور ان سے بیعت کی اور میں نے اولیائے کرام کو دیکھا جو ان پر مکھیوں کی طرح گر رہے تھے۔ جو زندہ تھے وہ اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور جو وفات پاچکے ان کی ارواح حاضر تھیں۔

خود تیغ زدی بر من نامِ دگراں کردی

معترض صاحب نے کتاب میں یہ روایت درج کی تو ان کے خود ساختہ موقف اور من گھڑت نقطۂ نظر نے ان کی بے وفائی اور طرزِ تغافل کا پر زور شکوہ کرتے ہوئے ان سے کہا حضرت! آپ نے کیا گل کھلا دیا' ساری کتاب کا بیڑا غرق کردیا' سارا پروگرام اور منصوبہ ناکام بنادیا' ساری جدوجہد کو برباد کر ڈالا اور ساری حکمتِ عملی پر پانی پھیر دیا۔

گلۂ جفائے وفا نما جو حرم کو اہلِ حرم سے ہے
جو میں بتکدے میں بیاں کروں تو کہیں صنم بھی ہری ہری

چنانچہ ان کا موقف' بزبانِ حال انہیں پکار پکار کر کہتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں سینکڑوں اکابر علماء و مشائخ کے حوالے سے تقریباً نو سو سال سے اس مشہور و معروف اعلان و ارشاد کا تذکرہ کائنات کے گوشے گوشے میں پہنچا ہے اور اس موضوع پر سینکڑوں مستند کتابیں ہر دور میں لکھی گئیں مگر آپ یہ کہتے رہے کہ انہوں نے بامرِالٰہی اس طرح نہیں فرمایا اور ان کا قدم زمانے کے اولیائے کرام کے ساتھ مختص ہے۔ اچانک کیا ہو گیا کہ آپ ایک بزرگ کے لئے امرِالٰہی کے بھی قائل ہو گئے اور ان کے قول کو عام تسلیم کرتے ہوئے متقدمین و متاخرین کو ان کے زیرِ قدم کر ڈالا۔ آپ کچھ تو خیال

کریں کہ ایک ایسی عمارت کو جسے آپ نے بڑی مشکل سے ناساز گار حالات میں پوری جدوجہد سے بائیس سال کے عرصے میں تعمیر کیا ایک ہی ضربِ ناگہانی سے زمیں بوس کر ڈالا۔

ع: ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

معترض سے ایک سوال

قارئین کرام! امید ہے کہ آپ ہمیں معترض صاحب سے اس قدر پوچھنے میں ضرور حق بجانب قرار دیں گے کہ جنابِ والا! یہ فرمائیں کہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جنہوں نے چھٹی صدی ہجری میں اعلان فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور آپ کے اس اعلان پر روئے زمین کے تمام اولیائے کرام نے گردن جھکادی اور یہ ساری تفصیل آپ نے کتاب میں درج کر دی۔ تمام سلاسل کے مشائخ اور علمائے کاملین نے آپ کے ارشاد کی تصدیق کی اور سینکڑوں مستند کتابوں اور بزرگوں سے یہ واقعہ 'منقول متواتر چلا آرہا ہے اور آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم اور قطبِ اعظم بھی تسلیم کیا ہے' مگر آپ جمہور مشائخ بطورِ خاص مشائخِ چشت کے برعکس اس موقف پر قائم رہے کہ آپ نے امرِالٰہی سے اعلان نہیں کیا اور یہ اعلان متقدمین و متاخرین کو شامل نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک غیر معروف روایت سے آپ کے موقف میں اس قدر تبدیلی آگئی اور دسویں ہجری کے بزرگ حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں آپ ایک ایسا اعلان اور اس کا عموم ثابت کرنے پر منفرد و متفرد ہو کر سامنے آگئے۔

روایت میں معترض کی تحریفِ معنوی

معترض نے یہ عجیب و غریب روایت درج کرنے میں بھی بڑی مہارت دکھائی اور ایک دفاعی انداز اپناتے ہوئے طویل عربی عبارت درج کی مگر اس کا اردو ترجمہ جان بوجھ کر چھوڑ گئے تاکہ یہ بات کھل کر سامنے نہ آنے پائے کہ وہ اپنے

موقف سے منحرف ہو گئے ہیں۔ ص ۲۱۹، ۲۲۰ پر ان کی کتاب میں عربی عبارت کی سولہ سطریں درج ہیں مگر ترجمہ گول کر گئے خاص طور پر یہ الفاظ کہ زندہ اولیاء اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور وفات پانے والے بزرگ ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔

معترض کی درج کردہ روایت پر تبصرہ

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس روایت کے ساتھ معترض کا ایک خاص مقصد وابستہ ہے اور وہ یہ کہ کسی طرح کوئی ایسی روایت مل جائے جو خود ثابت ہو یا نہ ہو مگر اس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ اس قسم کے اعلان دوسرے بزرگوں سے بھی ثابت ہیں پھر حضرت غوث پاک قدس سرہ کی کیا خصوصیت باقی رہی۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہی حوالہ اور یہی روایت ان کے مبلغ علم، اندازِ تحقیق اور بے سند موقف کا پردہ چاک کرے گی اور دنیا کو پتہ چلے گا کہ فاسد بنیاد پر قائم ہونے والی فاسد عمارت کس طرح دھڑام سے گرتی ہے۔

ہم معترض صاحب کے ممنون ہیں کہ اپنی کتاب میں غیر شعوری طور پر وہ ایسے انکشافات اور اختراعات لے آتے ہیں جو ہمارے لئے کافی حد تک مفید ثابت ہوتے ہیں اور ان کی تردید میں کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ اپنی تردید کرنا بھی تو آسان کام نہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ معترض صاحب کی ایک خوبی ہے کہ وہ جس موضوع پر کلام کرتے ہیں اگر اس کے اثبات پر دلائل پیش کریں تو لازماً کچھ دیر بعد اس کی نفی پر اتر آتے ہیں اور اگر اس کی نفی پر کمربستہ ہوں تو کچھ دیر بعد نفی کی نفی فرما دیتے ہیں جو بہر صورت اثبات ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں ان سے بقیہ سکر کے اثرات ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں، تب ہی تو وہ ایسی مشقِ سخن، خلطِ مبحث اور اضطرابِ روایات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں اور ہم کچھ مطالعۂ کتب کے بھی عادی ہیں ورنہ معترض صاحب کے موقف کا اچھا خاصا تردیدی مواد ان کی اپنی کتاب کے اوراق کی زینت ہے جس کی موجودگی میں کسی اور تردیدی کاوش کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

معترض کی روایت کا تنقیدی جائزہ

معترض صاحب نے حضرت شیخ محمد مغربی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق لکھا کہ انہوں نے مسجدِ نبوی شریف میں بامرِ الٰہی "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" فرمایا اور حضرت مغربی نے ان سے بیعت کی۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ حضرت شیخ محمد مغربی رحمتہ اللہ علیہ جو روایت فرمانے والے ہیں ان کا وصال ۹۱۱ھ میں ہے اور حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ جن سے وہ روایت کرتے ہیں ان کی ولادت ۹۳۰ھ میں ہے۔ اب درمیان میں اس قدر طویل عرصے کا فرق کس طرح رفع ہوگا؟ راوی اور مروی عنہ کے درمیان اتصال تو روایت کے صدق کے لئے اشد ضروری ہے۔ حضرت محمد مغربی شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کا سنِ وصال ملاحظہ کرنا ہو تو دیکھئے "جامع کرامات الاولیاء ص ۱۷۳ حصہ اول طبع بیروت" "الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص ۱۰۷ حصہ دوم"۔ حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھئے "جامع کرامات الاولیاء ص ۱۸۸ حصہ اول۔

اصولِ روایت کی پابندی بھی ضروری ہے "مگر اصولِ درایت کی پابندی تو از حد ضروری ہے۔ اگر معترض اتنا خیال کرتے تو انہیں یہ خفت نہ اٹھانا پڑتی۔ ایک سمجھدار بچہ بھی ان کی روایت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوگا اور وہ فوراً کہے گا کہ جس بزرگ سے روایت کی گئی جب ان سے روایت کرنے والے بزرگ ان کی پیدائش سے انیس سال قبل وصال فرما گئے تو پھر یہ روایت کس طرح درست ہوگی۔

علامہ نبھانی نے بھی یہ روایت اپنی کتاب "افضل الصلوات علی سید السادات" میں درج کی مگر اس کی تحقیق پورے چودہ سال بعد لکھی جانے والی کتاب "جامع کرامات الاولیاء" میں فرمائی جس کا سنِ تالیف ۱۳۲۴ھ ہے۔

عمدۃ التحقیق پر علامہ نبھانی کی تنقید

علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے عمدۃ التحقیق کی

روایت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ انہوں نے شیخ محمد مغربی الشاذلی کو متوفی ۷ ۹۳ھ قرار دیتے ہوئے روایت درج کی کہ مدینہ طیبہ میں ان کی ملاقات حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ علامہ نبھانی اس کے بعد بین القوسین لکھتے ہیں کہ اس روایت کے مطابق یہ ملاقات، حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ سے درست نہیں کیونکہ اس وقت وہ وہاں نہیں تھے بلکہ شیخ محمد مغربی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات، شیخ ابوالحسن محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے عمدۃ التحقیق کی روایت کی تحقیق کرتے ہوئے دو باتوں میں مصنف کی تغلیط کی۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے حضرت شیخ محمد مغربی رحمتہ اللہ علیہ کو متوفی ۷ ۹۳ھ قرار دیا یہ غلط ہے دوسری یہ کہ انہوں نے حضرت شیخ محمد مغربی کی ملاقات، حضرت شیخ محمد البکری سے ثابت کی یہ بھی غلط ہے۔

علامہ نبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے جس بزرگ سے حضرت شیخ محمد مغربی کی ملاقات ہوئی ان کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ عمدۃ التحقیق کے مصنف ان کا نام "محمد" لکھتے ہیں جبکہ میں نے بعض کتابوں میں ان کا نام "علی" دیکھا ہے اور علامہ النجم الغزی نے اپنی تاریخ "الکواکب السائرۃ" میں ان کا نام "علی" لکھا ہے۔ اسی طرح مورخ المحبی نے "خلاصۃ الاثر" میں ان کا نام "علی" لکھا ہے۔ علامہ نبھانی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کی کنیت "ابوالحسن" بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ ان کا نام محمد نہیں بلکہ "علی" ہے مگر اس کے باوجود ہم انہیں ابوالحسن محمد البکری لکھ رہے ہیں کیونکہ ان کے فرزند حضرت شیخ محمد البکری نے ان کا نام "محمد" درج کیا ہے۔ علامہ نبھانی رحمتہ اللہ علیہ واللہ اعلم فرما کر یہ بھی لکھتے ہیں، ہو سکتا ہے ان کا نام "محمد علی" ہو، پس ہر ناقل نے کسی ایک لفظ پر اکتفا کر لیا ہو ویسے دو نام جمع کرنے کا متقدمین میں رواج نہ تھا اور متقدمین میں محمد علی، محمد صالح اور محمد سعید اور اس کے مشابہ نام نہیں تھے مگر ابوالحسن البکری کے زمانے میں لوگوں نے

یہ طریقہ نکال لیا پس وہ اس نام سے مشہور ہوئے۔

امام نبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت میں ممکنہ تطبیق کی ایک یہی صورت نکالی کہ شیخ محمد مغربی کی ملاقات شیخ محمد البکری سے تو خلافِ درایت ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ ان کے والد شیخ ابوالحسن البکری رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی ہو، کیونکہ ان کے دور میں وہی بزرگ تھے۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ سے شیخ محمد مغربی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات قطعاً نہیں ہوئی اور معترض نے شیخ محمد البکری ہی کو اس قول کا قائل قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: جامع کرامات الاولیاء ص ۱۸۲ حصہ اول)

اس قدر احتمالات و اختلافات کے ہوتے ہوئے اس روایت کی صحت اور پختگی قابلِ یقین نہیں ہو سکتی۔ پھر اس قسم کا قول و اعلان عمدۃ التحقیق کے علاوہ کسی دوسری مستند کتاب میں دستیاب نہیں اور جس بزرگ کی طرف یہ قول منسوب کیا جا رہا ہے ان کے نام پر بھی اتفاق نہیں۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ جیسے صوفی اور محقق تے جن کے شیخ ابوالحسن البکری سے مراسم تھے اور انہوں نے اکٹھے حج بھی کیا، ان کے اس اعلان کا ذکر تک نہیں کیا، جبکہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا دستور ہے کہ ہر بزرگ کے خاص احوال و اقوال ضرور نقل کرتے ہیں۔ (جامع کرامات الاولیاء ص ۱۸۲،۱۸۳ حصہ اول)

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی دو مرتبہ حج کیا مگر انہوں نے یہ روایت نہ ان سے نقل کی اور نہ ہی ان کے والد شیخ ابوالحسن محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ سے۔ (جامع کرامات الاولیاء ص ۱۸۹ حصہ اول)

مشائخ چشت سمیت تمام دوسرے بزرگوں کی کسی مشہور و معروف تصنیف میں اس قول کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔ ایسی صورتِ حال میں اس روایت کی حیثیت جہاں اصولِ روایت کی روشنی میں غیر معتمد ہو جاتی ہے وہاں اصولِ درایت کے لحاظ سے بھی یہ مخدوش نظر آتی ہے کہ سلطان الانبیاء و المرسلین

حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عظمت پناہ اور مسجدِ نبوی شریف میں ایک بزرگ اس قسم کا اعلان فرمائیں، جس سے ان کی فوقیت، خصوصیت اور برتری کا اظہار ہوتا ہو جبکہ اس مقامِ عظمت نشان رشکِ عرشِ بریں، دربارِ رحمۃ للعالمین میں اونچی آواز سے بولنا، اعمالِ صالحہ کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے اور جہاں سانس کی آواز بھی گستاخی شمار ہوتی ہے۔

ادب گا ہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ ے آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

معترض کے تعصب و عناد کا نقطۂ عروج

آپ نے دیکھا کہ جہان بھر کے مستند و معتمد اکابر علماء و مشائخ کے اقوال اور مستند کتابوں کی روایاتِ منقولہ متواترہ جو تقریباً نو سو سال کے عرصے پر محیط ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آفاقی اور کائناتی اعلان جس کی عالمگیر حیثیت سے معترض کو انکار کی جرات نہیں اور جو زبان زدِ خاص و عام ہے، فرمانِ غوثیہ کی طویل تاریخ، اس پر مشتمل سینکڑوں مستند کتابیں، اس کے ناقل سینکڑوں مشائخِ سلاسل، ان تمام حقائق و شواہد کے ہوتے ہوئے معترض صاحب، عوام و خواص سے منفرد ہو کر یہ رٹ لگاتے ہیں کہ آپ مامور نہ تھے اور یہ اعلان سکر و مستی میں ہوا جو کسی فضیلت کا باعث نہیں، نیز یہ اولیائے وقت کے لئے تھا۔

اس کے برعکس حضرت شیخ محمد البکری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں معترض صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ اس قسم کے ارشاد میں وہ مامور بھی تھے اور مشائخِ متقدمین و متاخرین نے ان کے سامنے گردنیں بھی جھکائیں اور یہ سارا واقعہ، مدینہ عالیہ مسجدِ نبوی شریف میں رونما ہوا۔ "عمدۃ التحقیق" کے سوا کسی دوسری مشہور و مستند کتاب کے حوالے سے یہ واقعہ منقول نہ ہوا اور پورے چار سو سال گزرنے کے بعد ماشاء اللہ یہ روایت ظاہر کرنے کا شرف صرف معترض کو حاصل ہوا۔ یہی ہوتا ہے تعصب اور عناد کا نقطۂ عروج جو قسمت والوں کے مقدر

میں ہوتا ہے اور اس کی بعض روشن مثالیں تاریخِ اسلام کے ساتھ ساتھ اممِ سابقہ کی تاریخ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اس ترقی یافتہ دور میں اس قسم کے حقائق و معارف اور اس قسم کی روایاتِ نادرہ، شاذہ، عجیبہ جو اصولِ روایت کے ساتھ اصولِ درایت کے بھی خلاف ہوں، معترض صاحب ان کی نشأۃِ ثانیہ اور ترویج و اشاعت کی اہم ذمہ داری کے منصب پر فائز ہیں اور خلقِ خدا کو عجیب و غریب نادر و نایاب روایات فراہم کرنے میں مصروف ہیں۔ واقعی یہ ان کا ایک انوکھا کارنامہ ہے جو ان کے بغیر کوئی اور ہرگز سرانجام نہیں دے سکتا۔

مجلسِ اعلانِ قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہورِ عالم فرمان "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے متعلق بہجۃ الاسرار کی مسند روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرمانِ عالی شان ۵۵۶ھ میں صادر ہوا۔ علامہ امام نور الدین شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے دو واسطوں سے یہ روایت شیخ ابو محمد یوسف بن المظفر بن شجاع العاقولی الاصل البغدادی الازجی الصفار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی (ملاحظہ ہو: بہجۃ الاسرار ص ۹ طبع مصر)

علامہ شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے "قلائد الجواہر" میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور حضرت امام عبداللہ یافعی الیمنی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر المحاسن میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (قلائد الجواہر ص ۳۰، نشر المحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء جلد دوم ص ۱۴۰ طبع بیروت)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ ارشاد، حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور میں صادر ہوا چنانچہ انہوں نے "اخبار الاخیار" میں آپ کے غوثیت و قطبیتِ کبریٰ کے مقام پر فائز ہونے اور تمام مدارجِ قرب و محبوبیت کے حصول کے بعد اس فرمان کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھا ہے۔ تا آنکہ مامور شد من عند اللہ بقول او قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ (اخبار الاخیار ص ۱۰)

اعلانِ غوثیہ کے بعد خصوصی عظمت و جلالت کا ظہور

علامہ نور الدین شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ احمد بن ابی القاسم البطائحی الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستند روایت نقل کی ہے کہ جبلِ لبنان میں ان کی ملاقات اصفہان کے ایک بزرگ سے ہوئی جو اس پہاڑ میں طویل قیام کی وجہ سے شیخ الجبل مشہور تھے اور ساٹھ سال کے عرصے سے وہاں مقیم تھے۔ شیخ احمد البطائحی نے ان سے کہا کوئی عجیب ترین واقعہ بیان فرمائیں جو آپ نے مشاہدہ کیا ہو تو انہوں نے فرمایا، ایک چاندنی رات میں انہوں نے یہاں رہنے والے اولیاء کو جماعت در جماعت پے در پے پرواز کرتے دیکھا جو عراق کی طرف جا رہے تھے، انہوں نے ان میں سے ایک ساتھی سے پوچھا کہ تم کدھر جا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ ہمیں حضرت خضر علیہ السلام نے بغداد میں قطب کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں اس نے جواب دیا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس شیخ بطائحی نے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور ان کے ساتھ محوِ پرواز ہوئے۔

شیخ بطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اولیائے کرام صفیں باندھے ہوئے، حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہیں اور ان اولیاء کے سردار اور اکابر حضرت شیخ کو "یا سیدنا" کہہ کر تعمیلِ احکام میں مصروف ہیں۔ جب آپ نے انہیں واپس جانے کا حکم فرمایا تو وہ آپ کی بارگاہ سے الٹے پاؤں، ادب کی وجہ سے لوٹے اور محوِ پرواز ہوئے۔ جب جبلِ لبنان میں واپس پہنچے تو شیخ بطائحی نے ان سے فرمایا کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جس ادب و احترام اور فرمانبرداری کا مظاہرہ رات آپ نے کیا ہے اس سے قبل آپ سے کبھی نہیں دیکھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح کیوں نہ کرتے انہوں نے اعلان فرمایا ہے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" اور ہمیں ان کی اطاعت کا حکم

دیا گیا ہے۔

علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف سندوں سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اعلانِ غوثیہ کے بعد اولیائے کرام' ابدال اور اوتاد بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہو کر اس طرح عرض کیا کرتے تھے۔ السلام علیک یا ملک الزمان ویا امام المکان یا قائما بامر اللہ و یا وارث کتاب اللہ و یانائب رسول اللہ بہجۃالاسرار ص ۱۸ قلائد الجواہر ص ۳۲)

حضرت شیخ ابو محمد البطائحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند روایت ہے کہ اس اعلان کے بعد وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چار جلیل القدر بزرگوں کو دیکھا جو اجازت لے کر جا رہے تھے' حضرت نے فرمایا: ابو محمد جاؤ اور ان سے دعا طلب کرو پس میں مدرسہ کے صحن میں انہیں جاملا اور دعا کی درخواست کی تو ان میں سے ایک نے مجھے فرمایا

لک البشریٰ انت خادم رجل یحرس اللہ تعالیٰ الارض ببرکتہ سھلھا وجبلھا برھا و بحرھا و بدعوتہ ترحم الخلیقۃ برھا و فاجرھا ونحن وسائر الاولیاء فی خضرۃ انفاسہ وتحت ظل قدمیہ فی دائرۃ امرہ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۹)

تمہیں بشارت ہو کہ تم ایک ایسے مرد باکمال کے خادم ہو جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ' روئے زمین۔ بحر و بر میدان اور پہاڑ سب کو محفوظ رکھتا ہے۔ مخلوق کے نیک و بد پر ان کی دعا سے رحم کیا جاتا ہے۔ ہم اور دوسرے تمام اولیائے کرام آپ کے انفاسِ طیبہ کی بارگاہ میں ہیں اور آپ کے قدموں کے سائے میں ہیں اور آپ کے حلقۂ امر میں داخل ہیں۔ اس کے بعد اچانک وہ روپوش ہو گئے۔ میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے متعلق تعجب سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ "کوہ قاف" کے بزرگوں کے سردار تھے اور اب وہ کوہ قاف پہنچ چکے ہیں۔

حضرت شیخ قضیب البان الموصلی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ امام نورالدین شطنوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ قضیب البان موصلی سے مسند روایت نقل کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا۔

هل رايت مثل الشيخ عبدالقادر قال لاكانت الاولياء الغيبون يحضرون عنده بعدان قال قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله ورايت روسهم منكسة هيبة له

شیخ قضیب البان موصلی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا' کیا آپ نے شیخ عبدالقادر جیسا کوئی بزرگ دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں پھر فرمایا کہ ارشادِ قدمی کے بعد اولیائے غائبین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' میں نے دیکھا کہ آپ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے ان کے سر جھکے رہتے تھے۔ (بهجة الاسرار ص ۱۹)

حضرت شیخ علی بن ھیتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ علی بن ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس اعلان کے بعد وہ بغداد میں حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت آپ مدرسہ کی چھت پر چاشت کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا تو فضا میں رجالِ غیب چالیس صفیں بنا کر کھڑے ہوئے تھے۔ ہر صف میں ستر افراد تھے انہوں نے ان سے کہا آپ بیٹھ کیوں نہیں جاتے انہوں نے جواب میں فرمایا۔

لاحتی يقضی القطب صلاته و ياذن لنا فان يده فوق ايدينا وقدمه علی رقابنا وامره علينا كلنا فلما سلم اقبلوا اليه مبادرين يسلمون عليه و يقبلون يده قال الشيخ علی هيتی و كنا اذا راينا الشيخ عبدالقادر راينا الخير كله۔

ہم اس وقت تک نہیں بیٹھ سکتے جب تک کہ قطبِ وقت' نماز سے فارغ نہ ہو جائیں اور ہمیں اجازت دیں اس لئے کہ ان کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے اور ان کا قدم ہماری گردنوں پر ہے اور ان کا حکم ہم سب پر نافذ ہے۔ جب

آپ نے سلام پھیرا تو وہ سب کے سب جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کو سلام کرتے تھے اور آپ کے دستِ اقدس کو چومتے تھے۔ شیخ علی ھیتی نے فرمایا کہ جب ہم شیخ عبد القادرؒ کو دیکھتے تو ہر خیر و برکت کو دیکھ لیتے تھے۔

گردن کو جھکائے ہوئے ہر ایک ولی ہے

جس مجلس میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا اس میں پچاس سے زائد اولیائے کرام حاضر تھے۔ جن میں حضرت شیخ علی بن ھیتی، حضرت شیخ ابو سعید قیلوی، حضرت شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ بقا بن بطو نہر ملکی، حضرت شیخ ماجد کردی، حضرت شیخ موسیٰ بن ماہین الزولی، حضرت شیخ محمد بن قائد الاوانی، حضرت شیخ قضیب البان الموصلی، حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ الاکبر، حضرت شیخ ابو العباس احمد بن علی الجوسقی الصرصری، حضرت شیخ ابو عمرو عثمان بن مروۃ البطائحی اور حضرت شیخ صدقہ بن محمد البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ قدمِ غوثیہ کے نیچے سب سے پہلے گردن جھکانے کی سعادت حضرت شیخ علی بن ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی۔

(ملاحظہ ہو: بہجۃ الاسرار ص ۸،۷ قلائد الجواہر ص ۲۸ نشر المحاسن للشیخ امام یافعی بھامش جامع کرامات الاولیاء ص ۱۳۴ مقابیس المجالس ص ۲۷۸)

کائنات کے تین سو تیرہ اولیائے کرام نے گردن جھکائی

فرمانِ غوثیہ پر تین سو تیرہ اولیائے کرام نے آفاقِ ارض و اطرافِ عالم میں گردنیں جھکا دیں، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ حرمین شریفین (۱۷)، عراق (۶۰)، عجم (۴۰)، شام (۳۰)، مصر (۲۰)، دیارِ مغرب (۲۷)، یمن (۲۳)، حبشہ (۱۱)، سدِّ یاجوج و ماجوج (۷)، وادی سراندیپ (۷)، کوہ قاف (۴۷) اور جزائرِ بحر المحیط (۲۴) (ملاحظہ ہو: بہجۃ الاسرار ص ۱۰ قلائد الجواہر ص ۳۱)

اکابر مشائخ اور فرمانِ غوثیہ کی اطاعت

حضرت شیخ ابن عربی کے شیخِ طریقت، حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمتہ اللہ

علیہ' دیارِ مغرب میں مریدین کے ہمراہ تھے کہ اچانک گردن جھکا دی اور فرمانے لگے۔انا منھم اللھم انی اشھدک واشھد ملائکتک انی سمعت واطعت میں بھی ان میں سے ہوں اے اللہ میں تجھے اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فرمانِ غوثیہ سن لیا اور اس کی اطاعت کی۔

(بھجۃ الاسرار ص ۲۶' نفحات الانس ص ۳۶۶' قلائد الجواہر ص ۳۲'' جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۴۰ طبع بیروت '' نشر المحاسن ص ۱۳۳ حصہ دوم)

حضرت شیخ ابوالحسن احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے اپنی خانقاہ امِ عبیدہ میں مریدین کی موجودگی میں گردن جھکائی اور فرمایا ''علیٰ رقبتی'' آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا ابھی بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے ''قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' مریدین نے وقت اور تاریخ نوٹ کرلی جو بالکل صحیح نکلی۔(بھجۃ الاسرار ص ۱۳' نشر المحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء' للشیخ امام یافعی' جلد دوم ص ۱۳۳' جامع کرامات الاولیاء جلد اول ص ۲۹۸' قلائد الجواہر ص ۳۲)

حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے طفسونج میں گردن جھکائی اور فرمایا ''علیٰ راسی'' (میرے سر کے اوپر) مریدین کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں ابھی اعلان فرمایا میں نے اس کی اطاعت کی۔

(نشر المحاسن ص ۱۳۱' بھجۃ الاسرار ص ۱۳' قلائد الجواہر ص ۳۱)

حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے جبلِ ھکار میں اپنی خانقاہ واقع ''لالش'' میں گردن جھکائی اور زمین کے قریب ہو گئے پھر بیان فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ نے اس وقت بغداد میں ارشاد فرمایا ہے ''قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' (قلائد الجواہر ص ۳۱' بھجۃ الاسرار ص ۱۷)

حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاقہ "حران" میں گردن جھکائی اور کہا "علی عنقی" (میری گردن پر) مریدین کے پوچھنے پر فرمایا کہ ابھی حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد میں اعلان فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ پس میں نے اطاعت کی ہے۔

(قلائد الجواہر ص ۳۱" بہجۃ الاسرار ص ۱۴)

حضرت شیخ عبدالرحیم القناوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالرحیم القناوی رحمتہ اللہ علیہ نے علاقہ قنا (مصر) میں گردن جھکا دی اور فرمایا۔

صدق الصادق المصدوق قیل من ھو قال، الشیخ عبدالقادر قال ببغداد قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ، وقد تواضع لہ رجال المشرق والمغرب۔ صادق مصدوق نے سچ فرمایا، عرض کیا گیا وہ کون ہیں، فرمایا شیخ عبدالقادرؒ نے بغداد میں اعلان فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ چنانچہ مشرق و مغرب کے تمام اولیائے کرام نے ان کی اطاعت کی۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۶، جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۶۸، نشر المحاسن ص ۱۳۳ حصہ دوم)

حضرت شیخ مکارم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت الشیخ مکارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اشھدنی اللہ عزوجل انہ لم یبق احد ممن عقد لہ لواء الولایۃ فی اقطار الارض ادناھا و اقصاھا الا شاھد علم القطبیۃ محمولا بین یدی الشیخ عبدالقادر و تاج الغوثیۃ علی راسہ ورای علیہ خلعۃ تصریف العام النافذ فی الوجود واھلہ ولایۃ وعزلا معلمۃ بطرازی الشریعۃ والحقیقۃ و سمعہ یقول قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

ووضع راسه وذلل قلبه في وقت واحد۔
(نشر المحاسن ص ۱۴۱ حصہ دوم ' قلائد الجواہر ص ۳۰)

حضرت شیخ مکارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مشاہدہ کرایا کہ اطرافِ ارض میں قریب و بعید ہر صاحبِ ولایت نے دیکھا کہ شیخ عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے قطبیت کا جھنڈا بلند کیا گیا۔ آپ کے سرِ اقدس پر غوثیت کا تاج رکھا گیا اور تصریفِ عام نافذ فی الوجود از روئے عزل و نصب' ولایت کی وہ پوشاک آپ کو پہنائی گئی' جس پر شریعت اور حقیقت کے نقش و نگار تھے اور ہر صاحبِ ولایت نے سنا کہ آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے' پس ہر صاحبِ ولایت نے سر جھکایا اور قلب کو فرمانبردار بنایا۔

سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے فرمانِ عالی شان پر کائنات کے تین سو تیرہ اولیائے کرام نے گردن جھکائی جو مختلف ممالک اور دور دراز علاقوں میں قیام فرما تھے۔ ظاہر ہے کہ اس دور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر مشائخ بھی مسندِ ارشاد پر فائز ہوں گے اور انہوں نے بھی ارشادِ غوثیہ کی ضرور اطاعت کی ہوگی۔ ہم عصر اولیائے کرام کے زیرِ قدم ہونے کو تو معترض نے بھی تسلیم کیا اور اپنی کتاب کے ص ۵۹ پر روئے زمین کے گردن جھکانے والے اولیائے کرام کی تفصیل درج کی' افسوس کہ فرمانِ غوثیہ پر گردن جھکانے والے اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل مشہور اور مستند کتابوں میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات دستیاب نہیں۔

سیرت و تاریخ کا یہ ایک زبردست المیہ ہے جو حیرت انگیز بھی ہے اور تعجب خیز بھی کہ اس قدر عظیم الشان جامع الکمالات شخصیت کی سیرت و تعلیمات پر اتنا کم مواد ملتا ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ کے زمانہ اقدس' اس کے قریب اور بعد کے طویل دور میں تصوف اور سیرت و تاریخ کی کتابوں پر نظر ڈالی جائے تو

حضرت شیخ ابن عربی کی "الفتوحات المکیہ" حضرت شیخ سہروردی کی "عوارف المعارف" امام نووی کی "بستان العارفین" حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء کا مجموعۂ ملفوظات "فوائد الفواد" امام شمس الدین ذہبی کی سیر النبلاء، علامہ ابن کثیر کی "البدایہ والنہایہ" امام عبداللہ الیافعی کی "روض الریاحین فی حکایات الصالحین" اور نشر المحاسن، حضرت مولانا جامی کی "نفحات الانس" حضرت امام شعرانی کی "الطبقات الکبریٰ اور لطائف المنن" حضرت چراغ دہلوی کے ملفوظات خیر المجالس، حضرت مخدوم جہانیاں کے "ملفوظات" جامع العلوم "اور حدیہ کہ علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی المتوفیٰ ۱۳۵۰ھ کی "جامع کرامات الاولیاء" آپ کے بارے میں سراسر خاموش ہیں۔

حضرت غریب نواز کی سیرت و تعلیمات پر مواد کی عدم دستیابی، کتبِ سیرو تاریخ کی آپ کے بارے میں خاموشی، آپ کے حالات و واقعات کے بارے میں اختلافِ سنین اور اضطرابِ روایات اور آپ کی سیرت پر سینکڑوں سال بعد میں لکھی ہوئی اکثر و بیشتر کتابوں کے مندرجات کے غیر صحیح و غیر مستند ہونے کا تذکرہ، حضرت علامہ معین الدین فاضل اجمیری رحمتہ اللہ علیہ، صدر المدرسین دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف المتوفیٰ ۱۳۵۹ھ کی کتاب "تنارِ خواجہ" مطبوعہ دہلی بہ اہتمام منیجر اخبار معین اجمیر شریف میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال آنجناب کے حالات و کمالات کی کچھ نہ کچھ جھلک اگر نظر آتی ہے تو آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "دلیل العارفین" میں جو حضرت غریب نواز کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ جب ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں تو آنجناب ۵۱۴ھ میں مسندِ ارشاد پر فائز قرار دیئے جاتے ہیں۔

دلیل العارفین کی روایت

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس اول کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں۔ بتاریخ پنجم ماہِ رجب دام قدرہ ۵۱۴ھ اربع عشر و خمس مائۃ درویش

نحیف ضعیف را کہ یکے از سلک بندگان ملک المشائخ سلطان السالکین الملقب بہ قطب الدین بختیار اوشی ست چوں دولت پابوس آں شاہ فلک دستگاہ در بغداد بہ مسجد امام ابوالیلیث سمرقندی حاصل شد ہماں زماں بشرف بیعت مشرف شدم وکلاہ چھار ترکی از ناصر اصفیاء بر سرایں ضعیف زینت یافت الحمدللہ علیٰ ذالک

(دلیل العارفین (فارسی) ص ۲ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ مطبع مجتبائی دہلی)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ماہِ رجب ۵۱۴ھ بغداد شریف مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں بندہ ضعیف و نحیف، ملک المشائخ سلطان السالکین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ کے دستِ اقدس سے فقیر کے سر پر کلاہ چھار ترکی رکھی گئی۔

سیرالاولیاء کی روایت

دلیل العارفین کے بعد "فوائد الفواد" اگرچہ آپ کے عہد سے قدرے قریب ہے مگر اس میں آپ کے حالات دستیاب نہیں۔ البتہ "سیرالاولیاء" تصنیفِ حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی المتوفیٰ ۷۷۰ھ المعروف امیر خورد رحمتہ اللہ علیہ میں حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے مختصر حالات درج ہیں۔ مشائخِ چشت خصوصاً حضرت سلطان الزاہدین فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر مشتمل یہ کتاب "دلیل العارفین" کے بعد حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و کمالات کی جھلک پیش کرتی ہے۔ اس مستند کتاب کی روایت کے مطابق آپ ۵۲۲ھ میں مسندِ ارشاد پر جلوہ فگن نظر آتے ہیں۔

حضرت امیر خورد رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام نامدار قطب الحق والدین بختیار اوشی قدس سرہ العزیز خلیفہ شیخ الاسلام معین الدین حسن چشتی بود از اکابر اولیاء واجلہ اصفیا بود۔ پھر لکھتے ہیں کہ ایں بزرگ در ماہ مبارک رجب، رجب

قدرہ ۵۲۲ھ اثنتی و عشرین و خمس مائۃ در شہر بغداد در مسجد امام ابو اللیث سمرقندی بحضور شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمد صفاھانی، بشرف ارادت شیخ الاسلام شیخ معین الدین مشرف گشتند

(سیر الاولیاء فارسی ص ۵۸ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان اسلام آباد)

حضرت امیر خورد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ رجب ۵۲۲ھ بغداد شریف مسجد امام ابو اللیث سمرقندی میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرفِ ارادت سے مشرف ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاھانی بھی موجود تھے۔ "دلیل العارفین" میں بھی کم و بیش ان بزرگوں کے نام درج ہیں۔

دلیل العارفین اور سیر الاولیاء کی روایات کا نتیجہ

سلسلہ چشتیہ کی دو مشہور و مستند کتابوں کی درج کردہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت غریب نواز سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۱۴ھ یا ۵۲۲ھ میں مسندِ ارشاد پر فائز تھے۔ ان روایات کے تناظر میں ارشادِ غوثیہ کے وقت، حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گردن جھکا کر "بل علیٰ راسی و عینی" کہنا کسی طرح بھی بعید نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر اولیائے کرام میں، آپ یقیناً ولایت کے درجاتِ عالیہ پر فائز تھے۔

دلیل العارفین اور سیر الاولیاء کی روایات کے ثبوت یا عدمِ ثبوت ان کی صحت یا سقم، ان پر مترتب ہونے والے نتائج اور بعد میں لکھی جانے والی کتابوں کی روایات کے ساتھ ان کے تناقض سے قطع نظر، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سلسلہ چشتیہ کی اتنی مشہور و مستند کتابیں ہمارے موقف کی موید ہیں البتہ ہم ان روایات میں درج کردہ سنین کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتے، نہ یہ ہم پر عائد ہوتی ہے اور نہ ہم اس کے جوابدہ ہیں۔ ہم نے حوالے درج کر دیئے جو نقل، مطابقِ اصل ہیں۔ اب

ہم وہ حوالے نقل کرتے ہیں جن سے حضرت غریب نواز خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ غوثیہ پر گردن جھکانے اور "بل علیٰ راسی وعینی" فرمانے کے واضح قرائن سامنے آتے ہیں جو ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت شیخ جمالی سہروردی چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمالی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۹۵ھ' سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے جلیل القدر بزرگ ہیں اور حضرت مولانا سماء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "اخبار الاخیار" میں ان کے تفصیلی حالات لکھے اور فرمایا کہ آپ کا یہ شعر بارگاہِ نبوت میں مقبول ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسمی

شیخ محقق لکھتے ہیں کہ آپ کی 'مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا جلال الدین دوانی رحمتہ اللہ علیہ سے مصاحبت و مجالست رہی ہے۔(ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار ص ۲۲۸ مطبع رضویہ سکھر)

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین واسطوں سے حضرت شیخ جمالی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ جمالی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت کا اعتراف کیا۔ حضرت خواجہ غلام فرید نے فرمایا کہ شیخ جمالی رحمتہ اللہ علیہ نے مشائخِ چشت سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے۔(مقابیس المجالس از ص ۴۳۳ تا ۴۳۴)

شیخ جمالی سہروردی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی "سیر العارفین" "سیر الاولیاء" کے بعد مشائخ چشت کے حالات پر مستند کتاب ہے۔ جو دسویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ حضرت شیخ جمالی' حضرت خواجہ خواجگان معین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے، طویل مدت قیام کیا اور فیوض و برکات حاصل کیئے۔ مزید تفصیل ہم بعد میں پیش کریں گے۔ (سیر العارفین ص ۵، مطبع رضوی دہلی)

سیر العارفین کی روایت پر مترتب نتائج

سیر العارفین کی روایت سے جہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا استفادہ و حصولِ فیوض و برکات ثابت ہوتا ہے وہاں یہ امکان بھی روشن ہو جاتا ہے کہ آپ نے ارشادِ غوثیہ کے سامنے گردن جھکائی اور دوسرے مشائخ عظام کی طرح اطاعت کی، کیونکہ اتنا لمبا سفر طے کرنا اور صعوبت برداشت کر کے قصبہ جیل میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر طویل قیام کرنا اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ پر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عظمت و جلالت، منکشف ہو چکی تھی اور دورانِ مجاہدہ آپ ارشادِ غوثیہ کی تعمیل و اطاعت سے مشرف ہو چکے تھے۔

مشائخ چشت کی مستند کتابوں سے ہمارے موقف کی تائید

"سیر العارفین" کے بعد "جواہر فریدی" مؤلفہ ۱۰۳۳ھ، سیر الاقطاب مؤلفہ ۱۰۵۶ھ "مراۃ الاسرار" مؤلفہ ۱۰۶۵ھ اور "اقتباس الانوار" مؤلفہ بارھویں صدی ہجری مشائخ چشت کے حالات پر مستند کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔ ان سب میں حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استفادہ و استرشاد و طویل مصاحبت اور حصولِ فیوض و برکات کا تذکرہ ہے جس کی تفصیل عنقریب ہم پیش کریں گے۔ ان کتابوں کے علاوہ "خزینۃ الاصفیاء، سفینۃ الاولیاء" بلکہ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سیرت پر مشتمل مشہور و معروف اردو تذکروں معین العارفین، معین الارواح، لمعاتِ خواجہ وغیرہ سے حصولِ فیوض و طویل مصاحبت بخدمتِ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ پس ایسی صورت میں ارشادِ غوثیہ پر سر جھکا کر "بل علٰی راسی و عینی" فرمانا قرینِ عقل و انصاف نظر آتا ہے۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ارشاد فرمایا "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" تو حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراسان کے پہاڑوں میں مصروفِ عبادت تھے۔ اولیائے غائبین میں سب سے پہلے آپ نے گردن جھکائی اور فرمایا "بل علیٰ راسی و عینی" بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر آپ کا قدم ہے۔ یہ واقعہ "لطائف الغرائب" میں مذکور ہے۔

لطائف الغرائب پر تبصرہ

لطائف الغرائب، حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے جمع کیا۔ حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کو حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص عقیدت تھی جس کی بناء پر انہوں نے الھاماتِ غوثیہ کی فارسی شرح (جواہر العشاق) لکھی جس کا تذکرہ ہم کر چکے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانِ عالی شان کے عموم و شمول کے بارے میں بحوالہ "اقتباس الانوار" آپ کا نقطۂ نظر اور بارگاہِ غوثیت میں آپ کی عقیدت و محبت کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔

لطائف الغرائب بحوالہ نکات الاسرار

خزینۃ الاصفیاء کے مصنف مشہور مؤرخ اور سیرت نگار حضرت مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۳۰۷ھ نے حضرت سید آدم بنوری مجددی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۵۳ھ، خلیفۂ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب نکات الاسرار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت سلطان الزاہدین فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر فرمانِ غوثیہ کے صدور کے وقت میں ہوتا تو سب سے پہلے گردن جھکاتا، جس طرح کہ ہمارے شیخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا (ملاحظہ ہو: گلدستہ کرامت از مفتی غلام سرور لاہوری ص ۶۵ مطبع وکٹوریہ لاہور)

لطائف الغرائب بحوالہ فوز المطالب

لطائف الغرائب کی اس روایت پر پوری تفصیل کے ساتھ، حضرت مولانا برھان الدین خان رحمتہ اللہ علیہ نے دو جلدوں پر مشتمل کتاب "فوز المطالب شرح مقالات غوث المشارق والمغارب" میں تفصیلی بحث کی ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں مطبع شمس الاسلام حیدر آباد سے شائع ہوئی۔

لطائف الغرائب بحوالہ شمائم امدادیہ

"شمائمِ امدادیہ" میں ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے دو آدمیوں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق بات کی تو انہوں نے فرمایا ہمیں اس طرح نہ کرنا چاہئے اگرچہ فی الواقع ایک دوسرے پر فضیلت ہے مگر ہم اس پر مطلع نہیں تو ان میں سے ایک نے ارشادِ غوثیہ کے سامنے حضرت غریب نواز کے گردن جھکانے اور "بل علیٰ راسی و عینی" فرمانے کو حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی فضیلت میں بطورِ دلیل پیش کیا، جس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ روایت موجبِ افضلیت نہیں کیونکہ آپ نے یہ ارشاد مقامِ عروج میں فرمایا جبکہ حضرت خواجہ بزرگ، مقامِ عبدیت میں تھے اور عبدیت، عروج سے افضل ہے۔

معترض نے اپنی کتاب کے ص ۲۱۴ پر یہ روایت لکھی ہے۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ثبوتِ روایت اور بحثِ افضلیت، دو علیحدہ موضوع ہیں۔ اس وقت ہم اس روایت کے ثبوت پر بحث کر رہے ہیں اور حضرت مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کے ثبوت کا انکار نہیں فرمایا بلکہ تصدیق فرمائی ہے اور یہی ہمارا موقف ہے۔ افضلیت کی بحث جو علیحدہ موضوع ہے اس کو ثبوتِ روایت کی بحث سے ملانا خلطِ مبحث ہے۔ لطائف الغرائب سے منقول "شمائمِ امدادیہ" کی یہ روایت، معترض صاحب کے خلاف ہے، وہ غیر شعوری طور پر یہ روایت درج کر بیٹھے ورنہ تو انہوں نے بڑی شدومد سے اپنی کتاب کے ص ۲۷۶ پر لکھا ہے کہ لطائف الغرائب

نام کی کوئی کتاب' حضرت گیسودراز رحمتہ اللہ علیہ کی نہیں ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ حضرت مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت پر کوئی تنقید نہیں فرمائی بلکہ اس کی تصدیق فرمائی۔ رہی یہ بات کہ یہ روایت 'موجبِ افضلیت نہیں تو جب معترض صاحب 'افضلیت کی بحث میں اس روایت سے استدلال کریں گے ہم جواب سے ان کی مکمل تسلی کرائیں گے۔ البتہ معترض صاحب کو یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ اس روایت سے افضلیت کا استدلال' روایت کے ثبوت کو مستلزم ہے' جو ان کے مفروضے کے خلاف ہے۔ ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ اس روایت کو افضلیت کے ثبوت کے لئے استعمال نہ کرتے مگر وہ غیر شعوری طور پر اس طرح کر گئے اور ان کی کتاب میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔

لطائف الغرائب۔ بحوالہ انہار المفاخر

انہار المفاخر کے مصنف حضرت شیخ الفقیہ محمد غوث بن ناصر الدین المدراسی الشافعی المتوفی ۱۲۳۸ھ تصانیفِ کثیرہ کے مصنف اور فقہِ شافعیہ کے بلیغ النظر فقیہ ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) نثر المرجان فی رسم نظم القرآن فی مجلدین

(۲) الفوائد الصبغیہ فی شرح فرائض السراجیہ

(۳) سواطع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلوٰۃ والاسحار

(۴) کفایۃ المبتدی فی الفقہ الشافعی

(۵) تعلیقات علی شرح قطر الندی

(۶) حواشی علی القاموس

(۷) وسائل البرکات شرح دلائل الخیرات

(۸) الیواقیت المنثورۃ فی الاذکار الماثورۃ

(۹) ھدایۃ الغوی الی المنہج السوی

(۱۰) برہان الحکمۃ ترجمہ ھدایۃ الحکمہ

(۱۱) انہار المفاخر فی مناقب السید عبد القادرؒ
(ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر جلد ہفتم ص ۵۰۱)

آپ نے لطائف الغرائب کی روایت کو اپنی مشہور کتاب "انہار المفاخر فی مناقب السید عبد القادر میں درج کیا ہے۔ مولانا برھان الدین خان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب فوز المطالب شرح مقالات غوث المشارق والمغارب میں اس کا حوالہ لکھا ہے۔

لطائف الغرائب بحوالہ سراج العوارف

حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں المارھروی رحمتہ اللہ علیہ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ اپنے جدِ امجد سید آلِ رسول رحمتہ اللہ علیہ سے عِلمِ حدیث اور علومِ طریقت حاصل کئے اور بڑی جید اور عالی سند سے مسلسل بالاولیۃ کی اجازت حاصل کی۔ چار واسطوں سے آپ کی یہ سند، شیخ الاسلام زین الدین زکریا بن محمد انصاری رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچی ہے۔ نزہۃ الخواطر کے مؤلف نے بھی مسلسل بالاولیۃ کی اجازت آپ سے حاصل کی۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ "النور والبھاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" آپ کی مشہور تصنیف ہے (نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۸)

آپ نے اپنی مشہور کتاب "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" میں "لطائف الغرائب" کی روایت کو درج کیا ہے۔

ملاحظہ ہو: سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۲۹ مطبوعہ وکٹوریہ پریس بدایوں، بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف حضرت غریب نواز نمبر ماہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء۔

لطائف الغرائب بحوالہ تفریح الخاطر

"تفریح الخاطر" کے مؤلف، علامہ عبد القادر اربلی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی علمی عظمت و جلالت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ، تصانیفِ کثیرہ کے مصنف ہیں۔ حضرت الشیخ عبد الرحمٰن الطالبانی المتوفیٰ ۱۲۵۵ھ آپ کے استاد

گرامی تھے۔ آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں

(۱) آداب المریدین و نجاۃ المسترشدین
(۲) شرح الصلوٰۃ المختصر للشیخ الاکبر ابن عربی
(۳) الدر المکنون فی معرفۃ السر المصون
(۴) شرح اللمعات للشیخ فخر الدین العراقی
(۵) القواعد الجمعیہ فی طریق الرفاعیہ
(۶) مراۃ الشہود فی وحدۃ الوجود
(۷) الالھامات الرحمانیہ فی مراتب الحقیقۃ الانسانیہ
(۸) حدیقۃ الازھار فی الحکمۃ والاسرار
(۹) حجۃ الذاکرین ورد المنکرین
(۱۰) الطریقۃ الرحمانیہ فی الرجوع والوصول الی الحضرۃ العلیہ
(۱۱) النفس الرحمانیہ فی معرفۃ الحقیقۃ الانسانیہ

(ہدیۃ العارفین ص ۶۰۵، ذیل کشف الظنون ص ۳۰۱ اسماعیل پاشا البغدادی طبع بیروت (جلد اول) معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، الجزء الخامس ص ۳۵۴)

علامہ عبدالقادر اربلی صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے تفریح الخاطر میں لطائف الغرائب کی روایت کو نقل کیا ہے (تفریح الخاطر ص ۴۶ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

لطائف الغرائب بحوالہ فاضل بریلوی

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ لطائف الغرائب کی روایت کو بیان کرتے ہوئے منقبتِ غوثیہ میں فرماتے ہیں۔

بہرِ پایت خواجۂ ہند آں شہِ کیواں جناب
بل علیٰ عینی و راسی گوید آں خاقاں توئی

(حدائقِ بخشش حصہ دوم ص ۶۷ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

لطائف الغرائب بحوالہ لمعاتِ خواجہ

لمعاتِ خواجہ کے مصنف جناب شمس بریلوی سیرت و تصوف کی دنیا میں مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ آپ مدارج النبوۃ، غنیۃ الطالبین، عوارف المعارف، نفحات الانس اور دوسری کئی مستند کتابوں کے مترجم ہیں۔ ان کتابوں کی ابتدا میں ان کا جامع، تحقیقی مقدمہ ان کی علمی بصیرت و وسعتِ مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ ان کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو اربابِ فقر و تصوف اور اہلِ علم و دانش نے بہت سراہا ہے۔ انہوں نے حضرت خواجہ غریب نواز کی سیرت پر تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل اس کتاب کو معین الدین احمد چشتی قادری اجمیری کے تعاون سے مکمل کیا ہے۔ حضرت شمس بریلوی نے کتابیات میں "لطائف الغرائب" کا نام درج کیا ہے اور اس کے حوالے سے حضرت غریب نواز خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادِ غوثیہ پر گردن جھکانے کا تذکرہ کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: "لمعاتِ خواجہ" ص ۱۵۷، ۱۵۸ مطبوعہ ملت پرنٹنگ پریس کراچی)

معترض کا غیر شعوری اعتراف

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے کہ معترض نے حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا (کہتے ہیں حضرت غریب نواز نے بل علیٰ راسی و عینی کہا) اس پر حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (جب یہ قول 'فنا فی الرسول میں صادر ہوا تو اولیاء کا جھکنا حضور علیہ السلام کے سامنے تھا)۔ یہ عبارت بھی معترض صاحب 'غیر شعوری طور پر لکھ گئے' ان کا موقف تو تب ثابت ہوتا کہ حضرت سیالوی جو مشائخِ چشت کی محبت میں سراپا مستغرق تھے فرماتے "العیاذ باللہ" یہ غلط روایت ہے 'لطائف الغرائب نام کی کوئی کتاب نہیں ہے اور یہ گستاخانہ روایت ہے' مگر انہوں نے اس روایت کی تصدیق فرمائی۔ پھر کاتبِ تقدیر نے یہ روایت، معترض سے کتاب میں درج کرائی اور ہم تک پہنچائی۔

حقیقت یہ ہے کہ معترض صاحب "لطائف الغرائب" کو دل سے تسلیم

کرتے ہیں مگر زبان سے انکار کرتے ہیں۔ انہیں لطائف الغرائب کے نہ ہونے کا قطعاً کوئی یقین نہیں بلکہ وہ لطائف الغرائب کی تلاش میں ہیں اور اسے دیکھنا چاہتے ہیں اور ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ۹۷۔۹۔۳۰ کو ہمیں ایک مکتوب میں لکھا تھا جو ہمارے پاس محفوظ ہے' ہم ان کی عبارت من و عن نقل کرتے ہیں (کیا کتاب "لطائف الغرائب" آپ کے پاس موجود ہے' اگر ہے تو میں اسے دیکھنا چاہوں گا) اب ان کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "لطائف الغرائب" کو دل سے تسلیم کرتے ہیں مگر زبان سے اس کا انکار کرتے ہیں' اسی کو کہتے ہیں غیر شعوری اعتراف۔ جو کسی چیز کی عظمت و صداقت کو نمایاں کرتا ہے۔

کسی کتاب کا نہ ملنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں

لطائف الغرائب کے ہمارے ہاں دستیاب نہ ہونے کو اس بات کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ اس نام کی کتاب ہی نہیں۔ تفسیر و حدیث اور دوسرے علوم و فنون کی بے شمار کتابیں دستیاب نہیں مگر کسی نے ان کا انکار نہیں کیا۔ حدیثِ پاک کے بہت سے مجموعوں کا تذکرہ محدّثینِ کرام کے حالات میں ملتا ہے مگر وہ کتابیں نایاب ہیں۔ فقہ و اصولِ فقہ کی بہت سی کتابوں کے حوالے' دوسری کتابوں میں ملتے ہیں مگر وہ کتابیں کافی کوشش اور تلاش کے باوجود میسر نہیں۔ یوں دیکھا جائے تو بعض آسمانی کتابیں اور صحائف دنیا میں مفقود ہیں تو پھر کیا ان کے وجود کا انکار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی' حضرت امام جلال الدین سیوطی' امام ابن حجر عسقلانی' علامہ عبدالغنی نابلسی' شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور بہت سے دوسرے علماء و مشائخ کی بہت سی تصانیف کا تذکرہ' ان کی کتابوں کی فہرست میں ملتا ہے اور دوسری کتابوں میں ان کے حوالے پائے جاتے ہیں' مگر خود وہ کتابیں دستیاب نہیں۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کتاب کا نہ پایا جانا اس کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں ورنہ اس ضابطے کے پیشِ نظر تو بہت سے علمی' فقہی اور فنی مباحث و

موضوعات' پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکیں گے اور عقائد و اعمال' اخلاق و معاملات' سیرت و تاریخ کے بہت سے مباحث مشکوک و مخدوش قرار پائیں گے۔ اس لئے اربابِ علم و دانش اور اصحابِ فقر و تصوف نے روایات کی صحت اور واقعات کے ثبوت کے لئے یہ شرط نہیں لگائی البتہ اس قدر ضروری ہے کہ اگر اصل کتاب دستیاب نہیں تو کم از کم اس کا حوالہ کسی کتاب میں ہو یا اس کی روایات کا تذکرہ' اہلِ علم و فضل کی زبان پر جاری ہو اور اس کی نشر و اشاعت اور شہرت و تشہیر کسی نہ کسی معتبر طریقے سے ہو۔

حدیثِ پاک کا مجموعہ "مصنّف عبدالرزاق" کافی عرصے سے نایاب رہا ہے جبکہ اس کی روایات 'بہت سی کتابوں میں مندرج ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مقدس کی سب سے پہلے تخلیق پر مبنی حدیث' اسی مجموعے کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ بعض متعصب لوگوں نے یہاں تک اقدام کرنے سے بھی گریز نہیں کیا کہ "مصنّف عبدالرزاق" کو طبع کرا دیا ہے اور اس میں سے یہ حدیثِ پاک حذف کر دی ہے اور بڑی دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ یہ حدیث تو "مصنّف عبدالرزاق" میں درج ہی نہیں۔

کچھ اس قسم کی صورتِ حال' ہمارے ہاں لطائف الغرائب کے بارے میں واقع ہوئی ہے۔ پاکستان میں حضرات چشتیہ کے ایک دو کتب خانوں میں اس کتاب کی ہمیں پختہ اطلاع ملی ہے مگران کے اربابِ بست و کشاد' پوری شدت و لزوم سے اس کتاب کو ظاہر نہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اپنی اس جدوجہد کو جہادِ اکبر سمجھتے ہوئے مشائخِ چشت کے ساتھ حسنِ عقیدت کی تکمیل کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں' حالانکہ یہ کوئی ایسی روایت نہیں جو مشائخِ چشت کے لئے موجبِ تنقیص ہو تاکہ اس کے چھپانے کا اس قدر اہتمام کیا جائے' البتہ اسے تعصب اور تنگ نظری قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہمارے بعض معتمد اہلِ علم' احباب نے ہمیں یہ کتاب فراہم کرنے کا وعدہ

کیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ کتاب' حضرت گیسودراز رحمتہ اللہ علیہ کے آخری دور میں لکھی گئی جس کی قلیل مقدار میں اشاعت ہوئی اور یہ انڈیا کی بعض چشتیہ خانقاہوں اور پرانے کتب خانوں میں مل سکتی ہے مگر اس کے حصول میں کچھ موانع اور مشکلات ہیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ ہم لطائف الغرائب کو منظرِ عام پر لانے میں انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔

فرمانِ غوثیہ کے صدور کی تاریخ میں غلط بیانی

ہم نے بہجۃ الاسرار' قلائد الجواہر' نشر المحاسن اور اخبار الاخیار کے حوالے سے وضاحت کر دی کہ آپ کا یہ فرمان ۵۵۶ھ میں صادر ہوا۔ معترض صاحب' سیرت و تاریخ کی تمام روایات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اپنی کتاب کے ص ۲۷۶ پر لکھتے ہیں کہ (لہٰذا قرینِ قیاس یہ ہے کہ کلام ھذا ۵۲۸ھ یا ۵۲۹ھ یا ۵۳۰ھ میں ظہور پذیر ہوا) یہ ہے معترض صاحب کی تحقیق اور تاریخی بصیرت کہ اس قسم کے مشہورِ عالم' واقعہ کے بارے میں قیاس فرما رہے ہیں اور اس قدر متزلزل اور متذبذب ہیں کہ کوئی سن متعین نہیں کر سکتے۔ چونکہ یہ معترض کی من گھڑت قیاس آرائی ہے اس لئے اس کو تقویت پہنچانے کے لئے ایک اور غلط بیانی کا سہارا لیتے ہیں اور وہ یہ کہ شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کی مجلس کے حاضرین میں سے تھے۔

غلط حوالہ' غلط مضمون اور غلط بیانی

قارئین کرام! معترض کی دیدہ دلیری' علمی خیانت اور غلط بیانی ملاحظہ کریں کہ من گھڑت کذب بیانی کو بہجۃ الاسرار کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں حالانکہ بہجۃ الاسرار میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ قدم شریف کے اعلان کی مجلس میں شریک تھے۔ معترض' شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ' زیرِ قدم اولیائے کرام میں کیوں کر رہے ہیں محض اس لئے کہ فرمانِ غوثیہ کی تاریخ کا غلط بیان ثابت ہو سکے اور وہ یہ فلسفہ پیش کر سکیں کہ

فرمانِ غوثیہ پر گردنیں جھکانے کی کارروائی ۵۲۸ھ تا ۵۳۰ھ کے عرصے میں مکمل ہو گئی اور حضرت سلطان الہند غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ۵۳۶ھ یا ۵۳۷ھ ہے اس لئے آپ کے گردن جھکانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ان کا یہ مقصد اس من گھڑت روایت سے وابستہ نہ ہوتا تو حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو کبھی زیر قدم نہ لاتے کیونکہ اس قسم کی روایات جو فضیلتِ غوثیہ پر مشتمل ہوں۔ معترض صاحب کے مزاج اور موقف کے خلاف ہیں۔

روایات کی نسبت میں خیانت

معترض نے بڑے وثوق و اعتماد سے غلط بیانی کرتے ہوئے کہا کہ بھجۃ الاسرار کے مطابق حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ' مجلسِ قدم شریف میں شریک تھے' یہ بات سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال مؤرخین اور سیرت نگاروں کے مطابق ۵۳۵ھ ہے اور بھجۃ الاسرار کے مطابق فرمانِ غوثیہ کا صدور ۵۵۶ھ میں ہے۔ پھر گردن جھکانے والے اولیائے کرام کی جو فہرست' علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ علیہ نے بھجۃ الاسرار میں پیش کی ہے اور اسی کو تمام سیرت نگاروں نے معتبر سمجھا ہے اس میں شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی نہیں اور تذکرہ ہوتا بھی کس طرح کہ وہ اس مجلس میں شریک ہی نہ تھے اور اس فرمان کے صدور سے اکیس سال پہلے وفات پاچکے تھے۔ (بھجۃ الاسرار ص ۷)

معترض کی غلط بیانی کا ثبوت

ویسے تو ہم نے مشہور اکابر علماء و مشائخ کی کتابوں کے حوالے سے فرمانِ غوثیہ کے صدور کا سن ۵۵۶ھ پیش کر دیا' جس سے معترض کی یہ من گھڑت کہانی' خود بخود دم توڑ جاتی ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ' اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ' حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے معترض کو آگاہ کر دیں' ہو

سکتا ہے کہ انہیں اپنی غلط بیانی اور من گھڑت کہانی پر کچھ احساس ہو۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ نے قدم پاکِ غوثیہ کے نیچے گردن جھکانے والے اولیائے کرام کے بارے میں اصحابِ رقبہ کی اصطلاح' استعمال فرمائی ہے اور اولیائے حاضرین وغائبین کے گردن جھکانے کی تفصیل بیان فرمائی۔

چنانچہ شیخ ابومدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ کی اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے دیارِ مغرب میں گردن جھکائی جب یارانِ مجلس نے خلوت میں وجہ پوچھی تو فرمایا آج شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ سے یہ حکم ہوا ہے اور وہ یہ کہنے پر مامور ہوئے ہیں کہ "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" یہ سن کر زمانہ کے تمام اولیاء اللہ نے کمالِ عجز وانکسار سے گردنیں جھکالیں ہیں چنانچہ میں نے بھی حق تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے اور آنحضرت کے زیر قدم ہونے کے لئے گردن جھکا لی ہے۔ اس کے بعد کسی نے سوال کیا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ رقبہ میں ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال ہوگی اور یہ عمر ان کے ابتدائے سلوک کی ہے ہاں اگر آپ کے شیخ حضرت خواجہ عثمان ھرونی قدس سرہ اصحابِ رقبہ ہوں تو تعجب نہیں اگر آپ بھی نہ ہوں تو آپ کے شیخ حاجی شریف زندنی قدس سرہ ضرور اصحابِ رقبہ میں ہوں گے۔ (مقابیس المجالس ص ۲۷۹)

وضاحتِ فریدی پر مترتب نتائج

آپ نے دیکھا کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کی وضاحت سے فرمانِ غوثیہ کی وہی تاریخ سامنے آتی ہے جو اکابر مشائخ کے حوالے سے ہم نے بیان کی۔ اس روایت سے معترض کی اس من گھڑت کہانی کا بھرم کھل گیا کہ حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۵۳۵ھ' مجلسِ قدم شریف میں شامل تھے کیونکہ بقولِ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ بوقتِ اعلان حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ سال کے تھے اور آپ کا سنِ ولادت

۵۴۷ھ ہے۔ (ملاحظہ ہو "مناقب المحبوبین" ص ۲۳)

اس لحاظ سے فرمانِ غوثیہ کے صدور کا سن وہی ۵۵۶ھ درست ثابت ہوتا ہے جبکہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ ۵۳۵ھ میں وصال فرما گئے۔ یہ ہیں معترض صاحب کے تحقیقی و تاریخی کارنامے جنہیں پڑھ کر ہر صاحبِ عقل کو حیرت ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آخر معترض کو اتنے پاپڑ بیلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ اس روش سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں جو حضرات مشائخِ چشت کے بالکل برعکس ہے۔

شاہ محمد حسن صابری چشتی رامپوری کی تصریح

معترض صاحب کی معلومات میں اضافے کے لئے گزارش ہے کہ کتاب حقیقتِ گلزار صابری (جس کے حوالے انہوں نے اپنی کتاب میں درج کئے) کے مطابق حضرت شاہ محمد حسن صابری چشتی رامپوری نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سِن ولادت ۵۲۲ھ ہے اس روایت کے مطابق آپ کا فرمانِ غوثیہ پر گردن جھکانا مزید یقینی بن جاتا ہے اور معترض صاحب کی کوشش مزید بے سود ثابت ہوتی ہے۔ (حقیقتِ گلزار صابری ص ۵۶۲ مطبع صابریہ قصور)

شیخ یوسف ہمدانی اور علامہ شطنوفی کی روایت

بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے

قدم الی بغداد رجل من همدان یقال له یوسف الهمدانی و کان یقال انه القطب فنزل فی رباط فلما سمعت به مشیت الی الرباط فلم اره فسئلت عنه فقیل لی هو فی السرداب فنزلت الیه فلما رآنی قام واجلسنی و قربنی و ذکر لی جمیع احوالی و حل لی جمیع ما کان اشکل علی ثم قال لی یا عبد القادر تکلم علی الناس فقلت یا سیدی انا رجل اعجمی ایش اتکلم علی فصحاء بغداد فقال لی انت الان حفظت الفقه واصول الفقه والخلاف والنحو واللغة وتفسیر

القرآن الاٰن یصلح لک ان تتکلم علی الناس اصعد علی الکرسی وتکلم علی الناس فانی اریٰ فیک عرقا وسیصیر نخلۃ۔
بھجۃ الاسرار ص ۱۴۷

ہمدان سے بغداد میں ایک شخص آئے' جنہیں یوسف ہمدانی کہا جاتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا تھا کہ وہ قطب ہیں۔ جب میں نے ان کے متعلق سنا تو سرائے میں ان سے ملنے گیا میں نے انہیں وہاں نہ دیکھا پھر میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ تہ خانے میں ہیں پس میں وہاں چلا گیا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے' مجھے بٹھایا اور اپنے قریب کیا اور میرے تمام احوال بیان فرمائے اور میرے جتنے اشکال تھے انہیں حل کر دیا پھر مجھے فرمایا' اے عبد القادر آپ لوگوں کو خطاب کریں میں نے کہا جناب میں عجمی ہوں' فصحائے بغداد سے کیا خطاب کروں۔ پس انہوں نے مجھے فرمایا' اب آپ نے فقہ' اصولِ فقہ' خلافِ مذاہب' نحو' لغت اور تفسیرِ قرآن سب علوم یاد کر لئے ہیں۔ آپ کے لئے مناسب ہے کہ لوگوں سے خطاب کریں۔ آپ کرسی پر بیٹھیں اور لوگوں سے خطاب کریں میں آپ میں وہ عرق (اصل' جڑ) دیکھ رہا ہوں جو کھجور کا درخت بنے گی۔

روایت کا واضح مطلب اور مفہوم

بھجۃ الاسرار کی روایت مع سلیس ترجمہ ہم نے درج کر دی ہے۔ جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ علومِ ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد ابتدائے سلوک میں حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کا احترام کیا' تعظیماً کھڑے ہو گئے' اپنے پاس بٹھایا اور قریب کیا۔ انہوں نے آپ کے سب احوال بیان فرمائے' آپ کے اشکالات رفع کئے اور آپ کو تبلیغ و ارشاد کا مشورہ دے کر آپ کے حق میں پیش گوئی فرما دی۔ باقی رہا اس روایت سے معترض صاحب کا یہ اجتہاد و استخراج کہ نقشبندی غوث اعظم نے حضرت شیخ عبد القادر کو غوث اعظم بنایا اور نقشبندیوں

کا سلسلہ قادریہ پر یہ بڑا احسان ہے' اس کا روایت سے کوئی تعلق نہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں بلکہ ان کے متعلقین سے اس قسم کے کسی اجتہاد و استخراج کا ثبوت نہیں اور جہاں تک ہمارے علم میں ہے' انہوں نے معترض کو بھی کوئی درخواست پیش نہیں کی کہ وہ اس خود ساختہ اجتہاد کی نشرواشاعت کر کے نقشبندیوں سے تعاون کریں۔ بزرگانِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بارگاہِ غوثیت سے جو عقیدت و احترام ہے' اس کا تفصیلی تذکرہ مستند کتابوں کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ معترض صاحب نے بلا ضرورت بغیر کسی پیشکش کے از خود یہ زحمت اٹھائی اور اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے بزعمِ خویش یہ اجتہادی کارنامہ سرانجام دیا۔

معترض کی غلط بیانی در حقِ شیخ یوسف ہمدانی

معلوم نہیں معترض کو بے سند اور بے ثبوت روایات کے اندراج سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ جس طرح انہوں نے مجلسِ قدم شریف میں حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی حاضری کی بلاسند اور بے تحقیق روایت' اپنے ایک فاسد مقصد کی خاطر' اپنی کتاب میں درج کی ہے اور ہم نے دلائل کی روشنی میں اس کی تردید کی۔ اسی طرح اپنی کتاب کے ص ۳۱۵ پر ایک انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان لوگوں (قادریوں) کی طرف سے اس غوث کو پردۂ خفا میں رکھنے کی بہت بڑی اور شعوری کوششیں کی گئی ہیں مگر بفضلہٖ تعالیٰ' اب حجاب اٹھتا ہے۔ سنئے وہ غوث جنہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو غوث بنایا وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ' سیدنا ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ پھر معترض نے علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب کا حوالہ دیا کہ ان کے مطابق وہ غوث' حضرت شیخ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

معترض کی بے فائدہ کوشش

ہم پورے وثوق سے کہتے چلے آئے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ معترض

صاحب کو کتابوں کے مطالعہ کی عادت نہیں ہے۔ مذکورہ بالا روایت ہی کو لے لیجئے ان کا یہ کہنا کہ قادری سلسلہ کے لوگ' اس غوث کے نام کو چھپاتے رہے ہیں جنہوں نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرسی پر یہ اعلان کریں گے "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" اور بقولِ معترض' جس غوث نے حضرت غوث پاک کو غوث بنایا تھا' پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی قادری بزرگ نے ان کے نام کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ بھجۃ الاسرار میں علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بزرگ نے فرمانِ غوثیہ کی پیش گوئی کی قیل رجل اسمہ العون رضی اللہ عنہ و قیل ابو یعقوب یوسف بن ایوب الھمدانی۔ (بھجۃ الاسرار ص ۵ طبع مصر)

اس غوث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ابو یعقوب یوسف بن ایوب الھمدانی تھا۔

چونکہ اس غوث کے نام کے تعین میں اس زمانے سے اختلاف تھا جسے علامہ شطنوفی نے نقل کر دیا اس لئے سب تذکرہ نگاروں نے نام کے متفق علیہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کا نام درج نہ کیا بلکہ لفظ الغوث لکھ دیا جس سے مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اگر یہ چھپانے کی کوئی بات ہوتی تو علامہ شطنوفی چھپا سکتے تھے مگر انہوں نے اس مختلف فیہ نام کا ذکر کر دیا۔ پھر اس روایت میں کونسی ایسی بات ہے جو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے خلاف ہے۔ صالحین کی زیارت کرنا اور ان سے دعا کرانا تو موجبِ فضیلت ہے اگرچہ روایت میں اس غوث کے دعا کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں اور نہ ہی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلب دعا کا ذکر ہے' وہاں صرف یہ تذکرہ ہے کہ اس غوث نے آپ کی عزت فرمائی' آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور آپ کو صالحین کے ادب پر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک علیہ السلام کے راضی ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے پیش گوئی فرمائی کہ آپ بغداد میں اعلان کریں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

معترض صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی نقشبندی غوث اعظم کا تذکرہ نہیں فرمایا بلکہ انہوں نے بھی الغوث لکھا ہے اور شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا تعین نہیں کیا۔

(مکتوباتِ مجددیہ ص ۱۳۴ دفتر اول حصہ پنجم نفحات الانس مولانا جامی ص ۳۵۴)

معترض صاحب اپنی کتاب کے ص ۲۷۵ پر ملفوظاتِ حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ از شاہزادہ دارا شکوہ مصنفہ ۱۰۵۲ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ خواجگان کے سلسلہ سے خواجہ یوسف ہمدانی جو اس سلسلہ کے سردار ہیں' بغداد میں حضرت غوث اعظمؓ کی صحبت میں رہے۔ اس کے فوراً بعد معترض صاحب طبعی مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے بریکٹ میں لکھتے ہیں (قادری' عموماً بات الٹ دیتے ہیں) اندازہ کیجئے' حضرت میاں میر قادری لاہوری اور سفینۃ الاولیاء کے مصنف شہزادہ دارا شکوہ' بات الٹ دیتے ہیں مگر معترض' بات نہیں الٹتے جن کی پوری کتاب' قطع و برید' علمی خیانت' کذب بیانی اور تحریف و تبدیل کا مجسمہ ہے۔

معترض کی غیر معقول ترمیم

معترض نے اپنی کتاب کے ص ۳۱۵ پر خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو نقشبندی غوث اعظم لکھا ہے حالانکہ سلسلہ نقشبندیہ کا یہ مختص لقب' حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے جن کا وصال ۷۹۱ھ میں ہے جبکہ شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے دو سو چھپن سال پہلے ۵۳۵ھ میں وصال فرما گئے۔ ویسے اس قسم کی ترمیم' سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں نے جاری نہیں فرمائی اور انہوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ سے پہلے بزرگوں کے نام کے ساتھ چشتی نہ لکھا کیونکہ یہ سلسلہ عالیہ بعد میں حضرت شیخ ابو اسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چشتیہ کے نام سے موسوم ہوا ہے اور یہ بزرگ ان سے پہلے وصال فرما گئے تھے۔

بارگاہِ غوثیہ سے شیخ یوسف ہمدانی کا استفادہ

سلسلہ چشتیہ کی مشہور کتاب "اقتباس الانوار" مصنفہ بارھویں صدی ہجری جس کے حوالے معترض نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں اس میں درج ہے۔
وپیشوائے طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نیز از خدمت آنحضرت نعمت یافتہ۔ طریقہ نقشبندیہ کے پیشوا' شیخ خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی' حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نعمت حاصل کی۔ (اقتباس الانوار ص ۸۱)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ' مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی شمسی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور پیشوائے طریقہ نقشبندیہ' حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بھی آپ (حضرت غوث پاک قدس سرہ) سے فیضیاب ہوئے۔ (تحفۃ الابرار جدول اول حصہ اول ص ۲۹ مطبع رضوی دہلی)

شیخ یوسف ہمدانی اور عظمتِ غوثیہ کا اعتراف

علامہ شطنوفی نے بھجۃ الاسرار میں شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی نے "قلائد الجواہر" میں امام عبداللہ یافعی نے "نشر المحاسن" میں اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہم نے "نفحات الانس" میں یہ روایت درج کی ہے اور سیرت و تاریخ کی دوسری بہت سی کتابوں میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ستائیس ذوالحجہ ۵۲۹ھ بدھ کے روز' مقبرہ شونیزیہ میں فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ علماء' فقہا اور صوفیا کی ایک جماعت تھی۔

آپ' حضرت شیخ حماد دباس رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر کافی دیر ٹھہر کر دعا فرماتے رہے' یہاں تک کہ دن کی گرمی سخت ہو گئی جب آپ لوٹے تو طبیعت پر انبساط تھا' اصحاب کے پوچھنے پر فرمایا کہ شعبان ۴۹۹ھ میں شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کی معیت میں ہم جامع "رصافہ" میں نماز جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں واقع ایک پل پر حضرت شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے دھکا دے کر پانی میں گرا دیا۔ سخت

سردی کا موسم تھا میرے سارے کپڑے تر ہو گئے۔ اس پر شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ مریدین میرے بارے میں تنقید کرنے لگے تو انہوں نے سختی سے روکا اور فرمایا' میں ان کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ میں نے انہیں استقامت کا پہاڑ پایا جو ذرا بھر بھی حرکت نہیں کرتا۔

پھر فرمایا آج میں نے شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کو قبر میں دیکھا کہ اعلیٰ لباس اور زیورات پہنے ہوئے ہیں۔ ان کے سر پر یاقوت کا تاج ہے مگر ان کا دایاں ہاتھ شل ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا یہ وہی ہاتھ ہے جس سے میں نے آپ کو پانی میں دھکا دیا تھا۔ کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے؟ میں نے کہا بالکل' پھر میں نے ان کے لئے دعا کی اور پانچ ہزار اولیائے کرام نے اپنی قبروں میں میری دعا پر آمین کہی' یہاں تک کہ ان کا ہاتھ درست ہو گیا اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔

یہ بات' بغداد میں مشہور ہوئی تو حضرت شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کو ناگوار گزری چنانچہ وہ وفد کی صورت میں حضرت غوث اعظم قدس سرہ کے مدرسے میں وضاحت چاہنے کے لئے آئے مگر آپ کے جلال کی وجہ سے بات نہ کر سکے۔ آپ نے خود فرمایا کہ تم' مشائخ میں سے دو بزرگوں کا انتخاب کر لو تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔ پس شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء نے شیخ ابو یعقوب یوسف ھمدانی رحمتہ اللہ علیہ جو ان دنوں بغداد میں وارد ہوئے تھے' ان پر اور شیخ عبدالرحمٰن کردی رحمتہ اللہ علیہ پر اتفاق کیا اور کہا آپ ایک ہفتہ میں ہماری تسلی کرا دیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ تمہارے یہاں سے اٹھنے سے قبل تمہارے لئے حقیقت' منکشف ہو جائے گی۔

شیخ ابو یعقوب یوسف ھمدانی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ عبدالرحمٰن کردی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ حماد رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مراقبے میں سر جھکایا اور دوسرے لوگ بھی سرنگوں ہوئے۔

فصاح الفقراء من خارج المدرسة واذا الشيخ يوسف قد جاء حافيا

یشتد فی عدوہ حتیٰ دخل المدرسۃ و قال اشھدنی اللہ عز و جل الساعۃ الشیخ حماد وقال لی یا یوسف اسرع الی مدرسۃ الشیخ عبدالقادر و قل للمشائخ الذین فیھا صدق الشیخ عبدالقادر فیما اخبرکم بہ عنی فلم یتم الشیخ یوسف کلامہ حتیٰ جاء الشیخ عبدالرحمٰن وقال مثل قول الشیخ فقام المشائخ کلھم یستغفرون للشیخ عبدالقادر رضی اللہ عنھم اجمعین۔

پس مدرسہ کے باہر سے فقراء کا شور بلند ہوا' اچانک شیخ یوسف ہمدانی ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے مدرسہ میں داخل ہوئے اور فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ابھی مجھے شیخ حماد کا مشاہدہ کرایا ہے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا اے یوسف' شیخ عبدالقادرؓ کے مدرسے میں جلدی پہنچو اور وہاں پر جمع شدہ مشائخ سے کہو کہ میرے بارے میں شیخ عبدالقادرؓ نے تمہیں جو خبر دی ہے وہ بالکل درست ہے۔ ابھی شیخ یوسف ہمدانی کلام مکمل نہیں کرپائے تھے کہ شیخ عبدالرحمٰن کردی بھی آگئے اور انہوں نے بھی شیخ یوسف ہمدانی کی طرح خبر دی۔ پس تمام مشائخ اٹھے اور حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں مغفرت و رحمت کی دعائیں کرنے لگے۔

(ملاحظہ ہو: بھجۃ الاسرار ص ۵۴ طبع مصر" نفحات الانس ص ۳۶۰ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور' قلائد الجواہر ص ۳۵ طبع مصر' نشر المحاسن للشیخ یافعی بھامش جامع کرامات الاولیاء للشیخ النبہانی ص ۴۵ جلد اول طبع بیروت' الفتاوی الحدیثیۃ للشیخ ابن حجر مکی ص ۲۲۹ مطبوعہ مصر)

فرمانِ غوثیہ کی اطاعت فضیلت ہے

جس قدمِ پاک کے نیچے اولیائے کبار اور مشائخ نامدار نے اطرافِ عالم میں گردن جھکائی ہو اور اس پر فخر کیا ہو' اس کے برکات و فیوضات سے مشرف ہونا تو فضیلتِ عظمیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے مقامِ قطبیت پر فائز لکھا ہے' انہوں نے اولیائے

حاضرین میں سب سے پہلے کرسی کے قریب پہنچ کر آپ کے قدم اقدس کو تھام کر اپنی گردن پر رکھا۔ حضرت علی ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا تو فرمایا

لانہ امران یقولھا واذن لہ فی عزل من انکرھا علیہ من الاولیاء فاردت ان اکون اول من سارع الی الانقیاد لہ۔

(نشر المحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء جلد دوم ص ۱۳۴)

اس لئے کہ آپ کو اس فرمان کا امر کیا گیا اور آپ کو اذن دیا گیا کہ اولیائے کرام میں سے جو بزرگ اس فرمان کا انکار کرے آپ اسے مقامِ ولایت سے معزول کردیں۔ پس میں نے چاہا کہ آپ کی اطاعت میں جلدی کر کے اولیت حاصل کروں۔

فرمانِ غوثیہ کی اطاعت باعثِ فخر ہے

حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی محب النبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ع: زپائے پاکِ او فخریست دوشِ پاکبازاں را

آپ کے قدم پاک کے نیچے گردن جھکانا پاکباز لوگوں کے لئے فخر کا باعث ہے۔

فرمانِ غوثیہ کی اطاعت سعادت ہے

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن شریف) فرماتے ہیں۔

پس ہر ولی کامل، منتہی، غوث، قطب، اوتاد، ابدال وغیرہ قریب و بعید سب یہ کلام سن کر پوری رضاء و رغبت سے حضرت شیخ کے زیر قدم ہو کر سرفراز و ممتاز ہوئے، اور سب سے پہلے ولی اللہ جو اس سعادت سے مشرف ہوئے شیخ علی ھیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کا شمار اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس ص ۲۷۸)

فرمانِ غوثیہ پر چند سطحی اعتراضات

فرمانِ غوثیہ کے بارے میں ہم نے پوری تفصیل سے اکابر علماء و مشائخ کی مستند کتابوں سے حوالے پیش کردیئے جن کی روشنی میں اس ارشاد کا بامرِ الٰہی ہونا،

جمیع اولیائے متقدمین و معاصرین و متاخرین کے لئے اس کا عموم و شمول اور بحالتِ صحو و تمکین، اس کا صدور روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ زمانے بھر کے اکابر اولیائے کرام نے گردن جھکا کر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا اور اس فرمان کی اطاعت کو باعثِ شرف و افتخار سمجھا۔

ایک طرف تو وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے یہ سعادت حاصل کی اور اس کے حصول کا اعتراف کرتے ہوئے عظمتِ غوثیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کے جلیل القدر اکابر علماء و مشائخ نے اس موضوع پر مستند کتابیں لکھیں اور تقریباً نو سو سال کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ دوسری طرف معترض صاحب ہیں جن کے قلب و دماغ میں قطبِ اعظم اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مشہورِ عالم، زبان زدِ خاص و عام، کائناتی و آفاقی وسعتوں کے حامل فرمانِ عالیشان کے بارے میں اعتراضات اور آپ کی سیرتِ طیبہ اور اخلاق و اوصاف کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں۔ تعجب اس بات پر ہے کہ یہ سب کچھ ایسے لوگوں سے صادر ہوا ہے جو اپنے آپ کو بزرگانِ دین اور مشائخِ سلاسل خصوصاً حضرات مشائخِ چشت کا عقیدت مند کہلاتے ہیں اور بزرگوں کے مسلک و مشرب سے منسلک سمجھتے ہیں۔ بزرگانِ دین اور مشائخ کے ساتھ نسبت و تعلق کے مدعی اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کوئی مستحسن رائے قائم کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

معترض کے اعتراضات کا خلاصہ

معترض نے ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظِ ولی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہے۔ اگر ان حضرات کے لئے ارشادِ غوثیہ کا عموم ثابت ہو تو بے ادبی اور گستاخی لازم آتی ہے۔ اسی طرح اولیائے متقدمین میں آپ کے مشائخ کرام بھی شامل ہیں، ان کا زیرِ قدم ہونا لازم آتا ہے۔ اگرچہ لفظِ کل اس ارشاد میں مذکور ہے مگر بہت سے مقامات پر کل بول کر بعض افراد مراد لئے جاتے ہیں۔ معترض نے قرآن مجید کی آیات سے بھی استدلال کیا اور یہ

ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کل کا مدخول بعض افراد ہوتے ہیں۔ معترض نے عرف کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ عرفِ عام کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام کو ولایت کے شرف سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کے عرف کا کوئی ثبوت اور دلیل نہیں جس سے حضرات صحابہ کرام ولایت کے شرف سے محروم ہو کر اس ارشاد سے مستثنیٰ قرار پائیں۔ معترض صاحب' عرف کے بارے میں کتاب کے ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں۔ لوحی عرف کا بڑا شور سنتے تھے' معترض نے اولیائے کرام کی سیرت و تعلیمات پر مشتمل کتابوں میں حضرات صحابہ کرام کے ذکرِ خیر سے استدلال کیا ہے کہ اولیائے کرام کا خطاب سب کو شامل ہے تب ہی تو ایسی کتابوں میں ان سب حضرات کا تذکرہ ہے۔

معترض کے پہلے اعتراض کا جواب

اس میں شک نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ولایت کے اعلیٰ درجات پر فائز تھے اور مناقبِ اولیاء کی کتابوں میں تبرکاً ان کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود ان نفوسِ قدسیہ کی خصوصی تعریف اور پہچان' ولی کے لقب سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے مخصوص شرف اور لقب صحابیٔ رسول سے ہوتی ہے۔ ایک طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ تعریف' تخصیص اور امتیاز کے لئے ہوتی ہے اور تعریف کے ذریعے معرف کو دوسروں سے امتیاز دینا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعریف کا اعلیٰ درجہ یعنی حدِ تام' جنسِ قریب اور فصلِ قریب سے مرکب ہوتی ہے تاکہ معرف کو کامل امتیاز و خصوصیت حاصل ہو۔

ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر ان سے کوئی سوال کرے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کون تھے۔ تو کیا وہ جواب میں یہ کہیں گے کہ وہ ولی اللہ تھے حالانکہ یقیناً وہ ولی اللہ تھے۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ ہر نبیٔ برحق اور رسولِ برحق کو ولایت کا اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اگر معترض صاحب سے سوال کیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کون تھے تو کیا وہ یہ جواب دیں گے کہ

وہ ولی اللہ تھے۔ یہ دونوں جواب غلط اور نامناسب ہیں' حالانکہ مبنی بر حقیقت ہیں کہ ان نفوسِ قدسیہ میں ہر شخصیت' ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ یہ دونوں جواب کس لئے نامناسب قرار پائے اس لئے کہ سائل کا مقصد ان شخصیات کے بارے میں ایسی امتیازی معلومات کا حصول ہے جن کے ذریعے ان کی خاص تعریف اور پہچان ہو سکے اور وہ خاص تعریف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول تھے۔

اگر کوئی معترض صاحب سے یہ دریافت کرے کہ جناب کی کتاب کے نام "کلام الاولیاء الاکابر" میں اولیاء سے کیا مراد ہے۔ کیا آپ حضرات صحابہ کرام مراد لیتے ہیں اور آپ نے ان حضرات کے اقوال پیش کئے ہیں' یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ اولیائے کرام سے مراد یہاں وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہیں اولیاء' صوفیا اور مشائخ کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

رہی یہ بات کہ مناقبِ اولیاء پر مشتمل کتابوں میں حضرات صحابہ کرام کا ذکرِ خیر ہے تو جنابِ والا! وہ ذکرِ خیر تبرک کے لئے ہے' نیز وہ حضرات' ولایت کے اعلیٰ ترین مقام پر تھے اور اولیائے کرام' ان سے مستفید ہیں' اس لئے ان کی مرکزی حیثیت کی وجہ سے ان کا ذکرِ خیر کیا گیا۔ ان کے تذکرے کا یہ مقصد نہیں کہ اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل کتابوں میں مذکور ہونے کی بنا پر انہیں اعلیٰ و افضل مرتبہ' صحابیت سے محروم کردیا جائے اور اس عام لقب سے یاد کیا جائے جو ان کے مستفیدین کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل کتابوں میں تذکرے کی بناء پر حضرات صحابہ کرام کو اولیاء کہا جائے یا معترض کی طرح' ولی اللہ کی پہچان یہی طے کرلی جائے کہ جس کا ذکر' اولیائے کرام کے تذکروں میں ہو وہ ولی اللہ کہلائے گا تو پھر اس طرح نہ صرف صحابہ کرام اپنے اعلیٰ و ارفع لقب' صحابیت سے محروم قرار پائیں گے بلکہ دیگر افراد جن کا ذکر' بزرگوں سے متعلق ہونے کی وجہ سے کسی کتاب میں درج ہو تو معترض کے ضابطے کے مطابق'

وہ سب کے سب ولی اللہ قرار پائیں گے اور یہ کوئی معقول بات نہیں۔

سیدھی سی بات ہے کہ بزرگوں کے فضائل و مناقب پر مشتمل کتابوں میں حضرات صحابہ کرام کا تذکرہ بلکہ ذکرِ خداوندی اور ذکرِ رسول پاک ﷺ یہ سب کچھ تبرک کے طور پر ہوتا ہے اور اس کو اس بات کی دلیل بنانا کہ جس کا تذکرہ بھی بزرگوں کی کتاب میں ہو جائے' وہ ولی اللہ ہوتا ہے ایک سطحی اور بے وزن بات ہے۔ معترض کے اس فلسفے کی بناء پر وہ کتابیں جو قصص و حالاتِ انبیائے کرام علیہم السلام پر مشتمل ہیں اور ان میں انبیائے کرام کے ساتھ ساتھ ان کے اصحاب و معاونین کا تذکرہ ہے تو پھر کیا انہیں اسی بناء پر نبی تسلیم کرلیا جائے گا کہ انبیائے کرام کے حالات پر مشتمل کتابوں میں ان کا ذکرِ خیر ہے۔

ع: بریں عقل و دانش بباید گریست

ولی کی تعریف میں صوفیاء کے اقوال

رسالہ قشیریہ میں شیخ ابو علی الجوزجانی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے

الولی هو الفانی فی حالہ الباقی فی مشاهدة الحق سبحانہ تولی اللہ تعالٰی سیاستہ فتوالت علیہ انوار التولی لم یکن لہ عن نفسہ اخبار ولا مع غیر اللہ مقرار۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۱۸ دار الکتاب العربی' بیروت)

ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فنا ہو اور مشاہدۂ حق میں باقی ہو' اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی کا متولی ہوتا ہے۔ پس اس تولیت کے انوار اس پر لگاتار چمکتے رہتے ہیں۔ اس کو اپنے نفس کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور وہ غیرِ خدا کے ساتھ قرار نہیں پکڑتا۔

امام ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

الولی لہ معنیان احدهما فعیل بمعنی مفعول وهو من یتولی اللہ سبحانہ امرہ' قال اللہ تعالٰی وهو یتولی الصالحین فلا یکلہ الٰی نفسہ لحظۃ بل یتولی الحق سبحانہ رعایتہ والثانی فعیل مبالغۃ من الفاعل وهو الذی یتولی عبادة اللہ تعالٰی وطاعتہ و عبادتہ تجری

علیٰ التوالی من غیر ان یتخللها عصیان وکلا الوصفین واجب حتیٰ یکون الولی ولیا یحب قیامه بحقوق الله تعالیٰ علیٰ الاستقصاء والاستیفاء و دوام حفظ الله تعالیٰ ایاه فی السراء والضراء (رسالہ قشیریہ ص ۱۱۷ دار الکتاب العربی بیروت)

ولی کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ لفظِ ولی' فعیل کے وزن پر مفعول کے معنیٰ میں ہو یعنی ولی وہ شخص ہے جس کے کام کا اللہ تعالیٰ متولی ہو' جس طرح کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ وہ صالحین کا متولی ہے۔ پس اسے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے نفس کے حوالے نہیں فرماتا' بلکہ حق تعالیٰ اس کی نگرانی کا خود متولی ہوتا ہے۔ ولی کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ولی' فعیل صیغہ مبالغہ بمعنی فاعل کے ہو' یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کی ذمہ داری' خود سنبھال لے' پس اس کی عبادت لگاتار جاری رہے بغیر اس کے کہ اس میں نافرمانی سے خلل پڑے۔ ولی میں ان دونوں وصفوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ ولی ایسا ولی ہو کہ وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سب حقوق پورے پورے ادا کرنا پسند کرے اور خوشی و غمی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہمیشہ اس کے ساتھ رہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ھجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اندر حکایات است کہ ابراہیم ادھم مردے راگفت خواہی تا تو ولی باشی از اولیائے خدا گفت بلے میخواہم گفت لا ترغب فی شئی من الدنیا والاٰخرة و فرغ نفسک للہ و اقبل بوجھک علیہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص سے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی بن جائے۔ اس نے عرض کیا کیوں نہیں میں چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا دنیا اور آخرت کی کسی چیز میں رغبت نہ کر اور دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پوری توجہ کر۔

واز ابو یزید البسطامی پر سید ند ولی کہ باشد گفت الولی ھو الصابر تحت

الا مروالنہی۔ حضرت ابو یزید البسطامی سے پوچھا گیا' ولی کون ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا' ولی وہ ہوتا ہے جو امر ونہیِ الٰہی کے ماتحت ہو کر صبر سے کام لے۔ (کشف المحجوب ص ۲۹ مطبع پنجابی لاہور)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فالولی ھوالفانی فیہ والباقی بہ "پس ولی وہ شخص ہوتا ہے جو فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام پر فائز ہو۔ (نفحات الانس ص ۳ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

ولی کی تعریف پر مترتب نتائج

رسالہ قشیریہ' کشف المحجوب اور نفحات الانس کے حوالے سے ولی کی جو تعریف بیان کی گئی' وہ اولیائے کرام کے ہر فرد پر صادق آتی ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا ولی ہوگا وہ ان اوصاف و کمالات سے موصوف ہوگا۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سرچشمۂ ولایت ہونے کے لحاظ سے بدرجۂ اتم ان اوصاف سے موصوف ہیں' مگر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ولی کی یہ تعریف' جس فرد پر صادق آئے اس کا نبی یا صحابی ہونا ضروری نہیں' ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ولی ہو مگر وہ نبی نہ ہو یا ولی ہو مگر صحابی نہ ہو۔

حضرات انبیائے کرام اور حضرات صحابہ کرام کے مناصب کا ایک خاص تشخص و تعارف اور امتیاز و انفراد ہے جو صرف ان نفوسِ قدسیہ کے لئے ہے۔ پس نبوت اور صحابیت کا شرف باوجود ولایت کے شرف کو مستلزم ہونے کے اپنے خاص تشخص کی وجہ سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس اعلیٰ و ارفع شرف کو نظرانداز کرتے ہوئے ان نفوسِ قدسیہ کو اس شرف کے مقابلے میں ادنیٰ شرف یعنی ولایت کے منصب و مقام سے متعارف کرانا ان کی عظمت و جلالت کے منافی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک بزرگ عالمِ دین' مسندِ درس پر تشریف فرما ہوں' ان کے بارے میں کوئی شخص پوچھے کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ اسے جواب میں کہا جائے یہ مسلمان ہیں اور انسان ہیں' تو ان کا یہ تعارف و تشخص مناسب نہ ہوگا

حالانکہ وہ انسان اور مسلمان بھی ہیں۔

ارشادِ غوثیہ میں لفظِ ولی اللہ سے اولیائے کرام مشائخِ عظام اور حضرات صوفیا اس لئے مراد لئے جاتے ہیں کہ وہ لفظِ ولی اللہ کا موضوع لہ اور مصداق ہیں۔ حضرات صحابہ کرام کو اس ارشاد سے اس لئے مستثنٰی کیا جاتا ہے کہ ان کا عظیم ترین لقب 'صحابیٔ رسول ان کے اختصاص اور استثنا کا تقاضا کرتا ہے نہ اس لئے کہ ہم ان کو ولایت کے شرف سے محروم کر رہے ہیں۔ ہم تو ان کی عظمتوں اور رفعتوں کے تقدس کی بناء پر انہیں ارشادِ غوثیہ کے عموم سے مستثنٰی ٹھہراتے ہیں جو سراسر ادب واحترام پر مبنی ہے اور معترض صاحب اس استثناء سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انہیں ولایت کے شرف سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی بزرگ کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ عالم وعارف ہیں تو کیا اس طرح کہنے سے وہ انسانیت اور مسلمانی کے شرف سے محروم قرار پائیں گے' ہرگز نہیں۔ غایۃ مافی الباب یہی کہا جائے گا کہ ان الفاظ سے تعارف' ان کے احترام واعزاز کے پیش نظر کرایا گیا ہے

ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کو ارشادِ غوثیہ کے عموم میں داخل کیا جائے؟ ہم انہیں مستثنٰی ٹھہراتے ہیں جبکہ آپ ان کے داخل کرنے پر بضد ہیں' آپ خود فیصلہ کریں کہ بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب' آپ کر رہے ہیں یا ہم' جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرات صحابہ کرام ارشادِ غوثیہ کے عموم میں داخل نہیں۔ عقل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ارشادِ غوثیہ' ولی اللہ کے ہر فرد کو تو شامل ہے مگر صحابیٔ رسول لازماً اس سے مستثنٰی ہیں اور متاخرین کا عرف اس حقیقت کی تائید وتصدیق کرتا ہے۔

اب ہم عرف کے بارے میں دلائل کی روشنی میں کلام کرتے ہیں' اس کی مؤثر حیثیت اور افادیت نیز اس کے اعتبار واستناد کو نمایاں کرتے ہیں اور اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ ارشادِ غوثیہ عرف واصطلاح کی روشنی میں اولیائے کرام' مشائخِ عظام اور حضرات صوفیاء سب کو شامل ہے جبکہ حضرات صحابہ کرام

اس میں داخل نہیں۔

شرعی احکام و معاملات میں عرف کی اہمیت

معترض صاحب چونکہ کتابوں کا مطالعہ نہیں فرماتے اس لئے فوراً فیصلہ کن مراحل میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ فقہ و اصولِ فقہ میں عرف کا ایک مستقل باب ہے۔ جس میں اس کی اہمیت' افادیت اور شرعی احکام و معاملات میں اس کے مؤثر اور نتیجہ خیز ہونے کا تفصیلی تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام نے عرف کو معتبر سمجھتے ہوئے' شرعی احکام و مسائل اور معاملات میں اس کو مدِ نظر رکھ کر فیصلے جاری کئے ہیں اور اپنے اجتہادات و فتاویٰ میں خاص طور پر استحسان کے مباحث میں عرف کے استناد اور اعتبار کو اہمیت دی ہے۔ کسی لفظ کا اس معنی میں استعمال جس کے لئے اسکو وضع کیا گیا ہے حقیقت کہلاتا ہے اور احکام و مفاہیم کو ثابت کرنے کے لئے حقیقت سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ حقیقت کا تلفظ' اس کا استعمال' اس سے افادہ و استفادہ' یہ سب امور عندا لمحققین' معروف و محمود ہیں۔ ان سب حقائق کے باوجود' عرف اس قدر مؤثر ہے کہ اس کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ علمائے اصول نے عرف کی اسی تاثیر کی بنا پر حقیقی معانی کو پانچ مقامات پر ترک کئے جانے میں عرف کو خاص طور پر معتبر سمجھا ہے اور تفریعات کے ذریعے عرف کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

کتبِ اصول میں عرف کا بیان

درسِ نظامی کی مشہور کتاب ''اصول الشاشی'' میں ہے

ما یترک به حقیقة اللفظ خمسة انواع' احدها دلالة العرف و ذالک لان ثبوت الاحکام بالالفاظ انما کان لدلالة اللفظ علی المعنیٰ المراد للمتکلم فاذا کان المعنیٰ متعارفا بین الناس کان ذالک المعنیٰ المتعارف دلیلا علیٰ انه هو المراد به ظاهرا فیترتب علیه الحکم۔ (اصول الشاشی ص ۲۵ مطبع مجیدیہ ملتان)

لفظ کے حقیقی معنیٰ پانچ وجوہ کی بنا پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ ان میں پہلی وجہ دلالتِ عرف ہے اور یہ اس لئے کہ احکام کا ثبوت' الفاظ سے اس لئے ہوتا ہے کہ لفظ ہی متکلم کے معنیٰ مراد پر دلالت کرتا ہے' پس جب کوئی معنیٰ لوگوں کے عرف میں متعارف ہوگا تو وہ معنیٰ متعارف' اس بات کی دلیل قرار پائے گا کہ ظاہری طور پر مراد وہی معنیٰ ہے' پس اسی معنیٰ متعارف بالعرف پر حکم مترتب ہوگا۔

اس کے بعد مصنف نے کئی مثالیں پیش کی ہیں جن میں عرف کی وجہ سے حقیقی معنیٰ متروک ہے اور معنیٰ متعارف مراد ہے' مثلاً کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ سری نہیں کھائے گا یا وہ انڈے نہیں کھائے گا۔ اب اگر اس کلام کے حقیقی معنیٰ مراد لئے جائیں تو چڑیا اور کبوتر کی سری اور ان کے انڈے کھانے سے وہ شخص حانث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا' مگر ان مثالوں میں عرف کی بنا پر حقیقی معانی چھوڑ دیئے گئے' کیونکہ عرفِ عام میں چڑیا اور کبوتر کی سری اور انڈے کا کھانا متعارف نہیں۔ اور اگر کسی کو کہا جائے کہ وہ سری اور انڈے لے آئے تو عرفِ عام کی بناء پر وہ چڑیا اور کبوتر کے انڈے خرید کر نہ لائے گا بلکہ وہ سری اور انڈے لائے گا جو عام طور پر متعارف اور مروّج ہیں۔

اصولِ فقہ کی مشہور کتاب "الحسامی" کی شرح "النامی" میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے عرف کو معتبر سمجھنے اور اہمیت دینے کے بارے میں حقیقتِ مستعملہ اور مجازِ متعارف کی بحث میں لکھا ہے کہ آپ حقیقتِ مستعملہ کو ترجیح دیتے ہیں' آپ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے شارح لکھتے ہیں۔

اذا حلف لا یاکل من ھذہ الحنطة فان حقیقة ان یاکل من عین الحنطة وھذا المعنی الحقیقی مستعمل فی العرف لانھا تغلی و تقلی وتوکل قضما

پھر لکھتے ہیں۔ فعندہ لا یحنث بغیر اکل عین الحنطة پھر لکھتے ہیں اما السویق فھو فی العرف جنس آخر فلا یعتبر ان یدخل تحت

عموم المجاز۔ (الحسامی مع النامی ص ۳۸)

جب کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ اس گندم سے نہیں کھائے گا تو اس کا حقیقی معنی گندم کے دانے ہیں اور یہ معنی حقیقی' عرف میں مستعمل ہے کیونکہ گندم کے دانے ابال کر' بھون کر اور چبا کر کھائے جاتے ہیں' پس اس عرف کی بناء پر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک "گندم کے دانے کھائے بغیر وہ شخص حانث نہ ہو گا۔ گندم کے ستو کھانے سے کسی امام کے نزدیک حانث نہ ہو گا کیونکہ عرف میں وہ ایک دوسری جنس شمار ہوتا ہے پس وہ عمومِ مجاز کے ماتحت بھی داخل نہ ہو گا۔

عرفِ متاخرین میں لفظِ ولی اللہ کا اطلاق

متاخرین کے عرف میں لفظِ ولی اللہ کا اطلاق' حضرات صحابہ کرام پر نہیں ہوتا بلکہ یہ نفوسِ قدسیہ' اپنے خصوصی لقب اور امتیازی شرف' صحابیٔ رسول سے یاد کئے جاتے ہیں۔ معترض صاحب چونکہ مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کرتے اس لئے عموماً فیصلہ کرنے میں بڑی جلدی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب کے ص ۳۴ پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں (لفظِ ولی کا اطلاق عرفاً صحابہ پر نہیں ہوتا' دعویٰ بلا دلیل ہے) اگر وہ ذرا تحمل سے کام لیتے اور تحقیق کر لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ عرف میں لفظِ ولی کا اطلاق' صحابہ کرام پر نہیں ہوتا ہم کوشش کرتے ہیں کہ معترض صاحب کو اس عرف سے آگاہ کریں اور اکابر علماء و مشائخ کے حوالے سے اس موضوع کی وضاحت کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ' ارشادِ غوثیہ کے عموم و شمول سے حضرات صحابہ کرام کو مستثنیٰ ٹھہراتے ہوئے اور ان کی تخصیص فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والقرینة علی تخصیص الصحابة انھم لتخصیصھم باسم الصحابی و تمیزھم بہ لا یدخلون بحسب متفاھم العرف فی اسم

الاولیاء والمشائخ والصوفیۃ وامثالھا وان کانوا اخیارھم۔
(ملاحظہ ہو: زبدۃ الاسرار ص ۳۲ مطبوعہ بمبئی)

لفظِ ولی اللہ سے حضرات صحابہ کرام کی تخصیص پر قرینہ یہ ہے کہ وہ حضرات صحابی کے خاص نام سے مخصوص و ممتیز ہونے کی وجہ سے اولیاء' مشائخ' صوفیا اور اس قسم کے دوسرے الفاظ کے عموم میں داخل نہیں کیونکہ عرف کے مطابق یہی سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ حضرات' ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے ہمارے موقف کی واضح اور نمایاں تائید ہوتی ہے کہ ولایت کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود' عرف میں ولی کا اطلاق' صحابہ کرام پر نہیں ہوتا۔ اب معترض صاحب فرمائیں کہ ان کا دعویٰ بلادلیل ہے یا نہیں۔

ولی کا اصطلاحی معنیٰ بحوالہ تفسیرِ مظہری

صاحبِ تفسیر مظہری' قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ' ولی اللہ کے بارے میں صوفیائے کرام کی اصطلاح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وادنٰی مایعتد بہ ویطلق علیہ اسم الولی فی اصطلاح الصوفیۃ والمراد بھذہ الأیۃ انشاء اللہ من کان قلبہ مستغرقا فی ذکر اللہ یسبحون اللیل والنہار لایفترون ممتلیا بحب اللہ تعالٰی لایسع فیہ غیرہ ولو کانوا آباء ھم اواخوانھم او عشیرتھم فلایحب احدا الاللہ ولا یبغض الااللہ ولا یعطی الااللہ ولا یمنع الااللہ
(تفسیر مظہری جلد پنجم ص ۳۸ مطبوعہ بلوچستان بکڈپو کوئٹہ)

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولی کا ادنیٰ درجہ جس کا اعتبار کیا جائے اور ولی کا اسم اس پر بولا جائے اور جو انشاء اللہ آیتِ قرآنی میں مذکور اولیائے کرام سے مراد ہوگا وہ یہ ہے کہ ولی وہ ہے جس کا قلب' اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہو اور وہ ان لوگوں میں شامل ہو جو رات دن بغیر تھکاوٹ کے تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔

ولی کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو اور اس میں غیر کی گنجائش نہ ہو چاہے وہ اس کے باپ' بیٹے' بھائی اور خاندان کے لوگ کیوں نہ ہوں پس وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بغض نہ رکھے اور کچھ دے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اور کچھ روکے تو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے۔

کیوں جناب! اصطلاحِ صوفیہ میں ولی کا مفہوم ذہن نشین ہوا یا نہیں۔ اصطلاح اور عرفِ خاص ایک ہی چیز ہوتی ہے۔ لفظِ ولی کے لئے اصطلاحِ صوفیا زیادہ مؤثر اور مناسب ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولی کا خاص مفہوم ہے۔ یہ ولایت کے بیان کردہ اوصاف اگرچہ بدرجۂ اتم' حضرات صحابہ کرام میں پائے جاتے ہیں مگر اصطلاحِ صوفیاء میں ان پر لفظِ ولی کا اطلاق نہ ہو گا بلکہ انہیں صحابیٔ رسول ہی کہا جائے گا۔

ولی کا عرفی و اصطلاحی معنیٰ بحوالہ تفسیر خازن

تفسیر خازن کے مصنف' ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

واصل الولی من الولاء وھو القرب والنصرة فولی اللہ ھو الذی یتقرب الی اللہ بکل ما افترض علیہ و یکون مشتغلا باللہ مستغرق القلب فی معرفة نور جلال اللہ وقال المتکلمون' ولی اللہ من کان آتیا بالاعتقاد الصحیح المبنی علی الدلیل و یکون آتیا بالاعمال الصالحة علی وفق ماوردت بہ الشریعة' وقال بعض العارفین' ان الولایة عبارة عن القرب من اللہ و دوام الاشتغال باللہ۔

(تفسیر خازن جلد دوم ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر خازن میں ہے کہ ولی کی اصل "ولا" سے ہے اور اس کا معنیٰ قرب اور نصرت ہے۔ پس ولی اللہ وہ ہے جو تمام فرائض سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو اور اس کا دل' جلالِ خداوندی کے نور کی

معرفت میں مستغرق ہو۔ متکلمین کی اصطلاح میں ولی اللہ وہ شخص ہے جو اعتقادِ صحیح مبنی علیٰ الدلیل پر قائم ہو اور شریعت کے مطابق' اعمالِ صالحہ بجالائے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ ولایت' اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے ساتھ دائمی اشتغال کا نام ہے۔

ولی کا عرفی معنیٰ بحوالہ تفسیر المنار

تفسیر المنار کے مصنف' شیخ رشید رضا مصری' لفظِ ولی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الولی معناہ فی القرآن غالبًا الناصر والوالی واولیاء اللہ انصار دینہ من اہل الایمان والتقوٰی قد اصطلحوا بعد ذالک علٰی ان الاولیاء صنف من الناس تظہر علٰی ایدیہم الخوارق یتصرفون فی الکون بما وراء الاسباب ولم یعرف الصحابۃ ھذا المعنی۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر المنار جلد نمبر ۱۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ مصر)

ولی کا معنیٰ قرآن مجید میں غالباً ناصر اور والی آتا ہے اور اولیاء اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے اہلِ ایمان و تقویٰ ہیں۔ بعد میں یہ اصطلاح قرار پائی کہ اولیائے کرام' لوگوں کی وہ جماعت ہیں جن سے خوارق و کرامات ظاہر ہوں اور وہ جہان میں ایسا تصرف کریں جو ظاہری اسباب سے بلند و بالا ہو اور حضرات صحابہ کرام میں ولی کا یہ معنیٰ معروف نہ تھا۔

علامہ رشید رضا مصری کے کلام سے واضح ہو گیا کہ متاخرین کے نزدیک ولی کا اصطلاحی اور عرفی معنیٰ اور ہے کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جو اصحابِ تصرف و کرامات ہوتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام میں یہ معنیٰ معروف نہ تھا۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ متاخرین کے عرف اور محاورے میں ولی کا خاص مفہوم ہے جس کا اطلاق صحابہ کرام پر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے مختص لقب صحابیٔ رسول سے یاد کئے جاتے ہیں۔

ولی کا عرفی معنیٰ از محشی نبراس

مولوی برخوردار ملتانی محشی نبراس' ولی کا عرفی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الاولیاء جمع ولی اعلم ان الاولیاء ھم المتقون الازکیاء التابعون للانبیاء پھر لکھتے ہیں لکن فی العرف ان الولی ھوالذی یکتسب المامورات و یجتنب المحظورات ولم یکن مصرا علی الصغائر ولم یوجد مقرا علی الکبائر۔("حاشیہ نبراس" ص ۵۶۰ شرح العقائد' مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی' بندیال ضلع سرگودھا)

اولیاء ولی کی جمع ہے اور اولیائے کرام' متقی' اصحابِ تزکیہ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار لوگ ہوتے ہیں لیکن عرف میں ولی اسے کہتے ہیں جو مامورات پر عمل کرے اور ممنوعاتِ شرعیہ سے اجتناب کرے' صغائر پر اصرار نہ کرے اور کبائر پر قرار نہ پکڑے۔ محشی نبراس کی عبارت سے واضح ہے کہ عرف میں ولی کا خاص معنیٰ ہے جو صرف اولیائے کرام کو شامل ہوتا ہے۔

ولی کا اصطلاحی معنیٰ از تفسیر ضیاء القرآن

پیر محمد کرم شاہ الازہری چشتی رحمتہ اللہ علیہ' تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل' ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو اس کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو' وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۳ مطبع ضیاء القرآن لاہور)

ولی کے عرفی و اصطلاحی معنیٰ کی بحث کا خلاصہ

دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی کہ متاخرین کے عرف و اصطلاح میں لفظِ ولی کا اطلاق' صحابہ کرام پر نہیں ہوتا۔ حضرات صوفیائے کرام نے ولی کی جو تعریفات بیان فرمائیں ان کی رو سے بھی ولی کا لفظ' ان نفوسِ قدسیہ پر بولا جاتا ہے

جنہیں اولیائے کرام' مشائخِ عظام اور صوفیاء کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ معترض صاحب کا یہ دعویٰ بھی باطل ٹھہرا کہ عرف میں ولی کا ایسا کوئی خاص معنی نہیں جو صرف اولیائے کرام کے لئے بولا جائے اور وہ حضرات صحابہ کرام کو شامل نہ ہو۔ اس حقیقت کو بھی ہم نے نمایاں طور پر واضح کر دیا کہ حضرات صحابہ کرام کو ارشادِ غوثیہ سے مستثنیٰ کرنے کی وجہ ان کی عظمت و جلالت ہے کہ شرفِ ولایت کے باوجود وہ اعلیٰ وارفع شرف یعنی صحابیت کی بناء پر اپنے مختص لقب اور منصب سے مشہور و معروف ہوں اور ان کے لئے اپنے منصب سے کم درجے کا شرف پہچان نہ بنے بلکہ وہ ایسے لقب سے پہچانے جائیں جو ان کے امتیاز و اختصاص پر دلالت کرے۔ اگر ہم لفظِ ولی سے ان کا تعارف کرائیں تو پھر ان کے مسترشدین و مستفیدین اولیائے کرام سے ان کا امتیاز و انفراد قائم نہ رہ سکے گا۔ اس احتیاط اور التزام سے ان حضرات کی عظمت و جلالت کا تحفظ مقصود ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انہیں' ولایت کے شرف سے محروم کیا جا رہا ہے۔ کسی طرح بھی قرینِ عقل و انصاف نہیں۔

ہم تو اصحابِ ولایت کو حضرات صحابہ کرام کے فیوض و برکات کا خوشہ چین اور مظہر سمجھتے ہیں۔ پس ہم برملا اس حقیقت کا اعلان و اظہار کرتے ہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان "قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ" حضرات صحابہ کرام کو شامل نہیں۔ جو لوگ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں اور دوسروں کو اس غلط فہمی کا شکار کرنا چاہتے ہیں یا تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں' وہ کان کھول کر اچھی طرح سن لیں کہ ارشادِ غوثیہ کے بارے میں ہمارا یہ مسلک ہے' جس پر ہم قائم تھے' قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ الحمدللہ کہ ہمارا یہ نقطۂ نظر' اکابر علماء و مشائخ کی مستند کتابوں' معتبر حوالوں اور دلائلِ منقول و معقول کی روشنی میں پایۂ ثبوت کو پہنچا اور اس کی تفصیلات بھی ہم نے پیش کر دیں۔

فرمانِ غوثیہ ادب و احترام کے منافی نہیں

معترض نے فرمانِ غوثیہ کے اولیائے متقدمین کے لئے عموم و شمول کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس طرح ' آپ کے مشائخ عظام ' زیر قدم ہوتے ہیں ' تو یہ ادب کے خلاف ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ نے بامرِ الٰہی ' اس طرح فرمایا اور اولیائے کرام نے بامرِ الٰہی اس فرمان کی تعمیل و اطاعت کی اور امرِ الٰہی کی تعمیل ' کسی طرح بھی بے ادبی شمار نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک شرف و فضلِ خداوندی تھا جس کی بناء پر آپ نے اس طرح فرمایا اور اس شرف اور فضیلت کے اعتراف کے طور پر اولیائے کرام نے گردن جھکائی۔

سیرت و تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ اکابر مشائخ نے اپنے جلیل القدر مسترشدین اور مستفیدین کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا اور ان کی تعظیم و توقیر کا حیرت انگیز حد تک اہتمام کیا۔ بعض بزرگوں نے اپنے خلفاء سے تبرکاً خرقہ حاصل کیا اور بعض اساتذہ نے اپنے تلامذہ سے سند حاصل کی اور یہ سب کچھ بطورِ اعترافِ عظمت ہوا۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ بعض مستورات کے سامنے آنے پر دست بستہ احتراماً کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ ان کے بطن میں ایک عظیم الشان بچہ ہے جو آسمانِ ولایت کا درخشندہ ستارہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیائے کرام علیہم السلام کی سیادت و قیادت کا شرف عطا فرمایا ' آپ نے اس شرف کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیائے کرام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب کا سردار ہوں۔ حضرات انبیائے کرام نے آپ کے اس شرف کا اعتراف کیا اور ان میں سے بعض نے آپ کے امتی ہونے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور علیہ السلام کے اجدادِ گرامی ' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نیز جدّ الانبیاء ' حضرت آدم علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں حضور علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کی اور حضور علیہ السلام نے منصبِ امامت پر فائز

ہو کر تقدم اور تفوق کا اظہار فرمایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند' حضرت یوسف علیہ السلام کے فضل و شرف کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے سامنے سجدہ کیا' حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ نبوی کے ماتحت' حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے دعا کی درخواست کی۔

حضرت چراغ دہلوی کی عظمت اور مشائخِ چشت کا اعتراف

مشائخِ چشت کی روایات میں ہے کہ حضرت سلطان الہند غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ عثمان ھرونی رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ چشتیہ کے ایک باکمال بزرگ کے متعلق علامات بتا کر تاکید فرمائی تھی کہ ان سے متعلقینِ سلسلہ چشتیہ کے حق میں دعا کرائیں۔ آپ ان کے ظہور کے منتظر رہے' آخر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علامات بیان فرما کر یہی وصیت فرمائی۔ آپ بھی منتظر رہے مگر وہ باکمال بزرگ ظاہر نہ ہوئے' آپ نے حضرتِ گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی' آپ بھی ان کے منتظر رہے اور حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی کہ ان علامات و صفات سے موصوف بزرگ ایک خاص کیفیتِ استغراق میں ظاہر ہوں تو ان سے متعلقینِ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے لئے مغفرت کی دعا کرائیں۔

ایک دن حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں حوضِ شمسی کے کنارے قدم مبارک پانی میں لٹکائے ہوئے' استغراق کی کیفیت میں جلوہ افروز تھے۔ اتفاقاً حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض کے قریب تشریف لائے تو حضرت چراغ دہلوی کو مشائخ کے بیان کردہ اوصاف و کیفیات کے مطابق مراقبہ و استغراق میں پایا۔ آپ نے حوض کے دوسرے کنارے سے غوطہ لگایا اور حضرت چراغ دہلوی کے قریب پہنچ کر ان کے قدموں کو بوسہ دیا جس سے وہ سخت مضطرب ہوئے تو حضرت محبوبِ الٰہی نے فرمایا تعجب کی کوئی بات نہیں' میں اپنے مشائخ کے

فرمان کی اطاعت کر رہا ہوں، پھر حضرت چراغ دہلوی نے تمام متعلقین سلسلہ عالیہ چشتیہ کے لئے دعا فرمائی۔

یہ روایت بھی ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت چراغ دہلوی کے قدموں کو پکڑا تو انہوں نے استغراق کی حالت میں فرمایا، کدام ہستی ایشاں گفتند نظام، گفتند، نظام کا اس وقت کیا کام، گفت سلسلہ چشتیہ را بہ بخشید گفت بخشیدم۔ آپ کون ہیں، حضرت نے فرمایا نظام، انہوں نے فرمایا نظام کا اس وقت کیا کام، آپ نے فرمایا سلسلہ چشتیہ کی بخشش کی دعا فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بخشش کی دعا کر دی۔

(مراۃ العاشقین ص ۱۹۸ مطبع مصطفائی لاہور، مناقب المحبوبین ص ۹۸)

اس قسم کی روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مشائخ عظام کا اپنے جلیل القدر خلفاء اور مستفیدین کی عظمت و فضیلت کا اعتراف، ادب کے خلاف نہیں بلکہ ادب و احترام کے عین مطابق ہے اور ایک لحاظ سے ان کی اپنی فضیلت و عظمت کا متضمن ہے کیونکہ خلفاء و مستفیدین کی عظمت، مشائخ کی عظمت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔

معترض کے دوسرے اعتراض کا جواب

معترض نے فرمانِ غوثیہ "قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ" کے بارے میں یہ اعتراض بھی اٹھایا ہے کہ اس میں لفظِ کل سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ فرمان تمام اولیائے کرام کے لئے ہے۔ اس لئے کہ لفظِ کل کا مدخول، تمام افراد نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا، ثم اجعل علٰی کل جبل منھن جزأ پھر ان پرندوں کا کچھ حصہ ہر پہاڑ پر رکھیں۔ اس آیت میں "جبل" پر لفظِ کل داخل ہے مگر یہاں، جہان کے تمام پہاڑ مراد نہیں بلکہ وہ پہاڑ مراد ہیں، جو وہاں آس پاس تھے۔ اسی طرح کئی اور مقامات پر لفظِ کل وارد ہے مگر اس کا مدخول جمیع افراد نہیں بلکہ بعض ہیں۔

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیائے موتیٰ کے بارے میں اطمینان کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت کو آپس میں ملا کر پہاڑوں پر متفرق کر دیں اور پھر انہیں بلائیں تو وہ زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے۔ اس آیت کا مضمون اور سیاق و سباق بتاتا ہے کہ اس فرمان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینانِ قلب کرانا مقصود تھا۔ اب اگر دنیا بھر کے پہاڑوں پر پرندوں کے گوشت کو متفرق کرنا ضروری قرار دیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اضطراب کا باعث بن جاتا' حالانکہ امرِالٰہی کے ورود اور وضع کا تقاضا انہیں اطمینان کرانا تھا۔ چونکہ خود اس امر میں دلالت پائی جاتی ہے کہ اس کا مقصد صرف اطمینانِ قلب ہے۔ جو چند قریبی پہاڑوں پر پرندوں کے گوشت رکھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کُل کے دخول کے باوجود 'بعض جبل مراد ہوئے' تفسیرِ حسینی کی اس عبارت (بر ہر کوہ کہ ممکن باشد کہ جزوے از آنھا بر دتوانی نھاد چہ قسمت ایں ھا بر جمیع جبال متعذر است) پرندوں کے گوشت کو جن پہاڑوں پر رکھنا آپ کے لئے ممکن ہو رکھ دیں کیونکہ جہان کے تمام پہاڑوں پر گوشت رکھنا تو متعذر ہے) سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ ہم آپ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے جن پہاڑوں پر گوشت رکھنا آپ کے لئے آسان ہو رکھ دیں اور اطمینانِ قلب حاصل کر لیں۔

بہر صورت چونکہ امرِ خداوندی کا مقصد' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان دلانا تھا اور وہ اطمینان چند پہاڑوں پر گوشت رکھ کر پرندوں کو بلانے اور ان کے دوڑ کر آنے سے حاصل ہو سکتا تھا اس لئے یہاں چند پہاڑ مراد لئے گئے مگر اس سے یہ ضابطہ نکالنا کہ کُل کا مدخول' ہمیشہ بعض افراد ہوتے ہیں کسی طرح بھی درست نہیں۔ چونکہ اس آیت میں کل کے مدخول میں تمام افراد کے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں نیز سیاق و سباق اور امر کی وضع' جمیع افراد کے دخول کی مقتضی نہیں اس لئے یہاں بعض افراد مراد لئے گئے۔

امر کی وضع اور سیاق و سباق موجبِ تخصیص ہیں

اصولِ فقہ کی کتاب "نور الانوار" میں لفظِ "ما" کے عموم کی بحث میں ہے کہ اگر مالک اپنی باندی سے کہے "ان کان مافی بطنک غلاما فانت حرۃ جو کچھ تیرے بطن میں ہے اگر وہ لڑکا ہو تو پھر تو آزاد ہے۔ اس صورت میں اگر اس کے بطن سے لڑکی اور لڑکا پیدا ہوئے تو وہ آزاد نہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ لفظِ ما، عموم کا مقتضی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ باندی کے بطن میں جو کچھ ہو وہ صرف لڑکا ہو اور اس صورت میں صرف لڑکا نہیں بلکہ لڑکی بھی ساتھ ہے پس "ما" کے عموم کا تقاضا ہے کہ باندی آزاد نہ ہو۔ اس مثال سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے نزدیک لفظِ ما میں عموم کی وسعت اور پختگی اس حد تک ہے، اس کے باوجود امرِ خداوندی "فاقرؤا ماتیسر من القرآن" میں یہ ضابطہ نہیں چلتا کہ نماز میں جس قدر قرآن مجید پڑھنا آسان ہو، سب کا پڑھنا فرض ہو، حالانکہ آیت کا ظاہری معنی بھی یہی ہے کہ جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو ضرور پڑھو۔

اس کی وجہ "نور الانوار" میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس آیت میں امر کی وضع اور بنیاد تیسیر یعنی سہولت اور آسانی پر ہے کہ تمہاری سہولت اور آسانی جس مقدارِ قرآت میں ہو وہ پڑھو۔ اب اگر "ما" کے عموم کی بنا پر نماز میں سارا قرآن پڑھنا فرض قرار دیا جائے تو یہ امر کی وضع اور بنیاد یعنی سہولت اور آسانی کے خلاف ہے امر کی "وضع علی الیسر" اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہاں سارا قرآن پڑھنا ضروری اور فرض نہیں کیونکہ وہ مشکل اور متعذر ہے۔

(ملاحظہ ہو نور الانوار ص ۷۶ مطبع سعید اینڈ کمپنی کراچی)

مگر اس آیت سے یہ ضابطہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لفظِ "ما" جہاں داخل ہوگا وہاں عموم مراد نہ ہوگا۔ بعینہٖ یہی بات، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کی متضمن آیت میں ملحوظ ہے کہ وہاں امر کی وضع اور سیاق و سباق کل کے مدخول میں تخصیص کا قرینہ ہے جسے بطورِ ضابطہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید سے لفظِ کُل کے عموم کی مثالیں

قرآن مجید میں بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں لفظِ کل اپنے مدخول کے جمیع افراد کو شامل ہے اور وہاں اسے بعض افراد کے لئے استعمال کرنا ممنوع ہے۔ سورۃ الانعام پارہ نمبر ۷ آیت نمبر ۱۰۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وخلق کل شیئی وھو بکل شیئی علیم اسی سورت کی آیت نمبر ۱۰۲ میں ہے ذالکم اللہ ربکم لاالہ الا ھو خالق کل شیئی سورہ رعد پارہ نمبر ۱۳ آیت نمبر ۱۶ میں ہے قل اللہ خالق کل شیئی وھو الواحد القھار اسی طرح یہ قرآنی آیات بھی کل کے مدخول کے عموم پر شاہد ہیں۔ کل شیئی فعلوہ فی الزبر' کل صغیر و کبیر مستطر' کل شیئی احصیناہ فی امام مبین' ان اللہ علیٰ کل شیئی قدیر مذکورہ بالا تمام آیاتِ قرآنی' کل کے مدخول کے عموم پر دلالت کرتی ہیں اس لئے معترض صاحب کا چند آیات سے کل کے مدخول سے بعض افراد مراد لینے کا ضابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔

لفظِ کل کا عموم' علمائے اصول کی نظر میں

اصولِ فقہ کی مشہور و متداول کتاب "توضیح" میں ہے ومنھا کل وجمیع وھما محکمان فی عموم ماد خلا علیه بخلاف سائر ادوات العموم۔ (توضیح تلویح ص ۱۲۶ اصح المطابع کراچی)

عموم کے الفاظ سے کل اور جمیع ہیں اور یہ دونوں اپنے مدخول کے عموم میں محکم ہیں۔ بخلاف دوسرے حروف عموم کے کہ وہ مدخول کے عموم میں محکم نہیں۔ "توضیح" کی اس عبارت کے ماتحت "تلویح" میں ہے۔ المراد انھما لا یقعان خاصین بان یقال کل رجل او جمیع الرجال والمراد واحد مقصد یہ ہے کہ کل اور جمیع' خاص واقع نہیں ہوتے بایں طور کہ "کل رجل" یا "جمیع الرجال" کہا جائے اور مراد ایک مرد ہو۔

اصولِ فقہ کی مشہور کتاب "الحسامی" کے مصنف' بحث الحروف میں لفظِ

کُل کے متعلق لکھتے ہیں

وھی توجب الاحاطة علیٰ سبیل الافراد و معنیٰ الافراد ان یعتبر کل مسمیٰ بانفراده کان لیس معه غیره

لفظِ کل' مدخول کے لئے "احاطہ علیٰ سبیل الافراد" ثابت کرتا ہے اور افراد کے معنی یہ ہیں کہ مسمیٰ کے ہر فرد کو اس قدر معتبر سمجھا جائے گویا کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہیں (الحسامی مع النامی ص ۳۶۰)

الحسامی کی شرح "النامی" میں اس عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

حتیٰ اذاقال السلطان للجیش کل رجل دخل منکم ھذاالحصن اولا فله کذافدخل عشرون رجلا معاوجب لکل واحدمنهم النفل الموعودبه کاملا لما قلنا انها توجب الاحاطة علیٰ سبیل الانفراد۔

یہاں تک کہ اگر بادشاہ' لشکر سے کہے تم میں سے جو شخص اس قلعہ میں پہلے داخل ہو گا' اسے اتنا انعام ملے گا پھر بیس آدمی اکٹھے داخل ہوئے تو ہر ایک کو پورا انعام ملے گا' بوجہ اس کے جو ہم نے کہا کہ لفظِ کل' احاطہ علیٰ سبیل الانفراد ثابت کرتا ہے یعنی مدخول کے ہر فرد کا اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ گویا اس کے ساتھ کوئی اور نہیں۔ علامہ بیضاوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وعلیه قوله تعالیٰ ان اللّٰه علیٰ کل شیئی قدیر' واللّٰه خالق کل شیئی' فهما علیٰ عمومهما بلا مثنویة یہ دونوں آیات بغیر کسی استثناء کے عموم پر دال ہیں (بیضاوی شریف" ص ۱۳۸ اصح المطابع کراچی)

لفظِ کُل کی بحث کا خلاصہ

فرمانِ غوثیہ میں لفظِ کل کا استعمال' اپنی اصل اور وضع کے مطابق احاطہ اور عموم کے لئے ہوا۔ یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں جس کی بناء پر اس کے بعض افراد مراد لئے جائیں بلکہ اس طرح کرنے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ چونکہ یہ فرمان' حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و فضیلت کا مظہر ہے اس لئے اس

کے عموم و شمول میں تخصیص، اس کی وضع کے خلاف تصور کی جائے گی۔ اولیائے کرام کے تمام طبقات و اصناف، اقطاب، اغواث، ابدال، او تاد اور افراد سب نے بلا تفریق، فرمانِ غوثیہ کی اطاعت کی اس لئے ان نفوسِ قدسیہ کا عمومی عملی مظاہرہ بھی فرمانِ غوثیہ کے عموم اور وسعت کا آئینہ دار ہو کر لفظِ کل کے عموم و احاطہ پر شاہد ہے۔ پس جب کوئی عارض اور مانع کل کے عموم کے لئے ثابت نہیں تو بلا وجہ اور بلا قرینہ اسے بعض افراد کے لئے مختص کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ حضرات صحابہ کرام کو مستثنیٰ کرنے کے لئے اس میں تخصیص کی ضرورت نہیں کیونکہ لفظِ ولی، حسبِ تصریحِ عرفِ متاخرین، ان نفوسِ قدسیہ کو شامل نہیں، جب وہ اس فرمان میں داخل ہی نہیں تو پھر ان کی تخصیص کا کیا مطلب، تخصیص تو اس چیز کی ہوتی ہے جو عموم میں داخل ہو، پس جب کل کے عموم میں تخصیص کی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں تو اس کا اپنے عموم پر رہنا یقینی قرار پائے گا۔

فرمانِ غوثیہ اور بعض چشتی صاحبزادوں کی رائے

معترض نے اگرچہ فرمانِ غوثیہ کے بارے میں اولیائے اکابر کے اقوال پیش کرنے کا التزام کیا تھا اور ان کی کتاب کے نام سے بادیٔ النظر میں یہی محسوس ہوتا تھا مگر انہوں نے اپنے التزام اور اہتمام کے تقاضوں سے انحراف کرتے ہوئے بعض چشتی خانقاہوں کے حضرات صاجزادگان والاجاہ کی طرف منسوب اقوال کثرت سے درج کئے۔ معترض نے اکابر علماء و مشائخ کی عبارات میں جو قطع و برید اور تحریف کی ہے تو ان سے قطعاً بعید نہیں کہ انہوں نے ان اقوال کے درج کرنے میں بھی بے احتیاطی سے کام لیا ہو۔

ہمارے نزدیک مشائخ سلاسل کی اولادِ امجاد بہر صورت واجب الاحترام ہے کیونکہ ان کے رگ و ریشے میں اولیائے کرام کا خون گردش کر رہا ہے۔ وہ اپنے اکابر کے علمی، تحقیقی، عملی اور روحانی کمالات کے آئینہ دار ہوں تو سبحان اللہ، اسی طرح اگر وہ اپنے اکابر کے فضائل و کمالات کا نمونہ اور جھلک پیش کر سکیں تو ماشاء

اللہ' بصورتِ دیگر بزرگوں کی نسبت اور حسنِ عقیدہ بہرحال ان کے احترام و اکرام کا مقتضی ہے۔ چونکہ ان کے احترام و تکریم کی بنیادی وجہ ان کے اکابر بزرگ ہیں اس لئے کسی شرعی نقطۂ نظر اور موقف میں یا کسی موضوع اور عنوان کی وضاحت میں ان کی رائے اور اظہارِ خیال کے مقابلے میں ان کے اکابر بزرگوں کے قول و فعل کو ترجیح دی جائے گی۔ تحقیق و انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے اور اعتدال و میانہ روی بھی اسی میں ہے کہ بزرگانِ دین اور مشائخ کرام کی اولاد و اخلاف کے احترام و تعظیم کا خیال رکھتے ہوئے ان کے بزرگوں کی روش اور لائحہ عمل سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

اسی اصول کے پیشِ نظر ہم ان کے اقوال پر بحث و تنقید سے گریز کرتے ہوئے صرف اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں کہ ان کے اکابر مشائخ کے اقوال و عبارات و تحریرات ہی ہمارے نزدیک قابلِ اعتماد و استناد ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کی معتبر کتابوں اور بزرگوں کے حوالے سے فرمانِ غوثیہ کے بارے میں جو نقطۂ نظر ہم نے پیش کیا اس کے مقابلے میں کسی جذباتی رائے' کسی غیر محققانہ اظہارِ خیال اور بزرگوں کی روش سے منحرف کسی لائحہ عمل کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ

فرمانِ غوثیہ پر تفصیلی بحث اختتام پذیر ہو رہی ہے' اب ہم اس موضوع پر دنیائے علم و عرفان کے تاجدار' علومِ ظاہری و باطنی کے بحرِ ذخار' مرجع الکل فی الکل فی زمانہ' جامع الکمالات' سید السادات' وارثِ علومِ نبوی' عارفِ اسرارِ مرتضوی' نائبِ غوث الوریٰ حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی و تحقیقی نکات و تاثرات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اس سے قبل کہ ہم آپ کے ارشادات کو ضبطِ تحریر میں لائیں' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی علمی و روحانی عظمت و جلالت' ہم عصر علماء و مشائخ خصوصاً مشائخِ چشت میں آپ کی امتیازی شخصیت' مختلف اسلامی مکاتبِ فکر کے

نزدیک آپ کی مستند حیثیت' میدانِ علم و تحقیق میں آپ کی جلیل القدر خدمات' قادیانیت کی تردید میں آپ کا منفرد علمی کردار' علومِ تصوف میں آپ کی مجتہدانہ بصیرت' جادۂ شریعت و طریقت پر آپ کی استقامت' علومِ ظاہری و باطنی میں آپ کی جامعیت اور آپ کے حلقۂ تبلیغ وارشاد کی عالمگیر وسعت پر ایک مختصر بصیرت افروز تبصرہ پیش کردیا جائے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

چودھویں صدی ہجری کے نصفِ اول میں حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ نے علوم و فنون متداولہ کی اکثر و بیشتر ادق کتابوں کی تدریس کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی میں الفتوحات المکیہ' فصوص الحکم اور مثنوی مولانا روم کا باقاعدہ چالیس سال درس دیا اور آپ کے حلقۂ درس میں اکابر علماء و مشائخ شریک ہوئے۔ آپ نے "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق" "شمس الھدایہ' سیفِ چشتیائی' اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اھل بہ لغیر اللہ' تصفیہ مابین سنی و شیعہ اور الفتوحات الصمدیہ جیسی مستند تصانیف کے ساتھ ساتھ علم و عرفان کے تحقیقی نکات پر مبنی مکتوبات' ملفوظات اور فتاویٰ کا مجموعہ یادگار چھوڑا جن کی افادیت کو تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے علماء و مشائخ نے تسلیم کیا۔

قادیانیت کی تردید میں عظیم الشان کارنامہ

مرزا قادیانی کے ساتھ' مناظرے کے لئے تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے علماء و مشائخ نے آپ کی قیادت پر اتفاق کیا۔ اگست ۱۹۰۰ء میں سینکڑوں علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ لاہور جلوہ افروز ہوئے اور قادیانی کذاب کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ آپ کی مشہور کتاب "سیفِ چشتیائی" کو حضرت مولانا فضل حق رامپوری' حضرت مولانا محمد علی مونگیری' حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی' غیر مقلدین کے پیشوا مولوی عبدالجبار غزنوی' علمائے دیوبند کے مقتدر عالم مولوی اشرف علی تھانوی' مولوی سید انور شاہ کشمیری اور دوسرے بے شمار علماء نے خراج

تحسین پیش کیا اور قادیانیوں کو آج تک اس کا جواب لکھنے کی جرات نہ ہو سکی۔

وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

معرکۂ قادیانیت میں آپ کے زیر قیادت آپ کی نصرت و اعانت کے لئے حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری' صاحبزادہ محمد چراغ صاحب چشتی سجادہ نشین چکوڑی شریف' حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سجادہ نشین چاچڑ شریف ضلع شاہ پور' حضرت مولانا شہاب الدین صاحب مرولہ شریف' حضرت مولانا ابوالفیض محمد حسن فیضی انجمن نعمانیہ لاہور' حضرت مولانا نور احمد صاحب پسروری' مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا مفتی عبداللہ فاضل ٹونکی' مولانا غلام محمد بگوی خطیب شاہی مسجد لاہور' مولانا عبدالجبار غزنوی' حضرت مولانا غلام احمد صاحب پرنسپل انجمن نعمانیہ لاہور' مولانا عبدالمنان وزیر آبادی' مولانا عبدالاحد خانپوری' حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب' انجمن حمایت اسلام لاہور' حضرت مولانا محمد غازی صاحب مہاجر مکی سابق مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ' پروفیسر غلام مصطفیٰ صاحب گورنمنٹ کالج لاہور اور مولانا عبداللطیف افغانستانی جیسے مستند جید علماء و مشائخ نے بھرپور حصہ لیا۔

تفسیر نویسی کو مناظرے کی کامیابی کا معیار بنانے پر آپ نے مرزا قادیانی کو ان الفاظ میں چیلنج کیا' مرزا صاحب! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادمِ دین موجود ہیں جو اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود تفسیر قرآن لکھتا جائے۔ مرزا قادیانی کی اس پیش کش پر کہ مناظرے میں کامیابی کا معیار کسی اندھے اور اپاہج کو درست کر دینا قرار دیا جائے آپ نے فرمایا مرزا صاحب! اگر مردے زندہ کرنا ہوں تو بھی آجائیں۔

حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے قادیانی معرکہ میں فتح و نصرت پر آپ کو مبارک بادی کے پیغامات ارسال فرمائے۔ حضرت خواجہ امیر احمد صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین میرا شریف نے آپ کے متعلق فرمایا کہ اگر مرزا قادیانی' آپ کے سامنے

آجاتا تو ولایت کی قوت سے آپ اسے زمین میں دھنسا دیتے۔ حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرزا قادیانی کی تفسیر سورۃ فاتحہ "اعجاز المسیح" سے صرف و نحو، لغت، بلاغت، معانی اور محاورے کی سینکڑوں غلطیاں نکالیں اور اس پر سینکڑوں اعتراضات قائم کئے۔ آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم رؤیا میں مرزا قادیانی کی تردید کا حکم فرمایا اور مناظرہ سے قبل بیداری کے عالم میں زیارت سے مشرف فرما کر فتح و نصرت کی بشارت دی۔

نظریہ وحدۃ الوجود کا ثبوت اور شرعی حیثیت

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امرتسر کے غیر مقلدین کو یہ چیلنج دے کر خاموش کرا دیا کہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریۂ وحدۃ الوجود کو قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کرتا ہوں پھر تمہیں تحریر کر دینا ہوگا کہ ان کی شان میں گستاخی نہ کریں گے اگر میں ثابت نہ کر سکا تو تمہیں دو ہزار نقد انعام ادا کروں گا۔ آپ نے حضرت صوفی عبد الرحمٰن لکھنوی کی کتاب "کلمۃ الحق" کا جواب لکھا اور دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ لاالٰہ الااللہ بمعنی لاموجود الااللہ، کلمہ طیبہ کا شرعی اور تکلیفی معنیٰ نہیں ہے۔ امتِ مسلمہ لاالٰہ الااللہ بمعنیٰ لامعبود الااللہ کے ساتھ مکلف ہے۔ معنیٰ اول، کشف و حال اور مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ مدارِ نجات معنیٰ ثانی ہے۔ دیوبندی مکتبِ فکر کے عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا تھا کہ اگر آپ، شاہ صاحب لکھنوی کی کتاب کا جواب نہ لکھتے تو علماء کے لئے کلمہ طیبہ پر ایمان ثابت کرنا مشکل تھا کیونکہ شاہ صاحب نے دلائلِ قاہرہ سے وحدۃ الوجود کو کلمہ طیبہ کا مدلول ثابت کر ڈالا تھا۔

علامہ اقبال کا خراجِ عقیدت

مفکرِ اسلام علامہ اقبال مرحوم نے حضرت شیخ ابن عربی کے فلسفۂ حقیقتِ زمان کی وضاحت کے متعلق آپ کی خدمت میں عقیدت و نیاز پر مبنی عریضہ لکھا اور یہ جملہ تحریر کیا (اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیشِ نظر

مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے) نیز آپ کو مخدوم و مکرم حضرت قبلہ کے القاب سے یاد کرتے ہوئے لفافہ کی پشت پر آپ کے اسم گرامی کے ساتھ "حجۃ الاسلام" کا لقب تحریر کیا۔

سماع بالمزامیر پر مسکت گفتگو

پشاور میں حضرت دیوان غیاث الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے سماع بالمزامیر کی مجلس منعقد کرنے پر جب علمائے سرحد کتابیں اٹھا کر ان سے مناظرہ کرنے جا پہنچے تھے تو انہوں نے آپ کو حضرت غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ دے کر بذریعہ تار بلوایا تھا۔ آپ نے چند اصولی مسائل پر گفتگو سے علمائے سرحد کو اس قدر مرعوب کر دیا کہ وہ کہنے لگے اگر آپ سماع بالمزامیر کے جواز کے قائل ہیں تو پھر ہمیں کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں پھر ان میں سے اکثر و بیشتر علماء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کی عظمت پر تحقیقی مقالہ

حضرت ثانی خواجہ محمد دین سیالوی صاحبزادہ محمد امین (چکوڑی شریف) خلیفۂ حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور بعض دوسرے مشائخ کی تاکید اور اصرار پر آپ ہی نے اس غلط روایت کی تردید میں محققانہ مقالہ لکھا جس کے مطابق حضرت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ سے ولایت سلب کر لی تھی۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں اس من گھڑت روایت کا بطلان ثابت کیا جس سے مشائخِ چشت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

بحث میں لاجواب کر دیا

آپ نے مولوی حسین علی ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی کو مجلسِ مناظرہ میں یہ فرما کر لاجواب کر دیا تھا کہ مولوی صاحب! آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب عطائی ثابت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ایمان نام ہے تصدیق "بما جاء بہ النبی علیہ السلام" کا اور تصدیق کی چھ قسمیں ہیں جن میں پانچ مردود ہیں

اور ایک مقبول۔ ذرا وضاحت کریں کہ ان لوگوں میں تصدیق کی کون سی قسم نہیں پائی جاتی جس کی بنا پر آپ انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔ مولوی صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

قرآن مجید سے مسائل کا عجیب استخراج

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ نے نسب کی فضیلت' وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے جواز' پاکپتن شریف میں بہشتی دروازہ کھلنے کے موقعہ پر نعرہ یا فرید کے ثبوت' خلافتِ راشدہ اور خلفائے راشدین کی حقانیت و صداقت' اربابِ ولایت و تقویٰ کی گنہگار اولاد کی نجاتِ اخروی' حضرات حسنین کریمین کی تاریخِ ولادت و سنِ شہادت و مقامِ شہادت و اسمائے گرامی' انبیائے کرام کی وراثتِ مالی کی نفی' دعا بحق و حرمتِ اولیائے کرام اور حیات النبی جیسے اہم موضوعات کو قرآن مجید سے استدلال کے ذریعے ثابت کیا۔

علمائے حرمین شریفین کا اعتراف

آپ حج پر تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ کے مشہور مفتی مدرسہ صولتیہ کے بانی' محدث اور عالمِ دین مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی' بخاری شریف کی ایک حدیث سے آپ کا استدلال سن کر مسئلہ حاضر و ناظر کے قائل ہو گئے اور فرمایا افسوس کہ چالیس سال مسلسل بخاری شریف پڑھاتے گزر گئے مگر یہ استدلال آج تک ذہن میں نہ آیا' آپ سے حدیثِ پاک میں مذکور دجال کے طوافِ کعبہ کی توجیہ و تاویل سن کر بھی وہ بہت محظوظ ہوئے اور آپ سے بیعت کی استدعا کی مگر ان کی عمر اور علم و فضل کا لحاظ کرتے ہوئے آپ نے انہیں بیعت نہ فرمایا' صرف اوراد و وظائف تلقین فرمائے۔

حرمین شریفین کے علماء و مشائخ نے آپ سے نہ صرف سند حاصل کی بلکہ حضرت شاہ محمد غازی رحمتہ اللہ علیہ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی مسندِ تدریس کو خیرباد کہا' آپ کی خدمت میں رہ کر بقیہ زندگی گزاری اور آپ کے آستانہ عالیہ کی

خاک میں مدفون ہوئے۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی مؤلفِ "فوائدِ مکیہ" اور ان کے استادِ گرامی شیخ القراء مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ قاری عبداللہ مکی جن سے ہندوستان کے اکثر و بیشتر قراء نے سند حاصل کی اور انہیں استاذ الکل، سند العمل کے القاب سے یاد کیا' آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور اپنے صاحبزادے قاری احمد مکی کو آپ سے بیعت کرایا جو شریفِ مکہ کے زمانے میں حجازِ مقدس کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔

قطب الاقطاب' شیخ المشائخ اور مرشد السالکین

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے شیخ القراء القاری عبداللہ مکی اور ان کے فرزند قاری احمد المکی قاضی القضاۃ حجاز نے اپنے مکتوبات میں آپ کو ان القاب سے یاد کر کے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ قطب الاقطاب' غوث الانجاب' استاذ الطریقۃ الچشتیہ' الجامع بین العلوم الحقیقیہ والشرعیہ' مشرق شموس الارشاد' مطلع بدور الامداد' علم الاسرار الربانیہ' اشارۃ الدقائق الرحمانیہ' مرکز دائرۃ الارشاد' مرشد السالکین' الجامع بین علمی الباطن والظاہر' وارث المجد کابراً عن کابر' شیخ المشائخ۔

درسِ مثنوی شریف

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ' آپ سے مثنوی شریف کے ایک شعر کی عارفانہ تشریح سن کر وجد میں آگئے تھے اور از خود سلسلہ چشتیہ صابریہ پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگرچہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں مگر میں آپ کو اس کا اہل سمجھ کر پیش کرتا ہوں آپ قبول کریں تا کہ میرا یہ سلسلہ آپ کی بدولت اشاعت پذیر ہو۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ہندوستان میں ایک بڑا فتنہ کھڑا ہونے والا ہے جس کا سدِباب آپ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے آپ حجاز میں مزید قیام کی بجائے وطن تشریف لے جائیں۔ اس پیش گوئی سے ان کی مراد فتنۂ قادیانیت تھا۔

وادیٔ حمرا میں زیارتِ نبوی

سفرِ حج کے موقعہ پر وادیٔ حمرا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عالِم

رؤیا میں زیارت سے مشرف فرما کر آلِ رسول کے خطاب کا شرف عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اوھا مٹھیاں گالھیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں

دستِ پیراز غائباں کوتاہ نیست

حرمین شریفین پر ترک دورِ حکومت میں روضۂ نبوی کے رئیس الجواہر کے جلیل القدر فرزند السید احمد بن المختار العطاس المدنی رحمۃ اللہ علیہ سعودی حکام سے خائف ہو کر آپ کی زیارت کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے مگران کے آنے سے چند دن قبل آپ کا وصال ہو گیا اور ان کی ملاقات آپ کے گرامی قدر فرزند حضرت سید غلام محی الدین (بابو جی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور ان کے فرمان پر وہ مطمئن ہو کر عرب شریف واپس ہوئے، وہاں قاضی صاحب کی عدالت میں جاتے ہوئے حضرت اعلیٰ گولڑوی کو اپنے ساتھ دیکھ کر صرف باعزت طور پر مقدمے سے بری نہ ہوئے بلکہ انہیں عہدے کی پیش کش بھی کی گئی۔ پھر انہوں نے آپ کے رفیع القدر فرزندِ ارجمند حضرت سید غلام محی الدین شاہ گیلانی بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کی اولاد بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی۔

کس بہ میداں در نمے آید سواراں راچہ شد

غیر مقلدین نے اجتماعی جدوجہد کے بعد آپ سے مختلف علوم و فنون کے دس سوالات کئے، آپ نے ریل کے سفر میں کتابوں کی مدد کے بغیر ان کے تفصیلی جوابات ایک ہی نشست میں لکھ ڈالے اور اپنی طرف سے غیر مقلدین پر بارہ سوالات کئے جن کے حل کے لئے انہوں نے ہندوستان کے علاوہ مصر و حجاز کے علماء سے رابطہ کیا اور ان کی کئی مجالس منعقد ہوئیں، مگر وہ جواب سے عاجز رہے۔ وہ بارہ سوال بطورِ زندہ کرامت آج تک جواب کے منتظر ہیں۔ آپ نے غیر مقلدین سے ایک سوال یہ بھی پوچھا تھا کہ قرآن مجید سے مستخرج ہونے والے ایک لاکھ

انیس ہزار چھ سو علوم کا صرف نام بتا دیں۔ یہ سارے سوال عرصۂ دراز سے آپ کی کتاب "الفتوحات الصمدیہ" میں شائع ہو چکے ہیں۔

امتیازی شانِ خلافت

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں آپ وہ باعظمت خلیفہ ہیں جن سے حضرت سیالوی کے بعض جلیل القدر خلفاء نے فتوحاتِ مکیہ کا درس لیا، بعض خلفاء نے اپنے احباب اور صاحبزادوں کو آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل کرایا، حضرت پیر سید حیدر شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سیالوی کے پاپوش مبارک کی ٹوپی بنوا کر قبر میں سینے پر رکھنے کی وصیت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا جواب ہمارے پیر بھائی پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی دیں گے اور بعض خلفاء آپ کے وصال کے بعد از سر تا بقدم آپ کے جسمِ اطہر کو چومتے رہے۔

آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے "انوارِ شمسیہ" مطبوعہ ۱۳۳۵ھ سوانح حیات حضرت خواجہ سیالوی کے مؤلف نے ان القاب سے یاد کیا۔ بحرِ علومِ ظاہری و باطنی، زبدۂ خاندانِ مصطفوی، قدوۂ دودمانِ مرتضوی، برگزیدۂ خانمانِ قادری ادام اللہ تعالیٰ برکاتھم الی یوم الدین اور آپ کی مدح میں یہ شعر لکھے۔

قرۃ العینین سرورِ انبیاء
وارثِ حسنین فخرِ اصفیاء
زینتِ سجادۂ کل چشتیا
نازنینِ بارگاہِ مرتضیٰ
کاملے غواصِ بحرِ معرفت
افضلے شہبازِ اوجِ منزلت
جن و انسان طالبِ دیدارِ او
گشت روشن عالم ازانوارِ او

از کمالش گشت شورے درجھان
شد چو مقناطیس درجذبِ دلاں
گر نبودے ذاتِ او درایں زماں
تیرہ گردیدے جھاں از گمرھاں
معدنِ انوار مہرِ عالمین
آخر آمد گشت فخر الاولین

بہشتی دروازے کا ثبوت

پاکپتن شریف میں حضرت دیوان سید محمد سجادہ نشین درگاہ حضرت گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر آپ بہشتی دروازے کا افتتاح فرماتے اور تمام مشائخ کرام آپ کی آمد کے منتظر رہتے۔ آپ نے حدیثِ پاک کی روشنی میں بہشتی دروازے کی وجہِ تسمیہ کا جواز اور اہمیت ثابت کی تو علمائے کرام آپ کے استدلال سے دنگ رہ گئے۔ پاکپتن شریف میں آپ کی ملاقات کے لئے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمتہ اللہ علیہ جیسے علماء و مشائخ تشریف لاتے، مشہور عالم مولانا غلام قادر منچن آبادی نے بہشتی دروازہ اور بیعتِ طریقت پر آپ سے اپنے اعتراضات کا مدلل جواب سن کر برسرِ مجلس آپ سے بیعت کی۔

بے نیازانہ ز اربابِ کرم مے گزرم

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے جارج پنجم کے شاہی دربار دہلی میں شمولیت سے انکار کرتے ہوئے دعوت نامے کے جواب میں لکھا کہ میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری شاہی درباروں میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی۔ حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انگریز حکومت کی طرف سے سینکڑوں مربع اراضی کی پیش کش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا، مشرق سے لے کر مغرب تک سارا جہان ہمارے جدِ امجد غوث اعظم حضرت

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جاگیر ہے۔ آپ نے انگریز کمشنر کی دعوتِ ملاقات کے جواب میں جس کے لئے تین گھنٹے آمدو رفت پر خرچ ہوتے تھے لکھ بھیجا کہ میں تو تین منٹ کے لئے بھی اس مسجد کو چھوڑنے پر تیار نہیں چنانچہ وہ کمشنر یہ جواب سن کر خود حاضر خدمت ہوا۔

ہم عصر علماء و مشائخ کی نظر میں

ہم عصر علماء و مشائخ میں حضرت خواجہ محمود تونسوی، حضرت خواجہ محمد دین سیالوی، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی، حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی، حضرت دیوان سید محمد سجادہ نشین پاکپتن شریف، حضرت خواجہ محمد امین چکوڑوی خلیفۂ حضرت شمس العارفین سیالوی، حضرت سید غلام عباس گیلانی سجادہ نشین کھڈ شریف، حضرت مخدوم صدر الدین گیلانی سجادہ نشین دربار حضرت موسیٰ پاک شہید اور حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی رحمتہ اللہ علیہم، شرعی مسائل، قومی و سیاسی امور اور فقر و تصوف کے علوم و اسرار کی تشریح میں آپ کی رائے کو اہمیت دیتے۔

حلقۂ ارادت میں شامل علماء و مشائخ

مشائخ چشت کی عظیم الشان خانقاہوں کے سجادہ نشین، حضرت دیوان غیاث الدین اجمیری، حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی، حضرت دیوان سید محمد پاکپتن شریف اور مشہور و معروف جید علمائے کرام حضرت مولانا محمد غازی مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، حضرت مولانا قاری عبداللہ مکی شیخ القراء مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی (مصنفِ فوائدِ مکیہ)، حضرت مولانا قاری احمد مکی قاضی القضاۃ حجازِ مقدس، حضرت مولانا فضل حق رامپوری، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی، حضرت مولانا افضال الحق رامپوری، حضرت مولانا گل فقیر احمد پشاوری حضرت مولانا فقیر محمد امیر اٹل شریف، حضرت مولانا سید عبدالعلی گوالیار (انڈیا) حضرت مولانا سید امام شاہ مہر آباد شریف، حضرت مولانا غلام محمود پپلاں (ضلع

میانوالی)، حضرت مولانا مہر محمد اچھروی، حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد دین منطقی، حضرت مولانا قاضی قدرت اللہ پشاوری، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی اور حضرت مولانا فیض احمد مؤلف مہرِ منیر و مفتی درگاہ گولڑہ شریف آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

تاریخ مشائخِ چشت کے حوالے سے

"تاریخ مشائخِ چشت" کے مؤلف پروفیسر خلیق نظامی لکھتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ سیالوی کے خلفاء میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ آپ بڑے متبحر عالم تھے، آپ کے ملفوظات آپ کی بلندیٔ فکر اور وسعتِ معلومات کے آئینہ دار ہیں، شیخِ اکبر کے نظریۂ "وحدۃ الوجود" پر جو عبور آپ کو حاصل تھا اس صدی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ فصوص الحکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے اور اس کے اسرار و رموز کو خوب سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنی زبان اور قلم سے قادیانیوں کے عقائدِ باطلہ کی پرزور تردید کی۔ آپ نے موجودہ دور میں نہ صرف احیائے تصوف کی کوشش کی بلکہ بہت سے عقائدِ باطلہ کی تردید میں سرگرمِ عمل رہے۔ آپ تھوڑی سی عمر میں علومِ ظاہری سے فارغ ہو گئے اور درس و تدریس کا کام شروع کر دیا پھر حجاز چلے گئے وہاں ایک عرصہ رہنے کے بعد وطن واپس آئے اور اصلاح و تربیت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ غیر شرعی رسومات سے آپ کو بڑی نفرت تھی۔ آپ کے ملفوظات میں جگہ جگہ اتباعِ سنتِ نبوی کی تلقین ہے اور بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے شریعتِ نبوی کے اتباع سے بڑھ کر کوئی فخر نہیں ہو سکتا۔

حضور علیہ السلام پر لفظِ بشر کے اطلاق کی منفرد بحث

آپ نے رسول پاک ﷺ پر لفظِ "بشر" کے اطلاق میں عوام کے لئے لفظِ دال علی التعظیم ساتھ ملانا مثلاً سید البشر، افضل البشر اور خیر البشر ضروری قرار دیا۔ آپ کی اس منفرد علمی بحث کا خلاصہ عہدِ قریب کے مفسر قرآن پیر کرم شاہ

الازھری نے تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم ص ۶۰ پر نقل کرتے ہوئے آپ کو مہرِ سپہرِ علم و عرفان کے لقب سے یاد کیا۔

علمی وسعت و جامعیت

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفات اور مکتوبات و ملفوظات میں مختلف علوم و فنون کے مشکل ترین مسائل پر سیر حاصل بحث ہے۔ علومِ ظاہری کے ساتھ علومِ باطنی کے اسرار و معارف، رموز و غوامض اور دقیق عنوانات کی وضاحت ہے اور توحید و رسالت، مبداء و معاد، ختم نبوت، خلافتِ راشدہ، حقیقتِ معجزہ، تقلید کی اہمیت، فروعی مسائل میں معتدلانہ روش، فقر و استغنا، سیر و سلوک، مراقبہ، مجاہدہ، مشاہدہ، احتسابِ نفس، تزکیۂ قلب، جادۂ شریعت پر استقامت، اتباعِ سنت، اصلاح و تربیت، اخلاصِ عمل، ذوقِ طلب، حسنِ عقیدت اور تعلق باللہ جیسے اہم موضوعات کی تشریحات کے ساتھ ساتھ علومِ تصوف خصوصاً الفتوحات المکیہ اور فصوص الحکم کے اکثر و بیشتر مباحث و اصطلاحات کا مبسوط و مدلل بیان ہے۔

آپ کے بلند ہمت مسترشدین

آپ نے اپنے مسترشد و مستفید بابا غلام فرید بٹالوی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ نعمت عطا فرمائی جو حضرت ابو یزید البسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے چالیس سال تک دل کے دروازے پر پہرہ دینے کے بعد حاصل کی تھی۔ حضرت اعلیٰ گولڑوی وہ جلیل القدر شیخِ طریقت تھے کہ بلند ہمت مریدین و مستفیدین سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے آپ سے یوں رہنمائی طلب کرتے۔

عرض بلبِ ادب اینکہ سالک تجلی آفاقی اور تجلی انفسی سے عبور کر گیا ہے اب اس کے بعد تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع ہے یعنی وجودِ سالک ہے اور صفات اس کے وجود سے ظاہر ہو رہی ہیں لیکن انہیں قرار نہیں۔ اگر وجود کو مدِ نظر رکھتا ہے تو صفات کا لحاظ نہیں رہتا، اگر صفات پر نظر رکھے تو وجود کا لحاظ ہاتھ سے

جاتا ہے۔ اب سالک وجود پر نظر رکھے یا صفات پر جیسے ارشاد ہو تعمیل کی جائے' اور آپ انہیں یہ جواب تحریر فرماتے۔

رو نظر در بحر کن جو را مبیں
تا کہ باشی عارفِ سرِّ یقیں

بجوابِ سوال ارقام ہے کہ اس مشاہدہ میں نظر وجود پر رکھنی چاہئے نہ کہ صفات پر۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں طالبِ حق کو مشہود ذاتی و دائمی عطا فرمائیں۔

بارگاہِ غوثیت میں آپ کا مقام

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک مخلص غلام رسول خان ایس پی کے رو کر یہ عرض کرنے پر کہ' جنابِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے بغداد شریف حاضری چاہتا ہوں فرمایا "خان صاحب! بغداد والوں کی مہربانی ہو تو یہاں بھی زیارت ہو سکتی ہے" اور اسی وقت بیداری میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرادی۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایماء پر ۱۹۰۰ء میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ حضرت تونسوی نے آپ کے حصولِ علم' معرکہ قادیانیت اور مکہ مکرمہ کے علماء و مشائخ سے بعض مسائل پر تفصیلی گفتگو سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا شاہ صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے' ہم تو ان لوگوں کے جواب میں صرف یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

دورانِ گفتگو فرمانِ غوثیہ "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کا تذکرہ ہوا حضرت تونسوی نے فرمایا ہم تو اپنے مشائخ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔ آپ نے

حضرت شیخ ابن عربی' حضرت مولانا جامی' حضرت مجدد الف ثانی' شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے علماء و مشائخ کے حوالے سے ثابت کیا کہ آپ نے مامور من اللہ ہو کر یہ اعلان فرمایا' یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اکابر اولیائے کرام نے تعمیل کی۔

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ پانچ روزہ قیام میں آپ کی محققانہ گفتگو سے متاثر ہوئے' آپ کو شیش محل میں ٹھہرایا' مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال قائم کی اور بوقتِ رخصت سواری کے لئے اپنا خاص گھوڑا عنایت فرمایا۔ علم و عرفان کی کئی مجالس ہوئیں اور اس کامیاب ملاقات پر حضرت ثانی سیالوی بہت خوش ہوئے۔ اسی موقعہ پر حضرت تونسوی کے جلیل القدر فرزند حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کا باہمی تعلق پیدا ہوا جو ذوقِ محبت' حسنِ عقیدت' مہر و وفا اور صدق و اخلاص کا نمونہء کامل قرار پایا' جس کے پاکیزہ ثمرات و نتائج کو ایک تاریخی شہرت حاصل ہوئی' جس پر باہمی خط و کتابت شاہد ہے اور آج تک ہر دو حضرات والا شان کی اولادِ امجاد میں اس تعلق کی وہ حسین جھلک دکھائی دیتی ہے جو اہلِ محبت کے لئے قابلِ عمل نمونہ ہے۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ مے بینی
بجز بنائے محبت کہ خالی از خلل است

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں درج معلومات کا ماخذ مہرِ منیر' مکتوباتِ مہریہ' ملفوظاتِ مہریہ' انوارِ شمسیہ' فوز المقال فی خلفاء پیر سیال' تجلیاتِ مہرِ انور' تاریخ مشائخِ چشت' اقبال نامہ' حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیفات' قلمی یادداشتیں اور منظوم کلام "مراۃ العرفان" ہیں۔

فرمانِ غوثیہ اور حضرت اعلیٰ گولڑوی کے افادات

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب انوارِ قادریہ پر تقریظ کے ضمن میں ان تاثرات کا اظہار فرمایا۔ یہ تقریظ آپ نے ۱۳۳۱ھ

میں تحریر فرمائی جو "مہرِ منیر" کی طباعت سے بہت پہلے طبع ہوئی اور آپ کے مکتوبات میں عرصۂ دراز سے مندرج ہوئی۔ اس لئے معترض کا یہ خدشہ بے بنیاد ہے کہ "مہرِ منیر" میں آپ کی تحریر کے قلمی عکس میں یہ تفصیل نہیں اور شاید یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے۔ "مہرِ منیر" کے قلمی عکس میں تقریظ کا صرف نمونہ ہے جبکہ اس کی تفصیل مشتمل بر افادات، مکتوباتِ مہریہ میں شائع چلی آرہی ہے اور وہ مہرِ منیر سے طویل مدت پہلے طبع ہوئے ہیں۔

انوارِ قادریہ پر تقریظ

امابعد رسالہ "انوارِ قادریہ" میرے ملاحظہ سے گزرا علاوہ حسنِ مضامین کے بوجہ ذکرِ سادات کرام علیہم الرضوان، طرزِ بیان و عبارتِ عام فہم کی رو سے بھی ناظرین اہل اسلام کے لئے عموماً و معتقدین و شائقین سلسلہ قادریہ کے لئے خصوصاً میری ناقص رائے میں مفیدِ عام و موجب خیر و برکت ثابت ہوا ہے۔

جزی المصنف ربہ عن ناظریھا

چونکہ رسالہ ھذا بوجہ اشتمال بر ذکر آں محو در شھود ذات و منصبغ بصبغاتِ صفات آں قائل "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" آں مبرا از التفات بما سوی اللہ، آں غوث اہالیان ارض و سما، آں وارث علوم جذبیہ "فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" آں مرکز و نقطہ جبینہ دائرہ وجود، محبوب ربانی امام الثقلین محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس قابل نہیں کہ بعض دیگر مسائل و مصنفات کی مانند صرف معمولی تقریظ پر اکتفا کیا جائے لہٰذا تبرکاً و تیمناً فوائد و قلائد درر غرر ذیل سے محلیّٰ و موشح کرنا اس کا غیر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

آپ کا سچا اور پاک فرمانِ ذیل کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے از قبیلِ شطحیات نہیں، جیسا کہ کم ظرف لوگ کم حوصلگی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں بلکہ بوجہ مقامِ صحو و استقامت و تمکین میں مامور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے بوجوہِ متعددہ۔

اگر یہ فرمان، امرِ خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ کم حوصلگی کے باعث صادر ہوتا جیسا کہ بعض متصوفینِ موجودہ زمانہ کا خیال ہے تو پھر آں کا سرِ اصنامِ غیر و غیریت، آں ناصبِ خیامِ وحدت و احدیت، آں مرکزِ دائرہ پُر کارِ وجود، آں مہبطِ تجلیات و انوارِ شہود، آں گوئے از ہمہ بردہ در حق پرستی، آں قطب الوحدۃ خواجۂ خواجگان معین الحق والدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروقتِ صدورِ فرمانِ عالی سب سے پہلے سرِ تسلیم خم نہ فرماتے۔

بوجہِ کمالِ اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل قولہ علیہ السلام انا سید ولد آدم و بیدی لواء الحمد یوم القیامہ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔ آپ ایسے اقوال کے صدور کا منشاء قول ذیل سے بیان کرتے ہیں "وما قلت قولی ھذا الا وقد قیل لی" یعنی میں از خود ایسی بات نہیں کہتا بلکہ منجانب اللہ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا کہو۔

رئیس المکاشفین شیخِ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب نمبر ۳۰ میں بعد ذکرِ اقسام اولیاء اللہ فرماتے ہیں۔

ومنھم رضی اللہ عنھم رجل واحد و قد تکون امراۃ فی کل زمان آیته وھو القاھر فوق عبادہ له الاستطالة علی کل شیئی سوی اللہ شھم شجاع مقدام کبیر الدعوی بحق یقول حقا و یحکم عدلا کان صاحب ھذا المقام شیخنا عبدالقادر الجیلی ببغداد کانت له الصولة والاستطالة بحق علی الخلق کان کبیر الشان۔

یعنی اولیاء میں ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب اور متصرف رہتا ہے اور پُر زور دعاوی کرتا ہے مگر اس کا دعویٰ اور بول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اس کا عدل و انصاف سے ہوتا ہے اس مقام کے صاحب بغداد میں عالی جناب ہمارے شیخ عبد القادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گویا "وھو القاھر فوق عبادہ" کے مظہر تھے۔ اسی باب نمبر ۳۰ میں لکھتے ہیں "محمد اوانی المعروف بابن قائد افراد میں سے تھے۔ اولیائے افراد وہ ہوتے ہیں جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ

قطب سے خارج ہوں۔ عالی جناب غوث پاک قدس سرہ محمد اوانی مذکور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیائے افراد سے ہے اور یہ محمد اوانی غوث پاک کے اصحاب و خدام میں سے تھے۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح حذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے۔

(۱) عالی جناب نہ صرف مقامِ غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالا تر تھے۔

(۲) آپ ہر شے پر سوائے خدائے عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔

(۳) ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحبِ تمکین ہوتا ہے۔

(۴) ہر زمانے میں ایسا ولی ہونا چاہئے' وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ بر آمد ہوتا ہے اسی باب میں ہے مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی۔

(۵) حضرت شیخ کے زمانے میں اس تصرف کا مالک حسبِ تصریحِ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ولی تھا مگر اسی باب میں لکھتے ہیں کہ گو' یہ ولی مقام "وھو القاھر فوق عبادہٖ" میں ہے لیکن شیخنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں علاوہ مقام حذا کے اور وجوہِ فضیلت بھی موجود تھے۔ اس موقعہ پر برائے فائدہ' مندرجہ ذیل سوالات و جوابات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

سوال: لفظِ ولی اللہ' اصحابِ کرام پر بھی "بدلیلِ قولہ تعالیٰ اللہ ولی الذین آمنوا وسائرِ آیاتِ قرآنیہ" بولا جا سکتا ہے تو حسبِ قولِ مذکور چاہئے کہ آپ کا قدم' اصحابِ کرام کی گردن پر بھی ہو' حالانکہ یہ مسلّم امر ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو' صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواب: متاخرین کے عرف و محاورے میں ولی اللہ ماسوائے صحابی پر بولا جاتا ہے۔

سوال: عبارت فتوحات مسطورہ بالا یعنی "لہ الاستطالۃ علی کل شیئی سوی اللہ

سے پایا جاتا ہے کہ اس ولی کا تصرف' انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

جواب: عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ' انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

سوال: لفظ فی کل زمان مندرجہ عبارت فتوحات مسطورہ بالا سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے اور نیز اسی باب میں قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ' تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' چار انبیاء بہ اجسامھم زندہ ہیں۔

جواب: مفضول کا تصرف فاضل پر مثل تصرفِ جبرئیل بر آں حضرت' واقعی اور مسلّم شدہ امر ہے کیونکہ بوجہ تخالف فیما بین وجوہ فضیلت' استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندفع ہو سکتا ہے۔ ہم نے تقریظ سے اس قدر مضمون یہاں درج کیا ہے جس کا فرمانِ غوثیہ سے تعلق ہے' باقی حصہ بحثِ افضلیت اور آپ کے بعض مشہور اقوال کی تشریح کے موقعہ پر درج کیا جائے گا۔ (مکتوباتِ مہریہ ص ۱۰۶)

الفتوحات المکیہ کے حوالے سے معترض کے اعتراضات

معترض نے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الفتوحات المکیہ' تصنیفِ رئیس المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے کئی اعتراضات اٹھائے ہیں اور اس کی عبارات میں قطع و برید اور سیاق و سباق کے حذف کے ساتھ نامکمل مضمون کو مبہم انداز میں درج کر کے بعض مقامات پر غلط ترجمے اور غلط مفہوم کو پیش کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

ہم نے الفتوحات المکیہ کی ان عبارات کو غور سے پڑھا ہے اور ایک ایک لفظ کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ معترض صاحب نے "الفتوحات المکیہ" سے جتنے بھی استدلال اور استشہاد کئے ہیں' سب بے بنیاد اور فاسد ہیں اور ان کے ساتھ فتوحات اور صاحبِ فتوحات کا کوئی تعلق نہیں۔ بزرگانِ دین اور مشائخ کرام بلکہ خود صاحبِ فتوحات نے ہر کس و ناکس کو فتوحات و فصوص الحکم کے پڑھنے سے روکا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ جو ہمارے مقام اور منصب پر

فائز نہ ہو اس کے لئے ہماری کتابوں کا مطالعہ کرنا حرام ہے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

قدکان الشیخ محی الدین رضی اللہ عنہ یقول نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا علی من لم یکن فی مقامنا

(الانوار القدسیہ' للشعرانی بھامش الطبقات الکبریٰ جلد دوم ص ۹۴ طبع مصر)

بزرگانِ دین کی اس قدر تاکید' احتیاط پر مبنی ہے کیونکہ حضرت شیخ کا دقیق کلام اس قدر غوامض و اسرار' ابہام و اغلاق اور بلند پروازی پر مشتمل ہے جہاں کاملین علماء و مشائخ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی رسائی مشکل ہے۔ آپ کے کلام کو نہ سمجھنے کی بنا پر بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور لوگ آپ کو طعن و تشنیع بلکہ تکفیر کا نشانہ بنا لیتے ہیں چنانچہ بہت سے ظاہر بین علماء نے حضرت شیخ کے حق میں اس طرح کیا اور پھر اکابر صوفیائے کرام نے آپ کے دفاع میں کتابیں لکھیں۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں کی کتابوں میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

معترض صاحب نے فتوحات کی اس عظمت و جلالت سے بے خبری کی بنا پر بڑی فراخدلی سے اپنی کتاب میں اس کی عبارات و اقتباسات کی بھرمار کی ہے۔ ہمیں اپنی علمی بے بضاعتی اور قصورِ فہم کا اعتراف ہے اور ہم اس قدر بلند پایہ کتاب کی عبارات کے مفاہیم و مطالب سمجھنے کے اہل نہیں مگر معترض صاحب نے ہمیں اس امر پر مجبور کر دیا' الفتوحات المکیہ کے ساتھ معترض کے جارحانہ سلوک نے بھی ہمیں دعوتِ فکر دی اور ہم توکل علی اللہ کرتے ہوئے اس میدان میں کود پڑے ورنہ۔

ع: چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ہمیں اس جلیل القدر شیخِ طریقت' غواصِ بحرِ علوم و معرفت' سید السادات' جامع الکمالات' وحید العصر فی کشف معضلاتِ

الفتوحات، حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے علوم و اسرار سے مستفید و مستفیض جلیل القدر اساتذہ کرام کی نعلین برداری کا شرف اور ان کی زبان سے حضرت اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ کی تصنیفات، مکتوبات و ملفوظات مشتمل بر مضامین فصوص و فتوحات کے افادات و افاضات کے سماع کا اعزاز حاصل ہے۔ اسی روحانی سرمایہ کی بنیاد پر ہمیں یہ ہمت ہوئی اور حوصلہ ملا کہ ایک ادنیٰ طالبِ علم کی حیثیت سے اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے ہم نے اس جہاد میں حصہ لیا۔

معترض کے اعتراضات کا خلاصہ

(۱) معترض کا سب سے بڑا اور وزنی اعتراض جو انہوں نے اپنی کتاب کے ص ۲۵۲ پر درج کیا ہے۔ یہ ہے کہ "شیخ اکبر تو آپ کو صاحبِ مقام مانتے ہی نہیں" معترض نے فتوحات کی نامکمل عبارات پیش کیں اور ان سے غلط استدلال کر کے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ صاحبِ حال تھے، صاحبِ مقام نہ تھے۔

(۲) معترض نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اور شاگرد شیخ ابوالسعود بن شبل کی آپ پر افضلیت اور برتری ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس مفروضے کو ثابت کرنے کے لئے فتوحات کی عبارتوں میں قطع و برید سے کام لیا۔

(۳) معترض نے فتوحات کی نامکمل عبارات سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ آپ عبدیتِ کاملہ کے مقام پر فائز نہ تھے اور اپنے بلند دعاوی و اعلانات میں مامور من اللہ نہیں تھے۔

(۴) چونکہ آپ تصرف فی العالم رکھتے تھے اس لئے معرفتِ الٰہی میں آپ کا مقام کامل نہیں تھا کیونکہ جو تصرف کرتا ہے وہ معرفتِ الٰہی میں ناقص ہوتا ہے، شیخ محی الدین ابن عربی کے نزدیک آپ اکمل اور اتم نہیں تھے۔

(۵) بزرگانِ دین کی چار قسمیں ہیں رجالِ ظاہر، رجالِ باطن، رجالِ حد، رجالِ مطلع، حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجالِ ظاہر میں سے تھے جو ادنیٰ درجہ ہے۔

(۶) آپ کے کلام میں شطحات کا غلبہ ہے اور اہلِ طریقت کے نزدیک شطحات کا تکلم بے ادبی شمار ہوتا ہے۔ آپ ادلال اور ناز و نعمت میں رہے جبکہ عبدیتِ کاملہ اس سے بہت بلند مقام ہے۔

معترض کے اعتراضات کے جوابات

معترض نے پہلے اعتراض میں یہ کہا تھا کہ شیخ اکبر تو آپ کو صاحبِ مقام مانتے ہی نہیں۔ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ معترض نے فتوحات کا مطالعہ ہی نہیں کیا ورنہ صاحبِ فتوحات نے تو آپ کو ولایت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز تسلیم کیا ہے اور آپ کو صرف صاحبِ مقام ہی نہیں لکھا بلکہ صاحبِ مقامات لکھا ہے نیز آپ کو ایسے بلند مقام کا حامل قرار دیا ہے جس کی پہچان اولیائے افراد کو بھی نہ ہو سکی حالانکہ اولیائے افراد، حسبِ تصریحِ شیخ، دائرہ قطب سے خارج ہوتے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی ان میں سے ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لئے وہ مقامات ثابت کئے ہیں جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انہوں نے تو اصحابِ مقام، اولیائے کرام کے مقام کا تعین بھی آپ کے فرمان پر کیا ہے اور رجال یعنی مردانِ باکمال کے بارے میں آپ کے اقوال کو مرجع قرار دیا ہے اور آپ کو طریقت کے حاکم سے تعبیر کیا ہے۔ انہوں نے تو آپ کے لئے وہ مقام ثابت کیا ہے کہ پوری دنیا میں ایک شخصیت ایک زمانے میں اس پر فائز ہو سکتی ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اس مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ میں اتم اور اکمل ہونے کی اور بھی بہت سی وجوہات تھیں۔

اب ہم فتوحات کی عبارات سے اپنا نقطۂ نظر ثابت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اولیائے کرام میں جماعتِ ملامیہ افضل و اعلیٰ ہے چنانچہ ان کی عظمت و جلالت کا بیان کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کرتے ہیں

(معرفة منزل الملامية من الحضرة المحمدية) ان کے اعلیٰ ترین مقام کا

تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں وھذا مقام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ و ممن تحقق بہ من الشیوخ حمدون القصار وابو سعید الخراز وابویزید البسطامی وکان فی زماننا ھذا ابو السعود بن شبل وعبد القادر الجیلی۔

(ملاحظہ ہو: الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۳۴ طبع مصر)

یہ جلیل القدر اعلیٰ مقام جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور مشائخ میں جو حضرات اس مقام کے ساتھ متحقق ہوئے وہ حمدون قصار' ابو سعید خراز' ابو یزید البسطامی اور ہمارے زمانے میں اس مقام کے ساتھ متحقق ابو السعود بن شبل اور شیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہم تھے۔

اولیائے کرام کی اس جماعتِ ملامیہ کے متعلق حضرت شیخ لکھتے ہیں۔

ھم سادات اھل الطریق و ائمتھم و سید العالم فیھم و منھم وھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اہلِ طریقت کے سردار ہیں اور ان کے امام ہیں اور حضور علیہ السلام ان میں سے ہیں۔ (فتوحات جلد دوم ص ۱۶)

اسی جماعتِ ملامیہ کے متعلق حضرت شیخ لکھتے ہیں

ھم الذین لا یشھدون شیئا ولا یرونہ الا راوا اللہ قبلہ کما قال الصدیق عن نفسہ و ھذا مقام لم یتحقق بہ احد مثل الملامیہ من اھل اللہ و ھم سادات ھذا الطریق (فتوحات جلد سوم ص ۲۲۷)

منزلِ ملامیہ پر فائز اولیائے کرام ہر چیز کے مشاہدے سے قبل اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے متعلق فرمایا اور اہل اللہ میں سے ملامیہ کی طرح کوئی بھی اس مقام سے متحقق نہیں ہوا اور وہ اس طریق کے سردار ہیں۔

اب معترض صاحب فرمائیں کہ حضرت شیخ اکبر نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحبِ مقام تسلیم کیا یا نہیں اور مقام بھی وہ جو رسول پاک علیہ

السلام اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ثابت ہے مگر معترض فتوحات کا مطالعہ کرتے تو اس مقام کو دیکھتے۔

انا الحسنی والمخدع مقامی

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں حسنی سید ہوں اور میرا مقام مخدع ہے۔ شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے اس مقام کو صرف تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی تشریح بھی کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

وما المخدع قلنا موضع ستر القطب عن الافراد الواصلین عندما یخلع علیھم وھو خزانۃ الخلع والخازن ھو القطب قال محمد بن قائد الاوانی رقیت حتی لم ار امامی سوی قدم واحدۃ فغرت فقیل ھی قدم نبیک فسکن جاشی وکان من الافراد' پھر لکھتے ہیں قیل لہ ھل رایت عبدالقادر قال ما رایت عبدالقادر فی الحضرۃ فقیل ذالک لعبدالقادر قال صدق ابن قائد فی قولہ فانی کنت فی المخدع ومن عندی خرجت لہ النوالۃ وسماھا بعینہ فسئل ابن قائد عن النوالۃ ما صفتھا فقال مثل ما قال عبدالقادر۔ (فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۱۳۰)

حضرتِ حق میں مخدع وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جہاں قطبِ وقت اولیائے افراد واصلینِ بارگاہ سے بھی بوقتِ عطائے خلعت مخفی ہوتا ہے اور وہ مقام روحانی خلعتوں اور نعمتوں کا خزانہ ہے اور قطب اس خزانے کا خازن و متولی ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن قائد اوانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند پرواز کی یہاں تک کہ اپنے سامنے ایک قدم دیکھا جس سے مجھے غیرت ہوئی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تو آپ کے نبی علیہ السلام کا قدم ہے پھر میرا اضطراب سکون پذیر ہوا' آپ اولیائے افراد میں سے تھے' آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے حضرتِ حق میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا تو انہوں نے فرمایا نہیں پھر یہ بات حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا محمد بن قائد نے درست کہا

ہے میں مخدع میں تھا (وہ مجھے کس طرح دیکھتے) اور میری جانب ہی سے انہیں نوالہ (روحانی خلعت) عطا کیا گیا اور اس کا نام بھی آپ نے لیا پھر محمد بن قائد سے پوچھا گیا تو انہوں نے نوالہ کی وہی صفت بیان فرمائی جو حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی تھی۔

شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اس واقعہ کو دوسرے مقام پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد بن قائد کا یہ کہنا کہ میں نے شیخ عبد القادر کو حضرتِ حق میں نہیں دیکھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ مقامِ مخدع میں تھے۔

فستر عنه مقام عبدالقادر خداعا فهم ذالك عبدالقادر فقال كنت في المخدع وقوله ان من عنده خرجت له النوالة يدل على ان عبدالقادر كان شيخه في تلك الحضرة وعلى يديه استفادها وجهل ذالك محمدبن قائد (فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۸۰)

پس محمد بن قائد کے لئے شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام مخفی رہا اور اس میں ان کو دھوکہ ہوا اور شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو سمجھتے تھے چنانچہ فرمایا کہ میں مقامِ مخدع میں تھا اور آپ کا یہ فرمان کہ میری طرف سے انہیں خلعتِ روحانی ملی، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ حضرتِ حق میں بھی ان کے شیخ تھے اور آپ ہی کے ہاتھوں سے انہیں یہ نعمت ملی مگر وہ اس بات کو نہ سمجھ سکے۔

اب معترض صاحب کی تسلی ہوئی، صاحبِ فتوحات نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مقامِ مخدع ثابت کیا۔ اس کی تشریح کی اور بتایا کہ یہ اس قدر بلند مقام ہے کہ اولیائے افراد کی رسائی بھی اس مقام تک نہیں ہو پاتی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جلیل القدر مقام سے صرف محمد بن قائد الاوانی بے خبر نہ رہے بلکہ آپ کے ہم عصر بزرگ شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی رحمتہ اللہ علیہ در کلتِ تقدیر کے مقام پر چالیس سال فائز رہنے کے باوجود آپ کے اس اعلیٰ مقام کو نہ پہچان سکے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۷، قلائد الجواہر ص ۱۳۱

نفحات الانس ص ۳۵۶ مقابیس المجالس ص ۸۳۶ الفتاوی الحدیثیۃ ابن حجر مکی ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر)

اتم اور اکمل مقامِ غوثیہ

صاحبِ فتوحات' اولیائے کرام کی اقسام و اصناف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ومنهم رضی اللّٰہ عنهم رجل واحد وقد تكون امرأة فی کل زمان آیته وهو القاهر فوق عباده له الاستطالة علیٰ کل شئی سوی اللّٰہ شهم شجاع مقدام' کبیر الدعوٰی بحق یقول حقا ویحکم عدلا کان صاحب هذا المقام شیخنا عبدالقادر الجیلی ببغداد کانت له الصولة والاستطالة بحق علی الخلق کان کبیر الشان اخباره مشهورة لم القه ولکن لقیت صاحب زماننا فی هذا المقام ولکن کان عبدالقادر اتم فی امور اخر من هذا الشخص الذی لقیته

(فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۱۴)

اولیائے کرام میں اس مقام پر ایک مردِ کامل فائز ہوتا ہے کبھی یہ مقام کسی جلیل القدر ولیہ عارفہ کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ ایسا ولی آیت "وهو القاهر فوق عباده" کا مظہر ہوتا ہے اور اسے ماسویٰ اللہ ہر چیز پر غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ نافذ الامر ہوتا ہے' بہادر ہوتا ہے' سبقت کرنے والا ہوتا ہے' حق پر مبنی پُر زور دعاوی کرتا ہے۔ اس کی بات حق ہوتی ہے اور اس کا حکم عدل پر مبنی ہوتا ہے۔ بغداد میں ہمارے شیخ عبدالقادر الجیلی رحمتہ اللہ علیہ اس مقام پر فائز تھے۔ آپ کو حق کے ساتھ خلق پر تسلط اور غلبہ حاصل تھا آپ کی بہت بڑی شان ہے۔ آپ کی خبریں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ مجھے آپ کی زیارت نہ ہو سکی لیکن میں اپنے زمانے کے اس مقام پر فائز بزرگ سے ملا ہوں مگر شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ اس بزرگ سے بہت سے امور میں اتم و اکمل تھے۔

کیوں جناب معترض صاحب! حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے

حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحب مقام تسلیم کیا یا نہیں۔ انہوں نے آپ کو صرف صاحبِ مقام تسلیم نہ کیا بلکہ آپ کو "شیخنا" سے تعبیر کیا' آپ کو کبیر الشان کہا' آپ کی اخبار و روایات کی مستند حیثیت کو تسلیم کیا' آپ سے ملاقات کی حسرت کا تذکرہ کیا اور اس مقام پر فائز دوسرے بزرگ سے آپ کو بہت سے امور میں اتم و اکمل قرار دیا۔

عبدیتِ کاملہ اور تصرف فی العالم کا مقام

صاحبِ فتوحات نے ادخار کی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بغیر امرِالٰہی ادخار (ذخیرہ کرنا) اھل اللہ کا طریقہ نہیں' فرماتے ہیں۔

فمنهم من يدخر على بصيرة ومنهم من يدخر لا عن بصيرة فلا نسلم لهم ادخارهم في ذالك لانه لا عن بصيرة وليس من اهل الله فان اهل الله هم اصحاب البصائر والذى عن بصيرة فلا يخلو اما ان يكون عن امر الٰهى يقف عنده ويحكم عليه او لا عن امر الٰهى فان كان عن امر الٰهى فهو عبد محض لا كلام لنا معه فانه مامور كما نظنه فى عبدالقادر الجيلى فانه كان هذا مقامه والله اعلم لما كان عليه من التصرف فى العالم۔ (الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۵۸۸)

کچھ بزرگ ادخار میں منجانب اللہ بصیرت پر ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے پس جو بصیرت پر نہیں ہوتے ہم ان کے ادخار کو نہیں مانتے کیونکہ یہ اہل اللہ کی شان نہیں ہے پھر جن کا ادخار بصیرت پر مبنی ہوتا ہے یا تو بامرِالٰہی ہوتا ہے کہ وہ اس ادخار میں مامور ہوتے ہیں وہ اسی امر پر ٹھہرتے ہیں اور اسی پر حکم لگاتے ہیں یا وہ بصیرت پر ہوتے ہیں مگر انہیں امرِالٰہی نہیں ہوتا۔ پس اگر وہ بزرگ امرِالٰہی سے ادخار کرے تو وہ عبدیتِ محضہ کے مقام پر فائز ہے ان کے ساتھ ہماری بحث ہی نہیں کیونکہ وہ مامور ہیں۔ جس طرح کہ شیخ عبدالقادر الجیلی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہمارا خیال ہے پس بے شک یہ آپ کا مقام تھا کیونکہ من جانب اللہ

آپ تصرف فی العالم پر مامور تھے۔

صاحبِ فتوحات نے اس عبارت میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خصوصی مقام بیان فرمایا کہ آپ ادخار پر بامرِالٰہی مامور تھے۔ آپ عبدیتِ محضہ کے مقام پر فائز تھے اور منجانب اللہ، تصرف فی العالم کے منصب پر متمکن تھے۔

طریقت کی حاکمیت اور مقامات کے تعین کا مقام

صاحبِ فتوحات نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلیٰ مقام بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ بزرگوں کے مقام کا تعین فرماتے تھے۔ آپ طریقت کے حاکم تھے اور مردانِ باکمال کے مقام و منصب کے بارے میں آپ کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اولیائے کرام کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنهم رضی الله عنهم الافراد ولا عدد یحصرهم وهم المقربون بلسان الشرع کان منهم محمد بن قائد الاوانی یعرف بابن قائد بوانه من اعمال بغداد من اصحاب الامام عبدالقادر الجیلی وکان هذا ابن قائد یقول فیه عبدالقادر مؤید الحضرة کان یشهد له عبدالقادر الحاکم فی هذه الطریقة المرجوع الی قوله فی الرجال محمد بن قائد الاوانی من المفردین وهم رجال خارجون عن دائرة القطب و خضر منهم، آگے چل کر لکھتے ہیں مقامهم بین الصدیقیة والنبوة الشرعیة وهو مقام جلیل جهله اکثر الناس من اهل طریقنا کابی حامد وامثاله لان ذوقه عزیز۔ (الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۱۹)

اولیائے کرام میں کچھ بزرگ افراد ہوتے ہیں ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں زبانِ شرع میں انہیں مقربین کہا جاتا ہے۔ شیخ محمد بن قائد اوانی جو امام عبدالقادر الجیلی کے اصحاب و مریدین میں سے تھے اس مقام پر فائز تھے ان ہی کے بارے میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ان کو حضرت حق کی تائید حاصل ہے۔ آپ

کے بارے میں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ طریقت کے حاکم ہیں اور مردانِ خدا کے مناصب و مقامات کے بارے میں آپ کے اقوال مرجع ہیں' فرمایا کرتے تھے کہ محمد بن قائد' افراد میں سے ہیں اور اولیائے افراد دائرہ قطب سے خارج ہوتے ہیں' جس طرح کہ حضرت خضر علیہ السلام' ان کا مقام صدیقیت اور نبوتِ تشریعیہ کے درمیان ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا مقام ہے مگر ہمارے اہلِ طریق میں سے اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں، جس طرح کہ حضرت امام غزالی اور ان جیسے لوگ کیونکہ اس مقام کا ذوق نادر الوجود ہے۔

اب معترض صاحب ذرا توجہ فرمائیں کہ صاحبِ فتوحات نے تو حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقام بھی بیان فرمادیا کہ اصحابِ مقامات کے مقام کا تعین آپ کرتے ہیں اور آپ کے ارشادات مردانِ باکمال کے منصب و مقام کے تعین میں مرجع قرار پاتے ہیں اور آپ طریقت کے حاکم ہیں نیز آپ کے خادم اور مرید' محمد بن قائد اس مقام پر فائز ہیں جس کی خبر حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی نہیں اور وہ مقام' نبوتِ تشریعی اور صدیقیت کے مابین ہے۔ تعجب ہے معترض صاحب کی سوچ پر کہ وہ اس عظیم الشان جلیل القدر شخصیت کو صاحبِ مقام نہیں مانتے اور اپنے خود ساختہ مفروضے کو حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے حالانکہ آپ کے مستفید اصحاب و خدام کا اتنا بلند مقام ہے کہ شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے اس قدر تفصیل سے بیان فرمایا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

فتوحات کی عبارات میں تطبیق

فتوحات کے ایک جملے (الشیخ عبد القادر صاحب حال لاصاحب مقام) کے ساتھ معترض صاحب اس طرح چمٹ گئے جس طرح بعض لوگ قرآنی آیت کے

اس جملے (انما انا بشر مثلکم) کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں کہ انہیں پورے قرآن مجید میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہی آیت ہر وقت مدِ نظر رہتی ہے اور ان کی ہر مجلسِ وعظ و درس میں اسی کی تفسیر و تشریح بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو رحمتہ للعالمین، صاحبِ خلقِ عظیم، شاہد، مبشر، بشیر و نذیر، طٰہٰ، یاسین، مزمل، مدثر اور صاحبِ مقامِ محمود فرمایا مگر یار لوگوں نے ایک نہ سنی پرنالہ وہیں رہا، بعینہٖ ہمارے مہربان معترض صاحب کا یہی وطیرہ ہے کہ الفتوحات المکیہ کے ایک جملے سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ باقی ساری فتوحات کو نظر انداز کر ڈالا۔ ایسی روش کو تحقیق سے تو ہرگز تعبیر نہیں کیا جا سکتا البتہ اس کے لئے تعصب اور تنگ نظری کے الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔

صاحبِ فتوحات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ مقام نہ تھے، ورنہ ان کی ساری تصریحات بے معنی ثابت ہوں گی۔ جس طرح قرآن و حدیث کے مضامین میں تطبیق ضروری ہوتی ہے اور علمائے کرام اس کی اہمیت کو جانتے ہیں اسی طرح بزرگوں کے کلام میں اگر بظاہر موافقت نظر نہ آئے تو اس میں تطبیق اور موافقت پیدا کی جاتی ہے۔ صاحبِ فتوحات کا اس عبارت سے یہ مقصد ہے کہ آپ صاحبِ مقام نہ تھے بلکہ صاحبِ مقامات تھے یا آپ صرف صاحبِ مقام نہ تھے بلکہ صاحبِ حال بھی تھے اور یہی قطبِ وقت کی شان ہوتی ہے کہ وہ مقامات و احوال کا جامع ہوتا ہے۔

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فان قلت فما المراد بقولهم فلان من الاقطاب علی مصطلحهم فالجواب مرادهم بالقطب فی عرفهم کل من جمع الاحوال والمقامات وانفرد به فی زمانه علی ابناء جنسه۔

(الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص ۸۱)

اگر تم یہ سوال کرو کہ بزرگوں کی اصطلاح میں قطب سے کیا مراد ہے تو میں کہتا ہوں

کہ صوفیائے کرام کے عرف میں قطب وہ شخص ہوتا ہے جو احوال و مقامات کا جامع ہو اور ان کی وجہ سے اپنے ہم عصر بزرگوں میں منفرد ہو۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی مزید وضاحت

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے صوفیائے کرام کی عبارات سے اس قسم کے خدشات کا دفعیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ ان کے فرمان کا مقصد نہیں سمجھتے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن عربی اور شیخ ابن فارض مکی کے کلام میں اگر تلوین کے آثار نظر آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نہ نکالو کہ وہ اصحابِ تمکین نہیں تھے کیونکہ یہ امتیاز تمہارے بس کی بات نہیں تم کسی کتاب میں پڑھ کر ایسی بات کر رہے ہو چنانچہ اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فغالب من یقول ذالک انما یقوله بالتقلید لما یجد فی کتب فقهاء الصوفیة کرسالة القشیری ونحوها من ان التلوین للناقصین وهو لم یفهم مرادهم فان مرادهم به التلوین بلا تمکین فیه والکامل عندهم من تمکن فی التلوین۔

(الانوار القدسیہ للشعرانی بھامش الطبقات حصہ دوم ص ۲۷)

فقہائے صوفیہ کی کتابوں جیسے رسالہ قشیریہ اور اس قسم کی دوسری کتابوں میں ایسی عبارات دیکھ کر محض تقلید کی بنا پر عموماً لوگ ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً رسالہ قشیریہ میں ہے کہ تلوین 'ناقصین کے لئے ہوتی ہے حالانکہ امام قشیری کا مقصد یہ نہیں کہ جہاں بھی تلوین ہو نقص قرار پائے گی بلکہ ان کی مراد 'تلوین بلا تمکین ہے پس اگر تلوین کے ساتھ تمکین ہے تو یہ نقص نہیں' کمال ہے کیونکہ ان کے نزدیک کامل وہی ہوتا ہے جو تلوین میں صاحبِ تمکین ہو۔

حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی اس تطبیق و وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ صاحبِ مقام جو صاحبِ احوال نہ ہو کمال کے اس درجے پر نہیں ہوتا جس پر جامع بین الاحوال و المقامات بزرگ ہوتا ہے۔ پس اس

طرح حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و فضیلت کا پہلو مزید نمایاں ہو گیا کہ حضرت شیخ ابن عربی آپ کو حال و مقام کا جامع قرار دیتے ہیں نیز امام شعرانی کے ضابطے کے مطابق بھی صاحبِ احوال ہو کر صاحبِ مقام ہونا' باعثِ کمال و فضیلت ہے۔

سبحان اللہ! امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا نکتہ بیان فرمایا' افسوس کہ معترض صاحب نے امام شعرانی کی بہت سی عبارات' کتاب میں درج کیں مگر ان کے اس قسم کے نکات و رموز سے وہ بے خبر رہے۔ بعینہٖ یہی حال' فتوحات کی عبارت کا ہے کہ حضرت شیخ کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ آپ صاحبِ مقام نہیں ورنہ آپ کے اس قدر عظیم الشان مقامات کا بیان وہ نہ فرماتے بلکہ وہی مفہوم ہے جو ہم بیان کر چکے۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ہماری توجیہ پر مُہرِ تصدیق ثبت فرما دی۔

قطبِ وقت کا اکبر و اکمل مقام

ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قطبیت متفق علیہ ہے جس کا اقرار معترض نے بار بار اپنی کتاب میں کیا ہے تو پھر کیا قطبیت' ولایت کا انتہائی مقام نہیں' بلکہ قطبیت تو وہ اعلیٰ مقام ہے کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے "الیواقیت والجواہر" میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔ المبحث الخامس والاربعون فی بیان ان اکبر الاولیاء بعد الصحابۃ رضی اللہ عنہم القطب۔

(ملاحظہ ہو: "الیواقیت والجواہر" حصہ دوم ص ۷۸)

صحابہ کرامؓ کے بعد تمام اولیائے کرام سے افضل' قطب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ واکمل الخلق فی کل عصر القطب

(بحوالہ: الطبقات الکبریٰ حصہ دوم ص ۱۲۵)

ہر زمانے میں قطبِ وقت تمام مخلوق سے اکمل ہوتا ہے۔

پھر امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ علی الخواص سے

پوچھا گیا کیا یہ مشہور بزرگ، حضرت شیخ احمد زاہد، حضرت شیخ یوسف عجمی اور حضرت شیخ مدین رحمۃ اللہ علیہم اور ان جیسے دوسرے حضرات، قطبیت کے مقام پر فائز تھے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ یہ اقطاب کے نائبین تھے، قطب نہیں تھے۔

اما القطابة فجل ان یلج مقامها الاحوط غیر من اتصف بها قال وقد بینها الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ وقال ان لها ستة عشر عالما الدنیا والاخرة عالم واحد من هذه العوالم۔ (الطبقات الکبریٰ حصہ دوم ص ۱۳۶" درر الغواص علی فتاوی علی الخواص بهامش الابریز ص ۱۳)

قطبیت کا محتاط ترین مقام بہت بلند ہے اس میں قطب کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا، ہاں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقامِ قطبیت کو بیان فرمایا کہ قطبیت کے سولہ جہان ہیں، دنیا و آخرت ان میں سے ایک جہان ہے۔

کاش معترض صاحب جلدی نہ کرتے اور امام شعرانی کی کتابوں اور الفتوحات المکیہ کو غور سے پڑھ لیتے تو وہ یہ اعتراض نہ کرتے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت شیخ ابن عربی، صاحب مقام مانتے ہی نہیں بلکہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں پر غور کر کے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکمل و اتم ہونے پر اعتراض نہ کرتے اور آپ کی اولیائے کرام پر فضیلت کو بھی تسلیم کرتے۔

معترض کے دوسرے اعتراض کا جواب

معترض نے فتوحات کی عبارات میں قطع و برید کے بعد دوسرا اعتراض یہ کیا تھا کہ آپ کے خلیفہ اور شاگرد شیخ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ آپ سے افضل و اکمل تھے کیونکہ وہ تصرف نہیں کرتے تھے جبکہ آپ تصرف فرماتے تھے۔ معترض صاحب نے غور نہیں کیا اور اعتراض میں جلد بازی کی ورنہ صاحبِ فتوحات نے تصریح کی ہے کہ شیخ ابو السعود تصرف پر مامور نہ تھے، لکھتے ہیں

ولاصحاب هذا المقام التصریف والتصرف فالطبقة الاولی من

هؤلاء ترکت التصرف للّٰہ فی خلقہ مع التمکن و تولیۃ الحق لھم ایاہ تمکنا لا امرا لکن عرضا۔ آگے لکھتے ہیں۔ وکان ابو السعود منھم کان رحمہ اللّٰہ ممن امتثل امر اللّٰہ فی قولہ تعالیٰ فاتخذہ وکیلا فالوکیل لہ التصرف فلو امر امتثل الامر ھذا من شانھم واما عبدالقادر فالظاھر من حالہ انہ کان مامورا بالتصرف فلھذا ظھر علیہ ھذا ھو الظن بامثالہ۔ (الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۲۰۱)

اس مقام پر فائز حضرات کے لئے تعریف و تصرف ثابت ہے پس طبقہ اولیٰ نے باوجود قدرت اور تولیتِ حق از روئے تمکن، تصرف فی الخلق ترک کر دیا مگر انہیں تصرف کا حکم نہ تھا بلکہ اختیار تھا۔ شیخ ابو السعود ان ہی میں سے تھے کہ انہوں نے فرمانِ خداوندی "اللہ تعالیٰ کو کارساز بناؤ" پر عمل کیا پس تصرف اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا، ہاں اگر انہیں حکم دیا جاتا تو وہ تصرف کر کے ضرور فرمانبرداری کرتے۔ یہ ان کا حال ہے، بہر حال حضرت سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حال سے ظاہر ہے کہ انہیں تصرف کا حکم دیا گیا تھا اسی واسطے آپ سے تصرف ظاہر ہوا آپ جیسے بزرگوں کے متعلق ہم یہی خیال رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت سے معترض کی یہ دلیل بیکار ہو گئی اور وجہِ فضیلت نہ بن سکی کیونکہ شیخ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف نہ کرنا، امر کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا اگر انہیں حکم ہوتا تو وہ ضرور تصرف کرتے پس یہ دلیلِ فضیلت نہیں جبکہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصرف پر مامور تھے اگر آپ تصرف نہ فرماتے تو یہ عبدیت کے خلاف ہوتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ دونوں بزرگ شیخ ابو السعود مامور نہ ہونے کی وجہ سے تصرف چھوڑ کر اور حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور ہونے کی وجہ سے تصرف کر کے عبدیتِ محضہ کے مقام پر فائز تھے۔ صاحبِ فتوحات، ادخار کی بحث میں بھی لکھتے ہیں کہ شیخ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ مامور بالتصرف نہ تھے اگر انہیں امر ہوتا تو

امر کی پابندی کرتے، حضرت شیخ ابن عربی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

نحن ترکنا الحق یتصرف لنا فلم یزاحم الحضرۃ الالٰھیۃ فلو امر وقف عند الامر (فتوحات جلد اول ص ۵۸۸)

ہم نے حضرتِ حق کے لئے تصرف چھوڑ دیا پس بغیر امر، تصرف کر کے انہوں نے حضرتِ حق میں مزاحمت نہ کی ہاں اگر انہیں تصرف کا حکم دیا جاتا پھر وہ ضرور امر کی پابندی کرتے، شیخ ابو السعود بن شبل رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں صاحبِ فتوحات لکھتے ہیں من اخص اصحاب عبدالقادر الجیلی کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر کے خصوصی اصحاب سے تھے۔

(الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۵۶۰)

صاحبِ فتوحات، شیخ ابو السعود کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں۔ طریق عبدالقادر فی طرق الاولیاء غریب و طریقنا فی طرق عبدالقادر غریب

(الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۲۳۳)

حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کا طریقہ اولیاء کے طریقوں میں عجیب و غریب ہے اور شیخ عبدالقادر کے طریقوں میں ہمارا طریقہ عجیب و غریب ہے۔

بارگاہِ غوثیت سے شیخ ابو السعود کی انتہائی عقیدت

حضرت شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ الاسکندری خلیفہ شیخ ابو العباس المرسی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ نے صاحبِ فتوحات حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے

ذکر ابن عربی ان ابا السعود بن شبل کان فی مدرسۃ الشیخ عبدالقادر الجیلانی یکنس فیھا فوقف الخضر علی راسہ فقال السلام علیکم فرفع ابو السعود راسہ فقال و علیک السلام ثم عاد الیٰ شغلہ بما ھو فیہ فقال لہ الخضر ما بالک لا تتنبہ لی کانک لم تعرفنی فقال ابو السعود بل عرفتک انت الخضر فقال لہ الخضر

فما بالک لم تنتبه فقال له ابو السعود مشغول بخدمتی والتفت الی الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال لم یترک فی هذا الشیخ فضیلة لغیره (لطائف المنن للشیخ ابن عطاء اللہ الاسکندری، خلیفہ شیخ ابو العباس المرسی الشاذلی بهامش لطائف المنن للشعرانی حصہ اول ص ۸۵)

حضرت شیخ ابن عربی نے فرمایا کہ شیخ ابو السعود بن شبل، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں جاروب کشی کر رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے قریب آٹھہرے اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کی بے توجہی دیکھ کر فرمایا تم نے مجھے نہیں پہچانا انہوں نے فرمایا میں جانتا ہوں آپ خضر علیہ السلام ہیں، حضرت خضر علیہ السلام کے دوبارہ متنبہ کرنے پر انہوں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اس شیخ وقت میں غیر کے لئے کوئی فضیلت نہیں چھوڑی گئی یعنی آپ سب فضائل و کمالات کے جامع ہیں اس لئے مجھے کسی کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

مندرجہ بالا روایت سے شیخ ابو السعود رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ غوثیت سے وابستگی، عقیدت اور ان کے استفادہ و استفاضہ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اپنی کتاب میں کئی مرتبہ معترض نے شیخ ابو السعود کی فضیلت پر یہ دلیل پیش کی کہ وہ تصرف نہیں کرتے تھے جبکہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصرف کرتے تھے۔ نیز حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ وہ عبدیتِ محضہ کے مقام پر فائز تھے اور شیخ عبد القادر اس مقام پر فائز نہ تھے۔ شیخ ابو السعود نے ایک ایسے شخص کو جھڑک دیا جس نے حضرت سیدنا شیخ عبد القادر کی تعریف کی۔ جہاں تک تصرف کرنے کا تعلق ہے تو بغیر امرِ الٰہی تصرف واقعی عبدیت کے خلاف ہے اور اسی بنا پر شیخ ابو السعود تصرف نہیں کرتے تھے مگر بامرِ الٰہی مامور ہو کر تصرف کرنا یہ عبدیتِ محضہ ہے، بلکہ اس صورت میں تصرف نہ کرنا عبدیت کے خلاف ہے۔ بحثِ ادخار میں

صاحبِ فتوحات نے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تصریح فرمائی کہ وہ بامرِ الٰہی مامور تھے' وہ عبدِ محض تھے اس لئے ہم ان کے بارے میں بحث نہیں کرتے' لکھتے ہیں

فان کان عن امر الٰھی فھو عبد محض لاکلام لنا معہ فانہ مامور کما نظن فی عبدالقادر الجیلی فانہ کان ھذا مقامہ واللہ اعلم لما کان علیہ التصرف فی العالم

عبارت میں "علیہ التصرف" کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ تصرف کی ذمہ داری آپ پر منجانب اللہ تھی۔ اس لئے آپ کا تصرف کرنا عبدیتِ محضہ کے منافی نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی نے آپ کو عبدِ محض کہا ہے اور آپ کے ادخار کو محلِ بحث نہیں بنایا۔ پس معترض کا شیخ ابو السعود کے تصرف نہ کرنے کو فضیلت کی دلیل بنانا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

فتوحات کی عبارت میں معترض کی قطع و برید

معترض نے شیخ ابو السعود کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے انصاف اور دیانت کے تمام تقاضوں کو پامال کر ڈالا اور یہ روایت درج کی کہ شیخ ابو السعود نے ایک ایسے شخص کو جھڑک دیا جس نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت بیان کی۔ اس روایت میں انہوں نے عبارت کے ماقبل اور مابعد کو حذف کر دیا جو عبارت انہوں نے ماقبل سے حذف کی وہ یہ ہے

ولولا ماحکی عنہ ابو البدر المذکور اور جو مابعد میں حذف کی وہ یہ ہے لکان عبدًا محضًا ولکن عاش بعد ھذا فقد یمکن انہ صار عبدًا محضًا اب اگر اس عبارت کو ملایا جائے تو اس کی یہ صورت ہے ولولا ماحکی عنہ ابو البدر المذکور لکان عبدًا محضًا ولکن عاش بعد ھذا فقد یمکن انہ صار عبدًا محضًا (الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۱۲۴)

اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ جس کا معترض نے قطع و برید کے ذریعے حلیہ

بگاڑ دیا اور مفہوم کو مسخ کر ڈالا۔ اگر ابوالبدر مذکور، شیخ ابو السعود سے یہ روایت نہ کرتے تو وہ عبدِ محض ہوتے لیکن اس کے بعد وہ زندہ رہے ممکن ہے کہ عبدِ محض بنے ہوں۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے شیخ ابو السعود کی عبدیتِ محضہ کا مقام غیر یقینی ہو گیا اور ان کے بارے میں فتوحات جلد دوم ص ۸۰ پر حضرت شیخ کے یہ تاثرات فکان عبدًا محضًا لم تشب عبودیتہ ربوبیۃ (کہ وہ عبدِ محض تھے اور ان کی عبودیت میں ربوبیت کا شائبہ نہ تھا) معترض کے لئے قابلِ استدلال نہ رہے کیونکہ حضرت شیخ ابن عربی نے کافی عرصہ بعد یہ اظہار فرمایا کہ شیخ ابو السعود عبدِ محض نہ تھے جیسا کہ ہم بیان کر چکے، یہ حضرت شیخ کے آخری تاثرات ہیں جو انہوں نے شیخ ابو السعود کے بارے میں بیان کئے اور یہ فتوحات جلد دوم کے ص ۴۲۴ پر موجود ہیں۔

حضرت ابنِ عربی کی بارگاہِ غوثیت سے عقیدت

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "فتوحات" میں متعدد مقامات پر شیخ ابو السعود رحمتہ اللہ علیہ کی تعریف کی اگرچہ ان کی شان میں اس قدر بلند تعریفی کلمات نہیں لکھے جس قدر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں مگر آپ کے بعد ان کا تذکرہ حضرت شیخ نے بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔ حضرت ابن عربی کی بارگاہِ غوثیت کے ساتھ عقیدت و احترام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب انہیں شیخ ابو السعود کے کلام میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تنقیص کا شائبہ نظر آیا تو ان سے برداشت نہ ہوا اور وہ ان کے سب مقامات کو نظر انداز کرتے ہوئے انہیں عارفانہ فتویٰ کی زد میں لے آئے اور صاف الفاظ میں فرما دیا کہ اگر اس قسم کی روایت ان سے نہ ہوتی تو پھر وہ عبدِ محض ہوتے، گویا حضرت شیخ کے نزدیک سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت کا اتنا بلند مقام ہے کہ وہاں ایسے الفاظ جو صرف ظاہری طور پر تنقیص کے شائبہ پر مبنی

ہوں اور حقیقت میں کسی مصلحت کی وجہ سے صادر ہوئے ہوں وہ بھی ناقابلِ برداشت اور قابلِ مؤاخذہ ہیں۔

شیخ ابو السعود کے کلام پر صاحبِ فتوحات کا مؤاخذہ

الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۳۲۴ پر حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ تنقید و مواخذہ کے انداز میں لکھتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف و توصیف کی اس نے کسی حرامِ شرعی کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ ہاں اگر وہ کسی ممنوعِ شرعی کا ارتکاب کرتا پھر شیخ ابو السعود اسے جھڑکتے تو یہ عبدیت کے خلاف نہ ہوتا۔ اسی طرح اگر یہ شخص شیخ ابو السعود کا شاگرد و مرید ہوتا تو پھر بھی ان کا جھڑکنا تادیب شمار ہوتا اور انہیں عبدیتِ محضہ سے نہ نکالتا البتہ اگر باطنی طور پر امرِ الٰہی کی وجہ سے مصلحتِ وقت کے لئے متکلم کے طرزِ کلام کے نامناسب ہونے کی وجہ سے یہ جھڑک صادر ہوتی تو پھر اس سے عبدیت ثابت رہتی، ہم ابو السعود کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہیں نہ وہ جو قبل ازیں مذکور ہوا۔ ہم نے اس مقام کی پوری تفصیل کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سب کچھ بیان کر دیا جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ شیخ ابو السعود دو باتوں میں سے کسی ایک پر تھے۔ ان دو باتوں سے حضرت شیخ کا مقصد اس واقعہ سے قبل موضوعِ بحث ہے، جس میں شیخ تبصرہ فرما رہے تھے کہ بعض بزرگ 'علیٰ بیّنۃ من ربہ' اپنے رب کی طرف سے واضح بصیرت پر ہوتے ہیں اور بعض اس طرح نہیں ہوتے، شیخ ابو السعود کا حال تو یہی بتاتا تھا کہ وہ بصیرت پر ہوں مگر چونکہ ان سے ایک ایسی روایت آگئی اس لئے اب ہم ان کی عبدیتِ محضہ اور بصیرت پر ہونے کی یقین دہانی نہیں کرا سکتے اور اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر ہوں گے مگر کسی بات کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ بخوفِ طوالت ہم نے فتوحات کی عبارت نقل نہیں کی صرف مفہوم پر اکتفا کیا۔

حضرت شیخ کے کلام کا نتیجہ

حضرت شیخ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا شیخ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں وہ تیقن، تحکیم اور حتمی نقطۂ نظر تبدیل ہو گیا جس کا اظہار انہوں نے اس سے قبل فرمایا تھا۔ انہوں نے شیخ ابو السعود کی عبدیتِ محضہ اور رب کی طرف سے بصیرت پر ہونے کے بارے میں بھی حتمی رائے سے گریز کیا اور ان کے کلام پر تنقید اور مواخذہ کر کے بارگاہِ غوثیت سے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا۔ حضرت شیخ اس طرح کیوں نہ کرتے انہوں نے بیک واسطہ، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، ان کے شیخِ طریقت شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ نے فرمانِ غوثیہ پر دیارِ مغرب میں گردن جھکائی، حج کے موقعہ پر عرفات میں حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور احادیثِ پاک کا سماع کیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۷، قلائد الجواہر ص ۶)

حضرت ابو مدین مغربی کے شیخِ طریقت شیخ ابو یعزیٰ المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ان المشرق لیفضل بہ علی المغرب (بہجۃ الاسرار ص ۱۵۸، قلائد الجواہر ص ۹۷، سیر الاقطاب ص ۱۱۷)

شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مشرق کو مغرب پر فضیلت حاصل ہے۔

معترض صاحب حضرت ابن عربی کے حوالے سے شیخ ابو السعود کی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت کرنے کے درپے ہیں جبکہ حضرت ابنِ عربی کے مشائخِ عظام، سیدنا شیخ عبد القادر کی وجہ سے مشرق کو مغرب پر فضیلت دیتے ہیں گویا معترض صاحب کے نزدیک حضرت شیخ اپنے مشائخ عظام کے مسلک سے بے خبر تھے یا ان کے نقطۂ نظر کے مخالف تھے۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ فضیلتِ غوثیہ کے بارے میں شیخ ابن عربی کا مسلک بعینہٖ وہی ہے جو ان کے مشائخِ عظام کا ہے چونکہ معترض صاحب خود مشائخِ چشت کے مسلک کے مخالف ہیں اس لئے بمطابق المرء یقیس علی نفسہ (انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے)

وہ حضرت شیخ ابنِ عربی کو بھی اسی قطار میں لے آئے۔

شیخ ابو السعود کے بارے میں لاعلمی کا اظہار

حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف شیخ ابو السعود رحمتہ اللہ علیہ کی عبدیتِ محضہ اور واضح بصیرت کے نقطۂ نظر سے دستبردار ہوئے بلکہ ان کے احوال کے بارے میں سراسر لاعلمی کا اظہار فرمادیا' لکھتے ہیں وان اللّٰہ ما اخبرنی بحال من احوال ابی السعود حتی نلحقہ بمنزلتہ واللّٰہ اعلم اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے شیخ ابو السعود کے احوال میں سے کسی بھی حال کی خبر نہیں دی تا کہ ہم ان کے منزل و مقام کا تعین کریں اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

شیخ ابو السعود کے واقعہ کی اصل صورتحال

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ ابو السعود رحمتہ اللہ علیہ کی عبدیتِ محضہ پر تبصرے کے بعد ان کے متعلق جو اظہارِ خیال فرمایا' اس نے ساری حکایت کا رخ بدل ڈالا اور واضح کردیا کہ شیخ ابو السعود کا اس شخص کو جھڑک دینا جس نے حضرت شیخ عبدالقادر کے کمالات بیان کئے دراصل جھڑک نہیں تھی اور نہ اس وجہ سے تھی کہ اس نے آپ کی تعریف و توصیف کیوں کی بلکہ اس کی وجہ اور تھی۔ حضرت شیخ اس مقام پر ولایت کی ایک منزل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو ولی اس منزل سے متحقق ہو اسے لوگوں کے احوال و واقعات کا تفصیلی علم ہوتا ہے چنانچہ ہم نے سنا ہے کہ شیخ ابو السعود اس منزل و مقام سے متحقق تھے۔ آگے لکھتے ہیں

حدثنا صاحبنا ابو البدر رحمہ اللہ ان الشیخ عبدالقادر ذکر بین یدی ابی السعود واطنب فی ذکرہ والثناء علیہ وکان القائل قصدبہ تعریف الشیخ ابی السعود والحاضرین بمنزلۃ عبدالقادر وافرط فقال لہ الشیخ کم تقول انت تحب ان تعرفنا بمنزلۃ عبدالقادر کالمنتھر لہ (الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۲۲۷)

ہمارے دوست ابو البدر رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ شیخ ابو السعود کی مجلس میں حضرت شیخ عبد القادر کا طویل ذِکر اور مدح و ثنا کی گئی۔ اس گفتگو کرنے والے شخص کا مقصد یہ تھا کہ وہ شیخ ابو السعود اور حاضرینِ مجلس کو شیخ عبد القادر کی پہچان کرائے جب اس نے کلام کو طویل کر دیا تو شیخ ابو السعود نے اسے فرمایا تم کتنی گفتگو کرو گے تم یہ پسند کر رہے ہو کہ ہمیں شیخ عبد القادر کے مقام کی پہچان کراؤ یہ الفاظ شیخ ابو السعود نے اسے اس انداز سے کہے گویا کہ وہ اسے جھڑک رہے ہوں۔

معترض کا منصوبہ ناکام

حضرت شیخ ابن عربی کی اس عبارت نے حکایت کی اصل صورتحال واضح کر دی کہ شیخ ابو السعود چونکہ حضرت شیخ عبد القادر کے احوال سے ظاہری طور پر صحبت و خدمت کے ذریعے اور باطنی طور پر اپنے مقام کے ذریعے اچھی طرح واقف تھے اس لئے انہوں نے طویل تذکرہ کرنے والے شخص کو تنبیہ فرمائی کہ آپ کی عظمت و جلالت تم سے زیادہ ہم جانتے ہیں بلکہ قسم اٹھا کر اس طرح فرمایا کہ ہم حیاتِ ظاہری کے ساتھ عالمِ برزخ میں آپ کے حالات سے واقف ہیں اور تم ہمیں اس طرح تفصیل و تطویل سے حالات سنا رہے ہو جس طرح کہ ہم آپ کے احوال سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ یہاں حضرت شیخ نے وضاحت فرما دی کہ یہ جھڑک نہ تھی بلکہ (کالمنتھر لہ) جھڑک کی طرح تھی یعنی یہ جذبات کا اظہار تھا جو جھڑک کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ یہ واضح مفہوم جب سامنے ہو پھر معترض صاحب کی شانِ غوثیہ میں تنقیص کی ساری جدوجہد باطل اور سارا منصوبہ ناکام ہو جاتا ہے۔ ہم نے واقعہ کے مختلف پہلو اور اس کی مکمل تفصیل محض اس لئے درج کی تاکہ اصل صورتحال معلوم ہو اور معترض کی قطع و برید پر مترتب فاسد نتائج بے سند و بے وقعت ہو کر سامنے آ جائیں۔

سیدنا غوثِ اعظم اتم و اکمل ہیں

معترض صاحب نے فتوحات کی عبارات میں قطع و برید اور سیاق و سباق کے حذف سے یہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی کہ شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریات معترض سے ملتے جلتے ہیں۔ "نعوذ باللہ من ذالک" حضرت شیخ نے جس قدر بنی براحترام القاب سے آپ کو یاد کیا ہے اور جس تفصیل سے آپ کی فضیلت کو واضح کیا ہے کسی اور بزرگ کے متعلق ان کے اس قدر تاثرات نہیں پائے جاتے۔ اسی طرح آپ کے خلفاء و تلامذہ کا تذکرہ بھی حضرت شیخ نے بڑے ادب و احترام سے کیا ہے۔ حضرت شیخ ابن عربی نے آپ کو امام، سید وقتہ، امام العصر، الحاکم فی ھذہ الطریقۃ، المرجوع الی قولہ فی الرجال، المحقق والمتمکن فی حال الصدق اور شیخنا کے جلیل القدر القاب سے یاد کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۶۵۵، جلد دوم ص ۲۸۶، جلد دوم ص ۹۰، جلد دوم ص ۱۹ جلد دوم ص ۲۲۳، جلد دوم ص ۱۴، جلد دوم ص ۷، ۲۳)

صاحبِ مقام بزرگ پر غوثِ اعظم کی فضیلت

عموماً جس مقام پر کسی بڑے بزرگ کے ساتھ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہو تو حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر آپ کی افضلیت اور امتیازی شان بیان کرتے ہیں۔ مثلاً اولیائے کرام کی اقسام میں انہوں نے آپ کے ذکرِ خیر کے ساتھ اپنے زمانے کے اس مقام پر فائز بزرگ کا ذکر کیا تو ساتھ یہ وضاحت فرمادی۔ ولکن کان عبدالقادر اتم فی امور اخر من ھذا الشخص الذی لقیتہ (الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۱۴)

اس مقام پر فائز جس بزرگ سے میری ملاقات ہوئی شیخ عبدالقادر بہت سے دوسرے امور میں ان سے اتم اور اکمل تھے

حضرت ابوالعباس السبتی پر غوثِ پاک کی فضیلت

تصریف، تاثیر، حکم، قوتِ الٰہیہ، غلبہ اور دعاوی صادقہ کے حوالے سے

آپ کے ذکرِ خیر کے ساتھ اپنے ہم عصر بزرگ، شیخ ابو العباس السبتی کا تذکرہ کیا تو ساتھ یہ تصریح فرمائی وعبدالقادر اعطی الھمة والصولة فکان اتم من السبتی فی شغلہ(الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۵۶۰)

اور شیخ عبدالقادر کو ہمت و غلبہ عطا کیا گیا پس آپ اپنی مشغولیت میں ابو العباس سبتی سے اتم اور اکمل تھے۔

شیخ ابو مدین مغربی سے شیخ عبدالقادر کا امتیاز

اپنے شیخ طریقت حضرت شیخ ابو مدین مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر کا ذکرِ خیر کرتے ہیں تو بھی آپ کے امتیاز کو واضح کرتے ہیں حالانکہ مشائخ کرام عموماً اپنے شیخ کو دوسرے شیخ پر ترجیح دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں

کان شیخنا ابو مدین بالمغرب قد ترک الحرفة وجلس مع اللہ علی مایفتح اللہ له وکان علی طریقة عجیبة مع اللہ فی ذالک الجلوس فانه ماکان یرد شیئا یؤتی الیه به مثل الامام عبدالقادر (الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۶۵۵)

ہمارے شیخ ابو مدین مغربی نے دنیوی پیشہ ترک کر دیا تھا اور فتوحِ الٰہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جلوس مع اللہ اختیار کیا اور آپ جلوس مع اللہ (معیت و مشغولیت باللہ) میں امام عبدالقادر الجیلی کی طرح عجیب طریقے پر تھے کہ آپ کی خدمت میں جو چیز لائی جاتی رد نہیں کرتے تھے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں غیر انّ عبدالقادر کان انھض فی الظاھر لما یعطیه الشرف مگر شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ ظاہر میں کسی چیز کو شرف عطا کرنے میں زیادہ مستعد و سابق تھے۔

فرمانِ غوثیہ سے صاحبِ فتوحات کا استشہاد

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے ترکِ توکل کے اسرار و رموز پر مبنی ایک باب میں بڑی نفیس بحث فرماتے ہوئے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان پیش کیا ہے' لکھتے ہیں۔

فمن اسرار التوکل ترک التوکل فان ترک التوکل یبقی الاغیار والتوکل ینفی الاغیار و عند اکثر القوم ان الاعلیٰ ماینفی لامایبقی۔ توکل کے اسرار میں سے ترکِ توکل ہے کیونکہ ترکِ توکل' اغیار کو باقی رکھتا ہے اور توکل' اغیار کی نفی کرتا ہے' اکثر صوفیاء کے نزدیک اعلیٰ درجہ وہ ہے جو اغیار کی نفی کرے نہ وہ جو انہیں باقی رکھے۔

پھر حضرت شیخ ابن عربی' شیخ ابو السعود' ابو عبداللہ الھواری' ابو عبداللہ الغزال' ابو عمران موسیٰ بن عمران الاشبیلی رحمتہ اللہ علیہم کا تذکرہ کرتے ہیں اور اپنے مسلک کو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید سے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الاعلیٰ مایفنی ماینبغی و یبقی ماینبغی فی الحال التی تنبغی والوقت الذی ینبغی و به کان یقول عبدالقادر الجیلی ببغداد فان اللہ تعالیٰ افنیٰ و ابقیٰ یقول تعالیٰ ماعندکم ینفد' فلا تعتمد علیه' وما عند اللہ باق' فتعتمد علی اللہ فی بقائه فافنیٰ وابقیٰ والافناء حال ابی مدین فی وقت امامته ولا ادری هل انتقل عنه بعد ذالکام لا لانه انتقل عن الامامة قبل ان یموت بساعة او ساعتین۔

(ملاحظہ ہو: الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۲۰۱)

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جس وقت اور جس حال میں جس کی فنا مناسب ہو اس کو فنا کر دے اور جس کی بقاء مناسب ہو اس کو باقی رکھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے افناء اور ابقاء ثابت ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا پس اس پر اعتماد نہ کرو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی رہے گا پس اس کی بقا میں

اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو۔ پس اللہ تعالیٰ سے افناء و ابقاء ثابت ہے' شیخ ابو مدین کا اپنے وقتِ امامت میں حال' افناء تھا معلوم نہیں کہ بعد میں وہ ابقاء کی طرف بھی منتقل ہوئے یا نہیں کیونکہ وہ وصال سے ایک دو ساعت پہلے' مقامِ امامت سے آگے منتقل ہوئے۔ حضرت شیخ ابن عربی نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں استمرار کا صیغہ (کان یقول) استعمال کر کے واضح فرما دیا کہ یہ مقام' آپ کا معمول تھا اور آپ اس کی تلقین فرماتے تھے۔

شیخ ابو مدین مغربی پر سیدنا غوثِ اعظم کی فضیلت

حضرت شیخ ابن عربی کے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ منصبِ امامت' بحیثیتِ امام العصر کے بعد افناء اور ابقاء کی جامعیت کا مقام ہوتا ہے۔ غالباً وہ خلافت کا مقام ہے اور اسے قطبیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کا قطبیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونا جس طرح متفق علیہ ہے اسی طرح طویل المیعاد بھی ہے۔ پس اس کلام و بیان سے حضرت شیخ ابن عربی کے نزدیک حضرت ابو مدین مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و برتری کا اعتراف و اظہار' بطریقِ امتیاز سامنے آتا ہے۔

حضرت ابو یعزیٰ المغربی سے حضرت شیخ عبدالقادر کا امتیاز

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخِ طریقت حضرت ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخِ طریقت حضرت ابو یعزیٰ المغربی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں۔ شیخ ابو یعزیٰ المغربی کی خدمت میں رمضان شریف کا مہینہ حاضر ہوتا تھا اور انہیں بتلاتا تھا کہ اس میں کون سے اعمال قبول ہوئے' کس سے قبول ہوئے یا قبول ہوں گے پھر فرمایا کہ ان سے ہمیں صرف رمضان شریف کے بارے ہی میں اطلاع ملی جس کے واحد راوی ہمارے دوست ابو زید الرقراقی الاصولی ہیں' مگر اس مقام پر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیاز کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حکی لناعن جماعۃ منھم ابو البدر عن شیخنا عبدالقادر رحمہ اللہ انہ قال ان السنۃ تاتینی اذا دخلت فتخبرنی بما یکون فیھا و یحدث و کذالک الشھر والجمعۃ والیوم۔ (الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۷۶۳)

ہمیں بزرگوں کی ایک جماعت سے جن میں ابو البدر بھی شامل ہیں یہ روایت پہنچی کہ ہمارے شیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سال' مہینے' ہفتے اور ایام میری خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور مجھے ان حوادث و واقعات کی خبر دیتے ہیں جو ان میں ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عربی اور قصیدۂ غوثیہ کی تصدیق

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے اس بیان سے قصیدہ غوثیہ شریف کے اس مضمون کی تصدیق ہو جاتی ہے جس کو آپ نے ان اشعار میں بیان فرمایا۔

وما منھا شھور او دھور
تمر وتنقضی الا اتی لی
وتخبرنی بما یاتی ویجری
و تعلمنی فاقصر عن جدالی

فتوحات میں حضرت شیخ نے آپ کے مقامِ مخدع کی جو تشریح فرمائی' اس سے قصیدہ غوثیہ کے اس شعر کی تائید و تصدیق ہوتی ہے

انا الحسنی والمخدع مقامی
واقدامی علی عنق الرجالٖ

حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کی اس قدر تائید و تصدیق اس بات کا واضح قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ ان کے نزدیک قصیدہ غوثیہ شریف کے باقی مضامین و مطالب بھی مسلّم ہیں لہٰذا شعر کا دوسرا مصرعہ واقدامی علی عنق الرجالٖ جو بعینہٖ آپ کے ارشاد "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کا بیان ہے' اس پر بھی حضرت شیخ ابنِ عربی کی مُہرِ تصدیق ثبت ہو گئی' بات یہاں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حضرت شیخ اکبر

نے "یقول حقاً و یحکم عدلاً، کبیر الدعوٰی بحق، المتحقق بالحق" فرما کر حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے تمام اقوال مبارکہ کی تصدیق و تائید فرما دی۔

معترض کے تیسرے اعتراض کا جواب

معترض کے تیسرے اعتراض کا جواب ہم قبل ازیں کئی مقامات پر دے چکے ہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے دعاوی اور اقوال میں مامور من اللہ تھے۔ اولیائے کرام، خاص طور پر آپ کا مامور بامرِ الٰہی الہامی ہونا ہم پوری شرح و تفصیل سے ثابت کر چکے۔ اس سلسلے میں الہاماتِ غوثیہ پر اکابر علماء و مشائخ کے حوالے سے ہم نے بصیرت افروز تبصرہ پیش کیا۔ ہم امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے تمام اقوال و افعال میں مامور بامرِ الٰہی تھے۔ آپ کا ارشاد ہے

وما قلت حتیٰ قیل لی قل ولا تخف

فانت ولیتی فی مقام الولایۃ

اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا یہاں تک کہ مجھے منجانب اللہ حکم دیا جاتا ہے کہ بے خوف ہو کر کہو کیونکہ مقامِ ولایت میں آپ ہمارے خاص ولی ہیں۔

حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری ہے کہ نوافل عبادات کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے پھر میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا (بخاری شریف جلد دوم باب التواضع ص ۹۶۳ اصح المطابع)

پھر میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اس حدیثِ قدسی کے بعض دوسرے طرق میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔ وفوادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ۔

اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے

وہ بولتا ہے۔(اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۱۸۲ مطبع نوریہ رضویہ سکھر)

حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ خداوندی' وما ینطق عن الھوٰی ان ھوالا وحی یوحیٰ اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشادِ نبوی' ان اللہ جعل الحق علٰی لسان عمر و قلبہ' یہ تمام حقائق اس مفہوم کو روزِ روشن کی طرح واضح کردیتے ہیں۔

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

معترض کے چوتھے اعتراض کا جواب

معترض کے چوتھے اعتراض کا جواب بھی الفتوحات المکیہ کے حوالے سے ہم دے چکے ہیں کہ وہ تصرف جو بامرِ الٰہی ہو' عبدیتِ محضہ کے منافی نہیں اور اس سے عبدیت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حضرت شیخ ابن عربی نے تصریح فرمادی ہے کہ آپ تصرف فی العالم پر مامور تھے اور یہ آپ کا مقام تھا۔ فتوحات کی عبارت لما کان علیہ التصرف فی العالم میں "علیہ" کے لفظ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ تصرف منجانب اللہ آپ کی ذمہ داری تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس منصب پر فائز کیا گیا تھا۔

امرِ الٰہی کے بغیر تصرف عبدیت میں نقص کا باعث ہے

ایسا تصرف جس میں امر نہ ہو بلکہ اختیار یا تمکن ہو یا وہ عرضا ہو حکمانہ ہو وہ عبدیت میں نقص کا باعث بنتا ہے جس طرح کہ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیخ محمد بن قائد اوانی کے بارے میں لکھا ہے کہ

واما محمد بن قائد الاوانی فکان یذکر ان اللہ اعطاہ التصرف فقبلہ فکان یتصرف ولم یکن مامورًا فابتلی فنقصہ من المعرفۃ القدر الذی علا ابو السعود بہ علیہ۔(الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۲۰۱)

شیخ محمد بن قائد اوانی رحمتہ اللہ علیہ ذکر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تصرف کی طاقت عطا کی تھی اور وہ تصرف کرتے تھے مگر وہ مامور نہ تھے اس لئے معرفتِ الٰہی میں ان کے تصرف کی مقدار کے مطابق کمی آگئی اور وہ آزمائش میں پڑ گئے جبکہ شیخ ابو السعود معرفت میں اتنی مقدار کے ساتھ ان پر فوقیت رکھتے تھے۔

اس سوال کی اس جز کے متعلق (کہ آپ شیخ ابن عربی کے نزدیک اکمل نہ تھے) ہم دوسرے سوال کے ضمن میں تفصیلی دلائل سے ثابت کر چکے کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ فتوحات کے نزدیک اتم و اکمل و افضل تھے۔

معترض کے پانچویں اعتراض کا جواب

معترض کے پانچویں اعتراض کا جواب۔ جس میں انہوں نے کتاب کے ص ۸۹ پر لکھا ہے کہ رجال کی چار قسمیں ہیں' رجالِ ظاہر' رجالِ باطن' رجالِ حد اور رجالِ مطلع' حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رجالِ ظاہر سے تھے بالکل بے اصل' بے سند اور بے بنیاد ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عنوان کے نیچے طویل عربی عبارت میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ آپ رجالِ ظاہر سے تھے۔ اسی عبارت میں رجالِ مطلع کے متعلق فتوحات کے حوالے سے معترض نے لکھا ہے کہ وھم اعظم الرجال وھم الملامیۃ رجالِ حد اعظم الرجال ہیں اور پہلی تین قسموں سے افضل ہیں اور وہ حضرات ملامیہ ہیں۔

معترض صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو ان ہی ملامیہ کے اعلیٰ شان مقام سے متحقق قرار دیا ہے اور ہم پہلے سوال کے جواب میں یہ مضمون بیان کر چکے۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رجالِ مطلع میں امتیازی مقام کے مالک ہیں جبکہ معترض بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے آپ کو رجالِ ظاہر میں شمار کر رہے ہیں۔ فتوحات کی عبارت کے کسی جملے کا یہ ترجمہ نہیں کہ شیخ عبد القادر' رجالِ ظاہر سے تھے' یہ معترض کی اپنی اختراع ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

معترض کے چھٹے اعتراض کا جواب

معترض کا چھٹا اعتراض کہ آپ پر شطحات کا غلبہ تھا اور شطحات کا تکلم اہلِ طریقت کے نزدیک بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ شطح کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الشطح کلمة دعوی بحق تفصح عن مرتبته التی اعطاه الله من المکانة عنده افصح بها عن غیر امر الٰهی لکن علی طریق الفخر فاذا امر بها فانه یفصح بها تعریفا عن امر الٰهی لا یقصد بذالک الفخر قال علیه السلام انا سید ولد آدم ولا فخر یقول ما قصدت الافتخار علیکم بهذا التعریف لکن انباء تکم به بمصالح لکم فی ذالک ولتعلموا منة الله علیکم برتبة نبیکم عندالله والشطح زلة المحققین اذا لم یؤمر به۔

شطح حق پر مبنی دعویٰ کا وہ کلمہ ہوتا ہے جو قائل کے عنداللہ مرتبے کو ظاہر کرے اور وہ قائل بغیر امرِ الٰہی فخر کے طور پر اس طرح اظہار کرے جب اس کے قائل کو کہنے کا حکمِ الٰہی ہو تو پھر قائل امرِ الٰہی سے تعریف کا اظہار کرتا ہے اس کا مقصد فخر نہیں ہوتا جس طرح کہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں لیکن فخر نہیں کرتا یعنی اس تعریف سے میرا مقصد تم پر فخر نہیں لیکن میں اس بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں اس لئے کہ اس میں تمہارے لئے مصلحتیں ہیں اور تا کہ تم اپنے نبی کے عنداللہ' مرتبے کے احسانِ خداوندی کو پہچانو' اور شطح اگر بغیر امرِ الٰہی ہو تو یہ محققین کے لئے ذلّت ہے۔ اس کے بعد صاحبِ فتوحات' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعریفی کلمات' تفصیل سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے انعاماتِ الٰہی کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عبدیت کا مقام عطا فرمایا' کتاب عطا فرمائی' نبی بنایا' برکت والا بنایا اور اپنی والدہ کے ساتھ احسان کرنے والا بنایا۔

اس کے بعد حضرت شیخ لکھتے ہیں

فهذه كلها لو لم تكن عن امر الٰهي لكانت من قائلها شطحات فانها كلمة تدل علىٰ الرتبة عندالله علىٰ طريق الفخر بذالک على الامثال والاشكال و حاشا اهل اللّٰه ان يتميزوا عن الامثال و يفتخروا ولهذا كان الشطح رعونة نفس فانه لا يصدر عن محقق اصلا فان المحقق ماله مشهود سوىٰ ربه و علىٰ ربه ما يفتخر و ما يدعى بل هو ملازم عبوديته مهيا لما يرد عليه من اوامره۔

پس یہ تمام باتیں اگر بامرِ الٰہی نہ ہوں تو قائل کی طرف سے شطحات ہوں گی کیونکہ یہ وہ کلمہ ہے جو دوسروں پر بطورِ فخر عنداللہ مرتبے پر دلالت کرتا ہے اور اہل اللہ دوسروں پر اپنا امتیاز و افتخار ظاہر نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں شطح' رعونتِ نفس قرار پاتا ہے۔ پس یہ محقق سے ہرگز صادر نہیں ہوتا کیونکہ محقق کا مشہود' رب کے سوا کوئی نہیں ہوتا اور وہ اپنے رب پر فخر اور دعوئ نہیں کرتا بلکہ وہ تو عبودیت کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور رب کے اوامر کی تعمیل کے لئے منتظر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ لکھتے ہیں۔ ما رأينا ولا سمعنا عن ولى ظهر منه شطح لرعونة نفس وهو ولي عندالله ہم نے کوئی ایسا ولی دیکھا نہ سنا جس سے رعونتِ نفس کی وجہ سے شطح کا صدور ہو اور پھر وہ عنداللہ ولی بھی ہو۔ پھر آخر میں حضرت شیخ لکھتے ہیں فالشطح كلمة صادقة صادرة من رعونة نفس عليها بقية طبع تشهد لصاحبها ببعده من اللّٰه فى تلک الحال خلاصہ یہ کہ شطح وہ سچا کلمہ ہے جو رعونتِ نفس سے صادر ہو اور اس پر طبعِ نفسانی کے بقیہ اثرات ہوں جو اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے قائل کے بُعد پر شاہد ہوتا ہے۔
(الفتوحات المکیہ جلد دوم "بحث الشطح" ص ۳۸۷ تا ۳۸۸)

حضرت ابنِ عربی کے کلام پر مترتب نتائج

شطح کے بارے میں صاحبِ فتوحات نے وضاحت فرما دی اور ان کی

عبارات سے یہ نتائج بر آمد ہوئے۔

(۱) فخر کے اظہار کے بغیر عنداللہ اپنے مقام و منصب کو بیان کرنا شطح نہیں بلکہ سنتِ نبوی اور طریقۂ انبیاء ہے۔

(۲) حضرات اولیائے محققین کے لئے شطح اس وقت زلّت قرار پاتا ہے جب وہ بامرِ الٰہی نہ ہو۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تفصیل سے عنداللہ' اپنے مراتب و کمالات کا اظہار فرمایا مگر چونکہ آپ کے یہ کلمات' بطریقِ فخر نہ تھے اس لئے شطحات کی ذیل میں نہ آئیں گے۔

(۴) شطح کی جامع تعریف یہ ہے کہ خواہشِ نفس کے اثرات کی وجہ سے بطورِ فخر' اپنے مقام و مرتبہ مبنی بر صدق کا اظہار کیا جائے اور اس قسم کے دعویٰ کے ساتھ امرِ الٰہی نہ ہو۔

(۵) اہل اللہ' ہرگز ہرگز' بطریقِ فخر اپنے امثال پر اظہار و اعلانِ مرتبہ نہیں کرتے۔

(۶) بطریقِ فخر' اظہارِ مرتبہ' رعونتِ نفس ہوتا ہے اور محققین سے اس کا صدور نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا مشہود' رب تعالیٰ ہوتا ہے' اس کے سوا کوئی چیز ان کی نظر میں نہیں آتی' پس اس صورت میں وہ اپنے رب پر کس طرح فخر کر سکتے ہیں جبکہ وہ عبدیت کے ساتھ قائم ہوتے ہوئے اس کے اوامر کے منتظر رہتے ہیں۔

(۷) حضرت شیخ نے کوئی ایسا ولی اللہ دیکھا نہ سنا جس سے رعونتِ نفس کی بناء پر شطح کا صدور ہوا ہو اور وہ عنداللہ ولی بھی ہو۔

کلامِ حضرت شیخ سے بر آمد ایک نتیجے کی وضاحت

صاحبِ فتوحات نے فرمایا ہے کہ ہم نے کوئی ایسا ولی دیکھا نہ سنا ہے جس سے رعونتِ نفس کی بناء پر شطح کا صدور ہوا ہو اور وہ عنداللہ' ولی ہو۔ حضرت شیخ کے یہ الفاظ تو اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ کوئی ولی اللہ' رعونتِ نفس کی بناء

پر شطح سے تکلم نہیں کرتا اور معترض صاحب' ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ صاحبِ فتوحات نے فرمایا ہے حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ سے شطحات کا کثرت سے صدور ہوتا تھا۔

جنابِ والا! اس سے مراد وہی شطحات ہیں جو رعونتِ نفس پر مبنی نہیں تھے اور حضرت شیخ' رعونتِ نفس پر مبنی شطحات کے صدور کی ہر ولی اللہ سے نفی کر رہے ہیں' جو بات حضرت شیخ' ایک ولی اللہ کے لئے ثابت نہیں کرتے آپ اس کو سید الاولیاء' قطب اعظم اور غوث اعظم کے لئے ثابت کر رہے ہیں' معلوم ہوتا ہے کہ آپ' سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت پر یقین نہیں رکھتے اگر ایسی بات ہے تو اس پر قائم رہیں مگر صاحبِ فتوحات کو اس فاسد مہم میں ملوث نہ کریں وہ ہرگز ہرگز حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کے لئے رعونتِ نفس پر مبنی کلمات کے صدور کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو ایک ولی اللہ کے لئے اس قسم کے الفاظ و کلمات کے صدور کو تسلیم نہیں کرتے

سیدنا غوثِ اعظم بحثِ شطح کے تناظر میں

صاحب فتوحات نے وضاحت کر دی کہ اہل اللہ' بطریقِ فخر دوسروں پر فوقیت کا اظہار نہیں کرتے اور یہ بات ان کی شان سے بعید ہے۔ کیا معترض کے نزدیک سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل اللہ نہ تھے؟ اکابر علماء و مشائخ کا جس قدر اتفاق آپ کے اہل اللہ بلکہ قطبِ اعظم اور غوثِ اعظم ہونے پر ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کو رکنِ ولایت کہا گیا ہے اور مشرق و مغرب کے اولیائے کرام کا آپ کی ولایت پر اتفاق' نقلِ متواتر کے ذریعے ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی ہے اور ہم قبل ازیں یہ حوالہ دے چکے ہیں کہ جب مشائخ کبار' فنا کے بعد مقامِ بقا پر فائز ہوتے ہیں تو پھر ان کے اقوال و افعال و احوال' سب بامرِ الٰہی ہوتے ہیں۔ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے خاص طور پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کی ہے۔

معترض صاحب ویسے تو امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے حوالے دیتے ہیں مگر ان کی اس قسم کی ھدایات کو وہ نظر انداز کر دیتے ہیں، جب مقامِ قطبیت سے کم درجہ یعنی بقاباللہ پر فائز بزرگ اپنے اقوال میں مامور و محفوظ ہوتے ہیں تو پھر قطبیتِ عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونے والے جلیل القدر بزرگ اس قسم کی باتیں بغیر امر الٰہی کرتے ہیں یا وہ اہل اللہ نہیں ہوتے؟ قطبِ وقت جو بقول حضرت امام شعرانی، صحابہ کرام کے بعد، مخلوق میں اکمل اور اکبر الاولیاء ہوتا ہے اگر وہ اہل اللہ نہیں تو پھر کوئی بزرگ اہل اللہ نہیں ہو سکتا، پس جب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا اہل اللہ ہونا باتفاق جمیع اولیائے کرام ثابت و محقق ہے تو، حسبِ تصریح شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ آپ سے رعونتِ نفس کی بنا پر شطح کا صدور نہیں ہو سکتا۔

فخر کے بغیر اظہارِ مقام پر شطح کا اطلاق مجاز ہے

رہی یہ بات کہ آپ کے اس قسم کے اقوال پر شطح کا لفظ کیوں بولا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شطح کی تعریف کے اکثر و بیشتر اجزاء (عند اللہ مقام و مرتبہ پر دلالت کرنے والے کلمات، مبنی بر صدق کا بطریقِ فخر اظہار) بطریقِ فخر کے سوا اس قسم کے اقوال میں پائے جاتے ہیں، اس لئے مجازاً انہیں شطح کہا جاتا ہے جبکہ ان اجزاء پر مشتمل کلام، فخر کے بغیر، حقیقت میں شطح نہیں ہوتا۔ حقیقت و مجاز میں ادنیٰ سی مناسبت کی بنا پر بسا اوقات، لفظ سے حقیقی معنی کی بجائے مجاز مراد ہوتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں کتابوں میں پائی جاتی ہیں، قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے لفظ عصیٰ، غویٰ، ظلمنا اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذنبک وغیرہ کے الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ مجاز ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے ید اللہ، وجہ اللہ، استویٰ علی العرش، یوم یکشف عن ساق وغیرہ کے کلمات بھی حقیقی معانی میں مستعمل نہیں۔

فتوحات کے مفہوم سے معترض کی ناواقفیت

معترض نے "فتوحات جلد سوم" کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابویزید البسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سلیمان دنیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، محفوظ اللسان تھے جبکہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر محفوظ اللسان تھے اور آپ پر شطحات کا غلبہ تھا۔ اس مقام پر انہوں نے فتوحات کی عبارت کے بہت سے جملے حذف بھی کر دیئے کیونکہ ان میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے علوِ مقام اور جلالتِ شان کا ذکر تھا کہ آپ اسمِ ظاہر کی صورت میں تصرف فی العالم کرتے ہیں اور آپ اس مقام پر فائز شیخ ابوالعباس سبتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتم و اکمل تھے۔ معترض صاحب، فتوحات کی عبارت کے مفہوم کے قریب ہی نہیں گئے۔ انہوں نے حضرت شیخ کی عبارت "ومنھم من تغلب علیہ الشطحات لتحققہ بالحق" میں لتحققہ بالحق کے الفاظ پر غور ہی نہیں کیا۔ بات تو ساری ان الفاظ میں تھی۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ چونکہ تحقق بالحق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس لئے ادبِ لسان کی حفاظت نہیں فرماتے تھے۔

تحقق بالحق کا اعلیٰ مقام

تحقق بالحق کی صورت میں ان کلمات کا صدور و اظہار، حق سے ظہور پذیر تھا اور حق ہر صورت میں ظاہر ہو کر رہتا ہے، قرآنی آیات "واللہ یقول الحق" وَ اللہ لا یستحیی من الحق" اور حدیث نبوی ان الحق ینطق علیٰ لسانِ عمر اس پر شاہد ہیں۔ معترض صاحب نے "لتحققہ بالحق" کو نظرانداز کر دیا اور ایک فاسد مفہوم بیان کر دیا۔ انہیں معلوم ہی نہیں کہ تحقق بالحق ہونا کیا ہے اور کس قسم کے اکابر بزرگ متحقق بالحق ہوتے ہیں۔ جب آپ نے متحقق بالحق ہو کر یہ کلمات فرمائے تو ان کلمات کا صدور و ظہور، حق سے متعلق ہے اور اربابِ طریقت کے برعکس اربابِ حقیقت، اسے بے ادبی شمار نہیں کرتے بلکہ عینِ ادب

قرار دیتے ہیں۔

معترض نے اس مقام پر فتوحات کا یہ جملہ بھی نقل کیا ہے مگر اس پر غور نہیں کیا بس یہ لکھ کر خوش ہو گئے کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولیائے کرام اور انبیاء علیہم السلام پر شطح فرماتے تھے۔ فتوحات کی عبارت اس طرح ہے۔

وکان عبدالقادر الجیلی رحمہ اللہ ممن یشطح علی الاولیاء والانبیاء بصورۃ حق فی حالہ

انہوں نے فتوحات کے ان الفاظ (بصورۃ حق فی حالہ) کو نہ دیکھا یا انہیں ان کے مفہوم سے شناسائی نہ ہوئی کہ آپ صورتِ حق میں اس طرح فرماتے تھے اور آپ کے کلمات 'مبنی بر حال تھے نہ بر قال اور پھر بقول شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ' آپ محقق و متمکن فی الحال بھی تھے۔ پس جب آپ نے صورتِ حق میں یا متحقق بالحق ہو کر یہ سب کلمات فرمائے تو اب معترض صاحب کے سارے اعتراضات کس پر وارد ہوں گے حق پر' نہ کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر' جن کو وہ محلِ اعتراض بنانا چاہتے ہیں۔ معترض نے فتوحات کے اس جملے کو بھی نہیں سمجھا' وھذا عندھم فی الطریق سوء ادب بالنظر الی المحفوظ فیہ معترض نے اس جملے سے بادی النظر میں سمجھ آجانے والا مفہوم نکالا اور گوہرِ مقصود' حاصل کر کے خوش ہو گئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب کے خلاف فرمایا۔

اصحابِ حقیقت کا ترکِ ادب کمالِ ادب ہے

معترض کی فہم اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکی کہ صاحبِ فتوحات "عندھم فی الطریق" کہہ کر یہ بیان کر رہے ہیں کہ اصحابِ طریقت کے نزدیک یہ بات خلافِ ادب ہے جبکہ سیدنا شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ' متحقق بالحق ہو کر اصحابِ حقیقت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ بہت سے امور اصحابِ طریقت کے لئے خلافِ ادب ہوتے ہیں مگر اصحابِ حقیقت کے لئے عینِ ادب بلکہ ادب کا معیارِ کمال ہوتے ہیں۔ معترض صاحب نے فتوحات شریف کا مطالعہ نہیں فرمایا

ورنہ انہیں نظر آجاتا کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے اصحابِ حقیقت کے ترکِ ادب اور اس کے اسرار کا ایک مستقل باب لکھا ہے۔ اگر وہ اس باب کا مطالعہ کرلیتے تو حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بے ادبی کی نسبت نہ کرتے اور انہیں فتوحات کی یہ عبارتیں سمجھ آجاتیں، جنہیں وہ سطحی طور پر دیکھتے رہے نیز وہ غلط مفہوم و مطلب کو صاحبِ فتوحات کی طرف منسوب کرنے کی غلطی نہ کرتے اور اپنے قصورِ فہم کا کچھ اس انداز سے اعتراف کرتے۔

ع: زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمے دانم

معترض صاحب، مشائخ چشت کے حالات کو بھی نہیں پڑھ سکے ورنہ اصحابِ حقیقت کے ترکِ ادب کی اہمیت کا اندازہ انہیں شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے ہو جاتا کہ آپ بوقتِ وصال، یہ شعر پڑھتے تھے۔

غبارِ خاطرِ عشاق مدّعا طلبی است
بخلوتے کہ منم یادِ دوست بے ادبی است

مقامِ مشاہدہ و استغراق میں یادِ دوست بے ادبی ہے کیونکہ یادِ دوست، یاد کرنے والے، یاد اور دوست تین چیزوں کی مقتضی ہے اور یہ تثلیث، وحدت کے منافی ہے۔ اس مقام پر یادِ دوست کی بجائے یادِ دوست کا ترک، کمالِ ادب ہے، حالانکہ عام ضابطے کے مطابق یادِ دوست کو ادب اور ترکِ یادِ دوست کو بے ادبی شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف کے اس شعر میں سارے مضمون کا خلاصہ بیان کردیا ہے۔

ایں ثنا گفتن زِمن ترکِ ثنا است
کیں دلیلِ ہستی و ہستی خطا است

الفتوحات بالفتوحات

معترض صاحب اگر فتوحات کے معانی و مطالب کی گوہر فشانی سے قبل، ہم طالب علموں سے مشورہ کرلیتے تو انہیں خفت نہ اٹھانا پڑتی، کم از کم ہم انہیں یہ

رائے ضرور دیتے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے مطابق آپ تفصیل سے فتوحات کو دیکھ لیں کیونکہ فتوحات کی سب سے بہتر تشریح وہی ہے جو فتوحات کے ذریعے میسر آئے۔ بہرحال ہم ان کے اس اظہارِ خیال پر کہ اربابِ طریقت کے نزدیک حضرت شیخ عبدالقادر کا اظہارِ دعاوی' خلافِ ادب ہے' انہیں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ الفتوحات المکیہ کی ان عبارات کو غور سے پڑھیں۔

حضرت شیخ ابن عربی نے فتوحات جلد دوم میں ص ۲۸۶ پر ترکِ ادب اور اس کے اسرار پر مشتمل 'ایک باب قائم کیا ہے اور اس میں لکھتے ہیں

فالتارک للادب ادیب من حیث لا یعلم فانہ مع الکشف و بحکمہ لا مع الذین ھم المحجوبون فیہ فھو یعاین علم اللہ فی جریان المقادیر قبل وقوعھا فیبادر الیھا فینطلق علیہ بلسان الموطن انہ غیر ادیب مع الحق فانہ مخالف بل ھذا ھو غایۃ الادب مع الحق ولکن اکثر الناس لا یشعرون ومنھم من یقام فی الادلال کعبدالقادر الجیلی ببغداد سیدوقتہ ومنھم من یکون وقتہ فی ذالک کنت سمعہ وبصرہ والادب یستدعی الغیر وثم مقام یفنی الاغیار فیزول الادب لانہ ماثم مع من۔

پس معلوم نہیں ہوتا مگر تارکِ ادب در حقیقت صاحبِ ادب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کشف اور اس کے حکم کے ساتھ ہے وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو اس میں محجوب ہوں' وہ وقوع سے قبل مقادیر کے جریان میں علمِ الٰہی کا معائنہ کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اس معائنہ کے پیشِ نظر' ان کی طرف جلدی کرتا ہے' پس لسانِ موطن سے تو اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ادیب مع الحق نہیں کیونکہ بظاہر وہ مخالف ہے حقیقت یہ ہے کہ ادب مع الحق کا انتہائی درجہ یہی ہے مگر اکثر لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے اور ادب مع الحق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے والوں میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ادلال پر فائز کیا جاتا ہے جس طرح کہ

شیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے وقت کے سردار تھے اور کچھ لوگ اپنے وقت میں حدیث قدسی کنت سمعہ و بصرہ (کہ میں بندے کی سمع و بصر ہو جاتا ہوں) کا مظہر ہوتے ہیں اور ادب تو غیر کا تقاضا کرتا ہے (کہ ادب کرنے والا ہو، جس کا ادب کیا جائے وہ بھی ہو اور خود ادب بھی ہو) اور یہاں وہ مقام ہے جو اغیار کو فنا کر دیتا ہے (چونکہ غیر ان کی نظر میں ہوتا ہی نہیں وہ کس کا ادب کریں) پھر ادب زائل ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہاں کوئی بھی نہیں، کس کے ساتھ ادب کیا جائے۔

ترکِ ادب کا مقام اور اس کی عظمت

اس کے بعد صاحب فتوحات لکھتے ہیں

واما بلسان عامۃ الطریق و خواص اکثرھم فان مقام ترک الادب مع الحق ھو الواقع المشروع فی العموم والخصوص وھو مقام جلیل لایقف معہ الا الذکران من اھل اللہ وفحول اصحاب المقامات لا اصحاب الاحوال

بہر حال جمہور اھلِ طریق اور خواص اھلِ طریق کی اکثریت کے نزدیک، ترکِ ادب مع الحق فی العموم والخصوص، واقع اور مشروع ہے اور یہ (ترکِ ادب) وہ جلیل القدر مقام ہے کہ یہاں اصحابِ مقامات اور اھل اللہ میں سے، مردانِ باکمال کے سوا کوئی نہیں ٹھہر سکتا، جو لوگ صرف اصحابِ احوال ہوں وہ اس مقام پر فائز نہیں ہو سکتے۔

معترضین کو صاحبِ فتوحات کی تنبیہ

مذکورہ بالا عبارات میں صاحبِ فتوحات نے اعتراض کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی اور خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہوئے سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت سے آگاہ کیا کہ آپ کی جس بات کو وہ بے ادبی قرار دے رہے ہیں وہ ادب کا انتہائی مقام ہے اور اس پر فائز ہونا، جلیل القدر مردانِ خدا کا کام ہے نیز یہ کہ سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے وقت کے سردار ہیں وہ ادلال میں از خود

قائم نہیں ہوئے بلکہ انہیں منجانب اللہ فائز کیا گیا ہے جب ہی تو ہم انہیں سید الوقت کہہ رہے ہیں۔ آپ ادلال میں بھی مامور تھے جس طرح کہ یقام مضارع مجہول کا صیغہ خبر دے رہا ہے اور جو ادلال 'بامرِالٰہی ہو وہ عبدیت میں نقص کا موجب نہیں ہوتا جس طرح کہ وہ تصرف جو بامرِالٰہی ہو' عبدیتِ محضہ کے منافی نہیں۔ بامرِالٰہی ادلال پر آپ کے فائز ہونے کو بھی شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے واضح کیا ہے۔ انہ کان فی اوقات صاحب ادلال لما کان الحق یعرفہ بہ من حوادث الاکوان (فتوحات جلد اول ص ۲۳۳)

آپ بعض اوقات صاحبِ ادلال ہوتے اور اس کی یہ وجہ تھی کہ حق تعالیٰ ادلال میں کائنات کے حوادث و واقعات کے ذریعے آپ کی پہچان کرا رہے تھے۔

حضرت ابن عربی کے کلام سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ بعض اوقات' ادلال میں ہوتے تھے اور معترض صاحب کا من گھڑت مفروضہ ناکام ہو گیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' ساری عمر ادلال میں رکے رہے۔ فتوحات کی عبارت (فی اوقات) اس مفہوم پر شاہد ہے۔ معترض نے اپنے فاسد مطلب کو سینہ زوری سے ثابت کرنے کی کوشش میں اقام' یقیم' کا معنی "روک دینا" اپنی طرف سے گھڑ لیا چنانچہ کتاب کے ص ۱۱۳ پر لکھتے ہیں' ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو مقامِ ادلال میں روک دیئے جاتے ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ "اقام یقیم" کو انہوں نے روکنے کے معنی میں استعمال کیا حالانکہ اقامۃ الشی بمعنی توفیۃ حقہ کسی چیز کا صحیح حق ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں وارد جملے اقیمو الصلوٰۃ' اقامو التوراۃ' اور رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ اس معنی پر شاہد ہیں جبکہ روکنے کے لئے عربی زبان میں وقف یقف' امسک یمسک' منع یمنع' استعمال ہوتے ہیں۔ جس طرح وقفوھم انھم مسئولون' امسک علیک زوجک' مامنعک ان تسجد کے قرآنی جملے اس پر شاہد ہیں۔ (مفردات امام راغب اصفہانی اصح المطابع کراچی ص ۴۱۸' ص ۴۶۸' ص

۷۵ ۴، ص ۵۴۰)

پھر معترض صاحب نے یہاں مقام کا لفظ اپنی طرف سے بڑھادیا ہے تا کہ ان کے خود ساختہ معنیٰ کی مناسبت ثابت ہو حالانکہ فتوحات میں صرف ادلال کا لفظ ہے مقام ساتھ نہیں۔ تعجب ہے کہ معترض صاحب ویسے تو آپ کو صاحبِ مقام نہیں مانتے مگر جب ضرورت پڑی تو ایک فاسد مقصد کو ثابت کرنے کے لئے فتوحات میں تحریف کر کے آپ کے لئے مقام کو ثابت کرڈالا۔

اظہارِ کمالات پر معترض صاحب کا دوہرا موقف

معترض صاحب، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر کمال کو فخر و اعجاب سے تعبیر کرتے ہیں مگر ان کی نظر امام شعرانی کی "لطائف المنن" پر نہیں پڑی جس میں انہوں نے دو جلدوں پر مشتمل کتاب میں اپنے فضائل و کمالات کا اظہار فرمایا ہے اور تحدیثِ نعمت کو واجب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ میں بطورِ فخر، اپنے کمالات کو بیان کر رہا ہوں، ایسی کتاب جسے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں اس میں شیطانی صفات، فخر و تکبر کو کس طرح داخل کر سکتا ہوں(ملاحظہ ہو: لطائف المنن حصہ اول ص ۳۲)

معلوم نہیں معترض کا صاحبِ فتوحات کے اظہار و اعلانِ مقام کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جو اپنے متعلق لکھتے ہیں

ما اعرف الیوم فی علمی من تحقق بمقام العبودیۃ اکثر منی وان کان ثم فھو مثلی فانی بلغت من العبودیۃ غایتھا فانی العبد المحض الخالص لا اعرف للربوبیۃ طمعا (الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۴۱)

اپنے سے زیادہ مقامِ عبدیت کے ساتھ متحقق، میں کسی کو نہیں جانتا اگر کوئی ہوا بھی تو مجھ جیسا ہوگا کیونکہ میں عبودیت کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں پس میں عبدِ خالص ہوں میں ربوبیت کے طمع سے ناواقف ہوں۔

اسی طرح حضرت شیخ ابن عربی، اپنے مشاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

انہوں نے تمام انبیائے کرام اور قیامت تک آنے والے تمام مومنین عوام و خواص سب کو دیکھا اور سب لوگوں کے مراتب کا مشاہدہ بھی کیا' پھر لکھتے ہیں

فانی عبد محض لا اطلب التفوق علی عبادہ وما ذکرت ما ذکرتہ من حالی للفخر لا واللہ وانما ذکرتہ لامرین الامر الواحد فقولہ تعالیٰ واما بنعمة ربک فحدث' وایة نعمة اعظم من ھذہ والامر الآخر لیسمع صاحب ھمة فتحدث منہ ھمة الاستعمال لنفسہ فیما استعملتھا فینال مثل ھذا فیکون معی' ملخصاً

(الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۳۲۳)

پس بے شک میں عبدِ محض ہوں' اللہ کے بندوں پر تفوق نہیں طلب کرتا اور جو کچھ میں نے ذکر کیا خدا کی قسم فخر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا ذکر دو باتوں کی وجہ سے کیا' ایک تو یہ امرِ خداوندی ہے کہ نعمت کو بیان کرو اور اس سے بڑھ کر نعمت کیا ہو گی اور دوسری بات یہ کہ کوئی صاحبِ ہمت میرا یہ حال سن لے اور اس میں ہمت پیدا ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو اسی مقصد کے لئے استعمال کرے جس کے لئے میں نے کیا ہے پس وہ اسی قسم کی نعمت حاصل کرے اور میرے ساتھ ہو۔

غور کیجئے کہ معترض صاحب جن کا حوالہ دے رہے ہیں وہ تو تحدیثِ نعمت اور مصلحت کی وجہ سے اعلانِ کمال فرمائیں اور اس میں فخر کا شائبہ نہ ہو لیکن حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ اگر اس قسم کا اعلان فرمائیں تو وہ شطح قرار پائے۔ معترض کا یہ دوہرا معیار' تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ معترض صاحب نے حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں اس قسم کے اعتراضات کیوں نہ اٹھائے جبکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات پر اعتراض کرنے میں وہ اکھاڑے کا پہلوان بنے ہوئے ہیں۔

اہلِ طریقت اور اہلِ حقیقت کے درجات میں امتیاز

معترض نے شیخ ابن عربی کی عبارت "ھذا عندھم سوء ادب فی الطریق"

کے حوالے سے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعاوی اور ارشادات کو بے ادبی سے تعبیر کیا تھا۔ ہم اس کا جواب دے چکے کہ انہیں عبارت کی سمجھ نہیں آسکی۔ اب ہم صاحبِ فتوحات کے حوالے سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ طریقت کے نزدیک سخت خطرناک بات' اہلِ حقیقت کے نزدیک کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ حضرت ابن عربی' "منزل الملامیہ من الحضرۃ المحمدیہ" میں ان بزرگوں کی عظمت بیان کرتے ہیں جو اس مقام سے متحقق ہیں اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ہیں' لکھتے ہیں

یرون الافعال کلھا للہ وانہ لافعل لھم اصلا فزال عنھم الریا جملۃ واحدۃ واذاسئلتھم فی شئی ممایحذرہ اھل الطریق یقولون اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین ویقولون قل اللہ ثم ذرھم (الفتوحات المکیہ جلد سوم ص ۳۴)

ان کی شان یہ ہے کہ وہ تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ان کا بالکل کوئی فعل نہیں پس ریا اور دکھلاوا' مکمل طور پر ان سے زائل ہو جاتا ہے اور جب تم ان سے کسی ایسی چیز کے بارے میں پوچھو جس سے اصحابِ طریقت ڈراتے اور خوف دلاتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کیا تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اور وہ فرماتے ہیں کہہ دیجئے اللہ' پھر ان سب کو چھوڑ دیجئے۔

صاحبِ فتوحات کے اس بیان سے معترض صاحب کے اس اعتراض کی قلعی کھل گئی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اہلِ طریقت کے نزدیک دعاوی مبنی برصدق بھی بے ادبی ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ نے واضح کر دیا کہ اہلِ طریقت کے نزدیک خوفناک بات' اہلِ حقیقت کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی' یہی وجہ ہے طریقت کا ترکِ ادب' اہلِ حقیقت کے نزدیک ادب کا اعلیٰ مقام قرار پایا اور ہم دلائل کی روشنی میں اس کی تفصیل بیان کر چکے۔

عظیم الشان دعویٰ غوثیہ اور صاحبِ فتوحات کی تشریح

معترض صاحب نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فتوحات کے مصنوعی حوالوں سے بڑی کوشش کی کہ آپ کے اقوالِ جلیلہ کو شطحات قرار دیا جائے مگروہ ناکام رہے اور صاحبِ فتوحات نے انہیں منزلِ مقصود تک نہ پہنچنے دیا اس کی تفصیل ہم بیان کرچکے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک عظیم ترین اعلان و دعویٰ کی تشریح و توضیح پر مبنی فتوحات کا اقتباس درج کر دیں تا کہ معترض صاحب کی آنکھیں کھل جائیں کہ صاحبِ فتوحات جب اس قدر بلند اعلان و دعویٰ کو شطح سے تعبیر نہیں کرتے بلکہ اس کی تشریح فرماتے ہیں تو ان کے نزدیک آپ کے باقی اقوال و ارشادات کس طرح شطح قرار پاسکتے ہیں۔

ولقد حدثنی ابوالبدر التماشکی البغدادی رحمه الله عن الشیخ بشیر من ساداتنا بباب الازج عن امام العصر عبدالقادر الجیلی انه قال معاشر الانبیاء اوتیتم اللقب واوتینا مالم تؤتوا فاما قوله اوتیتم اللقب ای حجر علینا اطلاق لفظ النبی وان کانت النبوة العامة ساریة فی اکابر الرجال واما قوله اوتینا مالم تؤتوا هو معنی قول الخضر الذی شهدالله تعالٰی بعدالته و تقدمه فی العلم واتبع الکلیم المصطفٰی المقرب موسیٰ علیه السلام فی طلبه مع العلم بان العلماء یرون ان موسیٰ افضل من الخضر فقال له یٰموسیٰ انا علی علم علمنیه الله لا تعلمه انت فهذا عین معنی قوله اوتینا مالم تؤتوا وان اراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالانبیاء هنا انبیاء الاولیاء اهل النبوة العامة فیکون قد صرح بهذا القول ان الله قد اعطاه مالم یعطهم فان الله قد جعلهم فاضلا و مفضولا فمثل هذا لا ینکر۔

(الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۹۰)

حضرت ابوالبدر التماشکی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے باب ازج کے

ہمارے سادات میں حضرت شیخ بشیر رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے ہمیں امام العصر شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے انبیاء کرام کی جماعت' آپ کو لقب عطا کیا گیا ہے اور ہمیں وہ عطا کیا گیا ہے جو آپ کو عطا نہیں کیا گیا یعنی ہم پر لفظِ نبی کا اطلاق ممنوع ہے۔ اگرچہ نبوتِ عامہ' اکابر اولیاء میں جاری ہے اور آپ کا قول کہ ہمیں وہ عطا کیا گیا ہے جو آپ کو عطا نہیں کیا گیا تو اس کا وہی مطلب ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کے قول کا ہے وہ خضر علیہ السلام جن کی عدالت اور تقدم فی العلم کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی اور کلیم' مصطفیٰ' مقرب' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زحمت دی کہ انہیں تلاش کریں حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ علماء کرام' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ پس انہوں نے فرمایا اے موسیٰ میں اس علم پر ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھایا ہے اور آپ وہ نہیں جانتے پس حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کا بعینہٖ یہی معنی ہے۔ اور اگر اس فرمان میں انبیاء سے حضرت کی مراد' اولیائے انبیاء ہیں یعنی وہ اولیائے کاملین جو علومِ انبیاء سے حظِ وافر رکھتے ہیں تو پھر آپ نے تصریح فرما دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ عطا فرمایا ہے جو دوسرے اولیائے کاملین کو نہیں دیا گیا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام میں فاضل و مفضول بنائے ہیں پس ایسی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت ابنِ عربی کی تشریح پر مترتب نتائج و ثمرات

معترض صاحب کا بس چلتا تو حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کو اکبر الشطحات سے تعبیر کرتے مگر حالات سازگار نہ تھے' فتوحات نے ساتھ نہ دیا معاملہ کچھ الٹ گیا' لینے کے دینے پڑ گئے اور اب افسوس فرماتے ہوں گے کہ اگر فتوحات سے اس قسم کے فضائل و مناقبِ غوثیہ کے ظہور کا انہیں اندازہ ہوتا تو وہ کبھی اس کے قریب نہ جاتے اور اسے شجرہ ممنوعہ کا درجہ دیتے مگر اب وقت گزر چکا۔

ع: برفت از دست خم و جام و ساقی

حضرت ابن عربی کی عارفانہ تشریح سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

(۱) سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ عظیم الشان ولی اللہ ہیں کہ آپ میں نبوتِ عامہ کا فیض جاری و ساری ہے۔

(۲) آپ کو تکوین و اسرارِ تقدیر پر مشتمل ان علوم و معارف سے مشرف کیا گیا جن کی تعلیم و تحصیل کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے استدعا فرمائی تھی۔

(۳) حضرات انبیائے کرام علیہم السلام آپ کی مجلس میں تشریف آوری سے آپ کو مشرف فرماتے تھے، جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فضیلتِ نبوت کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام کو ملاقات سے مشرف فرمایا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ فضائل و کمالات عطا فرمائے جو دوسرے اولیائے کرام کو عطا نہیں کئے گئے۔

(۵) حضرت شیخ ابن عربی، صاحبِ فتوحات نے تصدیق فرمادی کہ خصوصی اسرار و علوم کی بنا پر حضرت شیخ عبدالقادر تمام اولیائے کرام پر فضیلت رکھتے ہیں اور اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔

امام شعرانی اور شیخ علی الخواص کے تاثرات

معترض صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت امام شعرانی اور شیخ علی الخواص کی بڑی عبارات پیش کی ہیں اگرچہ ان کے ساتھ بھی سلوک وہی کیا ہے جو فتوحات کی عبارات سے کیا ہے۔ اس لئے ہم حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانِ عالی شان پر ان حضرات کے تاثرات پیش کرتے ہیں تاکہ معترض صاحب کو مکمل اطمینان ہو جائے کہ آپ کا یہ ارشاد اور اسی قسم کے دوسرے ارشادات، شطحات نہیں اور آپ کے اس قسم کے اقوال کو صورۃً اور مجازاً شطح کہا جاتا ہے۔

سئلت عن شیخنا رضی اللہ عنہ ھل لنخواص من الاولیاء الاطلاع

علیٰ علوم الانبیاء من غیر واسطة فقال ذهب ابن قسی رحمه الله الیٰ ان لهم الاطلاع علیٰ ذالک من طریق الکشف لا الذوق ولولا ان الله تعالیٰ ایدهم بان لایدعوا مالیس لهم لادعوا النبوة من ههنا قال الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی الله عنه اوتیتم معاشر الانبیاء اللقب واوتینا مالم تئوتوا یعنی حجر علینا اسم النبی مع اطلاعنا علیٰ علمه من طریق کشفنا۔

(ملاحظہ ہو: الجواہر والدرر للشعرانی بہامش الابریز ص ۲۵۹ طبع مصر)

میں نے شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کیا خواص اولیائے کرام کو بلاواسطہ علومِ انبیاء پر اطلاع ہوتی ہے تو انہوں نے فرمایا' ابن قسی رحمتہ اللہ علیہ اسی طرف گئے ہیں کہ انہیں بطریقِ کشف' علومِ انبیاء پر اطلاع ہوتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس بارے میں ان کی حفاظت و تائید نہ فرماتا کہ جو مقام ان کا نہیں اس کا دعویٰ نہ کریں تو ان علوم کی بنا پر وہ نبوت کا دعویٰ کر دیتے" یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' اے جماعتِ انبیاء آپ کو لقب دیا گیا اور ہمیں وہ دیا گیا جو آپ کو نہیں دیا گیا' یعنی ہم پر لفظِ نبی کا اطلاق' ممنوع ہے اگرچہ کشف کے ذریعے ہم علومِ نبوت پر اطلاع رکھتے ہیں۔

صاحبِ روح المعانی کی رائے

خاتم المفسرین علامہ الوسی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے "روح المعانی جلد دوم" تیسرے پارے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھا تھا کہ بعض جاہل لوگ' آپ کے اس فرمان اور حضرت ابن عربی کی بعض عبارات سے نبوت پر ولایت کی فضیلت کے ثبوت میں دلیل پکڑتے ہیں' ہمارے نزدیک آپ کے اس فرمان کی نقلِ صحیح ثابت نہیں چنانچہ معترض نے اپنی کتاب کے ص ۲۷۰ پر اس بات کو بڑا اچھالا۔ انہوں نے روح المعانی کی اس عبارت کو غور سے نہ دیکھا حالانکہ صاحبِ روح المعانی نے آخر میں لکھا ہے۔

لنا ان نقول ذالک القول صدر عن القائل عند فنائه فی الحقیقة المحمدیة والذات الاحمدیة فاللسان حینئذ لسانها والقول قولها

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقتِ محمدیہ اور ذاتِ احمدیہ میں فنا ہو کر حقیقتِ محمدیہ اور ذاتِ احمدیہ کی زبان سے اس طرح فرمایا۔

معترض نے یہ عبارت اور اس کا ترجمہ بھی لکھا مگر وہ آپ کے اس ارشاد اور دوسرے اس قسم کے ارشادات کے صدور پر اعتراض سے باز نہ آئے۔ صاحبِ روح المعانی نے تو آپ کے اس قسم کے مبنی بر دعویٰ، تمام ارشادات کے صدور کا منشا بیان کر دیا کہ اس قسم کے اعلان و دعاوی آپ 'حقیقتِ محمدیہ کی زبان سے فرماتے ہیں' اب اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اس کا اعتراض 'حقیقتِ محمدیہ کی زبان پر ہو گا۔

صاحبِ روح المعانی نے آپ کے ارشاد "قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ" کے متعلق بھی اپنی کتاب "الطراز المذہب" میں یہی موقف اختیار کیا تھا کہ اس کا صدور 'حقیقتِ محمدیہ کی زبان سے ہوا ہے اور ہم قبل ازیں اس کا حوالہ دے چکے ہیں۔ کاش! معترض صاحب' علامہ الوسی کی بات کو سمجھ لیتے اور اعتراض کی بجائے اعتراف کا طریقہ اختیار کر کے صاحبِ روح المعانی کی روش اپناتے۔

شرحِ صدر کے بعد علامہ الوسی کی رائے میں تبدیلی

بہرحال' صاحبِ روح المعانی کو اس فرمان کے بارے میں شرحِ صدر بعد میں ہوئی وہ اس کے مفہوم و مطلب اور رموز و اسرار پر مطلع ہو گئے اور انہیں اس کی نقل صحیح بھی دستیاب ہو گئی پھر انہوں نے اس فرمان عالی شان کی وہی تشریح و تعبیر فرمائی جو حضرت شیخ ابن عربی اور حضرت شیخ علی الخواص نے بیان کی۔ صاحبِ روح المعانی نے اعتراف کیا کہ اس فرمان کی توجیہ میں ہم نے سابق انداز کو تبدیل کر دیا ہے۔ انہوں نے بعینہٖ ابوالبدر التماشکی کی روایت نقل کی جو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں نقل کی اور ہم بیان کر چکے' چنانچہ لکھتے ہیں۔

اما النبوة العامة فهی مستمرة ساریة فی اکابر الرجال غیر منقطعة دنیا و اخرٰی لکن باب الاطلاق قد انسد و علٰی ھذا یخرج ما رواہ ابو البدر التماشکی البغدادی عن الشیخ بشیر عن القطب عبد القادر الجیلی قدس سرہ انه قال معاشر الانبیاء اوتیتم اللقب و اوتینا مالم تؤ توا فان معنی قوله اوتیتم اللقب انه حجر علینا اطلاق لفظ النبی وان کانت النبوة العامة ابدیة وقوله اوتینا مالم تؤتوا علٰی حد قول الخضر لموسٰی علیه السلام وھو افضل منه یاموسٰی انی علٰی علم علمنیه اللّٰه تعالٰی لا تعلمه انت وھذا وجه آخر غیر ما اسلفنا من قبل فی توجیه ھذا الکلام

(روح المعانی جلد سوم پارہ پنجم ص ۷۶)

فرمانِ غوثیہ کی یہی عبارتِ منقولہ اصح ہے جس پر صاحبِ فتوحات' امام شعرانی اور شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہم نے اتفاق کیا ہے اور صاحبِ روح المعانی نے شرحِ صدر کے بعد اسی کو نقل کیا ہے۔

فتوحات کی بحثِ تحکیم میں معترض کی غلط بیانی

حضرت ابن عربی کے مطابق تحکیم کا مفہوم بھی شطح کے قریب ہے۔ معترض نے جس طرح شطح کی بحث میں غلط بیانی کے ذریعے رعونتِ نفس کی بنا پر شطح اور بغیر رعونتِ نفس' بامرِالٰہی شطح میں خلطِ مبحث کر کے دونوں پر ایک ہی حکم لگایا' اسی طرح تحکیم کی بحث میں بھی فتوحات کی عبارت میں خلطِ مبحث سے کام لیا اور وہ تحکیم جو رعونتِ نفس کی بنا پر صادر نہ ہو اس پر وہی حکم لگایا جو اس تحکیم کے لئے ہے جس کا اظہار رعونتِ نفس پر مبنی ہو۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ' شطح کی بحث میں واضح کر چکے کہ ہم نے ایسا کوئی ولی اللہ دیکھا نہ سنا جس نے رعونتِ نفس کی بنا پر شطح کا اظہار کیا ہو۔ جب کوئی بھی ولی اللہ' رعونتِ نفس کی بنا پر شطح کا اظہار نہیں کرتا تو رعونتِ نفس کی وجہ سے تحکیم کس طرح کر سکتا ہے۔ حضرت شیخ لکھتے

ہیں فاذا کان عن امر الٰہی بتعریف فالانسان فیه عبد ممتثل امر سیله بطریق الوجوب اگر تعریف کے امرِ الٰہی کی وجہ سے تحکیم ہو تو اس میں بندہ اپنے مولا کے حکم کی فرمانبرداری کر رہا ہوتا ہے جو اس پر واجب ہوتی ہے۔

تحکیم کے بارے میں شیخ ابومدین مغربی کا مسلک

حضرت شیخ ابن عربی اپنے شیخ طریقت حضرت ابومدین مغربی کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد یظهر مثل هذا من صاحب الغیرة خاصة وهو مذهب شیخنا ابی مدین وقد ظهر منه مثل ذالک من باب الغیرة فلا یدل علی اظهار الخصوصیة وذالک بان یری الانسان دعوة الرسل ترد و یتوقف فی تصدیقها ولا سیما عند من ینفی النبوة التی نثبتها فیقوم هذا العبد مقام وجود الرسول فیدعی ما یدعیه الرسول من اقامة الدلالة علی صدق الرسول فی رسالته نیابة عنه فیاتی بالامر المعجز علی طریق التحدی للرسول لا لنفسه فیظهر منه ذالک وهذا لا یدل علی مقام الخصوصیة عند اللّٰه فهو خارج عن عین التحکیم۔
(الفتوحات المکیہ جلد دوم ص ۵۲۰)

اور کبھی اصحابِ غیرت اولیائے کرام سے خاص طور پر تحکیم ظاہر ہوتی ہے اور یہ ہمارے شیخ ابومدین مغربی کا مذہب ہے اور ان سے اس طرح غیرت کی وجہ سے ظاہر ہوا' پس یہ اظہارِ خصوصیت پر دلالت نہیں کرتا اور وہ اس طرح کہ انسان دیکھے کہ رسولوں کا پیغام رد کیا جا رہا ہو اور ان کی تصدیق میں توقف کیا جا رہا ہو' خاص طور پر جب کہ نبوت کی نفی کی جا رہی ہو تو ایسے موقعہ پر یہ عبدِ مقرب اپنے نبیِ برحق کے قائم مقام ہوتا ہے اور رسولِ برحق کے صدق پر دلیل قائم کرتے ہوئے ان کا نائب بن کر رسولِ برحق کی تائید میں دعویٰ کا اظہار کرتا ہے تو یہ اظہار' تحکیم سے خارج ہے اور یہ عند اللہ اس کے مقام کی خصوصیت کے اظہار پر دلالت

نہیں کرتا بلکہ رسول برحق کی تائید پر مبنی ہے۔

تعریفِ الٰہی سے تحکیم نقص کا موجب نہیں

اس کے بعد حضرت شیخ لکھتے ہیں

وقد یکون عین التحکیم فی رجل یکون له مقام الادلال مع الحق ویکون عنده تعریف الٰہی بمقامه المعلوم کالملائکة فی قوله تعالیٰ عنهم وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون فاثنوا علیٰ انفسهم بعد معرفتهم و تعریفهم بمقامهم فلا ینقصهم هذا الثناء ولا یحط مرتبتهم واذا لم یؤثر عین التحکیم فی المقام فلا باس به۔

اور کبھی عین تحکیم کا اظہار' اس ولی اللہ سے ہوتا ہے جسے ادلال مع الحق کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اسے عند اللہ' اپنے مقام کی پہچان ہوتی ہے جس طرح کہ ملائکہ کرام اپنے مقام کا اظہار کرتے ہیں اور اپنی ثناء کرتے ہیں پس یہ ثناء' ان کے لئے تنقیصِ مرتبہ کا باعث نہیں بنتی اور جب عین تحکیم' مقام کی تنقیص میں مؤثر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تحکیم پر حضرت شیخ کے کلام کا خلاصہ

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ تحکیم کی بحث میں معترض نے صاحبِ فتوحات کے شیخ طریقت حضرت ابو مدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب کو بیان ہی نہیں کیا۔ اسی طرح مقام ادلال پر فائز بزرگ سے تعریفِ الٰہی کی بنا پر اور ملائکہ کرام کی عند اللہ' اپنے مقام کی تعریف کی بنا پر اظہارِ تحکیم کو مستثنیٰ کرنے والی عبارات کو کاٹ ڈالا اور صرف رعونتِ نفس کی بنا پر تحکیم کی عبارات سے استدلال کر کے اپنے فاسد مقصد کو ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی۔ ہماری درج کردہ عبارات کے مطابق حضرت شیخ کے نزدیک بامرِ الٰہی تحکیم واجب' ضروری اور اپنے مالک و مولیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ غیرتِ اسلام کی بنا پر نیابتِ پیغمبر کے طور پر تحکیم

کے ذریعے، مخالفینِ شریعت خصوصاً منکرینِ نبوت کو مغلوب کرنا محمود ہے اور مقامِ ادلال پر فائز ولی اللہ کے لئے اظہارِ تحکیم، مقام میں نقص کا باعث نہیں۔ چونکہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحکیم، رعونتِ نفس اور فخر کے شائبہ سے پاک تھی اور حضرت شیخ کے بیان کردہ استثنائی ضابطوں کے مطابق تھی اس لئے آخر میں لکھتے ہیں۔ والحکایات فی التحکیم عن الصالحین کثیرة ولا سیما ما یحکیٰ عن عبدالقادر الجیلی رحمہ اللہ صالحین سے تحکیم کے واقعات بکثرت منقول ہیں خصوصاً جناب شیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ یہ تھا فتوحات میں تحکیم کا بیان جس کو معترض نے قطع و برید کے ذریعے مسخ کر ڈالا اور علمی بددیانتی کی انتہا کر دی۔

معترض کے اعتراضات کا مرجع اور ماخذ

معترض صاحب نے حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں سے نامکمل عبارات کی صورت میں اکثر و بیشتر اعتراضات، چند غیر معروف بدعقیدہ مجہول لوگوں کی کتابوں سے نقل کئے ہیں اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے من و عن وہی نامکمل جملے نقل کئے ہیں جو ان کی غیر معروف کتابوں میں درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ "بھجۃ الاسرار" کی توثیق کے ضمن میں ان بدعقیدہ لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اگر دو مطرودوں مخذولوں گمناموں مجہولوں واسطی و قرمانی کی طرح کسی کے دل میں کتاب مستطاب "بھجۃ الاسرار شریف سے آگ ہو تو ان سے لاگ کی تو کوئی وجہ نہیں یہ (صاحبِ بھجۃ الاسرار) بالاتفاق، اجلّہ اکابر علماء میں سے ہیں (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۴۴ مطبوعہ کراچی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ، رسالہ کراماتِ غوثیہ میں بھی "بھجۃ الاسرار" پر ایک غیر معروف، بے علم، بدعقیدہ کی تنقید پر اظہارِ ناپسندیدگی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جیسے آجکل ایک بحرِنی بے بہرہ نے رسالہ

"لباب المعانی" سیاہ کر کے مصر میں چھپوایا یہ لبابِ عجاب اول تا آخر' جہالاتِ فاحشہ و خرافاتِ واضحہ کا لب لباب ہے۔ کثرتِ مسائل سے نامِ فرصت عنقا نہ ہوتا تو فقیر اس کا رد لکھ دیتا مگر الحمدللہ! نارِ باطل خود منطفی ہے اور ہمارے بلاد میں اس کا شر' یکسر منتفی ہے فلا حاجۃ الی اشاعۃ خرافاتہ ولو علی وجہ الرد
(رسالہ کرامات غوثیہ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفیض گنج بخش لاہور)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے معترض صاحب کے اعتراضات کے ماخذ و مراجع کی حیثیت کو بیان کر دیا اور واضح ہو گیا کہ معترض صاحب' حقیقت میں کسی اور مکتبِ فکر کے ترجمان ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے جس شر اور فتنہ کے مغلوب اور غیر مروج ہونے کی وجہ سے ان رسالوں کی تردید نہ لکھی ماشاء اللہ معترض صاحب نے ان کے مضامین و مطالب کو منظرِ عام پر لانے کے لئے ایک کتاب لکھنے کا اہتمام کیا اور اپنی اس سعیِ بلیغ کو مشائخِ چشت کے مسلک اور علمائے اہلسنّت کے موقف کی ترجمانی کا نام دیا۔

ع: چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

حال کی بحث میں معترض کی علمی بددیانتی

معترض نے کتاب میں حال کی بحث کو قطع و برید' خلطِ مبحث اور غلط بیانی کے ذریعے بڑے ناشائستہ انداز میں پیش کر کے حال کی اہمیت اور عظمت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے چونکہ ان کا مفروضہ اور منصوبہ یہ تھا کہ سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' صاحبِ حال تھے صاحبِ مقام نہ تھے اس لئے اس مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے حال کی حیثیت کو حتی الوسع کم کرنے اور اس کو معمولی ثابت کرنے کے لئے عام اصحابِ احوال کے حالات پر مترتب احکام و ضوابط کو سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوالِ مبارکہ پر نافذ کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے صاحبِ حال کو مجنون کا حکم دے کر انتہائی گستاخانہ انداز میں سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت پر کیچڑ اچھالا اور انصاف و دیانت کے تمام

تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے اربابِ فضل و کمال کے عظیم الشان احوال کی جلالت و رفعت کو نظر انداز کر دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ صوفیائے کرام کے حوالے سے حال کی حیثیت و عظمت اور اس کی اہمیت کو بیان کریں۔

اکابر صوفیائے کرام کے نزدیک حال کی اہمیت

امام ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ المتوفیٰ ۴۶۵ھ حال اور مقام کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "فالاحوال مواهب والمقامات مكاسب" احوال' عنایاتِ الٰہیہ ہوتے ہیں جبکہ مقامات کسب و جہد پر مترتب ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں والحال عند القوم معنى يرد على القلب من غير تعمد منهم صوفیا کے نزدیک حال وہ معنی ہے جو بندے کے قلب پر بغیر تکلف کے وارد ہوتا ہے۔ اس کے بعد حال کے دوام و امتداد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وهذا ابو عثمان الحيرى يقول منذ اربعين سنة ما اقامنى الله تعالىٰ فى حال فكرهته اشار الى دوام الرضا والرضا من جملة الاحوال فالواجب فى هذا ان يقال ان من اشار الى بقاء الاحوال فصحيح ماقال شیخ ابو عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے' مجھے چالیس سال گزر گئے ہیں جس حال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے میں نے اسے برا محسوس نہیں کیا' ان کا اشارہ' رضا کے دوام کی طرف ہے اور رضا' احوال میں سے ہے پس جن لوگوں نے احوال کی بقاء کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے صحیح کہا ہے۔

پھر اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ صاحبِ مقام اپنے مقام پر متمکن رہتا ہے جبکہ صاحبِ حال اپنے حال سے ترقی پذیر ہوتا رہتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

صاحب المقام متمكن فى مقامه وصاحب الحال مترق عن حاله اس کے بعد حضور سرور کائنات علیہ السلام کے ستر مرتبہ استغفار کی توجیہ کے ضمن میں احوال کی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سمعت الاستاذ ابا على الدقاق رحمه الله يقول فى معنى قوله صلى

اللہ علیہ وسلم انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ تعالیٰ فی الیوم سبعین مرۃ انہ کان ابداً فی الترقی من احوالہ فاذا ارتقیٰ من حالۃ الیٰ حالۃ اعلیٰ مما کان فیھا فربما حصل لہ ملاحظۃ الیٰ ما ارتقیٰ عنھا فکان بعدھا غنیاً بالاضافۃ الیٰ ما حصل فیھا فابداً کانت احوالہ فی التزاید۔ (رسالہ قشیریہ ص ۳۲ طبع بیروت)

میں نے استاد ابو علی الدقاق رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کی توجیہ میں فرماتے تھے کہ رسول پاک علیہ السلام اپنے احوالِ مبارکہ میں ہر وقت ترقی پذیر ہوتے تھے جب آپ' ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی فرماتے تھے تو بسا اوقات پہلے حال پر آپ کی نگاہ پڑتی تھی۔ پس آپ آنے والے بلند حال کی وجہ سے سابقہ حال سے غنی ہو جاتے تھے (اس لئے سابقہ حال سے استغفار فرماتے تھے) پس آپ کے احوالِ مبارکہ مسلسل ترقی میں ہوتے تھے۔

مقام و حال' حضرت علی ہجویری کی نظر میں

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں' مقام از جملہ مکاسب بود و حال از جملہ مواہب پس صاحبِ مقام بہ مجاہدت خود قائم بود و صاحب حال از خود فانی قیام وے بحالے بود کہ حق تعالیٰ اندروے آفریند و مشائخ ایں جا مختلف اند گروہے دوام حال را روا دارند و گروہے روا دارند و حارث محاسبی' دوام حال را روا دارد و گوید کہ محبت و شوق و قبض و بسط جملہ احوال اند و اگر دوام آں روا نباشد نہ محب باشد و نہ مشتاق و تا ایں حال بندہ را صفت نگردد اسم آں بروے واقع نشود و ازانست کہ وے رضا را از جملہ احوال گوید و اشارت آنچہ ابو عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ گفتہ بدیں است۔ (کشف المحجوب ص ۱۰۶ مطبع پنجابی)

مقام' مکاسب سے ہے اور حال' مواہب و عنایات سے ہے' پس صاحبِ

مقام اپنے مجاہدہ کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور صاحبِ حال کا قیام اس حال کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس میں پیدا کرتا ہے اور مشائخ کرام حال کے دوام کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں' حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ' دوامِ حال کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ محبت و شوق' قبض و بسط سب احوال ہیں اور اگر حال کا دوام نہ ہو تو نہ محب ہو اور نہ مشتاق اور جب تک بندہ کے لئے حال صفت نہ بن جائے اس کا نام اس پر واقع نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ نے رضا کو حال کہا ہے اور شیخ ابو عثمان الحیری کا اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ رضا حال ہے

رضا' مقام کی انتہا اور احوال کی ابتدا ہے

شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اس کے بعد لکھتے ہیں بدانکہ رضا نہایتِ مقام است و بدایت احوال و آں محلے است کہ یکطرفش در کسب و اجتہاد است و یکے در محبت و غلیان آں وفوق آں مقام نیست پس ابتدائے آں از مکاسب بود و انتہائے آں از مواہب

جان لو کہ رضا' مقامات کی انتہا ہے اور احوال کی ابتدا ہے اور یہ وہ محل ہے کہ اس کی ایک جانب' کسب و اجتہاد میں ہے اور دوسری محبت اور اس کے جوش و خروش میں اور اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں' پس رضا کی ابتداء کسب سے ہے مگر اس کی انتہا موہبت و عنایت سے ہے۔

رضا کے حال ہونے کا ادراک "کاملین کو ہوتا ہے

پھر لکھتے ہیں آنکہ اندر ابتدا رضائے خود بخود دید گفت مقام است و آنکہ اندر انتہا' رضائے خود بحق دید گفت حال است (کشف المحجوب ص ۱۰۶)

پس جس شخص نے ابتدا میں اپنی رضا' اپنے ساتھ دیکھی تو کہا کہ رضا' مقام ہے اور جس نے انتہا میں اپنی رضا حق کے ساتھ دیکھی تو کہا کہ رضا حال ہے۔

حال کے بارے میں صاحبِ عوارف کا نقطۂ نظر

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ درجۂ حق الیقین کو حال سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وھی حق الیقین ھی اسنیٰ العطایا و اعز الاحوال و اشرفھا و نسبۃ ھذہ الحال من المشاھدۃ کنسبۃ الآجر من التراب۔

مشاہدہ میں فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد عین الیقین اور آخر میں حق الیقین اعلیٰ ترین عطایا اور معزز ترین' احوال میں سے ہے اور مشاہدہ میں حق الیقین کے حال کی نسبت اس طرح قوی ہے جس طرح مٹی سے پختہ اینٹ قوی ہے کہ مٹی کے بعد گارا پھر کچی اینٹ پھر آخر میں پختہ اینٹ بنتی ہے۔

مشائخ عراق کے حوالے سے حال کے بارے میں حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

سمعت المشائخ بالعراق یقولون الحال ما من اللہ فکل ما کان من طریق الاکتساب و الاعمال یقولون ھذا ما من العبد فاذا لاح للمرید شئی من المواھب و المواجید قالوا ھذا ما من اللہ و سموہ حالا اشارۃ منھم الی ان الحال موھبۃ۔

میں نے مشائخِ عراق سے سنا وہ فرماتے ہیں۔ حال وہ سب کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہو پس جو بطریقِ کسب و عمل ہو اس کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ یہ عبد کی طرف سے ہے اور جب مرید کے لئے' عنایات و مواہبِ الٰہیہ میں سے کچھ ظاہر ہو تو فرماتے ہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسے حال کا نام دیتے ہیں اور یہ ان کی طرف سے اس بات کا اشارہ ہے کہ حال' عنایتِ خداوندی ہے۔

حضرت سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے مشائخِ خراسان کے حوالے سے بیان کیا کہ احوال' اعمالِ صالحہ کے نتائج و ثمرات ہوتے ہیں لکھتے ہیں۔ قال بعض

مشائخ خراسان الاحوال مواریث الاعمال اس کے بعد بعض مشائخ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ احوال میں دوام نہیں ہوتا، مگر فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول "علی الاطلاق" درست نہیں ہے۔ پھر احوال کی عظمت پر معنی خیز، لطیف اور جامع تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

فالاحوال مواجید والمقامات طرق المواجید ولکن فی المقامات ظهر الکسب و بطنت المواهب وفی الاحوال بطن الکسب وظهرت المواهب فالاحوال مواهب علویة سماویة والمقامات طرقها۔

پس احوال، مواجید و مواہب ہیں اور مقامات، ان کے حصول کے راستے ہیں البتہ مقامات میں کسب ظاہر ہوتا ہے اور مواہب پوشیدہ ہوتے ہیں اور احوال میں کسب پوشیدہ ہوتا ہے جبکہ مواہب، ظاہر ہوتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ احوال، عالمِ بالا کے مواہب و عنایات ہیں اور مقامات ان کے حصول کے راستے ہیں۔

حال کی عظمت اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر اس نقطۂ نظر پر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقول امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنه سلونی عن طرق السمٰوٰت فانی اعرف بهامن طرق الارض اشارة الیٰ المقامات والاحوال فطرق السمٰوٰت التوبة والزهد وغیر ذالک من المقامات

حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے دریافت کرو میں زمین کے راستوں سے انہیں زیادہ جانتا ہوں۔ یہ مقامات و احوال کی طرف اشارہ ہے۔ پس توبہ، زہد اور دوسرے مقامات، سماوات یعنی احوال کے راستے ہیں۔

بحثِ احوال کا خلاصہ

شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ احوال پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فعلی ماذکرناہ یتضح تداخل المقامات والاحوال حتی التوبہ ولا تعرف فضیلۃ الا فیھا حال و مقام و فی الزھد حال و مقام و فی الرضا حال و مقام و المحبۃ حال و مقام۔

پس ہمارے بیان سے مقامات و احوال کا تداخل واضح ہو جاتا ہے کہ حال' مقام میں داخل ہوتا ہے اور مقام' حال میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ' زہد' رضا' محبت سب میں حال و مقام کار فرما ہیں اور تم کوئی ایسی فضیلت نہیں پہچان سکو گے مگر اس میں حال و مقام دونوں کا دخل ہو گا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الشیوخ نے شیخ ابو عثمان الحیری کا وہ قول نقل کیا ہے جو ہم نے رسالہ قشیریہ کے حوالے سے لکھا اور فرمایا ہے کہ ان کی طرف سے یہ قول' اس بات کا اشارہ ہے کہ رضا' حال ہے اور پھر مقام بھی بن جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عوارف المعارف للشیخ سہروردی بحاشی احیاء العلوم للغزالی جلد چہارم ص ۲۸۶ تا ۲۹۹ طبع مصر)

عوارف کی عبارات کے نتائج

حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے حال پر جس قدر جامع تبصرہ فرمایا اس نے معترض صاحب کی حال کی اہمیت و عظمت' کم کرنے کی سب کوششوں کو خاک میں ملا دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں عوارف کی تعلیمات اور سلسلہ چشتیہ میں اس کے مطالعہ کی بڑی اہمیت بیان کی تھی مگر خود اس کے مطالعہ سے محروم رہے۔ حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے جو نتائج بر آمد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حال' اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل ہے' بندے کے کسب کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۲) مشاہدہ کا انتہائی درجہ' حق الیقین اعلیٰ ترین حال ہے۔

(۳) حال' اعمال صالحہ کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔

(۴) مشائخ عراق و خراسان' حال کی عظمت و جلالت پر متفق ہیں اور اسے فضلِ خداوندی قرار دیتے ہیں۔

(۵) بعض مشائخ جو حال کے دوام کے قائل نہیں ان کا قول' علی الاطلاق درست نہیں۔

(۶) احوال' مواہب و مواجید اور نتائج و ثمرات ہیں جبکہ مقامات' ان کے حصول کے راستے ہیں۔

(۷) جس طرح مقامات' کسب و موہبت کے جامع ہیں اسی طرح احوال بھی کسب و موہبت کے جامع ہیں۔

(۸) کوئی بھی اعلیٰ عظمت و فضیلت' ایسی نہیں جس میں حال و مقام دونوں کا دخل نہ ہو۔

(۹) مرکزِ ولایت' سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک' احوال' عالمِ بالا کے مواہب و عنایات ہیں اور مقامات ان کے حصول کے ذرائع اور راستے ہیں۔

(۱۰) حال و مقام میں تداخل ہے کہ ہر مقام میں حال' ضرور ہوتا ہے اور ہر حال میں مقام ضرور ہوتا ہے۔

(۱۱) قربِ خداوندی کا بلند ترین مقام' رضا اور افضل الاعمال الحب فی اللہ دونوں احوال ہیں۔

حضرت چراغ دہلوی اور حال کی عظمت

حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے

حال نتیجہ صحت اعمال است چوں سالک بر حفظ اوقات خود مستقیم شود و اوقات معمور داشت و استقامت یافت امید باشد کہ صاحب حال شود و مواہب نتیجہ مکاسب است و آں حال اثر انوار است کہ از عالم علوی بر ارواح نازل مے شود و بعدہ اثر آں بر قلوب میرسد و در جوارح سرایت میکند

حال، صحتِ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے جب سالک اپنے اوقات کی حفاظت پر استقامت رکھے اور اپنے اوقات کو مشغول رکھے اور استقامت کا درجہ پالے تو پھر امید کی جاتی ہے کہ وہ صاحبِ حال ہو جائے اور مواہب و عنایات کسب کا نتیجہ ہیں اور حال، عالمِ بالا کے ان انوار کا اثر ہے جو ارواح پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کا اثر دلوں میں پہنچتا ہے اور اعضا میں سرایت کر جاتا ہے۔

دوامِ حال مقام ہے

حال بر طریق دوام نباشد واگر حال رادوام باشد آں خود مقام گردد۔ والمنتھی صاحب انفاس کسے راگویند کہ حال مقارن انفاس اوباشد ہیچ نفسے نزند کہ حال مقارن نفس اونباشد چنانستی کہ اورا مقام شود(خیر المجالس بحوالہ اخبار الاخیار ص ۸۳)

حال بطریقِ دوام نہیں ہوتا اگر حال، بطریقِ دوام ہو تو وہ خود مقام ہوتا ہے اور منتھی صاحبِ انفاس اسے کہتے ہیں کہ حال اس کے انفاس کے ساتھ ملا ہوا ہو وہ کوئی سانس نہیں لیتا مگر حال اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے یوں سمجھیں کہ حال اس کا مقام بن جاتا ہے۔

معترض کا مشائخ کبار سے اختلاف

حال کی عظمت و جلالت کے بارے میں امام ابوالقاسم قشیری، حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہم کے اقوال و تاثرات ہم نے نقل کر دیئے جن کے مقابلے میں معترض صاحب کا نقطۂ نظر، سراسر بے سند اور بے وقعت ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اکابر علماء و مشائخ کی عبارات کو نہیں دیکھا یا پھر بارگاہِ غوثیت کے ساتھ خصوصی عناد اور تعصب کی بنا پر معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے، انفرادی موقف اختیار کیا ہے۔

حضرت ابنِ عربی اور حضرت چراغ دہلوی کے تاثرات میں موافقت

جس طرح حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے دوامِ حال کو مقام سے تعبیر کیا ہے اور منتہی صاحبِ انفاس بزرگوں کی یہ شان بیان کی ہے کہ ان کا ہر سانس' حال سے ملا ہوا ہوتا ہے اور حال' ان کا مقام ہوتا ہے۔ یہی بات حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں کہی ہے لکھتے ہیں کان ذاحال موثرة ربانية مدة حياته آپ پوری زندگی' مؤثر حالِ ربانی کے ساتھ موصوف رہے۔ ایک اور مقام پر آپ کے حال کی عظمت و شرف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

كان محققا متمكنا في حال الصدق فما سمعنا في زماننا من كان مثل عبد القادر الجيلي في حال الصدق۔ (فتوحات جلد سوم ص ۲۲۳)

حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ' حالِ صدق میں محقق اور متمکن تھے اور ہم نے اپنے زمانے میں کسی بزرگ کے متعلق نہیں سنا کہ وہ حالِ صدق میں آپ کی مثل ہو۔ حضرت شیخ کے کلام سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کے حال کی امتیازی شان تھی اور اسے دوام و ثبوت حاصل تھا' یہی وجہ ہے کہ آپ' حال میں بھی متمکن اور محقق تھے ورنہ بظاہر تمکن اور حال جمع نہیں ہوتے اور عام صوفیا کے احوال میں قرار و ثبوت نہیں ہوتا۔ اسی مفہوم کو حضرت چراغ دہلوی نے بیان کیا اور اسی کی عظمت کو حضرت امام قشیری' حضرت ہجویری اور حضرت سہروردی رحمتہ اللہ علیہم نے بیان فرمایا۔

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

معترض صاحب نے کتاب میں قطب اعظم اور غوث اعظم کے حال کو مجنون اور مرفوع القلم لوگوں کے حال پر قیاس کیا اور اس پر ایسے نتائج' مترتب کیے جن کے تصور سے ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے۔ اس بات سے ان کی ذہنیت' سوچ اور فکر کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ بہر حال ہم نے اکابر مشائخ کے اقوال کی

روشنی میں واضح کردیا کہ یہ سب کچھ معترض کی انفرادی منصوبہ بندی' الزام تراشی اور غلط بیانی ہے جس کا اکابر علماء و مشائخ کے نقطۂ نظر سے کوئی تعلق نہیں' اس لئے وہ ان کی وکالت اور ترجمانی کا اعزاز حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اسے بلاشرکتِ غیرے اپنا کارنامہ قرار دیں۔

کراماتِ اولیاء کے بارے میں معترض کی غلط بیانی

چونکہ معترض نے اپنی کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب و کمالات کی اہمیت و امتیاز کو حتی الوسع کم کیا جائے اور جو امور' آپ کی انفرادیت اور خصوصیت ظاہر کریں ان میں اس قسم کی فاسد تاویلات کردی جائیں کہ ان کا وزن کم ہو جائے یا ان کو اس انداز سے پیش کیا جائے جس سے ممکنہ حد تک آپ کی خصوصیت و انفرادیت کا اظہار نہ ہو سکے۔ اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے معترض نے غلط بیانی' علمی بددیانتی' عبارات میں قطع و برید' خلطِ مبحث' مفہوم کی غلط تعبیر غرضیکہ کسی بھی حربے کو استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ ان کی اس کارستانی پر ان کی کتاب شاہد ہے اور اسے پڑھنے والا بادی النظر میں یہ بھانپ لیتا ہے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس طرح کیا گیا ہے۔ چمکتے ہوئے سورج کو انگلی سے نہیں چھپایا جا سکتا اور حقائق کو ملمع سازی سے مخفی نہیں رکھا جا سکتا۔

معترض صاحب' جن موضوعات کو اپنے فکری و ذہنی سانچے میں ڈھالنے کی ناکام کوشش کرتے رہے ان کے متعلق اکابر علماء و مشائخ کی واضح ہدایات و تشریحات سینکڑوں سالوں سے نقلِ متواتر کے ذریعے منقول ہوتی چلی آرہی ہیں اور مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی نشرواشاعت بڑے منظم انداز سے پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ پھر حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی شخصیت' عظمت و جلالت' امتیازی شانِ ولایت' قطبیت و غوثیتِ کبریٰ' عالمگیر شہرت و مقبولیت و محبوبیت' سیرت و تعلیمات' دینی خدمات' احیائے سنت' تبلیغ و

ارشاد، دعوت الی اللہ کے موضوعات و عنوانات یہ سب ایسے حقائق ہیں جو روزِ روشن کی طرح واضح اور نمایاں ہیں اور عوام و خواص کے قلوب و اذہان میں مرکوز ہو کر سیرت و تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ افکار و عقائد کی باطنی و قلبی تاریخ میں بھی ثبت ہو چکے ہیں۔ اس لئے کسی بھی ایسی غیر معقول تدبیر اور مذموم کوشش کا اپنے فاسد نتائج سے ہمکنار ہونا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے، جو فضائل و کمالاتِ غوثیہ کی اہمیت و عظمت کو کم کرنے کے لئے سعیِ باطل کی صورت میں ظاہر ہو۔

کراماتِ اولیاء کے بارے میں بھی معترض نے اسی فلسفے کو مدِ نظر رکھا ہے اور ان کی اہمیت و شرعی حیثیت کو کم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اس سے ان کا واحد مقصد اور غرض و غایت، محض یہی ہے کہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں عوام و خواص کے نزدیک کثرتِ کرامات کی انفرادیت، کراماتِ حسی و معنوی کی جامعیت، کرامات کی تمام انواع و اقسام کے ظہور کی خصوصیت، کثرتِ کرامات سے دین اسلام کی تائید و تقویت، کرامات کی شہرت و نشر و اشاعت، آپ کی کرامات پر اکابر علماء و مشائخ کی مستقل تصانیف، اکثر و بیشتر مشائخِ سلاسل کی تصنیفات اور ملفوظات و مکتوبات میں آپ کی کرامات کا بھرپور تذکرہ، ملتِ اسلامیہ کے ہر فردِ بشر سے آپ کی کرامات کا قبول و اعتراف اور تمام اسلامی مکاتبِ فکر سے متعلق علماء کا آپ کی کرامات کی صداقت و حقانیت پر اجماع جیسے حقائق کو افسانے کا رنگ دے کر ان کی وقعت و حیثیت کو کم کیا جائے۔ اسی ناکام فاسد منصوبے کے تحت کبھی وہ کرامات کو ترکِ فرائض کا درجہ دیتے ہیں کبھی انہیں حیض کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور کبھی انہیں مرتبۂ ولایت میں نقص شمار کرتے ہوئے درجۂ کمال کے منافی قرار دیتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اکابر علما و مشائخ کے حوالے سے کراماتِ اولیاء کے موضوع پر سیر حاصل تبصرہ پیش کریں تاکہ کرامات کی شرعی حیثیت، ان کی فضیلت پر قرآن و حدیث کی

شہادت، صوفیا کے نزدیک ان کی اہمیت، دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں ان کی افادیت، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ان کی دلالت اور ایک اسلامی معاشرے میں ان کی قدر و منزلت واضح ہو جائے۔

کراماتِ اولیاء کی فضیلت و عظمت کا بیان

قرآن مجید میں مذکور حضرت مریم علیہا السلام، حضرت آصف بن برخیا، حضرات اصحابِ کہف، حضرت ذوالقرنین اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات، کرامات اولیاء کی فضیلت و عظمت پر شاہد ہیں۔ احادیثِ پاک میں کراماتِ اولیاء کے واقعات کثرت سے مذکور ہیں یہی وجہ ہے کہ "مشکوٰۃ شریف" جلد دوم میں باب الکرامات کا خاص عنوان قائم کیا گیا ہے۔ کرامات کی عظمت پر قرآن و حدیث کے شواہد کو امام ابوالقاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں، حضرت علی ہجویری نے "کشف المحجوب" میں امام عبداللہ الیافعی نے "نشر المحاسن" میں اور علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے "جامع کرامات الاولیاء" میں تفصیل سے بیان کیا۔

امام ابوالقاسم القشیری اور کرامات کی عظمت

امام ابوالقاسم القشیری رحمتہ اللہ علیہ، رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں ظھور الکرامات علامة صدق من ظھرت علیه فی احواله کرامات کا ظہور، ولی کے صدق احوال کی علامت ہے، پھر لکھتے ہیں فالقول بجواز ظھورھا علی الاولیاءواجب و علیه جمھور اھل المعرفة

اولیائے کرام سے کرامات کے صدور کے جواز کا قول واجب ہے اور جمہور اہلِ معرفت اس پر متفق ہیں۔ پھر ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اولیائے کرام سے کثرتِ کرامات کا صدور، معجزات سے مناقض ہو کر تفضیلِ اولیاء علی الانبیاء کا باعث نہیں کیونکہ اولیائے کرام کی کرامات، ہمارے نبی علیہ السلام کے معجزات سے لاحق ہیں۔ وکل نبی ظھرت کرامته علی واحد من امته فھی معدودة من جملة معجزاته اور جس نبیِ برحق کے کسی امتی ولی سے کوئی

کرامت ظاہر ہوتی ہے تو وہ اس نبی کا معجزہ شمار کی جاتی ہے۔

اس کے بعد امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد ظهر على السلف من الصحابة والتابعين ثم على من بعدهم من الكرامات مابلغ حدالاستفاضة و قد صنف فی ذالک کتب كثيرة سنشير الى طرف منها على وجه الايجاز۔

حضرات صحابہ کرام، تابعین اور بعد والے بزرگوں سے ظاہر ہونے والی کرامات درجۂ شہرت کو پہنچ چکی ہیں اور ان کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ہم مختصراً ان کا کچھ حصہ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث سے ثابت کرامات کے بعد ایک سو بیس اولیائے کرام کی کرامات کو تفصیل سے بیان کیا ہے (رسالہ قشیریہ بحث الکرامات از ص ۱۵۸ تا ۱۷۵ مطبوعہ بیروت)

حضرت داتا گنج بخش اور کرامات کی فضیلت

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے "کشف المحجوب" میں یہ باب قائم کیا ہے الکلام فی اثبات الکرامۃ آپ نے باتفاقِ اہل سنت و جماعت، ولی سے ظہورِ کرامت کو جائز و ثابت لکھا ہے اور اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ کرامات حدِ معجزہ تک پہنچ جاتی ہیں اور جو لوگ کرامات کے حدِ معجزہ تک پہنچنے کے قائل نہیں ان کی تردید میں لکھتے ہیں۔

گویم شمارا از ظہور فعل ناقض عادت بردست ولی اندر زمان تکلیف چہ صورت بندد از فساد، اگر میگوید کہ ایں نوع مقدور خداوند تعالیٰ نیست ایں ضلالت است و اگر میگوید کہ نوع مقدور است اما اندر اظہار آں بردست ولی صادق ابطال نبوت بود و نفی تخصیص انبیاء، ایں ہم محال است از آنچہ ولی مخصوص است بکرامات و نبی بہ معجزات و المعجزة لم تكن معجزة لعينها انما كانت المعجزة لحصولها من نبی ومن شرطها اقتران دعوى النبوة بها فالمعجزات تختص بالانبياء والكرامات تكون للاولياء چوں ولی، ولی باشد و نبی، نبی اندر میان ایشاں ہیچ شبہ نہ باشد تا ایں احتراز باید کرد کہ شرفِ پیغمبر

بہ علوِ مرتبت وصفائے عصمت است نہ بہ مجردِ معجزہ یا کرامت
(کشف المحجوب ص ۲۹ مطبوعہ پنجابی پریس لاہور)۔

میں کہتا ہوں کہ صحتِ تکلیف کے حال میں ولی سے کرامت کے ظہور سے کیا فساد لازم آتا ہے اگر کہا جائے کہ یہ نوعِ کرامت مقدورِ خداوندی نہیں تو یہ بات گمراہی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے ابطالِ نبوت اور انبیاء کی خصوصیت کی نفی لازم آتی ہے تو یہ بھی محال ہے اس لئے کہ ولی کرامات سے مخصوص ہے جبکہ نبی معجزات سے مخصوص ہے اور معجزہ' بذاتِ خود معجزہ نہیں کہلاتا بلکہ نبیِ برحق سے صادر ہونے کی بناپر معجزہ کہلاتا ہے اور نبوت کا دعویٰ معجزہ کے لئے شرط ہے پس اس طرح معجزات' انبیائے کرام سے مختص ہو گئے اور کرامات اولیائے کرام سے۔ پس جب ولی' ولی ہے اور نبی' نبی ہے تو ان کے درمیان کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ اس سے احتراز کیا جائے (اور کرامات کو حدِ معجزہ تک تسلیم نہ کیا جائے) کیونکہ پیغمبر کا شرف' علوِ مرتبہ اور معصوم ہونے کی وجہ سے ہے نہ صرف معجزے یا کرامت کی بناپر۔

کرامات کا صدور حالِ صحو و تمکین میں ہوتا ہے

حضرت علی ہجویری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کرامات کا صدور' صحو و تمکین کی حالت میں ہوتا ہے اور مشہور اصحابِ صحو و تمکین مشائخ حضرت جنید بغدادی' حضرت ابو العباس سیاری' حضرت ابوبکر واسطی اور حضرت محمد بن علی صاحبِ مذہب رحمتہ اللہ علیہم اس بات کے قائل ہیں (کشف المحجوب ص ۲۳۵)
خود حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے شیخِ طریقت کا بھی یہی مسلک ہے کیونکہ آپ کے شیخِ طریقت "جنیدی المسلک" تھے چنانچہ لکھتے ہیں وشیخ من جنیدی مذہب بود۔ (کشف المحجوب ص ۱۹۰)

امام عبداللہ یافعی اور کراماتِ اولیاء

امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی

طرح اس بات کے قائل ہیں کہ کرامات، حدِ معجزہ تک پہنچ جاتی ہیں اور کرامات و معجزہ میں فرق صرف یہ ہے کہ معجزے کے ساتھ دعویٰ نبوت ہوتا ہے اور یہی مذہبِ مختار اور قولِ صحیح محقق ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں یجوز ان تبلغ الکرامۃ مبلغ المعجزۃ فی جنسھا و عظمھا علی القول الصحیح المحقق المختار۔

امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس مسلک پر کہ کرامات و معجزات میں حدِ فارق، دعویٰ نبوت ہے وگرنہ جو کچھ بذریعہ معجزہ صادر ہو سکتا ہے وہی بطورِ کرامت صادر ہو سکتا ہے۔ ابو المعالی امام الحرمین کی کتاب الارشاد، امام غزالی کی کتاب الرسالۃ القدسیہ، امام فخرالدین رازی کی کتاب المحصل، علامہ بیضاوی کی کتاب مصباح الکرامات، امام محمد بن عبدالملک السلمی الطبری کی کتاب المعین علی مقتضی الدین، امام قشیری کے رسالہ قشیریہ اور قاضی ابوبکر الباقلانی اور امام ابوبکر بن فورک کے اقوال سے استدلال و استشھاد کیا ہے۔ (نشر المحاسن بھامش جامع کرامات الاولیاء حصہ اول ص ۲۴، ۲۵ مطبوعہ بیروت)

کراماتِ اولیاء اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قال الشیخ عزالدین بن عبدالسلام ممایدلک علی صحۃ منھب الفقراء کثرۃ کراماتھم ومارأینا احدا من الفقھاء وقع علی یدیہ کرامۃ الا ان سلک منھاجھم ومن لم یومن بکراماتھم حرم برکتھم وقد شاھدنا کل من انکر علی الفقراء من غیر دخول فی طریقھم یصیر علی وجھہ کابۃ و علامۃ الطرد والمقت لاتخفی علی ذی بصیرۃ ولا ینفع اللہ تعالی بعلمہ احدا۔ (الانوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ بھامش الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص ۳۶ طبع مصر)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کثرتِ کرامات ان

چیزوں میں سے ہے جو مذہبِ فقراء کی صحت پر تیری رہنمائی کریں گی اور ہم نے فقہا میں سے کسی کے ہاتھ پر کرامت کا صدور نہ دیکھا ہاں جب وہ فقراء کے منہاج پر چلیں تو پھر اور بات ہے اور جو کراماتِ اولیاء پر ایمان نہ رکھے گا ان کی برکتوں سے محروم رہے گا اور ہم نے دیکھا کہ جس شخص نے ان کے طریقے میں داخل ہوئے بغیر ان پر اعتراض کیا تو اس کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور مردود ہونے کے علامات ظاہر ہوئے جو اہلِ بصیرت پر مخفی نہیں ہوتے اور ایسے معترض شخص کے علم سے اللہ تعالیٰ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ امام شعرانی نے آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

من اصدق دلیل علی صحۃ طریق الصوفیۃ واخلاصھم فی اعمالھم مایقع علی ایدیھم من الکرامات والخوارق

(الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص ۱۰۱ لطائف المنن للشعرانی ص ۲۵، ص ۵۱)

اظہارِ کرامات، صوفیائے کرام کے طریقہ اور ان کے اخلاصِ عمل پر سب سے زیادہ سچی دلیل ہے۔

امام شعرانی اور کرامات کے صدور کے اسباب

بزرگوں سے کرامات کے صدور کے متعلق امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

وما یظھر علیھم من الکرامات والاحوال ھو لصفاء نفوسھم واخلاصھم وکثرۃ مراقبتھم ومجاھدتھم

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ دوم ص ۱۴۶ طبع مصر)

شیخ علی الخواص نے فرمایا کہ بزرگوں سے کرامات و احوال کا صدور ان کے تزکیۂ نفس، اخلاص، کثرتِ مراقبہ و مجاہدہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کراماتِ اولیاء اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کرامات اولیاء کے بارے

میں فرماتے ہیں

خرقِ عادات از نبی و ولی
ہست بر فضلِ شاں دلیلِ جلی
اگر اظہارِ آں میانِ امم
ہست بادعویٔ نبوت ضم
باشد آں معجزہ بہ عرفِ انام
ورنہ آمد کرامت آں را نام
از ولی خارقے کہ مسموع است
معجزہ آں نبیٔ متبوع است

(سلسلۃ الذہب بر حاشیہ نفحات الانس ص ۳۹۷ مطبع نو لکشور)

حضرات انبیائے کرام اور حضرات اولیائے کرام سے خرقِ عادات کا ظہور ان کی فضیلت کی روشن دلیل ہے۔ اگر ان خرقِ عادات کا اظہار دعویٰ نبوت کے ساتھ ہو تو لوگوں کے عرف میں وہ معجزہ کہلاتا ہے اور اگر دعویٰ نبوت کے بغیر خرقِ عادت ظاہر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی کرامات دراصل ان کے پیغمبرِ برحق علیہ السلام کا معجزہ ہوا کرتی ہیں۔

کراماتِ اولیاء اور شیخ ابنِ تیمیہ

شیخ ابن تیمیہ جو عموماً بزرگانِ دین کے احوال و کرامات کے بارے میں متشدد سمجھے جاتے ہیں بلکہ بزرگوں کے بارے میں سخت نظریات رکھنے والوں کے امام شمار کئے جاتے ہیں' یہ بات بڑی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ انہوں نے کرامات اولیاء کے بارے میں بڑا مستحسن انداز اختیار کیا ہے۔ معترض صاحب کی نسبت تو شیخ ابن تیمیہ نے کرامات اور اصحابِ کرامات کے بارے میں جس احترام و تعظیم کا اظہار کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت آموز بھی ہے۔ شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

فاولیاء اللہ المتقون ھم المقتدون بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فیفعلون ما امر بہ وینتھون عما عنہ زجر ویقتدون بہ فیما بین لھم ان یتبعوہ فیئویدھم الملائکۃ وروح منہ ویقذف اللہ فی قلوبھم من انوارہ ولھم الکرامات التی یکرم بھا اولیائہ المتقین وخیار اولیاء اللہ کراماتھم لحجۃ فی الدین اولحاجۃ بالمسلمین کما کانت معجزات نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم کذالک وکرامات الاولیاء انما حصلت ببرکۃ اتباع رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فھی فی الحقیقۃ تدخل فی معجزات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد نمبر ۱۱ ص ۲۷۴ تا ۲۷۵ مطبوعہ حرمین شریفین)

پس اولیائے متقین وہی ہیں جو رسول پاک ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، جس چیز کا آپ نے حکم فرمایا اس پر عمل کرتے ہیں، جس چیز سے روکا اس سے رک جاتے ہیں اور جس چیز کی اتباع کے بارے میں حضور نے وضاحت فرمادی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ملائکہ کرام اور روح الامین کے ذریعے ان کی امداد فرماتا ہے اور ان کے دلوں میں اپنے انوار پلٹ دیتا ہے اور ان سے وہ کرامات ظاہر ہوتی ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اولیائے متقین کی عزت افزائی فرماتا ہے اور برگزیدہ اولیائے کرام کی کرامات دینِ اسلام کے لئے حجت ہوتی ہیں اور مسلمانوں کی ضرورت کے لئے ہوتی ہیں جس طرح ان کے نبی برحق کے معجزات اسی بنا پر صادر ہوتے تھے۔ اور کراماتِ اولیاء کا حصول محض رسول پاک علیہ السلام کے اتباع کی برکت سے ہوتا ہے پس حقیقت میں اولیائے کرام کی کرامات رسول پاک ﷺ کے معجزات میں داخل ہیں۔

کراماتِ اولیاء اور علامہ شہاب الدین خفاجی

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۱۰۶۹ھ نے نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں رسول پاک ﷺ کے دلائلِ نبوت بیان کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس اور لباسِ مقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آگے چل کر لکھتے ہیں

وقد نقل مثله عن ولی اللہ العارف بہ الشیخ عبدالقادر الجیلانی ولا بعد فیہ لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامۃ لاولیاء امتہ۔
(نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد نمبر ۳ ص ۲۸۲)

اس قسم کی روایت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ کے جسمِ پاک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بات کچھ بعید نہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کی امت کے اولیائے کرام سے کرامت کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

کراماتِ اولیاء اور علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی

علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمتہ اللہ علیہ نے "جامع کرامات الاولیاء" کے نام سے دو جلدوں میں آٹھ سو صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے جس میں سینکڑوں مستند کتابوں کے حوالہ جات سے کرامات کی عظمت و اہمیت کو بیان کیا ہے۔ علامہ نبھانی لکھتے ہیں۔

واعلم ان کل ما کان کرامۃ لولی فھو معجزۃ لنبیہ کما سیاتی بیان ذالک فی المقدمۃ فکرامات اولیاء امۃ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ھی کلھا معجزات دالۃ علی صدقہ و صحۃ دینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و ھذا المعنی ھو الحامل لی علی تالیفی ھذا الکتاب لیکون بمنزلۃ الذیل لکتابی حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
(جامع کرامات الاولیاء ص ۶ طبع بیروت)

جان لیں کہ بے شک ولی کی ہر کرامت اس کے نبیِ برحق کا معجزہ ہوتی ہے۔ پس امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے کرام کی سب کرامات،

رسول پاک علیہ السلام کے معجزات ہیں جو آپ کے صدق اور آپ کے دین کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی معنی میری اس تالیف کا باعث ہے تا کہ میری یہ تالیف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات پر مشتمل میری کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین" کی ذیل بن جائے۔

اظہارِ کرامات پر علامہ نبہانی کا بصیرت افروز تبصرہ

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ اولیائے کرام کے اظہارِ کرامات پر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کرامات الاولیاء هی من جملة معجزاته صلی الله علیه وسلم وهم یقیمونها نیابة عنه علیه السلام کما قال سیدی محی الدین فی عبارته المذکورة لزم ان یاتوا بها رضی الله عنهم علی الانواع التی صدرت بها المعجزات من النبی صلی الله علیه وسلم اعنی بعضها بطلب الکفار و بعضها بطلب المسلمین و بعضها بلا طلب و کل ذالک فیه نفع عظیم لمن یشاهدونها سواء ظهر سر ذالک لهم اولم یظهر ولا اقل من ان تکون سببا لقوة ایمان المشاهدین لها و هذا نفع عظیم یعتنی به شرعا وانما یجب سترها اذا خلیت من الحکمة والفائدة والنفع وهی بجمیع انواعها لم تخل من ذالک فنحن یلزمنا احسان الظن بمن صدرت علی ایدیهم من الاولیاء بانهم لم یجروها بقصد اثبات ولا یتهم بل بقصد آخر مشروع وان لم یظهر لنا کتقویة ایمان الحاضرین واظهار شرف و صحة هذا الدین المبین فایاک یا اخی من اسائة الظن باحد منهم بانه انما اجری الکرامات لاثبات ولایة نفسه و زیادة اعتباره عند الناس فانهم رضی الله عنهم لا یفعلون ذالک قطعا ولا تعترض علی اولیاء الله تعالیٰ

بانهم یجب علیهم ستر الکرامات فکیف یظهر و نها فتحرم برکتهم بل تیقن انهم لم یظهر وها الالحکم صحیحة و نیات خالصة المقصود منها رضاء اللہ تعالیٰ و خدمة دینه المبین وانهم فی ذالک قائمون مقام صاحب المعجزات سیدالمرسلین صلی اللہ علیه وسلم وعلیٰ آله و صحبه اجمعین و کثیرا ما یصدر اللہ تعالیٰ علیٰ ایدیهم الکرامات قهرا عنهم و بدون اختیارهم فاللہ تعالیٰ ینفعنا ببرکاتهم ولا یقدر علینا الاعتراض علیٰ احد منهم فانهم اولیاء اللہ تعالیٰ وقد قال سبحانه و تعالیٰ فی الحدیث القدسی من آذی لی ولیا فقد آذنته بالحرب ای اعلمته بانی محاربه و عدو له۔ (جامع کرامات الاولیاء للشیخ النبهانی حصہ اول ص ۲۳)

اولیائے کرام کی کرامات' حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ہیں جنہیں وہ حضور علیہ السلام کا نائب بن کر ظاہر کرتے ہیں جس طرح کہ حضرت شیخ ابن عربی نے عبارت مذکورہ میں فرمایا۔ ضروری ہے کہ اولیائے کرام' کرامات کو ان انواع کے ساتھ ظاہر کریں جس طرح حضور علیہ السلام سے معجزات ظاہر ہوئے کہ بعض کافروں کے مطالبے پر بعض اہل ایمان کے مطالبے پر اور بعض بغیر کسی طلب کے اور ان سب انواع میں مشاہدہ کرنے والوں کے لئے نفع عظیم ہے یہ راز ان پر ظاہر ہو یا نہ ہو کم از کم اتنی بات ضرور ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے ایمان کی قوت کا باعث ہیں اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔ جس کا شرعاً اہتمام کیا گیا ہے۔

کرامت کا چھپانا اس وقت ضروری ہوتا ہے۔ جب وہ حکمت' فائدہ اور نفع سے خالی ہو اور کرامات کی تمام انواع' حکمت و نفع سے خالی نہیں پس ہمارے لئے ان اولیائے کرام کے ساتھ جن سے کرامات کا ظہور ہو یہ حسنِ ظن رکھنا ضروری ہے کہ انہوں نے اپنی ولایت کے اثبات کے لئے کرامات ظاہر نہیں کیں بلکہ ان کا شرعی مقصد اور تھا اگرچہ وہ ہم پر ظاہر نہ ہو سکے' جس طرح حاضرین کے ایمان کو

قوی کرنا اور اس دینِ مبین کی صحت اور شرف کو ظاہر کرنا۔

پس اے بھائی! اولیائے کرام کے ساتھ ہر گز بد گمانی نہ رکھنا کہ تم یہ خیال کرو کہ انہوں نے اثباتِ ولایت اور لوگوں کا اعتبار حاصل کرنے کے لئے کرامات ظاہر فرمائیں۔ وہ نفوسِ قدسیہ قطعاً اس طرح نہیں کرتے اور اولیائے کرام پر یہ اعتراض مت کرو کہ ان پر کرامات کا چھپانا واجب ہے پھر وہ کرامات کا اظہار کیوں کرتے ہیں بلکہ یقین رکھو کہ انہوں نے کرامات کو صحیح حکمتوں، خالص نیتوں اور دینِ مبین کی خدمت کے پیشِ نظر ظاہر فرمایا ہے اور وہ اس اظہارِ کرامات میں صاحب المعجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام ہیں۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ، اولیائے کرام سے مجبوراً بغیر اختیار کرامات صادر کراتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع پہنچائے اور ان بزرگوں میں سے کسی پر اعتراض، ہماری تقدیر میں ثبت نہ فرمائے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے، جس نے میرے ولی کو ایذا پہنچائی اس کے ساتھ میرا اعلانِ جنگ ہے، یعنی میں اسے جتلا رہا ہوں کہ میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا اور میں اس کا دشمن ہوں۔

معترضین کے لئے علامہ نبہانی کا خاص پیغام

علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کی بصیرت اور نورِ فراست کا کیا کہنا کہ انہوں نے معترض صاحب اور ان کے ہمنواؤں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور طویل عرصہ قبل بھانپ گئے کہ اولیائے کرام کی کرامات پر اس قسم کے اعتراض کرنے والے لوگ ظاہر ہوں گے۔ علامہ نبہانی کی یہ تنبیہ اور تحذیر ان کی فراستِ ایمانی، کشفِ صحیح اور نورِ بصیرت کی واضح دلیل ہے۔ معترض صاحب نے کرامات پر بحث تو شروع کر دی مگر انہوں نے اس موضوع پر امتِ مسلمہ کے اکابر علماء و مشائخ کی تصانیف کا مطالعہ نہ کیا جنہوں نے پوری شرح و تفصیل سے اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر محققانہ بحث کی اور تمام ممکنہ اعتراضات کا جواب پیش کیا۔

علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ تو مجموعی طور پر سب اولیائے کرام کے بارے میں یہ تاکیدی ہدایات جاری فرما گئے مگر معترض صاحب کو کون سمجھائے کہ وہ تو ولایت کے اعلیٰ مقام، قطبیت پر فائز شخصیت جسے امام شعرانی ''اکبر الاولیاء بعد الصحابہ'' سے تعبیر کرتے ہیں ان کی کرامات پر رکیک اعتراضات اور شکوک و شبہات وارد کرنے پر کمربستہ نظر آتے ہیں باقی حضرات اولیائے کرام کی کرامات ان کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہیں۔ اولیائے کرام میں اقطابِ عالم، نادر الوجود ہوتے ہیں اور جمہور اولیائے کرام کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے، جب وہ معترض صاحب کے اعتراضات سے نہیں بچ سکے تو پھر باقی بزرگوں کا خدا حافظ۔

معترض کا موقف قرآن وحدیث اور اقوالِ مشائخ کے برعکس

معترض صاحب نے کرامات اولیاء کے بارے میں جن مفروضات کا اظہار فرمایا ہے کہ اظہارِ کرامت، ترکِ فرض ہے، حیض الرجال ہے اور مرتبۂ ولایت میں نقص کا باعث ہے شاید یہ مشاہیر علماء و مشائخ جن کے ہم نے حوالے پیش کئے ان معارف و دقائق سے واقف نہیں ہو سکے مگر معترض صاحب فرمائیں کیا قرآن و سنت اور اکابر علماء و مشائخ نے مذکورہ فضائل و مناقب تارکینِ فرائض کے بیان فرمائے اور قرآن و حدیث میں یہ بیان کردہ فضائل، حیض کی تعریف میں وارد ہوئے؟ قرآنی آیات اور سورتیں، احادیث کے ابواب، بزرگانِ دین کی تصانیف یہ سب ترکِ فرائض کی عظمت کے بیان پر مشتمل ہیں یا حیض کے موضوع کی وضاحت سے متعلق ہیں یا رعونتِ نفس اور اظہارِ ولایت، بغیر وجہِ شرعی کی فضیلت پر مبنی ہیں، معترض صاحب یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ مشائخِ سلاسل خصوصاً حضرات مشائخِ چشت جن سے ہزاروں کرامات صادر ہوئیں کیا وہ سب تارکِ فرائض تھے یا وہ رعونتِ نفس اور اظہارِ ولایت، بغیر وجہِ شرعی کی بنا پر اس طرح فرماتے رہے۔

مدعی تم ہو تو انصاف کرو

معترض صاحب! ہم نے کرامات کے بارے میں امام ابوالقاسم القشیری حضرت علی ہجویری، امام عبداللہ الیافعی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام، امام شعرانی، مولانا جامی اور علامہ نبھانی رحمتہ اللہ علیہم جیسے بزرگوں کے اقوال پیش کئے جن کے موقف و مسلک کو آپ کے موقف سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ جس کرامت کو وہ معجزہ کے قائم مقام بیان کریں، جس کے اظہار کو وہ نیابتِ پیغمبر کا مقام عطا فرمائیں اور جس کی عظمت و فضیلت کا مرجع وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات قرار دیں، آپ اسی عظمت و شرف اور کمال و فضیلت کو ترکِ فرض، حیض اور نقص و عیب سے تعبیر کرتے ہیں اب ہم آپ کی بات مانیں یا اکابر علماء و مشائخ کی، آپ کے اس بے ہوش مبنی بر جوش "نقطۂ نظر" نے تو حرمتِ اولیاء کی حدود کو توڑ ڈالا اور آپ نے کمالاتِ اولیاء کے منکرین کے لئے موقعہ فراہم کر دیا کہ وہ کہتے پھریں، اولیائے کرام کسی کمال کے مالک نہیں ہوتے ان سے ترکِ فرائض، جریانِ حیض اور عیوب و نقائص کا صدور ہوتا ہے اور وہ اپنی بزرگی چمکانے کے لئے کرامات ظاہر کرتے ہیں۔ "نعوذ باللہ من ذالک"

کرامات کے بارے میں حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کا ایک فرمان

معترض نے کتاب کے ص ۶۸ پر حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی قدس سرہ کا یہ ملفوظ نقل کیا ہے۔

سخن در طائفہ افتاد کہ دعوئ کرامت کنند و خود را بکشف معروف گرانند فرمود این معنی چیزے نیست بعد ازاں بر لفظ مبارک راند کہ

فرض اللہ تعالٰی علی اولیائہ کتمان الکرامۃ کما فرض علی انبیائہ اظہار المعجزۃ

پس اگر کسے کرامت خود پیدا کند ترک فرضے کردہ باشد چہ کار کردہ باشد بعد ازاں فرمود کہ سلوک را صد مرتبہ نھادہ اند ھفدھم مرتبہ کشف و کرامت است اگر

سالک ہمدریں مرتبہ بماند بہ ہشتاد وسہ دیگر کے رسد۔
(فوائد الفواد فارسی ص ۲۰۲)

اس گروہ کے بارے میں بات چلی جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کشف میں مشہور کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ معنی تو کچھ بھی نہیں پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام پر کرامت کا اخفا فرض کیا، جس طرح انبیائے کرام پر معجزات کا اظہار فرض کیا پس اگر کوئی شخص از خود کرامت ظاہر کرتا ہے تو اس نے فرض ترک کردیا، کیا بڑا کام کرڈالا پھر ارشاد فرمایا کہ سلوک کے سو مراتب ہیں۔ کشف و کرامت، سترھویں مرتبہ پر ہے اگر سالک اسی مقام میں رک جائے تو باقی مراتب تک کس طرح پہنچے گا۔

حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے فرمان کی غلط تعبیر و تشریح

حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملفوظ بالکل واضح اور صریح ہے کہ کرامت کا دعویٰ کرنا اور اپنے آپ کو کرامات میں مشہور کرنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اولیائے کرام کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنی شہرت و ناموری کے لئے کرامات کا اظہار و دعویٰ کریں۔ کرامات کا چھپانا تو بہت ضروری ہے بلکہ فرض ہے۔ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کا مقصد وہی ہے جو اکابر علماء و مشائخ کے حوالے سے ہم بیان کرچکے کہ بغیر کسی وجہ شرعی اور نفعِ اسلام و مسلمین و تائیدِ دینِ متین و اعانتِ شرعِ مبین و تقویتِ ایمانِ حاضرین و مشاہدین، محض شہرت و ناموری کے لئے اظہارِ کرامت واقعی ممنوع ہے اور جس نے بھی ان وجوہ کے بغیر اپنی شہرت و ناموری اور بزرگی کے پرچار کے لئے اسطرح کیا وہ ضرور تارکِ فرض ہے۔ مگر اس فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر قسم کے اظہارِ کرامت یا ظہورِ کرامت پر ترکِ فرض کا حکم لگا دیا جائے۔ خود حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ سے ہزاروں کرامات کا صدور ہوا اور دوسرے اکابر مشائخِ چشت سے بے شمار کرامات کا اظہار ہوا ہم کس طرح جرات کرسکتے ہیں کہ ان پر ترکِ فرائض کا فتویٰ لگائیں۔

کرامت کی عظمت اور حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کرامت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں
ولایت بر دو نوع است ولایتِ ایمان و ولایتِ احسان، ولایتِ ایمان آنست کہ ہر کہ مومن است ولی تواند بود آنگاہ ایں آیت یاد کرد
اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور، اما ولایتِ احسان آنست کہ کسی را کشف و کرامتی و مرتبہ عالی حاصل بود۔ (فوائد الفواد ص ۴۳۰)

ولایت کی دو قسمیں ہیں ولایتِ ایمان اور ولایتِ احسان، ولایتِ ایمان یہ ہے کہ ہر مومن ولی ہو سکتا ہے پھر آپ نے آیت پڑھی (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے) بہر حال ولایتِ احسان یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامت اور بلند مرتبہ حاصل ہو جائے۔ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ نے اس ملفوظ میں کشف و کرامت کو ولایت کے اعلیٰ درجے سے تعبیر فرمایا، خدانخواستہ اگر ہر کشف و کرامت ترکِ فرض ہوتی تو آپ اس کو ولایتِ احسان سے تعبیر نہ فرماتے۔ آپ کے دونوں ارشادات حق ہیں جس کرامت کو ترکِ فرض فرمایا اس سے وہی کرامت مراد ہے جو آپ نے بیان فرمائی کہ شہرت و ناموری کی خاطر بتکلف بغیر کسی وجہِ شرعی کرامت کا اظہار کیا جائے اور جس کرامت کو آپ نے ولایتِ احسان قرار دیا وہ کرامت ہے جو اولیائے کاملین سے منجانب اللہ شرعی وجوہ و حکمات و تقویت و تائیدِ اسلام و مسلمین کے لئے صادر ہوئیں۔

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ نے قاضی حمید الدین کے حوالے سے ایک بزرگ کا تذکرہ فرمایا جو روزانہ معانی و مطالب میں غور کے ساتھ سات سو مرتبہ قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا یہ ان کی کرامت تھی تو فرمایا:
آری کرامت باشد و ہرچہ درو عقل را گنجائی نباشد آں کرامت باشد
(فوائد الفواد ص ۹ مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز لاہور)

ہاں سات سو مرتبہ روزانہ ختمِ قرآن مجید کرامت ہے اور ہر وہ بات جس میں عقل کی گنجائش نہ ہو وہ کرامت ہوتی ہے۔ حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ نے اس ملفوظ میں سات سو مرتبہ ختمِ قرآن مع فہمِ معانی و مطالب کو کرامت سے تعبیر فرما کر کرامت کی عظمت و جلالت کو واضح فرمادیا۔

کرامت کی عظمت اور حضرت سلطان الہند غریب نواز قدس سرہ

حضرت سلطان الہند معین الحق والدین حسن اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ کمال درجہ عارف در محبت آنست کہ اگر کسے بروبدعویٰ آید آں را بقوت کرامت ملزم گرداند (اخبار الاخیار ص ۲۳) محبت میں عارف کا درجۂ کمال یہ ہے کہ اگر کوئی اس کے سامنے دعویٰ کرے تو کرامت کی طاقت سے اسے خاموش کرادے۔

معترض صاحب نے حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے مفہوم و مطلب کو نہ سمجھا اور ملفوظات میں تطبیق کا خیال نہ رکھ کر ہر کرامت کو ترکِ فرض سے تعبیر کرکے کراماتِ اولیاء کی عظمت و جلالت کے تقاضوں کو پامال کردیا۔ حضرت غریب نواز اور دوسرے اکابر مشائخ جن کے حوالے ہم نے پیش کئے ان کے ارشادات اور حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے فرمان میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں اور یہ بات اہلِ نظر سے مخفی نہیں۔

حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے فرمان کی وضاحت

حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کا یہ ارشاد کہ کرامت کا تعلق سلوک کے سو درجات میں سترھویں درجے کے ساتھ ہے اور اگر کوئی سالک اسی میں رک جائے اور آگے ترقی نہ کرے تو وہ درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا بالکل بجا ہے مگر اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جس سے کرامات کا ظہور ہو وہ سلوک کے سترھویں مرتبے پر ہوتا ہے' ان دو باتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرات مشائخِ چشت سے کرامات کا صدور' روزِ روشن کی طرح واضح ہے تو پھر کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ سلوک کی

سترھویں منزل پر تھے اور مرتبہ کمال کو نہ پہنچ سکے۔ ہمارے نقطۂ نظر کی تائید اکابر خواجگان چشت کے ان اقوال سے ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا ارشاد ہے۔

پس خواجگان چشت بعضے ازاں پانزدہ مرتبہ در سلوک نہادہ اند ازاں پنجم مرتبہ کشف و کرامت است پس خواجگان ما میگویند مرد خود را دریں مرتبہ کشف نگرداند چوں در پانزدہ مرتبہ برسد آنگاہ خود کشف و کرامت کند' آنگاہ کامل بود۔

(دلیل العارفین فارسی ص ۳۸ مطبع مجتبائی)

ہمارے خواجگان کا فرمان ہے کہ سلوک کے پندرہ مراتب ہیں' پانچواں مرتبہ کشف و کرامت ہے' ہمارے خواجگان فرماتے ہیں سالک پانچویں مرتبہ میں کشف و کرامت ظاہر نہ کرے جب پندرہویں مرتبے میں پہنچے تو پھر کرامت ظاہر کرے اس وقت وہ کامل ہوگا۔

حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

در اول طبقہ سلوک کہ صد و ہشتاد مرتبہ در سلوک نہادہ اند در ہشتادم مرتبہ ایشاں کشف و کرامت است پس ہر کہ دریں ہشتادم مرتبہ برسد خود را از کشف و کرامت نگاہ دارد چوں صد مرتبہ دیگر ہم طے کند آنگاہ ہرچہ خواہد کشف گیرد اما مرد کامل آنست کہ تا بہ اتمام مرتبہ نرسد خود را ہرگز کشف نہ کند

(فوائد السالکین فارسی ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ ص ۲۰)

اول طبقہ حضرات مشائخ (رحمتہ اللہ علیہم) نے سلوک میں ایک سو اسی مراتب رکھے ہیں اور ان میں اسی (۸۰) نمبر پر کرامت ہے پس جو شخص اس درجے میں ہو اپنے آپ کو کشف و کرامت سے بچائے جب سو مرتبہ باقی طے کر لے اس وقت جو چاہے کشف و کرامت ظاہر کرے' بہرحال مرد کامل وہ ہے جو مرتبۂ کمال

سے پہلے کشف نہ کرے۔

حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سلوک کے پندرہ مراتب ذکر فرمائے ہیں اور کشف و کرامت کو پانچواں درجہ دیا ہے ان کا فرمان ہے۔

خواجگان ما سلوک را پانزدہ مرتبہ نہادہ اند پنج مرتبہ ازاں کشف و کرامت است پس اے درویش اگر سالک ہمدریں مرتبہ کشف کند روا نباشد چوں در پانزدہ مرتبہ برسد آنگاہ کشف کند روا باشد

(اسرار الاولیاء ص ۸۸ مطبع نو لکشور از حضرت بدر الدین اسحاق)

ہمارے خواجگانِ چشت نے سلوک کے پندرہ مرتبے رکھے ہیں ان میں پانچویں مرتبے پر کشف و کرامت ہے۔ اگر سالک پانچویں مرتبے میں کشف و کرامت ظاہر کرے تو درست نہیں جب پندرھویں مرتبے میں پہنچے تو پھر کشف و کرامت کا اظہار جائز ہے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کرامت از نور باطن و صفائی قلب ظہور یابد' از ولی اللہ خوارق ظاہر شود و آں را کرامت گویند چنانچہ از غوث الاعظم و خواجگان چشت اہل شرع بہ ظہور آمد۔

(انتخاب مناقب سلیمانی ص ۲۹ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور)

کرامت' نورِ باطن اور صفائی قلب سے ظاہر ہوتی ہے' ولی اللہ سے جو خوارق ظاہر ہوتے ہیں اسے کرامت کہتے ہیں جس طرح حضرت غوث الاعظم اور خواجگانِ چشت' اصحابِ شرع بزرگوں سے ظاہر ہوئیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز' حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی' حضرت خواجہ فرید الدین اور حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے واضح ہے کہ مرتبۂ کمال پر فائز بزرگوں کے لئے کشف و کرامت' موجبِ نقص

نہیں اور اس کے اظہار کی ممانعت، مبتدی اور متوسط کے لئے ہے نیز یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اظہارِ کرامت، کاملین حضرات سے ہوتا ہے۔

اب معترض صاحب کا کشف و کرامات کے بارے میں یہ نقطۂ نظر کہ ان کا صدور فلاں مرتبے پر ہوتا ہے اور سلوک کے اس قدر مراتب باقی رہ جاتے ہیں اس کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ اگر معترض صاحب، خواجگانِ چشت کے ارشادات پڑھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کاملین بزرگوں سے کرامات کا صدور ہوتا ہے اور یہ موجبِ نقص نہیں۔

مشائخِ چشت کی کتابوں میں کرامات کی اہمیت

حضرت بدر الدین اسحاق "اسرار الاولیاء" میں کشف و کرامت کے بارے میں مستقل فصل درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فصل بستم سخن در کشف و کرامت افتادہ بود (اسرار الاولیاء ملفوظات گنج شکر ص ۸۸)

حضرت امیر خورد رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ چشتیہ کی مشہور کتاب "سیر الاولیاء" میں یہ عنوان قائم کیا ہے

نکتہ ششم دربیان بعضے کرامات شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ (سیر الاولیاء ص ۸۷) نکتہ سیزدھم دربیان بعضے کرامات سلطان المشائخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز (سیر الاولیاء ص ۱۵۱ موسسہ انتشارات اسلامی)

مناقب المحبوبین کے مولف نے کتاب کی وجہِ تالیف میں لکھا ہے کہ قبل ازیں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں زیادہ تر آپ کے ملفوظات تھے جبکہ آپ کی کرامات کا ذکر کم تھا اس لئے میں نے مناقب المحبوبین میں کرامات کو خاص طور پر ذکر کیا ہے (مناقب المحبوبین فارسی ص ۴، ۵ مطبع محمدی لاہور)

مراۃ العاشقین ملفوظات حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے۔ مولوی معظم دین صاحب مرولوی عرضداشت کہ بزرگانِ امتِ محمدی

در خوارق عادت از پیغمبران پیشیں کمتر نمے باشند خواجہ صاحب فرمود ایں ہم از شرافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است (مراۃ العاشقین ص ۲۲۱)

حضرت مولوی معظم دین صاحب مرولوی نے عرض کیا کہ امتِ محمدیہ کے اولیائے کرام، خرقِ عادت میں پیغمبرانِ سابق سے کم نہ ہوں گے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا یہ بات بھی رسول پاک ﷺ کے شرف و کمال کی وجہ سے ہے۔ حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل کتاب "انوارِ شمسیہ" کے مولف نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ "مقالہ دوئم درذکر کرامات اور مکاشفات" پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی پچپن کرامات درج کی ہیں (انوارِ شمسیہ ص ۹۱)

کراماتِ غوثیہ اور حضرت مولانا فخرالدین دہلوی قدس سرہ

معترض صاحب نے کراماتِ غوثیہ کی اہمیت کو کم کرنے اور ان کے صدور سے مقامِ ولایت میں نقص ثابت کرنے کے لئے خود ساختہ مفروضات پر جو عمارت بڑی مشکل سے تعمیر کی تھی سلسلہ عالیہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت قبلۂ عالم مہاروی کے شیخ طریقت حضرت مولانا فخرالدین محب النبی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایسی ضربِ کاری لگائی جس سے وہ زمین بوس ہو کر نیست و نابود ہو گئی۔ آپ نے واضح فرمادیا کہ کشف و کرامت، حضور غوث اعظم قدس سرہ کی فطرت و جبلت میں تھی اس لئے ابتداء، وسط اور انتہا ہر دور میں آپ سے کرامات کا صدور ہوتا رہا اور کرامات کے صدور سے یہ فاسد نظریہ نکالنا کہ آپ درجہ کمال کو نہیں پہنچے تھے سراسر بے بنیاد ہے۔ آخر میں آپ نے "استغفر اللہ ربی من ھذہ القول والعقیدۃ" فرما کر یہ اعتراض کرنے والوں کو توبہ و استغفار کی تلقین فرمائی۔

فرمودند کہ بعضے اشخاص را در طینت مناسبت از کشف ے باشد۔ چنانچہ بعض اشخاص بر حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اعتراض کردہ اند کہ کشف در

ابتدائے حال بصوفیہ میشود و از حضرت غوث پاک تا آن حیات کشف جاری بود ایں چہ جہت دارد۔ جواب مید ہم کہ کشفے کہ دریں ایام از حضرت مظہر بود قطع نظر از کسب پس طینت شخص خود بر نمے گردد نہ اینکہ مرتبہ حضرت بتکمیل نرسیدہ بود استغفراللہ ربی من ھذہ القول والعقیدۃ (فخر الطالبین فارسی ملفوظات حضرت فخر الدین دہلوی مؤلفہ سید نور الدین حسین فخری ص ۲۷ مطبع مجتبائی دہلی طبع ۱۳۱۵ھ)

بعض اشخاص کی فطرت و خمیر کو کشف سے مناسبت ہوتی ہے چنانچہ بعض لوگ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ صوفیا کو ابتدائے حال میں کشف ہوتا ہے اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تا آخر حیات، کشف جاری رہا اس کی کیا وجہ ہے، میں جواب دیتا ہوں کہ ان ایام میں آپ کا کشف، کسب و تکلف سے نہ تھا بلکہ فطرت و جبلت کی وجہ سے تھا اور فطرت میں تبدیلی نہیں ہوتی اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت غوث پاک درجۂ کمال کو نہیں پہنچے تھے۔ اس قول اور عقیدہ سے میں اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

بارگاہِ غوثیت سے مشائخ سلاسل کی عقیدت و استفادہ

معترض نے اپنی کتاب میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشائخ سلاسل خاص طور پر مشائخ چشت کے استفادہ اور حصولِ فیض کا انکار کیا ہے اور اس موضوع کو محلِ تنقید بنایا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر مشائخ چشت کے حوالے سے سیر حاصل تبصرہ کریں اور اس کے ضمن میں دوسرے مشائخ سلاسل کے استفادہ اور حصولِ فیض کا بیان کریں۔ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکابر مشائخ سلاسل کی عقیدت و استفادہ، سیرت و تاریخ کی مستند کتابوں سے ثابت ہے۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی اور مرجع حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے مستفید و مستفیض ہیں اور مجلسِ فرمانِ غوثیہ "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے حاضرین و شاملین سے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار ص ۷

قلائد الجواہر ص ۲۸ جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۲۴۹)

ہمارا سلسلہ عالیہ چشتیہ قادریہ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے مناقب المحبوبین کے مؤلف نے حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا جو سلسلہ چشتیہ قادریہ درج کیا ہے وہ حضرت ابوالنجیب سہروردی کے واسطے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناقب المحبوبین ص ۱۲)

شیخ الاتقیاء حضرت شیخ حسن محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا اسم گرامی حضرت شیخ محمد چشتی حضرت یحییٰ مدنی اور شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہم سے پہلے سلسلہ چشتیہ میں آتا ہے ان کا سلسلہ چشتیہ قادریہ بھی شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مناقب المحبوبین ص ۴۲)

حضرت شیخ ابومدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابومدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ بھی حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستفید و مستفیض ہیں اور ان کے مشہور خلیفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بالواسطہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے۔ حضرت شیخ ابومدین مغربی رحمتہ اللہ علیہ نے حج کے موقعہ پر میدانِ عرفات میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۷۰، قلائد الجواہر ص ۶، نفحات الانس ص ۳۷۸، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۷، القول المستحسن شرح فخرالحسن ص ۲۴۳، جامع کرامات الاولیاء حصہ دوم ص ۴۰)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانی اور مرجع حضرت خواجہ بہاؤالدین

نقشبند رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب" میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بخارا میں بہاؤالدین نام کے درویش پیدا ہوں گے جو ہماری روحانیت سے مستفید ہوں گے چنانچہ وقتِ موعود کے مطابق آپ حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روحانیت سے مستفید ہوئے' حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی منقبت میں آپ کا یہ مشہور شعر درگاہِ غوثیہ بغداد شریف کے داخلی دروازے پر لکھا ہوا ہے۔

بادشاہِ ہر دو عالم شیخ عبدالقادر است

سرورِ اولادِ آدم شیخ عبدالقادر است

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اولیائے امت کا آپ کی روحانیت سے استفادہ و استفاضہ قبل ازیں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "ہمعات" میں لکھا ہے کہ روحانی استفادہ و استفاضہ غالباً ان تین صورتوں سے باہر نہیں کہ یا تو سالک' رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے مستفید ہو یا مرکز ولایت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانیت مبارکہ سے فیضیاب ہو یا غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کرے۔

(ملاحظہ ہو: ہمعات ص ۳۶ مطبوعہ اسلامی پریس تحفہ محمدیہ)

حضرت شیخ سید احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے بانی اور مرجع حضرت شیخ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے استفادہ و استفاضہ ثابت و محقق ہے۔ آپ نے فرمانِ غوثیہ پر گردن جھکائی اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا اعتراف کیا۔ آپ کا فرمان ہے کہ بغداد

شریف حاضر ہونے والے صاحبِ حال کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو ورنہ اس کا حال سلب کر لیا جائے گا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا یہ مشہور فرمان ہے بحر الشریعة عن یمینه وبحر الحقیقة عن یساره من ایهما شاء اغترف آپ کے دائیں بحرِ شریعت ہے اور آپ کے بائیں بحرِ حقیقت ہے آپ جس بحر سے چاہیں لے لیں۔ (بهجة الاسرار ص ۲۳۸، قلائد الجواہر ص ۸۳، مناقب الاقطاب الاربعه ص ۳۱، للشیخ یونس ابراہیم السامرائی مطبوعہ مکتبة الشرق بغداد)

سلطان الہند حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مرکز و مرجع حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ غوثیت سے استفادہ و استفاضہ ثابت و محقق ہے۔ چونکہ سیرت و تاریخ کی اکثر و بیشتر کتابیں جو آپ کے دور اقدس یا اس کے قریب لکھی گئیں، آپ کے حالات کے بارے میں سراسر خاموش ہیں یہاں تک کہ سلسلہ چشتیہ کی مشہور و مستند ترین کتابوں فوائد الفواد اور خیر المجالس میں بھی آپ کے حالات و کمالات پر مواد میسر نہیں، اس لئے اس موضوع پر بعد کی مستند کتابوں سے ہی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضرت امیر خورد رحمتہ اللہ علیہ کی "سیر الاولیاء" جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی اس میں بھی آپ کے مختصر حالات درج ہیں جو آپ کی سیرت و سوانح پر روشنی ڈالنے کے لئے ناکافی ہیں۔ سیرت نگار اور مؤرخین اس حیرت انگیز تاریخی المیہ کے بارے میں مضطرب ہیں اور عالمِ اسلام کی اتنی جلیل القدر مثالی شخصیت کے فضائل و کمالات کی تفصیلات میسر نہ آنے پر متحیر ہیں قبل ازیں ہم اس موضوع پر کلام کر چکے ہیں۔

ان حالات میں حضرت مولانا جمالی سہروردی چشتی کی کتاب "سیر العارفین"

کسی حد تک اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل دو مشہور تذکروں "معین الارواح" اور "معین العارفین" کے مؤلف محمد خادم حسن زبیری معینی گدڑی شاہی مقیم اجمیر شریف نے معین العارفین کی ابتدا میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مولانا جمالی نے غالباً سب سے پہلے قلم اٹھایا ہے اور حضرت غریب نواز کے منتشر سوانح حیات یکجا کر کے "سیر العارفین" میں لکھے ہیں اس میں شک نہیں، مولانا کا چشتیوں پر یہ بڑا احسان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ "سیر العارفین" کے حوالے سے اس موضوع پر اظہارِ خیال کریں۔

حضرت مولانا جمالی سہروردی چشتی مؤلف سیر العارفین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "اخبار الاخیار" میں مولانا جمالی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا جلال الدین دوانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم مجلس رہے اور حضرت مولانا سماء الدین رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ آپ کا یہ شعر بارگاہِ نبوت میں مقبول ہے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات مے نگری در تبسمی

آپ کا مزار شریف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مقبرہ کے ساتھ ہے۔ آپ کا وصال ۹۴۲ھ میں ہوا (ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار ص ۲۲۸)

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف فرماتے ہیں کہ مولانا جمالی نے مشائخِ چشت سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے اور "سیر العارفین" میں مشائخِ چشت کے حالات لکھے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا جمالی کی عظمت کو تسلیم کیا ہے، باہمی گفتگو میں ان کے مزاج کے خلاف کسی بات پر ان سے معذرت طلب کی ہے اور مولانا جمالی کے

موقف کو عالم رویا میں درست پاکر ان کی تائید کی ہے۔
(ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس ص ۴۳۳ تا ۴۳۷)

حضرت غوثِ اعظم سے حضرت سلطان الہند کا استفادہ

حضرت مولانا شیخ جمالی سہروردی چشتی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۴۲ھ "سیر العارفین" میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شیخ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

واز آں جا در قصبہ جیل آمد و حضرت شیخ المشائخ غوث صمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلی قدس سرہ را دریافت' دراں جا حضرت معین الدین قدس سرہ مر حضرت سلطان المشائخ محبوب سبحانی شیخ محی الدین عبدالقادر قدس سرہ العزیز را دریافتند پنجماہ و ہفت روز در صحبت ایشاں ے بودند و انواع فیض و جمعیت باطن از معیت ایشاں ے ربودند چنانچہ الان ہم حجرہ متبرکہ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ در آں مقام فرخندہ فرجام ہست۔ ایں درویش نیز بداں بقعہ متبرکہ مشرف گشت و دوگانہ گزاردہ است بعد دریافت صحبت ایشاں حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ در بغداد آمدند و حضرت شیخ المشائخ شیخ ضیاء الدین قدس سرہ' پیر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین قدس سرہ را دریافتند مدتی در صحبت ایشاں محظوظ گشتند (سیر العارفین ص ۶'۵ مطبع رضوی دہلی)

اس کے بعد آپ قصبہ جیل میں حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ پانچ مہینے اور سات دن آپ کی صحبت میں رہے اور جمعیتِ باطن و کئی قسم کے فیوض' آپ کی معیت سے حاصل کرتے رہے حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرہ متبرکہ اس وقت بھی وہاں موجود ہے۔ اس فقیر جمالی نے اس متبرک حجرے کی زیارت کی ہے اور وہاں دوگانہ نفل ادا کیا ہے۔ پھر آپ بغداد میں حضرت شیخ ضیاء الدین کی خدمت میں تشریف لائے جو حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ کے شیخِ طریقت

ہیں اور ایک مدت ان کی صحبت سے محظوظ ہوتے رہے۔

جواہرِ فریدی' تصنیف مولانا علی اصغر چشتی

مولانا جمالی رحمتہ اللہ علیہ کی "سیر العارفین" دسویں صدی ہجری کی ابتداء میں لکھی گئی جبکہ "جواہرِ فریدی" گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں مرتب کی گئی۔ "جواہرِ فریدی" کے مؤلف حضرت سلطان الزاہدین فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ امجاد سے ہیں۔ انہوں نے کتاب کی ابتداء میں درگاہِ پاکپتن شریف کے کتب خانے سے استفادے کا ذکر کیا اور بہت سی مستند کتابوں سے روایات کے استخراج کا تذکرہ کیا اور کتاب کی تکمیل کا سن ۱۰۳۳ھ درج کیا۔ گویا اس کتاب کی تالیف کو تقریباً چار سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

مؤلف نے اپنی کتاب میں شیخ جمالی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے کئی روایات نقل کی ہیں خصوصاً حضرت سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سیر العارفین کی طویل عبارت نقل کی ہے۔ جواہرِ فریدی کے مؤلف بھی حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کی تصدیق کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضرت غریب نواز' پانچ ماہ سات روز حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہے اور ہر دو حضرات ایک دوسرے کی صحبت سے محظوظ ہوئے بعد میں آپ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی کی صحبت سے محظوظ ہوئے۔ جواہرِ فریدی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

واز آنجا در قصبہ جیلان آمد و حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز را دریافت و باہم حضرات صحبت داشتند و در حجرہ کہ در آنجا میبودند ہنوز در آنجا قائم است' پنجماہ و ہفت روز در آں جا ماندند و بسیار نعمت و حظوظ از صحبتِ یکدگر حاصل نمودند حضرت خواجہ بعد دریافت صحبت شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس اللہ سرہ العزیز در بغداد آمدند و حضرت شیخ ضیاء الدین قدس سرہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی (رحمتہ اللہ علیہ) را دریافتند و مدتی از صحبت ایشاں محظوظ

گستند (جواہر فریدی ص ۷ ۱۴، ۱۴۸)

سیر الاقطاب تصنیف شیخ الہدیہ بن عبد الرحیم چشتی

"سیر الاقطاب" مشائخِ چشت کے حالات پر بڑی مشہور و معروف کتاب ہے۔ مولف شیخ الہدیہ بن عبد الرحیم العثمانی چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے بیس سال کے طویل عرصے میں اسے لکھا اور یہ کتاب ۱۰۵۶ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی، اس کے بعد مشائخِ چشت کے حالات پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب میں اس کے حوالے ہیں۔ یہ کتاب عہد شاہجہانی میں لکھی گئی اور اس کی تالیف کو تقریباً پونے چار سو سال گزر چکے ہیں۔ معترض صاحب نے اپنی کتاب میں "جواہرِ فریدی" اور "سیر الاقطاب" کے حوالے دیئے ہیں۔

"سیر الاقطاب" کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ "سیر الاقطاب" کے مؤلف لکھتے ہیں۔ قدوۃ العارفین خواجہ معین الدین چشتی و عمدۃ الاولیاء شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارھما، بملازمت آنحضرت رسیدہ فیض باطن حاصل نمودہ اند (ملاحظہ ہو: سیر الاقطاب ص ۱۱۶ مطبع نو لکشور) اور قدوۃ العارفین حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں اور باطنی فیض حاصل کیا ہے۔

"سیر الاقطاب" کی اس واضح روایت سے معترض صاحب کی اس جذباتی تحریر کی حیثیت معلوم ہو جاتی ہے جو انھوں نے "سیر الاقطاب" کی عبارت نقل کئے بغیر، کتاب کے ص ۲۵۵ پر نقل بالمعنی کی صورت میں توڑ مروڑ کر پیش کی ہے

مراۃ الاسرار از حضرت عبد الرحمٰن چشتی رحمتہ اللہ علیہ

مراۃ الاسرار فارسی، شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جن کا سلسلہ طریقت سات واسطوں سے شیخ احمد عبد الحق رودلوی چشتی سے جا ملتا

ہے' مصنف نے بیس سال کے عرصے میں یہ کتاب لکھی۔ ۱۰۶۵ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ مشائخِ چشت کے حالات پر یہ مشہور و معروف کتاب ہے اور اکثر و بیشتر کتابوں میں اس کے حوالے درج ہیں۔

"مراۃ الاسرار" کے مولف' حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ و استفاضہ کا تذکرہ کرتے ہیں چنانچہ مراۃ الاسرار مترجم میں درج ہے کہ خواجہ بزرگ قصبہ جیال تشریف لے گئے جو بغداد سے سات دن کے راستے پر "کوہ جودی" کے دامن میں واقع ہے۔ شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ اس وقت وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ پانچ ماہ اور سات دن ان کی صحبت میں رہے۔ (ملاحظہ ہو: مراۃ الاسرار مترجم اردو ص ۵۹۴ مطبوعہ الفیصل غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

اقتباس الانوار از شیخ محمد اکرم چشتی صابری رحمتہ اللہ علیہ

اقتباس الانوار" مشائخِ چشت کے حالات پر مشہور و معروف اور مستند کتاب ہے۔ اکثر و بیشتر کتابوں میں اس کی روایات درج ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ' کوٹ مٹھن شریف کا فرمان ہے کہ اقتباس الانوار کے مصنف' محقق بھی ہیں اور ولی اللہ بھی اور "اقتباس الانوار" بڑی معتبر کتاب ہے۔ (ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس ص ۳۶۴' ۸۷۴)

"اقتباس الانوار" کے مصنف لکھتے ہیں۔ قصہ ملاقات ہر دو آفتابِ ہدایت بایکدگر چنانکہ از کتبِ وثقات و عدول بہ ثبوت پیوستہ بہ وجھے کہ شک و شبہ را در آں راہ نباشد بلکہ از آفتاب روشن تر بود آنست کہ خواجہ بزرگ بفرمان رسول خدا و پیر دستگیر خود بخدمت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسید و تربیتھا و فیضھا ربود چنانکہ مرید از پیرِ صحبت خویش اخذِ فیض و برکات مے نماید و بعدہ از آنحضرت مرخص گشتہ بہ اجمیر آمد و سکونت اختیار کرد (اقتباس الانوار ص ۱۳۵)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دونوں آفتابِ ہدایت کی باہم ملاقات کا واقعہ کتابوں اور ثقات و عدول راویوں کے ذریعے اس طرح پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں بلکہ سورج سے بھی زیادہ روشن ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول پاک علیہ السلام اور اپنے پیرِ دستگیر کے حکم سے حضرت غوثِ اعظم قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے تربیت اور فیوض حاصل کئے' جس طرح کہ ایک مرید اپنے پیرِ صحبت سے فیض و برکات حاصل کرتا ہے۔ بعد میں آنحضرت سے اجازت لے کر آپ اجمیر روانہ ہوئے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔

"اقتباس الانوار" کے مؤلف نے "مراۃ الاسرار" اور "تحفۃ الراغبین" کے حوالے سے حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ ماہ سات روز' حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے اور آپ سے دعائے سیفی کے حصول کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ("اقتباس الانوار" ص ۱۳۴)

تمام سلاسلِ طریقت میں غوثِ پاک کا فیض جاری ہے

صاحبِ اقتباس الانوار لکھتے ہیں۔ جمیع سلاسل کہ سوائے سلسلہ شریفہ قادریہ اند نیز بہ امداد و ہمت آنحضرت جاری گشتہ اندو تا قیامت غلغلہ شاں بہ طفیل آنحضرت رضی اللہ عنہ باقی خواہد ماند و مشائخ کہ سرحلقہ طریق خود اند ہمہ بخدمت آنحضرت رسیدہ و تربیتہا یافتہ چنانکہ سرحلقہ سلسلہ عالیہ چشتیہ قطب الاقطاب فرد الاحباب حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی رضی اللہ عنہ بہ صحبت بابرکت آنحضرت در قصبہ جیال رسیدہ پنج ماہ و ہفت روز در صحبت وے بماند واز آنجناب فیضہا ربودہ و تربیتہا یافتہ و مقتدائے طریقہ علیہ سہروردیہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نیز بہ خدمت آنحضرت رسیدہ و نوازشہا یافتہ و آنحضرت مراورا فرمود کہ یا عمر انت آخر المشہورین فی العراق وولایت عراق و یرا داد چنانکہ ولایت ہند حضرت خواجہ بزرگ را دادہ بود و سرگروہ طریقہ کبرویہ حضرت نجم الدین کبریٰ نیز بخدمت آنحضرت رسیدہ تربیتہا یافتہ و پیشوائے طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ

یوسف ہمدانی نیز از خدمت آنحضرت نعمت یافتہ' بالجملہ ہر کرا فیض ظاہر و باطن رسیدہ است یا میرسد بہ وساطت آنحضرت آنکس فیض یاب میشود خواہ داند یا نداند' ولایت ہیچ ولی بے طراز وے منظور و معتبر نمیشود و حق تعالیٰ آنحضرت را بمقامے رسانیدہ است کہ زمام جمیع تصرفات از عزل و نصب و غیر ذالک بدست وے دادہ است ہر کرا خواہد در دمے بہ ولایت مے رساند و ہر کسے را خواہد در یک آن از ولایت معزول کند (اقتباس الانوار ص ۸۱)

سلسلہ قادریہ کے علاوہ تمام سلاسلِ طریقت بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد سے جاری ہیں اور قیامت تک آپ کے طفیل ان کا غلغلہ باقی رہے گا اور وہ مشائخ جو اپنے سلسلہ کے مرکز ہیں سب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض حاصل کئے چنانچہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مرکز حضرت خواجہ معین الدین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصبہ جیل میں پانچ ماہ سات روز آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور انہیں ولایتِ عراق عطا فرمائی جس طرح کہ آپ نے ولایتِ ہند' حضرت خواجہ غریب نواز کو عطا فرمائی اور طریقہ کبرویہ کے مرکز حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے فیض حاصل کیا اور پیشوائے طریقہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ یوسف ہمدانی نے بھی آپ کی خدمت سے نعمت حاصل کی' خلاصہ کلام جس بزرگ کو بھی ظاہری و باطنی فیض ملا یا ملے گا آپ کے وسیلے سے ہو گا اسے معلوم ہو یا نہ ہو' آپ کی مُہر کے بغیر کسی ولی کی ولایت' منظور و مقبول نہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام عطا فرمایا کہ عزل و نصب کے تمام تصرفات آپ کو دیئے گئے جسے چاہیں آنِ واحد میں مقامِ ولایت تک پہنچائیں اور جسے چاہیں ولایت سے معزول کر دیں۔

معترض صاحب اور اقتباس الانوار کا حوالہ

معترض صاحب نے کتاب کے ص ۲۵۷ پر "اقتباس الانوار" کے حوالے سے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ہم نے "اقتباس الانوار" ہی کے حوالے سے اس کی کچھ وضاحت کر دی ہے۔ جس سے قارئین کرام پر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے گی اور معترض صاحب کو بھی اپنے حوالے کا وزن معلوم ہو جائے گا۔

تحفۃ الابرار از مرزا آفتاب بیگ سلیمانی

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی شمسی رحمتہ اللہ علیہ "تحفۃ الابرار" میں لکھتے ہیں۔ سرِ حلقہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ مہینے سات روز حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہے اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر فیض پایا اور ولایتِ عراق حاصل کی اور سر گروہ طریقہ کبرویہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضِ صحبت اور تربیت پائی اور پیشوائے طریقہ نقشبندیہ کے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔
(تحفۃ الابرار حصہ اول جلد اول ص ۲۹ مطبع رضوی دہلی)

خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور چشتی لاہوری

مشہور مؤرخ اور سیرت نگار مفتی غلام سرور چشتی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ در آں جا مشرف بشرف خدمت حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ السامی شد و چندے بہ فیض صحبت آنحضرت مستفیض ماند و نیز در بغداد بشرف صحبت شیخ ضیاء الدین پیر روشن ضمیر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی مشرف گشت۔ (خزینۃ الاصفیا فارسی ص ۲۴۲ مطبوعہ حوت پریس)

حضرت خواجہ بزرگ، جیلان میں حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرفِ خدمت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ آپ کے

فیضِ صحبت سے مستفیض ہوئے پھر بغداد میں شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ جو کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے پیرِ طریقت ہیں ان کی صحبت سے مشرف ہوئے۔

سیرتِ غریب نواز پر بعض مشہور و معروف تذکرے

حضرت سلطان الہند غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت پر معین الارواح اور معین العارفین دو مشہور معروف تذکرے جناب محمد خادم حسن زبیری معینی گدڑی شاہی مقیم اجمیر شریف نے بڑی محنت اور محبت سے لکھے ہیں ان ہر دو تذکروں میں حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پانچ ماہ سات روز رہنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کا تفصیلی بیان ہے (معین الارواح ص ۵۶ تا ۶۲ مطبوعہ آگرہ۔ معین العارفین ص ۱۳، ۲۸)

تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل کتاب "لمعاتِ خواجہ" مولفہ جناب معین الدین احمد قادری چشتی اجمیری و جناب شمس الحسن شمس بریلوی میں بھی حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ اور آپ کی خدمت میں پانچ ماہ سات روز رہنے کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ (لمعاتِ خواجہ ص ۱۵۷ تا ۱۵۸)

منقبتِ غوثیہ اور حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے اشعار بھی منقول ہیں اور عرصۂ دراز سے شائع ہوتے چلے آرہے ہیں، ان میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں

یا غوثِ معظم نورِ ھدیٰ مختارِ نبی مختارِ خدا
سلطانِ دو عالم قطبِ علیٰ حیراں ز جلالت ارض و سما
چوں پائے نبی شد تاجِ سرت تاجِ ہمہ عالم شد قدمت
اقطابِ جہاں در پیشِ درت افتادہ چو پیشِ شاہ گدا

گرداد مسیح بہ مردہ رواں دادی تو بدینِ محمد جاں

ہمہ عالم محی الدیں گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا

حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں یہ منقبت بریلی شریف سے ماہنامہ اعلیٰ حضرت' غریب نواز نمبر شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکی ہے اسی طرح قومی ڈائجسٹ پیران پیر نمبر میں بھی شائع ہوئی۔

دیوانِ معین کے بارے میں اربابِ شعر و سخن کی رائے

معترض صاحب نے کتاب کے ص ۲۵۷ پر لکھا ہے کہ حضرت غریب نواز کی طرف منسوب دیوان دراصل مولانا معین فراہی' صاحب "معارج النبوۃ" کا ہے اور آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی منقبت نہیں لکھی کیونکہ آپ سے کوئی منظوم کلام ثابت نہیں۔ شعر و سخن کے موضوع پر ظاہر ہے کہ اربابِ شعر و سخن کی رائے ہی وقیع سمجھی جا سکتی ہے۔ دیوانِ حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت شمس بریلوی مولف "لمعات خواجہ" نے ایک سو چار صفحات پر مشتمل تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔ یہ تنقیدی جائزہ "لمعات خواجہ" میں شامل ہے اور اس کے ساتھ حضرت کا دیوان بھی لاحق ہے۔ فاضل مؤرخ نے ثابت کیا ہے کہ یہ دیوان حضرت غریب نواز ہی کا ہے اور اس کا تذکرہ شعر و سخن کی مستند کتابوں میں ہے۔

انہوں نے نواب صدیق حسن خان قنوجی کی کتاب "شمع انجمن" مطبوعہ ۱۲۹۴ھ کتاب خانہ رازی تہران سے شائع شدہ کتاب "روزِ روشن" مولفہ مظفر علی' ایرانی ادیب لطف علی آزر کی کتاب "آتش کدۂ آزر" مولفہ ۱۱۷۴ھ' "مجمع الفصحاء" مرتبہ رضا علی قلی ہدایت اور ڈاکٹر شیخ محمد اکرام کی کتاب "آبِ کوثر" کے حوالے سے اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔

انہوں نے اپنے ہم عصر مصنف محمد خادم حسن زبیری معینی اجمیری کی تصنیف "معین العارفین" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس دیوان کا ایک قلمی نسخہ

"اودے پور" میں نواب مردان علی خانصاحب سابق دیوان سرکار مارواڑ کے کتب خانہ میں موجود ہے جو مجتبائی پریس کانپور کے مطبوعہ نسخہ کے مطابق ہے اس پر فیضی اور ابوالفضل کی مُہریں ثبت ہیں اور ایک دیباچہ بھی بزبانِ فارسی موجود ہے نیز نواب صاحب موصوف نے خود بطورِ حاشیہ ایک عبارت لکھی ہے (معین العارفین ص ۸۵)

دیوانِ غریب نواز کا ناقابلِ تردید ثبوت

حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیوان کے بارے میں یہ خیال کہ یہ مُلّا معین فراہی یا ھروی، صاحبِ "معارج النبوۃ" کا ہے حقیقت پر مبنی نہیں کیونکہ مُلّا معین فراہی سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے حضرت غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کا سماع حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ثابت ہے۔ ملا معین ہروی یا فراہی کی وفات ۹۰۷ھ میں ہے جبکہ حضرت چراغ دہلوی کا وصال ۷۵۷ھ میں ہے۔ حضرت چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ حضرت شاہ محب اللہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت چراغ دہلوی کے مجموعہ ملفوظات "مفتاح العاشقین" میں لکھتے ہیں۔

چوں خواجہ ایں بیان تمام کرد بندہ روئے برزمین آوردہ التماس کرد کہ قول شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ العزیز یاد آمدہ است اگر فرمان شود بخوانم فرمود بخواں

از مطلع دل زد علم یک لمعہ از رخسارِ او
شد ذرہ ذرہ ہستیم در پردۂ انوارِ او
مسکیں معینؔ در یک غزل برخواند اسرارِ ازل
بشنو کلامِ لم یزل در کسوتِ گفتارِ او

چوں دعاگو ایں غزل برخواند خواجہ بندہ نواز ہائے ہائے گریست و فرمود کہ اے درویش نیکو یاد داری و بسیار استحسان فرمود بار زانی جبہ خاص و کلاہ چہار ترکی بندہ را عطا فرمود والحمدللہ علیٰ ذالک ("مفتاح العاشقین فارسی" ملفوظات حضرت چراغ

دہلوی از شاہ محب اللہ ص ۳۱ مطبع مجتبائی دہلی)

جب حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ نے بیان ختم فرمایا تو بندہ نے عرض کیا حضرت شیخ الاسلام معین الدین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام یاد آ رہا ہے اجازت ہو تو پیش کروں' حضرت نے فرمایا پڑھیں' انہوں نے نو اشعار پر مشتمل یہ غزل سنائی جس کا ہم نے صرف مطلع اور مقطع درج کیا ہے تو حضرت چراغ دہلوی زار و قطار روئے اور ارشاد فرمایا اے درویش تجھے یہ کلام اچھی طرح یاد ہے اور بہت تحسین فرمائی پھر ایک خاص جبہ اور کلاہ چہار ترکی عنایت فرمائی۔

حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان

حضرت غریب نواز قدس سرہ العزیز کے اشعار کا تذکرہ مشائخ چشت کے حوالے سے مشہور و معروف ہے۔ حضرت مولانا فخر الدین محب النبی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غریب نواز قدس سرہ کی اس رباعی کی تشریح فرمائی جو آپ نے حضرت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی شان میں لکھی۔

اے بعدِ نبی برسرِ تو تاجِ نبی
وے دادہ شہان زہیم تو باجِ نبی
آنی تو کہ معراجِ تو بالاتر شد
یک قامتِ احمدی ز معراجِ نبی

(ملاحظہ ہو: فخر الطالبین ص ۴ مطبع مجتبائی دہلی)

حضرت غریب نواز کی اسی رباعی کو ایرانی ادیب لطف علی آزر نے آتش کدہ آزر میں درج کیا ہے (ملاحظہ ہو: آتش کدہ آزر ص ۳۴۴)

دیوانِ غریب نواز بحوالہ حضرت شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

"مراۃ العاشقین" ملفوظات حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ میں ہے

بعد ازاں سید امیر شاہ چھاچھی' دیوان معین پیش حضرت صاحب نہادہ گفت کہ ایں دیوان از خاص کتب خانہ خواجہ معین الدین صاحب حاصل کردم خواجہ شمس

العارفین مطالعہ فرمودہ ایں بیت برزبان مبارک راندند۔

جائیکہ زاہداں بہزار اربعیں رسند
مستِ شرابِ عشق بیک آہ مے رسد

بعدازاں ایں غزل برزبان مبارک راند

مرا در دل بغیراز دوست چیزے در نمے گنجد
بہ خلوت خانۂ سلطان کسے دیگر نمے گنجد

تا آخرو دیگر ایں غزل نیز خواندند

من بلبلِ عشقم کنوں سوئے گلستاں مے روم
بُوئے ازاں گل یافتم اندر پئے آں مے روم

(مراۃ العاشقین ص ۲۰۰)

اس کے بعد سید امیر شاہ چھاچھی نے حضرت صاحب کی خدمت میں دیوانِ معین، پیش کیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ دیوان حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کے خصوصی کتب خانہ سے حاصل کیا ہے، حضرت شمس العارفین نے مطالعہ فرمایا اور دیوان کی تین غزلیات پڑھیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں حضرت غریب نواز قدس سرہ کے یہ اشعار بھی پائے جاتے ہیں۔

عشق را باموس و کافر نباشد احتیاج
ایں سخن برمسجد و میخانہ مے باید نوشت
صفات و ذلت چواز ہم جدانمے بینم
بہرچہ مے نگرم جز خدا نمے بینم

(ملاحظہ ہو: مراۃ العاشقین ص ۷، ۱۸۲)

حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مشہور غزل

مشائخِ چشت کی محافلِ سماع میں آپ کی یہ غزل مروج و متداول ہے

مگر صبا ز سرِ کوئے دوست مے آید
کہ از زمین و زماں بوئے دوست مے آید

ازیں مصائبِ دوراں منال و شاداں باش
کہ تیرِ دوست بہ پہلوئے دوست مے آید

ہر آنچہ آیدت از غیب نیک و بد منگر
ہمیں بس است کہ از سوئے دوست مے آید

بیا بوعظِ معینؔ و رموزِ عشق شنو
کہ از حکایتِ او بوئے دوست مے آید

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا دیوان

معترض صاحب نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار کا بھی انکار کیا ہے حالانکہ آپ صاحبِ دیوان ہیں اور یہ بات مشائخِ چشت کے حوالے سے ثابت ہے۔ ملفوظاتِ حضرت سیالوی میں ہے۔ بندہ عرض داشت کرد دیوان حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ چگونہ است فرمود عجب کتابیست عالی مضمون کہ بہ فہم ہر کس نیاید (مراۃ العاشقین ص ۱۹۶ مطبع مصطفائی لاہور)

بندہ نے حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کا دیوان کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ عجب عالی شان مضامین پر مشتمل ہے کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت کے یہ اشعار بھی منقول ہیں۔

قبلۂ اہلِ صفا حضرتِ غوث الثقلین
دستگیرِ ہمہ جا حضرتِ غوث الثقلین

یک نظر از تو بود در دو جہاں مارا بس
نظرے جانبِ ما حضرتِ غوث الثقلین

(ملاحظہ ہو: سیرتِ محبوب 'مہرِ منیر' قومی ڈائجسٹ پیران پیر نمبر)

سلطان الزاہدین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سلطان الزاہدین فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے۔

"جواہر فریدی" کے مصنف جو حضرت گنج شکر کی اولادِ امجاد سے ہیں اور ان کی یہ تصنیف مشائخ چشت میں نہایت مقبول و معتبر ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے بوقتِ رخصت' آپ کو تاکید فرمائی کہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قدم بوسی کرتے ہوئے آپ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل کرتے جائیں۔ "جواہر فریدی" کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمود کہ در قدمبوسی حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ رفتہ' از روح پر فتوح ایشاں فیض یافتہ بروید۔ چنانچہ حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ' حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیکم یا محبوب سبحان' روضہ مبارک سے آواز آئی وعلیکم السلام یا قطب الرحمٰن' حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے چند تبرکات اور ایک دستار آپ کو عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہمیں بارگاہِ نبوت سے یہ تبرکات حاصل ہوئے اور ارشاد ہوا کہ بابا فرید کو عطا کریں۔

بارگاہِ غوثیہ سے حضرت گنج شکر کی دستار بندی اور حصولِ فیض

حضرت بابا صاحب آں دستار را بر مزارِ حضرت از دست حق پرستِ محبوب سبحان بر سربستند و نعمت باطنی ہم از ایشاں حاصل شد لہٰذا در قادریہ ہم بیعت ے کروند و از حضرت محبوب سبحان ارشاد شد کہ بیعت ظاہری با حضرت خواجہ قطب الدین در دہلی رفتہ کنید (جواہر فریدی ص ۲۴۳) حضرت بابا صاحب قدس سرہ نے وہ

دستار مبارک، حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کے دستِ حق پرست سے سر پر باندھی اور آپ کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے باطنی نعمت بھی حاصل ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپ سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت فرمایا کرتے تھے پھر حضرت محبوبِ سبحانی قدس سرہ سے ارشاد ہوا کہ ظاہری بیعت دہلی میں جاکر خواجہ قطب الدین سے کریں۔ حضرت گنج شکر کی اسی دستار مبارک کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ نے چند دوسری سفید دستاروں کو ملا کر دھویا اور ان سب کو متبرک فرمایا پھر وہ دستار حضرت بدرالدین سلیمان کے سر پر بندھوائی۔ اس دستار مبارک کا رنگ زعفرانی تھا۔

بارگاہِ غوثیہ سے حضرت سلطان سلیم چشتی کا حصولِ فیض

حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد سے حضرت شیخ سلطان سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزارِ پر انوار سے فیض حاصل کیا اور انہیں حضرت غوث پاک کی عنایت سے ایک جبہ حاصل ہوا جو خانوادہ فریدی میں بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھا گیا۔ "جواہرِ فریدی" کے مصنف کے دور میں وہ جبہ متبرکہ 'حضرت دیوان فیض اللہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے دولت کدہ میں جلوہ افروز تھا۔ (ملاحظہ ہو: "جواہر فریدی" ص ۲۹۸، ص ۳۳۵)

حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل ہوا۔ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ "نظام القلوب" میں لکھتے ہیں کہ ذکرِ مقدس اللہ حاضری' اللہ ناظری' اللہ شاہدی' اللہ معی' کی تلقین حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے حضرت نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی۔ لکھتے ہیں

حضرت سلطان نصیر الدین محمود دے تو ملسند کہ حضرت تاج المقربین بدرالملۃ والدین رحمتہ العالمین سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء را ایں

تصور، حضرت غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در معاملہ تلقین فرمودہ بودند تاحال در چشت و سلسلہ قادریہ معمول است (ملاحظہ ہو: نظام القلوب ص ۴ مطبع مجتبائی دہلی) حضرت شاہ نصیرالدین چراغ دہلوی لکھتے ہیں کہ اس تصور کی تلقین غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روحانی ملاقات میں حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھی۔ اب تک یہ تصور' سلسلہ عالیہ چشتیہ و قادریہ میں معمول ہے۔

عظمتِ غوثیہ کا بیان از حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مستند ترین مجموعہ ملفوظات "فوائد الفواد" کی افتتاحی مجلس میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کا بیان ہے کہ اکابر مشائخ کا تذکرہ چلا اور ابدال پر ان کی فضیلت کا ذکر ہوا تو حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا تین ابدال پرواز کرتے ہوئے بغداد شریف سے گزرے ان میں سے دو نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب کرتے ہوئے درگاہِ غوثیہ کے اوپر سے پرواز نہ کی جبکہ ایک ابدال اوپر سے گزرا' اس بے ادبی کی وجہ سے وہ زمین پر گر گیا' اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور اس کا حال خراب ہوا۔ (فوائد الفواد فارسی ص ۳ مجلس اول مطبوعہ لاہور)

حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے بزرگوں کو خلافتِ غوثیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے جدِ مادری حضرت شیخ محمد اطہر رحمتہ اللہ علیہ کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت حاصل ہوئی۔ "مناقب المحبوبین" کے مولف' حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

امانسب مادری ایشاں کہ نام مادر ایشاں بی بی زلیخا بنت سید جعفر عرب بخاری بن سید ابوالمفاخر بن سید محمد اطہر کہ یکے از خلفائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودند (مناقب المحبوبین ص ۳۲' اقتباس الانوار ص ۱۷۵)

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سلطان نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے بارگاہِ غوثیت سے استفادے کی روایت، مندرجہ "نظام القلوب" ہم نے ابھی نقل کی۔ "لطائف الغرائب" کے حوالے سے قدمِ غوثیہ کے بارے میں آپ کے بیان کا تفصیلی تذکرہ قبل ازیں ہو چکا۔ عظمتِ غوثیہ کا مزید تذکرہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز قدس سرہ کے حوالے سے ہو گا۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم قدس سرہ کے الہامات کی فارسی شرح لکھی جس کا نام "جواہر العشاق" ہے۔ اس میں آپ نے حضور غوث پاک قدس سرہ کی خصوصی عظمت و جلالت کو بیان کیا ہے۔

اسمائے غوثیہ سے استغاثہ

حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے بطور استغاثہ، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ننانوے اسمائے گرامی ترتیب دیئے ہیں۔ جو صاحبِ "اقتباس الانوار" نے نقل کئے ہیں ان میں سے بعض اسماء درج ذیل ہیں جن سے بارگاہِ غوثیت میں حضرت گیسو دراز کی عقیدت و محبت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

لکھتے ہیں۔ یا سلطان العارفین، یا تاج المحققین، یا غوث الاعظم، یا سلطان الواصلین، یا وارث النبی المختار، یا نائب رسول اللہ، یا مقصود السالکین، یا مغبوط المعشوقین، یا قطب الاقطاب، یا بازی الاشہب، یا حجۃ العاشقین، یا سید السادات ابو محمد محی الحق والحقیقۃ والشریعۃ والطریقۃ (ملاحظہ ہو: اقتباس الانوار، ص ۸۲)

حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ یحییٰ المدنی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں "مناقب المحبوبین" کے مولف لکھتے ہیں

شاہ کلیم اللہ مرید و خلیفہ شیخ یحییٰ مدنی اند و تکمیل تمام در صحبت شیخ ابو الفتاح قادری کردہ اند و در مخبر الاولیاء نوشتہ کہ از دست سید محمد کبروی کہ قادریہ اند نیز در مدینہ منورہ خلافت دارند (مناقب المحبوبین ص ۷۴)

حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں اور انہوں نے حضرت شیخ ابو الفتاح قادری رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تکمیل کی ہے اور مخبر الاولیاء میں ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ، حضرت سید محمد کبروی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی خلافت حاصل کی ہے۔

بارگاہِ غوثیت میں استغاثہ کی خاص ترکیب

حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے "صلوٰۃ الاسرار" کی ترکیب میں لکھا ہے کہ سلام کے بعد حضرت غوث پاک قدس سرہ کے روضۂ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر عراق کی جانب گیارہ قدم اٹھائے جائیں اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ان القاب سے سلام عرض کیا جائے۔

السلام علیکم یا سلطان الاوتاد، یا سلطان الابدال، یا سلطان الاقطاب، یا غوث الاعظم، یا بازی الاشہب پھر لکھتے ہیں۔ درھر حاجتے کہ خواند قضا شود بلکہ گاہ باشد کہ روح مطہر مقدس حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ظاہر شود و جوابِ کار گوید۔ یہ اسماء جس حاجت کے لئے پڑھے جائیں پوری ہوگی بلکہ بعض اوقات حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی روحِ مقدس ظاہر ہو کر جواب عطا فرمائے گی۔ پھر لکھتے ہیں۔ اسبوع اوراد ہفت روزہ حضرت غوث اعظم بغایت عظیم البرکت است، لکھتے ہیں، نصف شب تحیۃ الوضو ادا کرنے کے بعد سورۃ فاتحہ گیارہ مرتبہ، سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ، کلمہ تجید گیارہ مرتبہ اور یا عبد القادر جیلانی شیئاً للہ گیارہ مرتبہ پڑھے۔ (ملاحظہ ہو: کتاب الرقعات (مرقع کلیمی) ص ۳۱، ص ۸۱، ص ۴۵ کتب خانہ خورشیدیہ کشمیری بازار لاہور) آپ نے اپنی تصنیف "کشکول کلیمی" میں بھی بارگاہِ غوثیت میں استغاثہ کی خاص ترکیب نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ ترکیب بارہا

مجرب ہے۔ (ملاحظہ ہو: کشکول کلیمی ص ۱۵ مطبع اسلامیہ لاہور)

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے "نظام القلوب" میں حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کی تصریح فرمائی اور الھاماتِ غوثیہ میں سے ایک اقتباس درج فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: نظام القلوب ص ۴، ۱۲)

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کشف و کرامات کی کثرت پر بڑا محققانہ تبصرہ فرمایا اور وضاحت فرمائی کہ کشف و کرامت آپ کی فطرت و جبلت تھی۔ اس بات کو کمالِ ولایت کے منافی سمجھنا غلطی ہے اور اس قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کو استغفار کرنی چاہئے۔ حضرت مولانا فخر الدین محب النبی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مجالس میں حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بیان فرمایا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو: فخر الطالبین ص ۲۷، ص ۲۲ مطبع مجتبائی)

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ ہمہ فرزندان خود را در سلسلہ قادریہ بیعت کردہ بودند و میفرمودند کہ سلسلہ چشتیہ پر مشقت و ریاضت است و دامن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فراخست و باعث پوشیدگی و گنجائش ہمہ است (ملاحظہ ہو: مناقب المحبوبین ص ۹۶ مخزنِ چشت از خواجہ امام بخش مہاروی ص ۷۰ چشتیہ اکادمی فیصل آباد) حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تمام صاحبزادوں کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ سلسلہ چشتیہ پُر مشقت و ریاضت ہے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن

فراخ ہے اور سب کی پردہ پوشی اور گنجائش کا باعث ہے۔

حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فخرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے مشہور خلیفہ حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم عبداللہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے اپنے استفادہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فیضیاب از بارگاہِ شیخ عبدالقادرم
زیں جہت مارا براہِ فقر شانے دیگر است

ایک اور منقبت میں فرماتے ہیں

بدہ دستِ یقیں اے دل بدستِ شاہِ جیلانی
کہ دستِ اوبود اندر حقیقت دستِ یزدانی
نیازؔ اندر جنابِ پاکِ او از قدسیاں باشد
کہ آید جبرئیل از بہرِ کاروبارِ دربانی

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات کا تذکرہ متعدد مقامات پر ہے۔ آپ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کے بہت سے واقعات بیان فرمائے۔ چنانچہ ایک نگاہ سے کافر کو مسلمان اور پھر ابدال بنانے کا واقعہ بیان کیا' درگاہِ غوثیہ کے اوپر سے پرواز کرنے والے ابدال کے گرنے اس کے حال خراب ہونے اور پھر آپ کی توجہ سے مقام بحال ہونے' اسی طرح ایک نگاہ سے ایک مؤذن کو مقامِ ولایت پر پہنچانے کے واقعات بیان فرمائے۔ (نافع السالکین ص ۳۶' ۸۷' مناقب المحبوبین ص ۲۹۳) ایک مقام پر فرماتے ہیں: جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ در غنیۃ الطالبین نوشتہ است کہ عشق بر سہ قسم است'

(انتخاب مناقب سلیمانی، ص ۱۰۹ مطبوعہ حمیدیہ سٹیم پریس راولپنڈی)

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

ایک مریض کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو فرمایا اس کے کان میں تین مرتبہ کہو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ (مناقب المحبوبین، ص ۲۰۴)

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں شریف کے ثبوت اور اس کی قدامت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ بذاتِ خود، ہرماہ کی گیارھویں تاریخ اس تقریب کو منعقد فرماتے تھے اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی یہ تقریب، حضور نبی پاک علیہ السلام کے عرس مبارک کی غرض سے ہوتی تھی۔ (انتخاب مناقب سلیمانی ص ۱۳۰)

حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی شکل و صورت کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشابہت تھی اور اصحابِ کشف کے مشاہدہ کے مطابق، حضور غوث پاک محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ آپ کے جنازہ میں جلوہ افروز ہوئے اور دونوں حضرات نے آپ کو سلسلہ قادریہ و چشتیہ کی رونق سے تعبیر فرمایا، حضور غوث پاک قدس سرہ نے سلسلہ قادریہ سے آپ کی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایں از آن ماھم بود، یہ ہمارے بھی تھے (مناقب المحبوبین ص ۳۱۱، ۳۱۸)

حضرت حافظ محمد جمال ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حافظ محمد جمال ملتانی رحمتہ اللہ علیہ نے قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر کی تشریح فرما کر سیدنا غوث اعظم قدس سرہ العزیز کی عظمت و جلالت کو بیان فرمایا۔

وکل ولی لہ قدم وانی
علی قدم النبی بدر الکمال

(ملاحظہ ہو: مناقب المحبوبین ص ۱۴۷)

حضرت خواجہ عبید اللہ چشتی ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت اور نسبت قائم رکھنے کی وجہ سے آپ فقیر قادری کہلاتے تھے۔ عباد الرحمٰن کے مؤلف لکھتے ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی پر اظہارِ فخر کرتے ہوئے اور اپنی تمام شان و شوکت کو آپ کی توجہات کا مرہونِ منت قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

من غلامِ شیخ عبدالقادرم   واز تو جہائے اومن با فرم

(عباد الرحمٰن جلد اول ص ۷۴، دیوانِ عبیدیہ ص ۲۸)

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بہت سے مقامات پر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات بیان کئے گئے، حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمانِ غوثیہ "قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ" کو بامرِالٰہی بیان کیا، بارہ سال کے بعد ڈوبی ہوئی کشتی برآمد کرنے والی کرامتِ غوثیہ کی تصدیق فرمائی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے استفادہ و حصولِ فیض کو بیان فرمایا اور بہت سے دوسرے فضائل و کمالاتِ غوثیہ بیان فرمائے۔ (مراۃ العاشقین) آپ کے بزرگوں میں حضرت عبدالعلی المعروف قطب شاہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض حاصل کیا اور حضرت شیر کرم علی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید گیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔

(ملاحظہ ہو: انوار شمسیہ ص ۷، ص ۹)

حضرت سیالوی کے ملفوظ میں قطع وبرید

مراۃ العاشقین کے حوالے سے معترض نے اپنی کتاب کے ص ۲۰۴ پر لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار دن مقامِ محبوبیت میں رہے جبکہ حضرت نظام الدین اولیاء، سترہ دن مقامِ محبوبیت میں رہے۔ اس ملفوظ کے ابتدائی حصے کو معترض صاحب، حسبِ عادت حذف کر گئے، ملفوظ میں ہے کہ حضرت سید جندوڈا

شاہ عیسیٰ خیلوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ شمارا بجائے محبوب سبحانی میدانم مرا جام وصال او بنوشانید۔ ایں بیت درجوابش خواندند

کملے لوک میں توں بھلدے ماہی دی جھوک
میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں

میں جناب کو حضرت محبوب سبحانی کی جگہ پر سمجھتا ہوں مجھے ان کے وصال کا جام پلا دیں، حضرت سیالوی نے جواب میں علاقائی زبان کا یہ شعر پڑھ کر تواضع اور انکسار کا اظہار فرمایا کہ شاہ صاحب! جس محبوب کے مقام کی خبر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں میں خود ان کی تلاش میں ہوں۔

چونکہ اس مضمون سے حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہِ غوثیت سے وابستگی اور عقیدت کا بھرپور اظہار ہوتا تھا، اس لئے معترض نے اس کا نقل کرنا گوارا نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و مقبول بندوں کو دائمی مقامِ محبوبیت عطا فرماتا ہے، چار دن یا سترہ دن کے بعد انہیں محبوبیت سے معزول نہیں کردیا جاتا۔

حضرت سید محمد بن جعفر چشتی مکی، خلیفہ حضرت سلطان نصیرالدین چراغ دہلوی نے ”بحرالمعانی“ میں لکھا ہے کہ درمقامِ قطبیت از کل اولیاء دو کس درمقامِ معشوقی رسیدند و امثال ایشاں دیگری نہ رسیدہ یکے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی دوم شیخ نظام الدین بدایونی (ملاحظہ ہو: ”بحرالمعانی“ بحوالہ اخبار الاخیار ص ۷۳)

تمام اولیائے کرام میں سے دو بزرگ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ نظام الدین بدایونی رحمتہ اللہ علیہ، محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہوئے ہیں کہ دوسرے بزرگ وہاں نہیں پہنچ سکے۔ حضرت سید محمد بن جعفر المکی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی تصریح سے واضح ہے کہ حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ اور حضرت محبوبِ الٰہی قدس سرہ کی امتیازی شانِ محبوبیت ہمیشہ قائم و دائم رہے گی اور یہ عظیم الشان حضرات، بروزِ محشراں اہلِ محبت نفوسِ قدسیہ کے سرخیل ہوں

گے جو حدیثِ نبوی کے مطابق نور کے منبروں اور کستوری کے ٹیلوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ان پر انبیائے کرام اور شہدائے عظام رشک فرمائیں گے۔

حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ علومِ ظاہری و باطنی کے بحرِ زخار تھے۔ آپ ان حقائق سے کس طرح بے خبر ہو سکتے ہیں۔ آپ جیسے جلیل القدر علمائے اعلام کے کلام کو کماحقہ' سمجھنا بہت مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سامعینِ ملفوظات' حضرت کے اصل الفاظ کو ضبط نہیں کر سکے اس قسم کی فروگزاشتیں' حدیثِ پاک کی نقل میں بھی ہو جاتی ہیں اور مفہوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ اسماء الرجال کے فن سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف کے ملفوظات "مقابیس المجالس" میں حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات کا تفصیلی بیان ہے جو آپ کی بارگاہ غوثیت سے عقیدت و محبت پر شاہد ہے۔ آپ نے فرمانِ غوثیہ "قدمی حذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کو بامرِالٰہی بیان کیا' آپ کا فرمان ہے کہ غوثیتِ متفقہ کا مقام حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور ولی اللہ کو نصیب نہ ہوا۔ آپ نے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کرامات و کمالات کے بہت سے واقعات بیان فرمائے۔ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' یہ شعر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔

اولیاء　　راہست　　قدرت　　از الہ

تیر جستہ　　باز گردانند　　زراہ

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس ص ۷۷' ۱۹۸' ۲۸۳)

مؤلف تاریخ مشائخ چشت کا خراجِ تحسین

"تاریخ مشائخِ چشت" کے مؤلف جناب پروفیسر خلیق نظامی' بارگاہِ

غوثیت میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کی دوسری عظیم المرتبت شخصیت، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ امام غزالی نے اگر علمی حیثیت سے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی خدمت انجام دی تو شیخ جیلانی نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں ایک جان ڈال دی۔ اور جس چیز کو مولانا ضیاء الدین برنی مصنفِ "تاریخ فیروز شاہی" نے فنِ شیخی سے تعبیر کیا ہے اس کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا۔ ان سے پہلے کسی بزرگ نے تصوف کو اسلام کے زریں اصولوں کی نشرو اشاعت کا ذریعہ اس طرح نہیں بنایا تھا۔ ارشاد و تلقین کا جو ہنگامہ انہوں نے برپا کیا وہ اسلامی تصوف کی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ غور، غرجستان، بامیان اور اردگرد کا تمام علاقہ، مہایانہ بدھ مت کے زیرِ اثر تھا۔ اسلام کا کچھ اثر اگر اس علاقہ میں پہنچا تو وہ فرقہ کرامیہ کے ذریعے تھا۔ شیخ جیلانی کی تعلیم سے افغانستان اور اس کے قرب و جوار میں ایک زبردست دینی انقلاب آیا اور ہزاروں آدمیوں نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ (تاریخ مشائخِ چشت ص ۱۰۷ تا ۱۰۸)

تاریخ دعوت و عزیمت کے مؤلف کا اعتراف

دورِ حاضر کے مشہور مؤرخ اور مصنف مولانا سید ابوالحسن علی الندوی جن کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کی تیسری جلد مشائخِ چشت کے حالات پر مشتمل ہے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مشائخِ طریقت اور ائمہ حقیقت میں شریعت کے سب سے بڑے حامی و ناصر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہوئے ہیں ان کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندیٔ سنت اور اتباعِ شریعت پر تھا اور ان کی پوری زندگی اس کا جلوہ اور نمود تھی۔ طریقت کو شریعت کا خادم و تابع بنانے کے کام میں ان کو مجدد کا درجہ حاصل ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت جلد چہارم ص ۲۴۳) حضرات اولیائے کرام میں نامور شخصیات کے دینی و اصلاحی کارناموں کا

تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس سلسلۂ زریں کے سرِ حلقہ اور گلِ سرسبد، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہیں، جن کا نام اور کام اس طبِ نبوی کی تاریخ میں سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہے۔

حضرت شیخ سے پہلے دین کے داعیوں اور مخلص خادموں نے اس راستے سے کام کیا ہے اور ان کی تاریخ محفوظ ہے لیکن حضرت شیخ نے اپنی محبوب و دل آویز شخصیت، خداداد روحانی کمالات، فطری علوِ استعداد اور ملکۂ اجتہاد سے اس طریقہ کو نئی زندگی بخشی، وہ نہ صرف اس سلسلہ کے ایک نامور امام اور ایک مشہور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں بلکہ اس فن کی نئی تدوین و ترتیب کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ سے پہلے وہ اتنا مدوّن و مرتب اور مکمل و منضبط نہ تھا نہ اس میں اتنی عمومیت اور وسعت ہوئی تھی جتنی آپ کی مقبولیت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہو گئی۔ آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے فائدہ اٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے مخلص خلفاء اور باعظمت اہلِ سلسلہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدیدِ ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، جن سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا، یمن، حضرموت اور ہندوستان میں پھر حضرمی مشائخ و تجار کے ذریعہ جاوہ اور سماٹرا میں اور دوسری طرف افریقہ کے برِاعظم میں لاکھوں آدمیوں کی تکمیلِ ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبولِ اسلام کا ذریعہ بنا، رضی اللہ عنہ وارضاہ وجزاہ عن الاسلام خیر الجزاء (تاریخ دعوت و عزیمت للندوی حصہ اول ص ۲۸۵ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)۔

محبوبیتِ قادریہ عالمگیر اور آفاقی ہے

اس میں شک نہیں کہ تمام اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور ولایت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے مگر ولایت کے درجات و مراتب مختلف ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان مختلف مراتب پر فائز بزرگوں کو ابدال، اوتاد، افراد اور

اقطاب کے مختلف القاب و خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح محبوبیت کے بھی مراتب اور درجات ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبوبیت اپنی وسعت و جامعیت اور ترویج و اشاعت کے لحاظ سے عالمگیر اور آفاقی ہے۔ اکابر مشائخ سلاسل کا آپ سے استفادہ' سلسلہ قادریہ کی عالمگیر نشر و اشاعت اور افادیت' کمالات و کراماتِ غوثیہ کی آفاقی شہرت و مقبولیت' اطرافِ کائنات میں آپ کی قطبیت و غوثیت کا چرچا' عوام و خواص کے ہر فردِ بشر کے نزدیک آپ کی ولایت کا تحکم و تعارف' چار دانگِ عالم میں آپ کے تصرفات و کرامات کا شہرہ اور تواتر' دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں آپ کی سیرت و تعلیمات کا تذکرہ' آپ کی سیرت پر اکابر علماء و مشائخ کی مستقل تصانیف' سیرت و تاریخ اور تصوف سے متعلق مشہور و معتمد صوفیا' مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کا آپ کے کمالات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا اہتمام اور پھر ان تمام امتیازات اور اختصاصات کا تقریباً نو صدیوں پر محیط حیرت انگیز تسلسل کہ متعصبین ناقدین' کمالات اولیاء کے منکرین' معترضین مانعین اور اس فن میں معروف ترین متشددین کو بھی آپ کی عظمت و جلالت کے اعتراف سے چارہ نہ رہا بلکہ خراجِ تحسین پیش کرنا پڑا' یہ سب امور اس بات پر شاہد ہیں کہ محبوبیتِ قادریہ کا منفرد امتیازی مقام ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

معترض صاحب نے کتاب کے ص ۲۸۹ پر محبوبیتِ قادریہ کی عالمگیر وسعت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے 'کیا محبوبیت قطعاتِ ارض کے ساتھ ماپی جاتی ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ محبوبیت کے سب سے بڑے مقام' نبوت و رسالت میں قطعاتِ ارض کو مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ بعض انبیائے کرام کی بعثت خاص قوم' خاص علاقے اور خاص قطعاتِ ارض کے لئے ہوئی ہے ان کا یہ سوال وہاں بھی ہو سکتا ہے کہ نبوت ماپی جا رہی ہے ہاں! جناب رسول پاک خاتم الانبیاء علیہ السلام کی نبوت و رسالت پوری کائنات کے لئے ہے۔

معترض صاحب کو معلوم نہیں کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے قطبیت کا حلقۂ اثر اور اس کی حدود بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

فرجل البلد قطب ذالک البلد و رجل الجماعۃ قطب ذالک الجماعۃ لکن الاقطاب المصطلح علیھم لایکون منھم فی الزمان الا واحد وھو الغوث، واعلم ان لکل بلد اوقریۃ اواقلیم قطبًا غیر الغوث (الیواقیت والجواہر للشعرانی ص۸۱، ۸۲)

ایک شہر کا قطب بھی ہوتا ہے اور ایک جماعت کا قطب بھی ہوتا ہے اور اصطلاحِ خاص میں قطب پورے زمانے میں ایک ہوتا ہے جسے غوث بھی کہتے ہیں اس غوث کے علاوہ شہر، گاؤں اور اقلیم کے قطب بھی ہوتے ہیں۔ امام شعرانی لکھتے ہیں۔ وبالا و تاد یحفظ اللہ تعالیٰ الجنوب و الشمال والمشرق والمغرب وبالابدال یحفظ اللہ الاقالیم السبعۃ و بالقطب یحفظ اللہ جمیع ھولاء لانہ ھوالذی یدور علیہ امر عالم الکون کلہ (الیواقیت والجواہر ص ۸۲) اوتاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ، جنوب، شمال اور مشرق و مغرب کی حفاظت فرماتا ہے۔ ابدال کے ذریعے اقالیمِ سبعہ اور قطب کے ذریعے ان سب کی حفاظت فرماتا ہے کیونکہ قطب پر کائنات کا دارومدار ہوتا ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ علی الخواص رحمتہ اللہ علیہ کے تصرفات کی حدود اور حلقۂ اثر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سمعت سیدی محمد بن عنان رضی اللہ عنہ یقول الشیخ علی البرلسی اعطی التصریف فی ثلاثۃ ارباع مصر و قراھا۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ دوم ص ۱۳۵ طبع مصر)

سیدی محمد بن عنان فرماتے تھے کہ شیخ علی الخواص کو مصر اور اس کے مضافات کے تین چوتھائی حصے میں تصرف عطا کیا گیا تھا۔ اب معترض صاحب فرمائیں کہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کے بیان کردہ قطعاتِ ارض، تصرف اور ولایت کی حدود اور

حلقۂ اثر کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بعد از مدتے ایں عبداللہ رومی را باز عزیمت ملتان شد بخدمت شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ آمد و عرضداشت کرد کہ من عزیمت ملتان دارم و راہ عظیم مخوف است دعائے بہ کن تا سلامت بہ ملتان برسم شیخ فرمود ازیں جا تا بداں موضع کہ چندیں کروہ باشد و آنجا حوضے است تا آں جا حد من است سلامت خواہی برسید واز آنجا تا ملتان در عہدہ شیخ بہاؤالدین است (فوائد الفواد ص ۲۳۶)

عبداللہ رومی قوال نے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ملتان کا ارادہ رکھتا ہوں اور راستہ بڑا خطرناک ہے' دعا فرمائیں کہ ملتان سلامتی سے پہنچوں' حضرت نے فرمایا یہاں سے فلاں مقام تک جو اتنے کوس پر ہے اور وہاں ایک حوض ہے اس جگہ تک ہماری حد ہے تو سلامتی سے پہنچ جائے گا اور وہاں سے ملتان تک حضرت شیخ بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کے زیر تصرف ہے۔ معترض صاحب! ذرا غور کریں یہاں بھی ولایت و تصرف میں قطعاتِ ارض کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ احمد جام قدس سرہ' ہرات سے چشت شریف' تشریف لے جانے لگے تو حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے پیغام بھیجا' احمد را بگوئید کہ بولایت ماپچہ کار آمدہ ای سلامت باز گرد (نفحات الانس ص ۲۲۵) شیخ احمد جام سے کہو کہ ہماری ولایت میں کس غرض سے آئے ہو' یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ اس روایت میں بھی ولایت کی حدود کا حوالہ پایا جاتا ہے۔ ان چند مثالوں کے بیان سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ولایت 'غوثیت' قطبیت' فردیت اور محبوبیت کا ایک حلقۂ اثر اور دائرہ کار ہوتا ہے اور وسعت کے لحاظ سے ان میں قطعاتِ ارض کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ولایت و

وبیت کا حلقہ اثر بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

:

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی

رت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب "انوارِ قادریہ" پر
یظ کے ضمن میں اسی مضمون کو مدلل و مبرھن انداز سے بیان فرمایا ہے، جس پر
ج تک کسی بھی چشتی بزرگ اور عالمِ دین نے اعتراض نہیں کیا۔ حضور غوث
م سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت و محبوبیت کی آفاقی و کائناتی
ت کو مشائخِ چشت اور دوسرے اکابر نے تسلیم کیا ہے۔ ہم اس موضوع پر ایک
ر تبصرہ پیش کرتے ہیں

رت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ

ت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ والشیخ قد شاعت ولایتہ فی
ر الارض (الیواقیت والجواہر حصہ اول ص ٦٦) اور شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ
ی ولایت، اطرافِ ارض میں پھیلی ہوئی ہے۔

ت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وآں یکے شیخ
ادر است رضی اللہ عنہ شیخ مشرق و شیخ آفاق است (نفحات الانس ص ۳۶۶)
ح شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ شیخِ مشرق اور شیخِ آفاق ہیں۔

بدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ فاق الکل فی الکل و
جع الجمیع فی الجمیع و جمیع طوائف را از فقہاء و علماء و طلباء و فقراء از اقطارِ
آفاق عالم توجہ بجناب عرش مآب او داد و از ملکوت اعلیٰ تا بہ ھبوط اسفل صیت
آوازہ جلال او در افگند (اخبار الاخیار ص ۱۰)

ایک سے ہر کمال میں سبقت لے گئے اور سب کمالات میں سب کا مرجع
ے اور فقہاء علماء، طلباء اور فقراء اطراف و آفاقِ عالم سے آپ کی بارگاہِ

عرش مآب کی طرف متوجہ ہوئے اور عرش علیٰ سے تحت الثریٰ تک آپ کے کمال و جمال کا چرچا ہو گیا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

سلطان الاولیاء و امام الاصفیاء و احدار کان الولایۃ الاقویا الذین وقع الاجماع علی ولایتھم عند جمیع افرادامۃ المحمدیۃ من العلماء وغیر العلماء (جامع کرامات الاولیاء للنبھانی ص ۸۹ حصہ دوم)

آپ سلطان الاولیاء، امام الاصفیاء ہیں اور ولایت کا وہ مضبوط ترین رکن ہیں جن کی ولایت پر امتِ محمدیہ کا اجماع ہے۔

مؤلف سیر الاقطاب

"سیر الاقطاب" کے مؤلف، آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وہیچ ولی بایں مقام نرسیدہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ حق تعالیٰ کسے ولی را بمقامے نرسانید مگر آنکہ حضرت غوث اعظم را مقامے برتر ازاں داد و شربت محبت خود ہیچکس را نہ چشانید مگر آنکہ شیخ را بہتر و خوشگوار ازاں عطا فرمودہ در تمام عجم مثلش نیا فریدہ شد و مشرق زمین مباہات میکند بہ او بر مغرب و علم و کمالش بر تراست از علم و کمالات اولیائے دیگر۔ (سیر الاقطاب ص ۱۴ تا ۱۷)

اور کوئی ولی آپ کے مقام پر نہ پہنچ سکا، اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو کوئی مقام نہ دیا مگر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے اعلیٰ مقام عطا فرمایا اور کسی ولی کو اپنی محبت کا شربت نہ چکھایا مگر آپ کو اس سے بہتر اور خوشگوار عطا فرمایا، تمام عجم میں کوئی آپ کی مثل پیدا نہ ہوا۔ مشرق کو آپ کی وجہ سے مغرب پر ناز ہے اور آپ کے کمالات و علوم دوسرے اولیاء کے کمالات و علوم سے برتر ہیں۔

صاحبِ اقتباس الانوار

صاحبِ اقتباس الانوار، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی شانِ

محبوبیت وولایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید طائفہ محبوبان اولین و آخرین و امام ایشاں بودہ و نسبت محبوبیت کہ از مقتضیات کمالات فناء محمدی است اصالۃً بالذات بواسطہ کمال فنا در ذات خواجہ عالم علیہ السلام مر آنحضرت را حاصل بود و دیگر بزرگے کہ بایں نسبت رسیدہ بہ طفیل آنحضرت بایں نعمت عظمیٰ فائز گشتہ (اقتباس الانوار ص ۸۶)

حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوبانِ اولین و آخرین کی جماعت کے سردار اور امام ہیں اور وہ نسبتِ محبوبیت جو کہ فنائے محمدی کے کمالات کا تقاضا ہے حضور خواجہ عالم علیہ السلام کی ذات میں کمالِ فنا کی بنا پر بالاصل اور بالذات آپ کو حاصل تھی باقی جتنے بزرگ ہیں سب آپ کے طفیل نسبتِ محبوبیت کی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

ولایت آنحضرت از ولایات دیگر اولیاء کہ ناشی از مرتبہ محبت اند فائق است وگر بدیگر کسے از اولیاء بہرہ از ولایت محبوبیت برسد بواسطہ آنحضرت خواہد بود (اقتباس الانوار ص ۸۱) دوسرے اولیائے کرام کی ولایت جو مرتبہ محبت پر مبنی ہے' آپ کی ولایت ان پر فوقیت رکھتی ہے اگر ولایتِ محبوبیت سے دوسرے اولیائے کرام کو حصہ پہنچے گا تو آپ کے وسیلے سے پہنچے گا۔

غوثیتِ متفقہ کا منفرد مقام

حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ (کوٹ مٹھن شریف) فرماتے ہیں۔
غوثیتِ متفقہ یعنی جس غوث کی غوثیت پر تمام اولیائے کرام کا اتفاق ہو' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سوا کسی ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوئی۔
(مقابیس المجالس ص ۴۹۸)

ملفوظِ سلیمانی کی غلط ترجمانی

ایک شخص کے سلسلہ چشتیہ میں بیعت سے باربار انکار اور قادریہ سلسلے میں بیعت کے اصرار پر حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا

تم قادریہ میں اس لئے بیعت کرتے ہو کہ اس میں حضرت محبوبِ سبحانی ہیں سلسلہ چشتیہ میں حضرت محبوبِ سبحانی کی طرح بے شمار محبوبانِ حق ہیں۔ حضرت کے فارسی ملفوظ کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں (در سلسلہ چشتیہ بسیار محبوبانِ حق ہمچو حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اند) کتاب کے ص ۲۰۲ پر اس ملفوظ کو درج کر کے معترض صاحب نے اس کے تفصیلی سیاق و سباق کو نہیں دیکھا اور یہ مطلب بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ سلسلہ چشتیہ میں بے شمار محبوبِ سبحانی ہیں جبکہ حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ دوسرے مشائخِ سلاسل اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں چنانچہ ہمارے سلسلہ چشتیہ میں بھی بہت سے محبوبانِ حق ہیں۔

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے "مناقب المحبوبین" کے مؤلف مولانا نجم الدین سلیمانی رحمتہ اللہ علیہ لکھ رہے ہیں کہ حضرت تونسوی نے اس شخص سے پہلے ایک شخص کو فرمایا کہ سلسلہ قادریہ اور چشتیہ برابر ہیں اور ایک ہیں پھر یہ کہ اس شخص کے بار بار سلسلہ چشتیہ میں بیعت کے انکار سے اس سلسلہ عالیہ کی تحقیر اور کمتر ہونے کا شائبہ پایا جاتا تھا اس لئے حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اس طرح فرمایا اور وہ بھی تبسم کرتے ہوئے ورنہ آپ اسے سلسلہ قادریہ میں بیعت فرما لیتے کیونکہ آپ سلسلہ قادریہ میں مجاز تھے اور بیعت فرمایا کرتے تھے۔ جامعِ ملفوظات کی اس قدر طویل وضاحت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ محبوبیت کے امتیاز کے قائل تھے مگر بیان کردہ مصلحت کے پیشِ نظر اس طرح فرمایا۔

حضرت مولانا فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تائید

حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کی جو توجیہ ہم نے بیان کی اس کی تائید حضرت مولانا محب النبی فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس ملفوظ سے ہوتی ہے جو بعینہٖ اس قسم کے مضمون پر مشتمل ہے۔

مذکور وفات حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرہ آمد فرمودند اینکہ مردم میگویند کہ مرتبہ محبوبیت فقط مختص بذات حضرت محبوبِ الٰہی سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ است و بخواجگان پیش میسر نہ شدہ معنی ایں مطلب با چیزے نمے فہم برائے اینکہ نسبت محمدی درہمہ جا ظہور کردہ مے آید چنانچہ ہرگاہ وفات حضرت خواجہ بزرگ شد در وقت تجہیز و تکفین مردم ملاحظہ کردند کہ برپیشانی از خط سبز نوشتہ بود مات حبیب اللہ فی حب اللہ پس حبیب صفت مشبہ بمعنی فاعل و مفعول ہر دو می آید پس محبوبیت ثابت شد (فخر الطالبین ص ۳۲ مطبع نو لکشور)

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ محبوبیت کا مرتبہ فقط حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مختص ہے اور متقدمین خواجگانِ چشت کو میسر نہیں ہوا میں اس کا کچھ مطلب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ نسبتِ محمدی نے ہر جگہ ظہور فرمایا ہے چنانچہ جب حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو لوگوں نے آپ کی پیشانی پر سبز خط سے لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں وصال فرمایا پس حبیب صفت مشبہ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے پس آپ کی محبوبیت ثابت ہو گئی۔

حضرت مولانا فخر الدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ یقیناً حضرت سید محمد بن جعفر مکی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی تصریح اور حضرت خضر علیہ السلام کی تصدیق سے باخبر تھے اور ہر دو بزرگوں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نظام الدین بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی شانِ محبوبیت کے یقیناً قائل تھے مگر آپ کے نزدیک اس کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ دوسرے بزرگوں کو محبوبیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکا' اس لئے آپ نے یہ وضاحت فرمائی۔ حضرت تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کا مفہوم بھی یہی ہے۔

کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر

معترض صاحب چونکہ پوری کتاب میں ایک خاص مفروضے پر کاربند رہے ہیں اور وہ یہ کہ کسی طرح کوئی بات ایسی نکل آئے جس سے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی عظمت و جلالت ثابت نہ ہو سکے یا ممکنہ حد تک اسے کم کیا جاسکے اس لئے انہوں نے حضرت خواجہ تونسوی کے ملفوظ کو بھی اپنے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پیش کیا مگر کہاں ان کی سوچ اور کہاں حضرت تونسوی کی بلند خیالی

ملفوظِ حضرت شاہ سلیمان در آئینۂ علمِ بیان

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظ میں حضرات خواجگانِ چشت کو حضور غوث پاک محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبوبیت میں تشبیہ دی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ علمِ بیان کی روشنی میں تشبیہ، مشبہ اور مشبہ بہ پر کچھ کلام ہو تاکہ حضرت تونسوی کے ملفوظ کی مزید وضاحت ہو جائے۔

تشبیہ کی تعریف

الدلالة علی مشارکة امر لامر آخر فی معنی ایک امر (مشبہ) کی کسی دوسرے امر (مشبہ بہ) کے ساتھ خاص معنی (وجہِ شبہ) میں مشارکت کو بیان کرنا (مشبہ) جس کو تشبیہ دی جائے (مشبہ بہ) جس کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ (وجہِ شبہ) جس معنی اور وصف میں تشبیہ دی جائے۔ تشبیہِ مقبول کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

والتشبیه باعتبار الغرض اما مقبول وهو الوافی بافادته ای افادة الغرض کان یکون المشبه به اعرف شیئی بوجه الشبه فی بیان الحال اوکان یکون المشبه به اتم شئی فیه ای فی وجه التشبیه اوکان یکون المشبه به مسلم الحکم فیه ای فی وجه التشبیه معروفه عند المخاطب فی بیان الامکان (مختصر المعانی ص ۳۴۰ مطبع علمی لاہور)

تشبیہ مقبول جو اصل میں مقصدِ تشبیہ کو پورا کرتی ہے وہ یہی ہے کہ مثلاً مشبہ بہ 'وجہ شبہ کے بیانِ حال میں زیادہ مشہور و معروف ہو یا مشبہ بہ وجہ شبہ میں اتم و اکمل ہو یا مشبہ بہ 'اس وصف میں مخاطب کے نزدیک مسلم الحکم اور مشہور و معروف ہو' یہی مضمون مطوّل میں بھی ہے (مطوّل ص ۵۶۰ مطبع نو لکشور)

تشبیہ مقبول کے اغراض و مقاصد میں غور کرنے کے بعد حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ سے معترض صاحب کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی بلکہ ازروئے علمِ بیان حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ محبوبیت کا امتیاز نمایاں ہوتا ہے۔

اولیائے کرام پر سیدنا غوث اعظم کی افضلیت

حضرات اولیائے کرام علیہم الرضوان کے مدارج اور مراتب اگرچہ فی الجملہ متفاوت ہیں اور ان میں تفوق و تفضل امرِ محقق ہے مگر ان نفوسِ قدسیہ کے درجات و مقامات کا تعین' ہم جیسے لوگوں کا کام نہیں۔ معترض صاحب نے کتاب میں جوش و خروش کے روایتی انداز میں اس موضوع پر بڑے غیر ذمہ دارانہ انداز میں کلام کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر مشائخ کے اقوال اور فضیلت کے وجوہ و دلائل کی ضرورت محسوس کئے بغیر ذاتی' شخصی اور جذباتی رائے کو اہمیت دی ہے اور زیادہ تر اس قسم کے جملے استعمال کئے ہیں۔ ہم فلاں بزرگ سمیت کسی کو فلاں سلسلہ کے مشائخ کے برابر نہیں سمجھتے' ہم یوں نہیں کرتے اور ہم اس طرح ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں اور پھر دورِ حاضر اور ماضی قریب کے بعض صاحبزادگان حضرات کے مبنی بر جوش و خروش اقوال پیش کئے۔

ہمارا اس موضوع پر لکھنے کے بارے میں بالکل خیال نہ تھا مگر معترض صاحب کے اندازِ تحریر کے پیش نظر ہم یہ عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ مشہور مقولہ "ولی را ولی مے شناسد" کے مطابق اولیائے کرام کے مدارج و مناصب کے بارے میں وضاحت اور بیان کا حق ان ہی نفوسِ قدسیہ کو پہنچتا ہے جو خود

ولایت کے درجات و مناصب پر فائز ہوں۔ معترض صاحب اگر حقیقت پسندی سے کام لیں تو اس بات سے انکار نہ کر سکیں گے کہ اس موضوع پر وہ بھی ہماری طرح از خود اظہارِ خیال کے مجاز نہیں۔

ہمارے نزدیک تمام مشائخ سلاسل قرب وولایت کے عظیم الشان منازل و مدارج پر فائز ہیں اور سب ہمارے پیشوا اور اکابر ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم ہمارے لئے از حد ضروری ہے۔ ان حضرات القدس کی عظمت و جلالت کے خلاف ادنیٰ تصور بھی ہمارے ایمان و اسلام کے لئے زہرِ قاتل ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم اپنی جذباتی رائے اور کسی سلسلے سے وابستگی کی بنیاد پر کوئی ایسا کلمہ کہہ دیں جو کسی سلسلے کے کسی جلیل القدر بزرگ کی عظمت و رفعت کے لائق نہ ہو تو یہ بات ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہوگی۔ معترض صاحب نے اس بارے میں کچھ زیادہ بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا ہے۔

محقق علی الاطلاق کی تحقیق

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جن کے فقر و ولایت اور علم و تحقیق کی شان مسلم ہے۔ انہوں نے بھی اس محتاط موضوع پر از خود اظہارِ خیال نہیں فرمایا بلکہ اکابر علماء و مشائخ کے اقوال و عبارات کو پیش کیا ہے۔ اس طرح اصحابِ فضل و کمال کے اقوال و ارشادات کے آئینے میں اصحابِ فضل و کمال کے جمالِ باکمال کے حسنِ کامل کی جھلک پیش کر کے اربابِ نظر اور اصحابِ بصیرت کو روحانی تسکین و مسرت سے لطف اندوز کیا ہے۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں

گفتہ آید در حدیث دیگراں

اکابر علماء و مشائخ نے حضرت شیخ محقق علی الاطلاق کے بارے میں جو تحسین و تائید فرمائی ہے وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں ہمیں تو حضرت علامہ معین الدین

فاضل اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جملہ یاد آرہا ہے جو انہوں نے حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات (نثارِ خواجہ) میں حضرت شیخ محقق کے بارے میں لکھا ہے۔ لکھتے ہیں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محتاط شخص جن کی تحریر مبالغہ و غلو سے بالکل پاک ہوتی ہے)

(ملاحظہ ہو نثارِ خواجہ ص ۳۱ طابع و ناشر معین پریس اجمیر شریف)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "زبدۃ الاسرار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں وارد اقوال و روایات دو قسم پر ہیں۔

بعضها ظاهر في تفضله على اولياء عصره مطلقا و نفوذ تصرفه فيهم عموما و كونهم مفضولين له كلا و ممتثلين له جلا و كونهم مقتبسين من انوار مقاطبة و مستفيضين من آثاره كافة

بعض روایات آپ کے ہم عصر اولیائے کرام پر آپ کی فضیلتِ مطلقہ پر مبنی ہیں جن کے مطابق آپ کے ہمزمان اولیائے کرام میں آپ کا تصرف عام ہونے اور ان سب سے آپ کے افضل ہونے اور آپ کے لئے ان سب کے فرمانبردار ہونے اور ان سب کے آپ کے انوار و آثار سے فیض اور نور حاصل کرنے کا مضمون و مفہوم واضح ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں

بعضها مطلقة بانه سيد الاولياء و سند الاصفياء و سلطان مملكة الولاية واصل مرتبة النهاية من غير بيان لما تقدم و تاخر و تعرض لمن بطن او ظهر اور آپ کی افضلیت کی بعض روایات مطلقہ ہیں کہ ان میں اولیائے متقدمین و متاخرین اور اولیائے ظاہر و باطن کے بیان و تعرض کے بغیر آپ کو علی الاطلاق سید الاولیاء سند الاصفیاء مملکتِ ولایت کے سلطان اور مرتبۂ نہایت کی اصل کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر حضرت شیخ لکھتے ہیں

ولقد وقع من بعض المكاشفين سر الولاية والواقفين على البداية

والنهاية كالخضر علیه السلام وامثاله ماهو نص فی تفضله و تفوقه علی المشائخ المتقدمین والمتاخرین و تقدمه من الاولین والاخرین۔ اسرارِ ولایت کے بعض مکاشفین اور بدایت و نہایت پر واقف بعض اہلِ کمال جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور آپ کی طرح دوسرے بزرگوں کے اقوال حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ کی متقدمین و متاخرین اور اولین و آخرین اولیائے کرام پر افضلیت کے ثبوت میں نص ہیں۔ پھر لکھتے ہیں

وایضًا تفضله علٰی اهل زمانه متفق علیه بین الفریقین لکن احدهما اثبت زیادة و مثبت الزیادة من الاشهاد راجح لسلامته عن التعارض کما تقرر من قواعد الفقه۔

اور ہمعصر اولیائے کرام پر آپ کی فضیلت تو عند الفریقین متفق علیہ ہے لیکن ان روایات میں سے فضیلتِ مطلقہ ثابت کرنے والی روایات زیادت کی مثبت ہیں اور گواہوں میں ان کو ترجیح دی جاتی ہے جو گواہی میں زیادتی کو ثابت کریں کیونکہ وہ تعارض سے سلامتی میں ہوتے ہیں جس طرح کہ قواعدِ فقہ میں یہ بات ثابت ہے پس فضیلتِ مطلقہ براولیائے متقدمین و متاخرین کا ثبوت راجح قرار پائے گا۔ پھر لکھتے ہیں والذی یدل علی ان تقیید الافضلیة باهل العصر لیس للتخصیص والحصر بل هو قید اتفاقی ما روینا من الخضر علیه السلام فی حکایة الشیخ ابی محمد القاسم بن عبد البصری رحمه الله وہ روایات جو آپ کی افضلیت کو اہلِ عصر پر ثابت کرتی ہیں ان میں بھی تخصیص اور حصر مراد نہیں بلکہ وہ قید اتفاقی ہے اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جو ہم نے شیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصری کے حوالے سے حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کی ہے جو اس طرح ہے۔ ما اتخذ الله ولیا کان او یکون الا وهو متادب مع الله فی سره مع الشیخ عبد القادر الی یوم القیامة۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اولیاء جو گزر گئے یا جو بعد میں آئیں گے قیامت تک آنے والے

سب اولیائے کرام حضرت شیخ عبد القادر کا ادب ملحوظ رکھیں گے۔

پھر حضرت شیخ نے اسم تفضیل کی اضافت کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ بعض اوقات وہ اضافت، مضاف الیہ پر زیادتی ثابت کرتی ہے جس طرح حضور رسول پاک ﷺ کے متعلق کہا جاتا ہے۔ "ھو افضل المخلوقات" آپ تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور کبھی اسم تفصیل کی اضافت، فضیلتِ مطلقہ ثابت کرتی ہے اور اضافت تخصیص کے لئے ہوتی ہے، کما یقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل قریش مثلاً جس طرح کہا جاتا ہے آپ قریش سے افضل ہیں۔ پس یہاں مضاف الیہ پر افضلیت مقصود نہیں بلکہ افضلیتِ مطلقہ مقصود ہے، اور اضافت تخصیص کے لئے ہے۔

ان تمام روایات کی تفصیلی بحث و تحقیق کرتے ہوئے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیائے متقدمین و متاخرین اولین و آخرین سے افضل ہیں۔ ہم نے بحث کا خلاصہ نقل کیا ہے حضرت شیخ کا تفصیلی کلام قابلِ مطالعہ ہے۔

(زبدۃ الاسرار ص ۲۹، ۳۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی کی تحقیق

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان ہی مسند و مستند روایات کی روشنی میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیائے کرام پر افضلیت کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

وہ مسلک جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور بہ شہادتِ اولیاء و شہادتِ سیدنا خضر علیہ السلام مرویاتِ اکابر ائمہ کرام سے ثابت ہے یہ ہی ہے کہ بہ استثناء ان کے جن کی افضلیت منصوص ہے جیسے جملہ صحابہ کرام، و بعض اکابر تابعینِ عظام کہ "والذین اتبعوھم باحسان" ہیں اور اپنے ان القاب سے ممتاز ہیں ولہذا اولیاء، صوفیا و مشائخ ان الفاظ سے ان کی طرف ذہن نہیں جاتا اگرچہ وہ خود

سرداران اولیاء ہیں۔ وہ کہ ان الفاظ سے مفہوم ہوئے ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوں جیسے سائر اولیائے عشرہ کہ احیائے موتیٰ فرماتے تھے۔ خواہ حضور سے متقدم ہوں جیسے حضرت معروف کرخی و ابویزید البسطامی و سید الطائفہ جنید و ابوبکر شبلی و ابو سعید خراز اگرچہ وہ خود حضور کے مشائخ ہیں اور جو حضور کے بعد ہیں جیسے حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند' حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی' حضرت سیدنا بہاؤ الملۃ والدین نقشبند اور ان اکابر کے خلفاء و مشائخ وغیرہم قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا برکاتھم و انوارہم' حضور سرکار غوثیت مدار بلا استثنا ان سب سے اعلیٰ و اکمل و افضل ہیں اور حضور کے بعد جتنے اکابر ہوئے اور تازمانہ سیدنا امام مہدی ہوں گے کسی سلسلے کے ہوں یا سلسلہ سے جدا افراد ہوں غوث' قطب' امامین' او تاد اربعہ' بدلائے سبعہ' ابدالِ سبعین' نقباء' نجباء' ہر دور کے عظماء' کبراء سب حضور سے مستفیض اور حضور کے فیض سے کامل و مکمل ہیں۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجائے نگری انجمنے ساختہ اند

آگے چل کر لکھتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ہر شخص اپنی سرکار کی بڑائی چاہتا ہے مگر من و تو زید و عمرو کے چاہے سے کچھ نہیں ہوتا' چاہنا اس کا ہے جس کے ہاتھ میزانِ فضل ہے۔ غلبۂ شوق اور چیز ہے اور ثبوتِ دلائل اور' ہم جو کہتے ہیں خود نہیں کہتے بلکہ اکابر کا ارشاد ہے۔ اجلہ اعاظم کا جس پر اعتماد ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۴۲ مطبوعہ کراچی)

معترض کی بعض غلط باتوں کی نشاندہی اور مختصر جواب

معترض کی کتاب میں بحث طلب موضوعات پر ہم تفصیلی دلائل پیش کر چکے جن کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہی۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں درج بعض غلط باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تردید اور

جواب لکھتے جائیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو سکے کہ انہوں نے صرف طویل اور اہم مباحث میں قطع و برید اور تبدیل و تحریف سے کام نہیں لیا بلکہ بہت سی دوسری باتوں میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا نیز بعض روایات کے اندراج میں تحقیق و احتیاط سے کام نہیں لیا۔

معترض نے کتاب کے ص ۱۰۶ پر حضرت مولانا عبدالعزیز پرھاروی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اس قول کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کیا ہے "خضنا بحراً وقف الانبیاء علیٰ ساحلہٖ" اور بحر سے وجد، رقص اور شطحات کو مراد لیا۔ معترض صاحب اگر تحقیق کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ قول حضرت ابو یزید البسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور اسے امام شعرانی، شیخ عبدالعزیز دباغ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہم نے نقل کیا ہے مگران میں سے کسی بزرگ نے بھی یہ مطلب بیان نہیں کیا جو علامہ پرھاروی صاحب نے بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ للشعرانی حصہ دوم ص ۱۵ الابریز للشیخ عبدالعزیز دباغ ص ۲۳۴ طبع مصر، انفاس العارفین شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۲۰)

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان اس طرح ہے جیسے حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا۔ خضنا بحراً لم یقف علیٰ ساحلہ الانبیاء

(مکتوباتِ مہریہ ص ۱۰۹ ملفوظاتِ مہریہ ص ۱۰۶)

اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ بحر سے مراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے شریعت و طریقت کا اتباع کر کے فنافی الرسول کے بحر میں غوطے لگائے ہیں اور ذاتِ محمدی میں کمالِ فنا کا مقام حاصل کیا ہے۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی شرائع اور ادیان لے کر آئے اس لئے وہ اتباعِ نبوی کی سعادت سے مشرف نہ ہو سکے۔ رہی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں نزول فرما کر شریعتِ محمدیہ کی

کامل اتباع کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لم یقف" جحد کا صیغہ ہے جو ماضی کی نفی کرتا ہے، پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مستقبل میں آنا آپ کے فرمان کے منافی نہیں، آپ کے قول میں انبیائے سابقین مراد ہیں۔

معترض نے اپنی کتاب کے ص ۲۶۸ پر حضرت مولانا عبدالعزیز پرھاروی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے ومنها قول بعض الصوفية انه لم يتصرف فی المبرم احد الا الشيخ عبدالقادر الجيلانی قدس سره العزيز

بعض صوفیا کا یہ قول باطل ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تقدیر مبرم میں تصرف فرماتے تھے۔ اس قول کو درج کرنے میں بھی معترض صاحب نے عجلت سے کام لیا ہے اگر وہ تحقیق کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اکابر علماء اس کا جواب دے چکے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے فرمان میں قضائے مبرم سے مراد وہ قضاء ہے جو لوحِ محفوظ میں تو مبرم ہو مگر علمِ الٰہی میں معلق ہو کیونکہ قضا کی بعض اقسام کی تعلیق لوحِ محفوظ میں نہیں ہوتی اس لحاظ سے وہ مبرم نظر آتی ہیں جبکہ علمِ الٰہی میں وہ معلق ہوتی ہیں اور اربابِ مشاہدہ، اس بات پر واقف ہوتے ہیں ان کی دعا سے وہ قضائے مبرم ٹال دی جاتی ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان سے یہی قضائے مبرم مراد ہے۔

علامہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے ملا طاہر لاہوری کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کا تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے بارگاہِ رب العزت میں ان کی شقاوت کو سعادت میں بدلنے کے لئے عرض کیا

فقال المجدد رضی الله عنه تذكرت ما قال غوث الثقلين السيد السند محی الدين عبدالقادر الجيلی رضی الله عنه ان القضاء

المبرم ایضاً یرد بدعوتی۔ آپ نے فرمایا مجھے حضرت غوث الثقلین السید السند شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان یاد آیا کہ میری دعا سے قضائے مبرم بھی ٹال دی جاتی ہے (تفسیر مظہری جلد پنجم ص ۲۴۶، ۲۴۷ مطبوعہ کوئٹہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وضاحت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں حدیث پاک "لا یرد القضاء الا الدعاء" کے ماتحت لکھتے ہیں

قد ینکشف علی العارف ان القضاء تعلق حتماً بأیجاد الواقعة الفلانیة علی نحو کذا و کذا وان القدر فی ذالک مبرم ثم یدعو هذا العارف بجهد همته ویلح فی الدعاء حتی ینقلب القضاء بایجادها علی نحو آخر فیوجد حسب الهمة و ذالک کما روی عن سیدی عبدالقادر الجیلانی رضی الله عنه فی قصة تاجر من اصحاب حماد الدباس رضی الله عنه (فیوض الحرمین ص ۲۰۵ مطبوعہ کراچی)

کبھی عارف پر یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ قضا فلاں واقعہ کو اس طرح ایجاد کرنے میں یقینی ہے اور اس میں تقدیر مبرم ہے چنانچہ وہ عارف اپنی ہمت کی کوشش سے دعا کرتا ہے اور دعا میں خوب الحاح و زاری کرتا ہے یہاں تک کہ قضاء دوسرے طریقے پر ایجاد کرنے میں منقلب ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ہمت کے مطابق پائی جاتی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے کہ سیدی عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تاجر کے بارے میں منقول ہے جو شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔ (حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے اس کے قتل ہو جانے اور مالِ تجارت لٹ جانے کا واقعہ خواب میں تبدیل ہو گیا)

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی تائید

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اسی مضمون کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وکان سیدی عبدالقادر الجیلانی رضی الله عنه یقول لا یقدح فی

کمال الولی منازعته للاقدار الالٰهیة اذمن شان الکامل ان ینازع اقدار الحق بالحق للحق وفی روایة اخریٰ عنه رضی اللہ تعالیٰ عنه انه کان یقول کل الرجال اذاذکر القدر امسکوا الا انا فانه فتح لی منه روزنة فدخلت و نازعت اقدار الحق بالحق للحق فالرجل هوالمنازع للقدر بالقدر لا الموافق له' وهو کلام نفیس
(لطائف المنن للشعرانی حصہ اول ص ۱۴۹)

حضرت سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے 'اقدارِ الٰہی سے منازعت' ولی کے کمال میں نقص کا باعث نہیں اس لئے کہ کامل کی شان یہ ہے کہ وہ حق کے ساتھ حق کے لئے اقدارِ حق کے ساتھ منازعت کرے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ فرماتے ہیں تمام اولیائے کرام جب تقدیر کو یاد کرتے ہیں تو رک جاتے ہیں مگر میرے لئے اقدارِ حق میں ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے میں اقدارِ الٰہی کے مقام میں داخل ہو کر حق کے ساتھ حق کے لئے اقدارِ حق کے ساتھ منازعت کرتا ہوں پس مردِ کامل وہ ہے جو تقدیر کے ساتھ تقدیر سے مقابلہ کرے نہ وہ جو تقدیر سے موافقت کرے۔ حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ بڑا عمدہ کلام ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کی مقامِ تقدیر میں خاص شان کا بیان فرمایا اور آپ کے فرمان کو عمدہ کلام سے تعبیر کیا۔ معترض صاحب اگر حضرت مجدد الف ثانی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' حضرت امام شعرانی اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہم کی عبارات اور وضاحت کا مطالعہ کرلیتے اور اعتراض میں جلدی نہ کرتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ آخر ان اکابر علمائے کاملین کی نظر میں بھی حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان تھا' پھر انہوں نے کس حسنِ عقیدت اور سلیقے سے اس کی وضاحت فرمائی۔

یہ واقعہ بھی تقدیر کے بارے میں اکابر کے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرتا

ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طاعون پھیلنے کی وجہ سے لشکر کو نقلِ مکانی کا حکم دیا تو آپ سے کہا گیا "افرارا من قدر اللّٰہ" کیا آپ تقدیرِ الٰہی سے بھاگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "نفر من قدر اللّٰہ الیٰ قدر اللّٰہ" ہم تقدیرِ الٰہی سے تقدیرِ الٰہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۸۵۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شعر میں اس سارے مضمون کو بیان کر دیا ہے' فرماتے ہیں

امرِ حق را ہم بامرِ حق شکن
برزجاجہ دوست سنگِ دوست زن

نام لینے سے کام ہوتا ہے

معترض صاحب نے کتاب کے صفحہ ۲۲۱ پر بعض لوگوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کسی مشکل میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ کی مگر ان کی مشکل حل نہ ہوئی۔ معترض صاحب کے لئے یہ روایت مفیدِ مطلب نہیں' ان کا مقصد جب پورا ہوتا کہ روایت اس مضمون پر مشتمل ہوتی کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ فرمائی اور مشکل حل نہ ہوئی کیونکہ مشکل' بزرگوں کی توجہ سے حل ہوتی ہے' امداد طلب کرنے والوں کی توجہ سے نہیں۔

جہاں تک حلِ مشکلات' قبولیتِ دعا' روحانی امداد و اعانت کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی شخصیت عوام و خواص کے نزدیک مشہور و معروف اور مسلّم ہے' یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور اکابر علماء و مشائخ کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ آپ کی روحانی امداد و اعانت کی شہرت اور افادیت کے پیشِ نظر استغاثہ غوثیہ' صلوٰۃ غوثیہ' وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ اور المدد یا غوث الاعظم کی اصطلاحات و معمولات زبان زدِ خلائق ہیں۔ معترض صاحب کو اس موضوع کی وضاحت درکار ہو تو مرقع کلیمی' کشکول کلیمی' جواہر

فریدی' اقتباس الانوار' سیر الاقطاب' بھجۃ الاسرار' قلائد الجواہر' نشر المحاسن' زبدۃ الاسرار' اخبار الاخیار' ھمعات' فیوض الحرمین' ملفوظاتِ عزیزی' جامع کرامات الاولیاء' انتخاب مناقب سلیمانی اور مقابیس المجالس وغیرہ جیسی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

استغاثہ غوثیہ اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ

اس موقع پر اکابر علماء و مشائخ کے اقوال کا تفصیلی اندراج تو مشکل ہے البتہ ہم' حلِ مشکلات اور حصولِ حاجات میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیازی شان کے بیان پر مشتمل وہ عبارت درج کر دیتے ہیں جسے دنیائے اسلام کی مشہور و معروف علمی شخصیت حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں (فائدة لقضاء الحوائج) فمن اراد ذالک فليستقبل القبلة وليقراء الفاتحة وآية الكرسى والم نشرح ويهدى ثوابها لسيدى الشيخ عبدالقادر الجيلانى و يخطو ويسير الى جهة المشرق احدى عشرة خطوة ينادى ياسيدى عبدالقادر عشر مرات ثم يطلب حاجته (ملاحظہ ہو الرحمۃ فی الطب والحکمۃ للسیوطی ص ۲۳۴ مطبع دار التربیۃ العراق)

جو شخص حصولِ مراد کا طالب ہو تو اسے چاہئے قبلہ رو ہو کر سورۂ فاتحہ' آیت الکرسی اور سورہ الم نشرح پڑھے اور اس کا ثواب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی روح کو پہنچائے' پھر مشرق کی جانب (امام سیوطی کے علاقے سے بغداد شریف مشرق کی جانب ہے) گیارہ قدم چلے اور سیدنا عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو دس مرتبہ ندا کرے پھر اپنی حاجت طلب کرے۔

سیدنا غوثِ اعظم کا فقہی مسلک

معترض صاحب اپنی کتاب کے ص ۳۰۸ پر مولانا برخوردار ملتانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے "حاشیہ نبراس" ص ۱۱۰ پر لکھا ہے کہ حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پہلے حنفی تھے پھر شافعی بنے اور اس کے بعد حنبلی مذہب اختیار کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا برخوردار ملتانی، غلطی سے یہ بات لکھ گئے اور انہوں نے "نبراس" ص ۲۹۷ کے حاشیہ پر اس کی تردید کر دی۔ معترض صاحب نے توجہ نہیں کی اور تحقیق کے بغیر ان کا مرجوح قول نقل کر دیا۔
مولانا برخوردار ملتانی لکھتے ہیں

الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ ھو قطب من الاقطاب فضائلہ کثیرۃ شھیرۃ ولد سنۃ سبعین واربع مائۃ کذافی طبقات الشعرانی آگے لکھتے ہیں توفی سنۃ احدیٰ و ستین و خمس مائۃ و دفن ببغداد و ھو حنبلی المذھب (نور الابصار)

اکابر علماء و مشائخ امام شعرانی، ابن رجب حنبلی، امام عبداللہ یافعی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ابن حجر مکی، شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی، علامہ نور الدین شطنوفی اور علامہ شبلنجی رحمتہ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی کہ آپ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ ان میں سے کسی بزرگ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ پہلے حنفی تھے پھر شافعی بنے اور پھر حنبلی مذہب اختیار کیا۔ حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری قدوسی نے "اقتباس الانوار" میں اور حضرت مولانا احسن الزمان چشتی نے "القول المستحسن" میں لکھا ہے کہ آپ درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔

معترض کو ان اکابر مشائخ کے اقوال نظر نہ آئے اور انہوں نے مولانا برخوردار ملتانی کا مرجوح حوالہ دینے میں کیوں جلدی کی اس میں ان کا ایک خاص ذوق کارفرما ہے جس سے انہیں قدرے اطمینان حاصل ہوتا ہے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ عموماً حوالے میں بڑی شخصیات اور بڑی کتابوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

راکبِ دوشِ اولیائے کرام

معترض صاحب نے کتاب کے ص ۳۰۶ پر لکھا ہے کہ صرف حضرت شیخ

عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راکبِ دوشِ اولیاء نہ تھے بلکہ اور بھی بہت سے اولیائے کرام طائفہ راکبین میں شامل ہیں اور اولیائے راکبین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں طائفہ راکبین کے دو طبقے ذکر فرمائے۔ حضرت شیخ ابن عربی نے فتوحات میں اولیائے راکبین کو اس لئے راکبین نہیں کہا کہ وہ دوشِ اولیاء پر سوار تھے یہ معترض صاحب کی من گھڑت کہانی ہے۔ جس کے ذریعے وہ سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راکبِ دوشِ اولیاء ہونے کی امتیازی شان کا تشخص مجروح کرنا چاہتے ہیں کہ راکبِ دوشِ اولیاء تو ایک جماعت ہے پھر اس میں آپ کی کیا خصوصیت رہی' اس غلط بیانی کو انہوں نے صاحبِ فتوحات کی طرف منسوب کردیا جو سراسر غلط ہے۔

رُکبان کی وجہ تسمیہ کا بیان

حضرت شیخ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ 'رُکبان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فتوحات میں لکھتے ہیں

الفرسان رکاب الخیل والرکبان رکاب الابل فالافراس فی المعروف ترکبھا جمیع الطوائف من عجم و عرب والھجن لا یستعملھا الا العرب والعرب اصحاب الفصاحۃ والحماسۃ والکرم ولما کانت ھذہ الصفات غالبۃ علیٰ ھذہ الطائفۃ سمیناھم بالرکبان فمنھم من یرکب نجب الھمم و منھم من یرکب نجب الاعمال۔

(الفتوحات المکیہ جلد اول ص ۱۹۹)

فرسان' گھوڑے سواروں کو کہتے ہیں اور رکبان' اونٹ سواروں کو پس گھوڑوں پر تو تمام طبقات سوار ہوتے ہیں مگر عمدہ سفید اونٹوں پر صرف اہلِ عرب سوار ہوتے ہیں اور اہلِ عرب فصاحت و شجاعت و کرم سے موصوف ہوتے ہیں چونکہ ان حضرات اقطاب پر بھی یہ صفات غالب ہوتی ہیں اس لئے ہم نے ان کا نام رکبان رکھا پس ان میں سے کچھ اعلیٰ عزم و ہمت کی سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور

کچھ اعلیٰ اعمال کی سواریوں پر سوار ہوتے ہیں۔

یہ تھی رکبان کی وجہ تسمیہ جو حضرت شیخ ابن عربی نے بیان فرمائی مگر معترض صاحب کی کارستانی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ تمام اقطاب کو راکبِ دوشِ اولیاء بنا رہے ہیں اور اس اختراع کی نسبت' صاحبِ فتوحات کی طرف کر رہے ہیں۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بامرِ الٰہی تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر قدم رکھا اس لئے آپ کو "راکبِ دوشِ اولیاء" کہا جاتا ہے جبکہ دوسرے اقطاب کو یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔

معترض صاحب' اپنی اس من گھڑت کہانی کو دوسرا رنگ دے کر کتاب کے ص ۳۰۷ پر لکھتے ہیں' حضرت شیخ کے ہم عصر بزرگ اگر آپ کے زیرِ قدم تھے تو آپ بھی ان اقطاب کے زیرِ قدم تھے جو آپ سے قبل مقامِ قطبیت پر فائز ہوئے اور آپ نے ان کا زمانہ پایا۔

یہ ہیں معترض صاحب کے پیچ و تاب جن میں وہ اپنے اضطراب اور بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ جب آپ سے قبل کسی قطبِ وقت نے اس قسم کا اعلان ہی نہیں فرمایا اور نہ اس اعلان پر مامور ہوئے تو پھر آپ ان کے زیرِ قدم کس طرح ہوئے۔ اگر آپ سے پہلے کسی قطبِ وقت نے ایسا اعلان فرمایا ہے تو معترض صاحب ان کا اسمِ گرامی بتائیں' اکابر علماء و مشائخ میں سے کسی کا قول پیش کریں اور کسی مستند کتاب کا حوالہ دیں' کسی سند اور ثبوت کے بغیر ان کا اجتہاد و اختراع تو قابلِ اعتماد نہیں۔

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاء چوں محمد درمیانِ انبیاء

معترض صاحب نے کتاب کے ص ۱۸۵ پر اس شعر کے بارے میں لکھا ہے کہ پوری مثنوی شریف میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں یہ افتراء ہے اور اس طرح نسبت کرنے والے کذاب ہیں۔

مثنوی شریف میں اس شعر کا نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس شعر

کو حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا ممکن نہ ہو' زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ قطعیتِ ثبوت کی بنا پر ہم اسے حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب نہیں کرتے مگر یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ عدمِ قطعیتِ ثبوت' قطعیتِ عدمِ ثبوت کو مستلزم نہیں "کما لا یخفیٰ علیٰ من لہ ادنیٰ بصیرۃ فی العلوم"

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا سارا منظوم کلام مثنوی شریف میں درج نہیں بلکہ آپ کی غزلیات کا دیوان ہے اسی طرح رباعیات اور متفرق اشعار بھی ہیں۔ آپ کی مشہور و مستند سوانح حیات (صاحب المثنوی) مؤلفہ قاضی تلمذ حسین صاحب اعظم گڑھی' جو پانچ سو بیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں آپ کی غزلیات' رباعیات اور متفرق اشعار کا مدلل تذکرہ ہے ممکن ہے کہ آپ کے متفرق اشعار میں یہ شعر ہو مگر طباعت میں نہ آسکا ہو اس لئے معترض کا قطعی حکم کہ یہ افتراء ہے اور کذاب لوگ اس طرح کرتے ہیں کسی دلیل پر مبنی نہیں۔

اگر انہیں اس شعر کی حضرت مولانا روم کی طرف نسبت صحیح معلوم نہیں ہوتی تو وہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں انہیں قطعیتِ عدمِ ثبوت کے حکم نافذ کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہزاروں علماء و مشائخ' بزرگانِ دین' خطباء و مقررین' طویل مدت سے یہ شعر نقل کرتے چلے آرہے ہیں اور سینکڑوں سالوں سے یہ شعر زبان زدِ خواص و عوام ہے' پھر اس میں کوئی شرعی فرض و واجب یا حلال و حرام کا تذکرہ نہیں کہ اس کے اسناد کی بحث شروع کر دی جائے۔ یہ شعر منقبتِ اولیائے کرام کی ذیل میں آتا ہے اور وہ فضائل و مناقب جو شرعی اصول و ضوابط سے متصادم نہ ہوں۔ ان میں اس قسم کی نقلِ مشہور' معتبر سمجھی جاتی ہے' حدیثِ پاک میں آتا ہے۔ ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن (ملاحظہ ہو مسند امام احمد بن حنبل جلد پنجم ص ۲۱۱ مطبوعہ دار المعارف مصر)

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ اچھی ہوتی ہے۔ پھر یہ شعر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیازی شان و مقام کے بیان پر مشتمل ہے جس پر امتِ مسلمہ کے مستند علماء و مشائخ سینکڑوں سالوں سے متفق چلے آرہے ہیں اور اس پر اکابر علماء کی مستند کتابیں شاہد ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہی مضمون اس شعر میں بیان کیا ہے۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز
چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

(ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار ص ۳۱۵)

خلاصہ کلام یہ کہ اگر اس بات کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حضرت مولانا روم کا کلام ہے تو اس بات کے یقین کا بھی جواز نہیں کہ یہ حضرت مولانا روم کا کلام نہیں ہے' اس شعر کی معنویت' جاذبیت' کیف و مستی' ترویج و اشاعت' شہرت و مقبولیت اور مجالس و محافل میں اس کی وجد آفرینی اس بات کا واضح قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ہی اس شعر کی نسبت ہونی چاہئے

حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا آپ کی شان میں خراجِ تحسین کسی طرح مستبعد اور ناقابلِ فہم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے تو آپ سے مستفید و مستفیض بزرگوں کے فضائل و مناقب بھی بیان کئے ہیں چنانچہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے مثنوی شریف میں انہیں شیخِ دین کے لقب سے یاد کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

گفت المعنیٰ ھواللہ شیخِ دیں
بحرِ معناھا ست رب العالمیں

غوثِ اعظم ایک مختص لقب

معترض صاحب کتاب کے ص ۱۸۵ پر لکھتے ہیں' غوث اعظم کسی شخص کا نام نہیں اس منصب پر قائم ہر ولی کا لقب ہے۔

یہ کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر دلائل پیش کئے جائیں' پوری دنیائے اسلام میں سینکڑوں مستند کتابوں میں حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کو غوثِ اعظم کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ عوام و خواص کیا اہل اسلام کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ غوثِ اعظم سے مراد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہوا کرتے ہیں۔ بزرگوں کی تصانیف' ملفوظات و مکتوبات اور اہلِ علم کے مواعظ و خطابات' اخبارات' مجلات' رسائل' جرائد' کیلنڈر' جنتری' ذرائع ابلاغ غرضیکہ ہر شعبے میں غوثِ اعظم سے مراد سیدنا شیخ عبد القادر ہوتے ہیں اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور نمایاں ہے۔

اکابر بزرگوں' حضرت مجدد الف ثانی' حضرت ملا علی قاری' مولانا جمالی سہروردی' شیخ عبد الحق محدث دہلوی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' شاہ عبد العزیز محدث دہلوی' علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی' مشائخِ چشت میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی' حضرت مولانا فخر الدین دہلوی' حضرت خواجہ نور محمد مہاروی' حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی' حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی' حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی' حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن شریف' حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہم اور دوسرے بے شمار علماء و مشائخ نے آپ کو غوثِ اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ان حضرات کے ملفوظات و سوانح اور دوسری کتابوں میں آپ کا اسمِ گرامی کم و بیش استعمال ہوتا ہے عموماً حضرت غوث اعظم کے لقب سے آپ کا تذکرہ ہوتا ہے۔

مشائخ چشت کی کتابوں مناقب المحبوبین' نافع السالکین' کشکول کلیمی' مرقع کلیمی' فخر الطالبین' مقابیس المجالس' اقتباس الانوار' سیر الاقطاب' مراۃ الاسرار' جواہرِ فریدی' انوارِ شمسیہ' مراۃ العاشقین' تحفۃ الابرار' تکملہ سیر الاولیاء' انتخاب مناقبِ سلیمانی' انوارِ قمریہ' فوز المقال فی خلفاء پیر سیال' تاریخ مشائخ چشت' حقیقتِ گلزارِ صابری' معین الارواح' معین العارفین' اور لمعاتِ خواجہ وغیرہ میں آپ کا لقب غوثِ اعظم کثرت سے درج کیا گیا ہے۔ اور پھر ان کتابوں میں اور ان

کے علاوہ مشائخِ چشت کی دوسری کتابوں فوائد الفواد' سیرالاولیاء' دلیل العارفین' راحت القلوب' اسرار الاولیاء' فوائد السالکین' خیر المجالس وغیرہ کسی بھی کتاب میں کسی دوسرے بزرگ کو غوثِ اعظم کے لقب سے یاد نہیں کیا گیا بلکہ مشائخِ چشت کے شجراتِ سلاسل میں بھی کسی دوسرے بزرگ کے ساتھ غوثِ اعظم کا لقب نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح دوسرے مشائخ سلاسل کی کتابوں اور شجراتِ سلسلہ میں غوثِ اعظم کا لقب کسی دوسرے بزرگ کے ساتھ نہیں لکھا گیا۔

باعثِ اضطراب کیوں باعثِ پیچ و تاب کیوں

بزرگانِ دین میں بہت سے ایسے مشائخ ہیں جن کے خاص القاب مشہور ہیں۔ حضرت سیدنا معین الدین حسن اجمیری کو سلطان الہند' خواجۂ خواجگان کے خاص القاب سے یاد کیا جاتا ہے' حضرت فرید الدین گنج شکر کو سلطان الزاہدین کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے' حضرت نظام الدین اولیاء کو محبوبِ الٰہی کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے' حضرت شہاب الدین سہروردی کو شیخ الشیوخ کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے' حضرت شیخ ابن عربی کو شیخ اکبر اور خاتم الولایۃ المحمدیہ کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کے خاص لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان القاب و خطابات سے یہی خاص بزرگ مراد لئے جاتے ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ اطرافِ عالم اور دنیائے اسلام میں مشہور و مختص لقب غوثِ اعظم سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی مراد نہ لئے جائیں' جن کا یہ عظیم الشان لقب' سیرت و تاریخ و تصوف کی اکثر و بیشتر کتابوں میں ثبت ہے' سینکڑوں علماء و مشائخ کے ملفوظات و مکتوبات میں درج ہے اور مناقبِ غوثیہ پر مشتمل سینکڑوں کتابوں اور منظوم و مطبوع دواوین و مجلات کی زینت ہے۔

تصوف کی مستند کتابوں' رسالہ قشیریہ' کشف المحجوب' الفتوحات المکیہ' الیواقیت والجواہر وغیرہ میں ولایت کے جو مقامات درج ہیں ان میں لفظِ غوث اور

قطب مستعمل ہے چنانچہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ قطب اور غوث ہی کو اکبر الاولیاء کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ غوث اعظم کا لفظ تصوف کی ان کتابوں میں کہیں بھی درج نہیں کیا گیا۔ سیدنا شیخ عبدالقادر قدس سرہ کی شانِ قطبیت و غوثیت کی عظمت و جلالت کے پیشِ نظر، آپ کو غوثِ اعظم اور قطبِ اعظم کہا جاتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں ولایت کے مقامات میں کہیں بھی کسی کتاب میں یہ لفظ عمومی حیثیت سے مستعمل نہیں ہوا۔

اس کی واضح مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ائمہ مجتہدین حضرات کو امام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، رضی اللہ عنہم مگر حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی فقہی و اجتہادی عظمت کے پیشِ نظر امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ پوری دنیائے اسلام میں آپ اس لقب سے مشہور و معروف ہیں اور آپ کے اسمِ گرامی کی بجائے عموماً آپ کا یہی مختص لقب استعمال کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقامِ ولایت کی عظمت و جلالت کی وجہ سے آپ کو غوث اعظم کے مختص لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور اس میں اضطراب اور پیچ و تاب کی کوئی بات نہیں۔

فاضلِ بریلوی کے ملفوظ میں قطع و برید

معترض کی کتاب کے ص ۴۴ پر تقریظ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے غایتِ عقیدت پر فائز ہونے کے باوجود غوثیتِ کبریٰ کو خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں بالترتیب ثابت کرنے کے بعد ائمہ اہلِ بیت میں اس کو ثابت فرمایا پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور میں اس منصب پر فائز تسلیم کیا اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد اس منصب کے ان کی طرف منتقل ہو جانے کا دعویٰ فرمایا" (ملفوظات اعلیٰ حضرت) لہٰذا جب آپ جیسے انتہائی عقیدت مند

اس عموم و اطلاق کے قائل نہیں تو اس پر اصرار کرنا ٹھیک نہیں۔

تقریظ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ملفوظ میں قطع و برید کر کے ان کے مفہوم کو بدل دیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا عبارت کے جملہ منقولہ (پھر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور میں اس منصب پر فائز تسلیم کیا) کا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ملفوظ سے کوئی تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا نقطۂ نظر، یہ نہیں جو یہاں بیان کیا گیا ہے بلکہ یہ ان کے ملفوظ اور مفہوم میں تحریفِ لفظی و معنوی ہے جس کا ارتکاب اہلِ علم و دیانت کے لئے کسی طرح مناسب نہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ائمہ اہلِ بیت اطہار کی طرح مستقل طور پر غوثیتِ کبریٰ پر فائز قرار دیتے ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک آپ کو مستقل طور پر اس منصب پر فائز سمجھتے ہیں۔

فاضل بریلوی، ائمہ اہلِ بیت کے بعد آنے والے اقطاب کو ائمہ اہلِ بیت کا نائب قرار دیتے ہیں جبکہ آپ کو مستقل طور پر مقامِ غوثیت پر فائز مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے بعد ظہورِ مہدی علیہ السلام تک تمام اقطاب کو آپ کا نائب قرار دیتے ہیں۔ فاضل بریلوی کے مطابق جب حضرت امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو پھر یہ منصب حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منتقل ہو کر مستقل طور پر ان کے حوالے ہو گا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف بالکل وہی ہے جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اور صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی کا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مکتوبات مجددیہ حصہ نہم دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۲۳، ص ۱۷۴، تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۲ پارہ نمبر ۲۲ ص ۱۹، ۲۰)

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کے موقف کی تائید سامنے آتی ہے۔ فرماتے ہیں

لقد بلغنی عن الاکابر ان الامام الحسن بن سیدنا علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہما لما ترک الخلافۃ لما فیہا من الفتنۃ والافۃ عوضہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ القطبیۃ الکبریٰ فیہ و فی نسلہ و کان رضی اللہ عنہ القطب الاکبر و سیدنا الشیخ عبدالقادر ھو القطب الاوسط والمھدی خاتمۃ الاقطاب (نزھۃ الخاطر الفاتر بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۳۵)

مجھے اکابر سے یہ بات پہنچی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے جب فتنہ اور آفت کے پیشِ نظر، خلافت چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ان میں اور ان کی نسلِ پاک میں قطبیتِ کبریٰ ودیعت فرمادی، پس قطبیتِ کبریٰ کے مقام پر سب سے پہلے امام حسن علیہ السلام فائز ہوئے، درمیان میں سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور آخر میں امام مہدی علیہ السلام فائز ہوں گے۔

ملفوظِ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوثِ اعظم مستقل غوث، حضور تنہا غوثیتِ کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے، حضور غوثِ اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی علیہ السلام تک سب نائب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔

(ملفوظات مجدد مائۃ حاضرۃ حصہ اول ص ۱۱۵ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا ملفوظ ملاحظہ کریں، اس کا مفہوم ذہن میں رکھیں اور پھر انصاف اور دیانت سے فیصلہ کریں کیا تقریظ میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے؟ آپ فوراً بھانپ لیں گے کہ ملفوظ اور اس کا مفہوم، تحریفِ لفظی و معنوی کا شکار ہوگیا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی صاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ ائمہ اہلِ بیت اطہار مستقل غوث و قطب تھے ان کے بعد جتنے غوث آئے ان حضرات کے نائب تھے۔ جب حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ مستقل غوث بنے اور اس مقام پر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے آنے تک فائز رہیں گے اور آپ کے بعد امام مہدی سے پہلے جتنے قطب ہوں گے وہ آپ کے نائب ہوں گے پھر جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے تو غوثیتِ مستقلہ کا منصب آپ سے منتقل ہو کر ان کے حوالے ہو گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قارئین کرام! تقریظ کی عبارت اور فاضل بریلوی کے ملفوظ کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ آپ غیر جانبدار ہو کر منصفانہ فیصلہ فرمائیں کیا اعلیٰ حضرت بریلوی اور تقریظ کی عبارت کا ایک مفہوم ہے یا ان دو عبارتوں میں واضح تضاد اور اختلاف ہے۔

تقریظ میں تجاہلِ عارفانہ

کسی کتاب پر تقریظ لکھنے سے پہلے اس کے مسودات کا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ تقریظ کے بعد مصنف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس ضابطے کے مطابق تقریظ میں اس بات کا خیال از حد ضروری تھا کہ اس قدر اہم مسئلے پر مصنف کی درج کردہ عبارات اور حوالوں کا اصل کتابوں سے موازنہ کیا جاتا، مصنف کی لفظی و معنوی تحریف کی اصلاح کی جاتی ان کے مفیدِ مطلب جملہ کے اندراج اور اس کے ماقبل اور مابعد کے حذف کا احتساب کیا جاتا، دو مختلف عنوانات میں خلطِ مبحث کی نشاندہی کی جاتی، عربی عبارت کے ترجمہ میں ایسا اضافہ حذف کیا جاتا جس کا عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ عربی عبارت کا غلط ترجمہ کاٹ کر صحیح ترجمہ لکھا جاتا، اکابر علماء و مشائخ کے چند نامکمل جملوں کو فیصلہ کن سمجھنے کی بجائے پورے مبحث پر ان کی رائے کا جائزہ لیا جاتا۔ ایسے حوالوں

اور اقتباسات کو کتاب سے حذف کر دیا جاتا جو سرے سے اس کتاب میں موجود ہی نہیں جس کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔

فرمانِ غوثیہ' مشہور و معروف موضوع ہے اس پر حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تفصیلی بحث کی ہے۔ ضروری تھا کہ تقریظ لکھنے سے پہلے حضرت شیخ عبدالحق کی کتاب "زبدۃ الاسرار" اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے "فتاویٰ رضویہ" جلد نہم کا مطالعہ کیا جاتا' انہوں نے جن اکابر علماء و مشائخ کے حوالے دیئے ان کو مدِ نظر رکھا جاتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار کے نام سے فرمانِ غوثیہ کے بامرِ الٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صدور اور آپ کی اولیائے کرام پر فضیلت کے بارے میں ایک سو اکتیس صفحات پر مشتمل پوری کتاب لکھی ہے اور زبدۃ الآثار کے نام سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت بریلوی نے بیس صفحات پر مشتمل پورا رسالہ لکھا ہے جس میں فرمانِ غوثیہ کے بامرِ الٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صدور اور اولیائے کرام پر آپ کی فضیلت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم میں عرصۂ دراز سے شائع ہو چکا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۳۰ تا ۱۵۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنے دو رسالوں "الزمزمة القمرية فی الذب عن الخمرية" اور مجیرِ معظم شرح قصیدہ مدحیہ اکسیرِ اعظم' میں بھی فرمانِ غوثیہ کے بامرِ الٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صدور پر محققانہ بحث کی ہے۔ فاضل بریلوی نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیائے کرام پر فضیلت کے بارے میں باقاعدہ فتویٰ بھی جاری کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۴۴'۴۵)

حضرت محقق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ جن کی تحقیق و استناد کو علمائے اہلسنت' مواعظ و خطابات اور اپنی تصانیف میں بطورِ حجت پیش کرتے ہیں' تقریظ میں اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اہلسنت و جماعت کے ان دو

عظیم محقق بزرگوں نے اکابر علماء و مشائخ کے مستند ارشادات نقل فرمائے جو فرمانِ غوثیہ کے بامرِالٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صدور پر شاہد ہیں اور اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمان سکر و مستی میں نہیں بلکہ کمالِ صحو و تمکین میں صادر ہوا۔

تقریظ نگار مولانا صاحب نے کتاب میں درج حضرت شیخ ابن عربیؒ' امام شعرانی اور صاحبِ روح المعانی کی عبارات کا جائزہ نہیں لیا اور مصنف کی نقل کو حرفِ آخر سمجھ کر ان بزرگوں کا موقف یقین کر لیا' حالانکہ ان بزرگوں کی عبارات میں مصنف نے تحریفِ لفظی و معنوی اور خلطِ مبحث کا ریکارڈ قائم کیا ہے' تقریظ نگار مولانا صاحب نے مصنف کی اس من گھڑت بے بنیاد روایت کا جائزہ بھی نہیں لیا جو انہوں نے " نفحات الانس " کے حوالے سے کتاب کے ص ۲۷۹ پر درج کی جس کا نفحات الانس میں نام و نشان تک نہیں۔

مولانا صاحب نے اس موضوع پر مشائخ چشت کی مشہور و معتبر کتابوں مراۃ الاسرار' سیرالاقطاب' اقتباس الانوار' مراۃ العاشقین' تکملہ سیرالاولیاء' مقابیس المجالس اور تحفۃ الابرار کو بھی نظر انداز کر دیا ہے جن میں فرمانِ غوثیہ کے بامرِالٰہی عالمِ صحو و تمکین میں صدور پر مشائخِ چشت کے واضح ارشادات موجود ہیں۔

تقریظ نگار مولانا صاحب نے اس موضوع پر اپنے اساتذہ حضرت مولانا سردار احمد صاحب فیصل آبادی' حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی اور حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہم کے موقف کا بھی لحاظ نہ کیا جن کی خدمت اور نعلین برداری کی برکت سے انہوں نے علم حاصل کیا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

تقریظ نگار مولانا صاحب نے اکابر علماء و مشائخ کے برعکس مصنف کے بے سند موقف کی نہ صرف تائید کی بلکہ انہیں محقق العصر کے خطاب سے نوازا اور ان کی کتاب کو تحقیقی کارنامہ قرار دیا۔ ہم نے ان کی تقریظ پڑھ کر انہیں ایک طویل

مکتوب بذریعہ رجسٹری ارسال کردیا تھا جس میں مذکورہ بالا امور کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی گئی تھی مگر ان کی طرف سے ہمیں کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب

کتاب کے ص ۴۴ پر تقریظ نگار مولانا صاحب کے ایک مکتوب کے حوالے سے لکھا ہے (نیز یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ ہر ایک صاحبِ کمال نے اپنے زعم اور اپنے خیال میں اپنے عطا کردہ مرتبہ و مقام کو بے مثال اور منفرد و ممتاز سمجھا ہو جیسے آخری آخری شخص جو دوزخ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف ہو کر پکار اٹھے گا' ما اعطی احد مثل ما اعطیت. جو کچھ مجھے دیا گیا ہے کسی کو نہیں دیا گیا حالانکہ اس کا مرتبہ فی الواقع سب سے کم ترین ہوگا۔

یقین کریں کہ مولانا صاحب کی یہ عبارت پڑھ کر ایمان کی بنیادیں لرز جاتی ہیں اور انسان پر حزن و ملال اور تحیر و سکوت کی عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ کیا سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمانِ گرامی کی توجیہ میں مولانا صاحب کے علم میں صرف ایک فاسق و فاجر بدکار مسلمان کا حوالہ تھا جو اپنے اعمالِ قبیحہ کی طویل سزا بھگت کر سب سے آخر میں جنت میں داخل ہو رہا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ اس قطبِ اعظم اور غوثِ اعظم قدس سرہ کو جن کی قطبیت و غوثیتِ کبریٰ پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے ایک فاسق و فاجر بدکار پر قیاس کیا جا رہا ہے۔ کیا اولیائے کرام اہل اللہ کی فراستِ ایمانی اور نورِ بصیرت یا اپنے مقام و مرتبہ کا یقین اور پہچان ایک فاسق و فاجر کے زعمِ فاسد کی طرح ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اسی قسم کی تمثیلات' قیاس آرائیوں اور ایسے گستاخانہ الفاظ پر مبنی عبارات کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا موقف کسی سے مخفی نہیں۔

تقریظ نگار مولانا صاحب خوف و خشیتِ الٰہی کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنی تحریر پر منصفانہ غور کر کے فرمائیں کہ ان کی یہ عبارت اگر اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی کے سامنے رکھی جاتی تو ان کا ردِ عمل کیا ہوتا۔ ہم اس سے زائد کچھ نہیں لکھنا چاہتے اور اپنے جذبات و احساسات اس قادرِ مطلق ربِ ذوالجلال کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں جو اولیائے کرام کی حرمت و عظمت کا ضامن ہے۔

الٰہ ذاتی نام نہیں صفاتی ہے

معترض صاحب کی کتاب کے ص ۳۶ پر یہ تحقیق پڑھ کر حیرت ہوئی کہ الٰہ' ذاتی نام ہے اور سبحان صفاتی نام ہے۔ الٰہ نکرہ کو اسمِ ذات کہنا علمِ تفسیر اور لغت سے ناواقفیت ہے۔ الٰہ' اسمائے صفات میں سے ہے' اسمِ ذات لفظِ اللّٰہ معرف باللام ہے۔ لفظِ الٰہ' پر بحث کرتے ہوئے علامہ بیضاوی لکھتے ہیں واشتقاقہ من اِلٰہَ الھۃ والوھۃ بمعنیٰ عبد (بیضاوی شریف ص ۲ مطبوعہ کراچی)

یعنی الٰہ نکرہ کا اشتقاق 'الٰہ الھۃ والوھۃ' بمعنیٰ عبد سے ہے

صاحبِ تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں فالٰہ صفۃ مشبھۃ بمعنیٰ مالوہ کتاب بمعنیٰ مکتوب (روح المعانی جلد اول ص ۵۶ مکتبہ امدادیہ) الٰہ' فعال بمعنیٰ مفعول کے وزن پر صفت مشبہ ہے جیسے کتاب بمعنیٰ مکتوب۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اسی مقام پر بیضاوی کے ماتحت لکھتے ہیں۔

واشتقاقہ ای اشتقاق الٰہ منکرا ولو جاعہ الی المعرف باللام غلط اذ لا معنی للاشتقاق مع لام التعریف ولمنافاتہ بقولہ وھو یجیرہ او یزعمہ (حاشیہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ص ۳۶)

یہاں اشتقاق سے مراد الٰہ نکرہ کا اشتقاق ہے معرف باللام کا نہیں اس لئے کہ لامِ تعریف کے ساتھ اشتقاق کا کوئی معنیٰ نہیں۔ پھر یہ مصنف کے قول وھو یجیرہ او یزعمہ کے بھی منافی ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی "حاشیہ بیضاوی" میں لکھتے ہیں المنکر فی الاصل ای اصل وضعہ یقع علی کل معبود حقا کان او باطلا (حاشیہ علی البیضاوی ص ۳۶) الٰہ نکرہ اپنی وضع کے لحاظ سے ہر معبود کے لئے بولا جاتا ہے

حق ہو یا باطل۔

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں۔ فلان اللہ خاص بہ تعالٰی جاهلیة واسلامًا والالٰه لیس کذالک لانه اسم لکل معبود (روح المعانی جلد اول ص ۵۵ مکتبہ امدادیہ

پس لفظِ اللہ بیشک زمانہ جاہلیت اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہا ہے مگر لفظِ الٰہ ایسے نہیں وہ ہر معبود کے لئے بولا جاتا ہے حق ہو یا باطل

لفظِ الٰہ کے بارے میں یہ سوال کہ اگر یہ صفت مشبہ ہے تو پھر " الٰھکم الٰہ واحد" میں موصوف کس طرح ہو گا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں

واعادة لفظ الٰه و توصیفه بالوحدة لافادة ان المعتبر الوحدة فی الالوهیة واستحقاق العبادة ولولا ذالک لکفی والٰهکم واحد فهو بمنزلقوصفهم الرجل بانه سیدواحدو عالمواحد

(روح المعانی جلد دوم ص ۳۰)

یعنی لفظِ الٰہ کا اعادہ اور اس کا وحدت کے ساتھ موصوف کرنا اس بات کے افادہ کے لئے ہے کہ الوہیت اور استحقاقِ عبادت میں معتبر وحدت ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو الٰھکم واحد کافی ہوتا اور یہ سید واحد اور عالم واحد کی طرح ہے کہ دونوں خود صیغہ صفت ہیں مگر یہاں موصوف واقع ہو رہے ہیں۔

سبحان صفاتی نام نہیں

جس طرح الٰہ نکرہ اسمِ ذات نہیں اسی طرح سبحان صفاتی نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات میں سبحان کوئی اسم نہیں۔ سبحان سبح تسبیحا بمعنی نزہ تنزیہًا کا مصدر ہے۔ جب یہ مضاف نہ ہو تو کبھی تنزیہہ کا علم بن کر استعمال ہوتا ہے۔ علامہ زمخشری کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سبحان تسبیح کا علم ہے صاحب الکشف نے بھی ان کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ تنزیہہ بلیغ پر دلالت کرتا ہے۔

صاحبِ روح المعانی' اسی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سبحان ھھنا علی ماذھب الیه بعض المحققین مصدر سبح تسبیحا بمعنی نزہ تنزیھا و قد یستعمل علما للتنزیه فیقطع عن الاضافة وظاھر کلام الزمخشری انه علم للتسبیح وانتصر له صاحب الکشف' وذکر انه یدل علی التنزیه البلیغ

(روح المعانی جلد نمبر۸ ص ۳)

زمخشری کے قول کے بارے میں طیبی نے کہا انه دل علی التنزیه البلیغ عن جمیع القبائح التی یضیفها الیه اعداء اللّٰه تعالیٰ سبحان' ان تمام قبائح سے تنزیہہِ بلیغ پر دلالت کرتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے دشمن اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

صاحبِ روح المعانی' سبحان کی تنزیہہِ بلیغ پر دلالت کی تائید میں لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ نے حضور علیہ السلام سے سبحان اللہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تنزیه للّٰه تعالیٰ عن کل سوء ہر نقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ مراد ہے۔ صاحبِ روح المعانی پھر لکھتے ہیں ولھذا لم یجز استعماله الا فیه تعالیٰ اسماؤہ و عظم کبریاؤہ تنزیہہِ بلیغ پر دلالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے سبحان کا استعمال جائز نہیں۔ (تفسیر روح المعانی جلد نمبر۸ ص ۳ مکتبہ امدادیہ)

حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے۔ ولذا لم یضف الا لاسمائه تعالیٰ لدلالته علی تنزیه بلیغ یلیق بکبریائه اس تنزیہہِ بلیغ پر دلالت کی وجہ سے جو ذاتِ کبریا کے لائق ہے' اللہ تعالیٰ کے اسماء کے علاوہ کسی چیز کی طرف سبحان کی اضافت نہیں کی جاتی۔

(حاشیہ شہاب خفاجی علی البیضاوی جلد ششم ص ۲ مطبوعہ بیروت)

اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے کہ لفظِ سبحان' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے

لئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ شیخ سلیمان "حاشیۃ الجمل علی الجلالین" میں لکھتے ہیں ولذالا یستعمل الا فیہ تعالٰی (حاشیہ جمل علی الجلالین جلد دوم ص ۶۰۸ مطبوعہ مصر)

تفسیر کبیر جلد اول میں حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظِ سبحان کی تنزیہِ بلیغ پر دلالت کی تفصیلی بحث کی ہے۔ قرآن مجید میں تنزیہِ بلیغ کے اعلیٰ مراتب کا بیان لفظِ سبحان سے کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے سبحٰن اللہ عما یشرکون، سبحٰن اللہ عما یصفون

معراج شریف کے عظیم الشان معجزہ اور جلیل القدر کمالِ نبوت کے بیان کا آغاز بھی لفظِ سبحان سے کیا گیا۔

حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفتوحات المکیہ" اور "شرح فصوص الحکم" کے حوالے سے لکھا ہے کہ سبحان مرتبۂ ذات کا نام ہے۔(ملاحظہ ہو: مکتوباتِ مہریہ ص ۱۰۸)

پایۂ تکمیل کو پہنچی کتاب

اللہ تعالٰی کے فضل و کرم اور ارواحِ طیبہ کی توجہات سے کتاب "قدم الشیخ عبد القادر علٰی رقاب الاولیاء الاکابر" پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ ہم بصد عجز و نیاز خالقِ کائنات کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ اس کی مہربانی سے ہم اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ جامعہ انوار العلوم کے بعض طالب علموں نے کتاب کی پروف ریڈنگ میں بڑی محنت اور دلچسپی سے حصہ لیا۔ اللہ تعالٰی انہیں عالمِ باعمل بنائے۔

احباب سے گزارش ہے کہ اگر کتاب میں کوئی بات قابلِ اصلاح نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

العبد المذنب فقیر ممتاز احمد چشتی

کتابیات

	کتاب	مصنف
۱	قرآن مجید	
۲	تفسیر بیضاوی	قاضی ناصر الدین البیضاوی الشافعی م۶۸۵ھ
۳	تفسیر خازن	علاؤالدین علی بن محمد البغدادی م۷۲۵ھ
۴	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی م۶۰۶ھ
۵	تفسیر روح المعانی	علامہ شہاب الدین الوسی بغدادی م۱۲۷۰ھ
۶	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی م۱۲۲۶ھ
۷	تفسیر المنار	محمد رشید رضا المصری م قرن رابع عشر
۸	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری م۱۴۱۹ھ
۹	حاشیۃ الخفاجی علی البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی المصری م۱۰۶۹ھ
۱۰	حاشیہ علامہ سیالکوٹی علی البیضاوی	عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی م۱۰۶۸ھ
۱۱	حاشیۃ الجمل علی الجلالین	سلیمان بن عمر المعروف بالجمل م۱۲۰۴ھ
۱۲	المفردات فی غریب القرآن	امام راغب اصفہانی م۵۰۲ھ
۱۳	بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل البخاری م۲۵۶ھ
۱۴	ترمذی شریف	امام ابو عیسیٰ ترمذی م۲۷۹ھ
۱۵	ابن ماجہ شریف	امام ابو عبد اللہ ابن ماجہ م۲۷۳ھ
۱۶	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل م۲۴۱ھ
۱۷	مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ الخطیب م قرن ثامن
۱۸	المرقاۃ شرح المشکوٰۃ	ملا علی القاری الحنفی م۱۰۱۴ھ
۱۹	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف	شیخ عبد الحق محدث دہلوی م۱۰۵۲ھ
۲۰	الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ	سید صدیق حسن قنوجی م۱۳۰۷ھ
۲۱	فیض الباری علی صحیح البخاری	سید انور شاہ کشمیری م۱۳۵۲ھ
۲۲	تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی	امام جلال الدین سیوطی م۹۱۱ھ

۲۳	کتاب التوابین	امام ابن قدامہ المقدسی م ۶۲۰ھ
۲۴	الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث	علامہ ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ
۲۵	رسالہ قشیریہ	امام ابو القاسم القشیری م ۴۶۵ھ
۲۶	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویری م ۴۶۵ھ
۲۷	احیاء علوم الدین	امام غزالی م ۵۰۵ھ
۲۸	رسالہ غوثیہ (الہامات غوثیہ)	حضرت غوث اعظم م ۵۶۱ھ
۲۹	الفتوحات المکیہ	شیخ اکبر محی الدین ابن عربی م ۶۳۸ھ
۳۰	عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی م ۶۳۲ھ
۳۱	بہجۃ الاسرار	علامہ نور الدین الشطنوفی م ۷۱۳ھ
۳۲	لطائف المنن	الشیخ ابن عطاء اللہ الاسکندری م ۷۰۷ھ
۳۳	المنتظم فی تاریخ الامم	علامہ ابن جوزی م ۵۹۷ھ
۳۴	نشر المحاسن الغالیہ	امام عبد اللہ الیافعی م ۷۶۸ھ
۳۵	ذیل طبقات الحنابلہ	حافظ ابن رجب حنبلی م ۷۹۵ھ
۳۶	البدایہ والنہایہ	ابن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ
۳۷	طبقات المقرئین	حافظ شمس الدین ذہبی م ۷۴۸ھ
۳۸	حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاہرہ	امام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ
۳۹	الرحمۃ فی الطب والحکمۃ	امام جلال الدین سیوطی
۴۰	نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القراآت	امام شمس الدین الجزری م ۷۳۹ھ
۴۱	الدر المنظوم فی ملفوظ المخدوم	ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں م ۷۸۵ھ
۴۲	الفتاویٰ الحدیثیۃ	امام ابن حجر مکی الہیتمی الشافعی م ۹۷۴ھ
۴۳	شرح کلمات الشیخ عبد القادر	ابن تیمیہ الحرانی م ۷۲۸ھ
۴۴	منہاج السنۃ النبویۃ	// // // // //

۴۵	فتاویٰ ابن تیمیہ	شیخ ابن تیمیہ الحرانی م ۷۲۸ھ
۴۶	الطبقات الکبریٰ	امام شعرانی م ۹۷۳ھ
۴۷	الیواقیت والجواہر	״ ״ ״
۴۸	لطائف المنن	״ ״ ״
۴۹	الجواہر والدرر	״ ״ ״
۵۰	الانوار القدسیۃ فی بیان آداب العبودیۃ	״ ״ ״
۵۱	درر الغواص علی فتاویٰ علی الخواص	״ ״ ״
۵۲	نزھۃ الخاطر الفاتر	ملا علی القاری الحنفی م ۱۰۱۴ھ
۵۳	نسیم الریاض (شرح شفا شریف)	علامہ شہاب الدین الخفاجی م ۱۰۶۹ھ
۵۴	نفحات الانس	مولانا عبد الرحمٰن جامی م ۸۹۸ھ
۵۵	سلسلۃ الذہب	״ ״ ״
۵۶	قلائد الجواہر	شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی الحنبلی م ۹۶۳ھ
۵۷	سیر العارفین	مولانا جمالی سہروردی چشتی م ۹۴۲ھ
۵۸	مثنوی معنوی	حضرت مولانا روم م ۶۷۲ھ
۵۹	التوضیح شرح التنقیح	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود م ۷۴۷ھ
۶۰	التلویح شرح التوضیح	علامہ سعد الدین تفتازانی م ۷۹۲ھ
۶۱	مختصر المعانی	״ ״ ״
۶۲	المطول	״ ״ ״
۶۳	الحسامی	حسام الدین محمد الاخسیکثی م ۶۴۴
۶۴	النامی شرح الحسامی	علامہ ابو محمد عبد الحق (سن تالیف ۱۲۹۶ھ)
۶۵	نور الانوار	الشیخ احمد المعروف بملا جیون م ۱۱۳۰ھ
۶۶	اصول الشاشی	مولانا نظام الدین الشاشی م ۳۴۴ھ

۶۷	اخبار الاخیار	شیخ عبد الحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ
۶۸	زبدۃ الاسرار	// // //
۶۹	صلوٰۃ الاسرار	// // //
۷۰	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	// // //
۷۱	مجموعہ رسائل و مکاتیب	// // //
۷۲	مکتوبات مجددیہ	حضرت مجدد الف ثانی م ۱۰۳۴ھ
۷۳	مکاشفات غیبیہ	// // //
۷۴	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۸۰ھ
۷۵	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	// // //
۷۶	ہمعات	// // //
۷۷	انفاس العارفین	مرتبہ شاہ ولی اللہ دہلوی
۷۸	الابریز	حضرت عبد العزیز دباغ م قرن ثانی عشر
۷۹	نکات الاسرار	حضرت سید آدم بنوری مجددی م ۱۰۵۳ھ
۸۰	دلیل العارفین	ملفوظات حضرت غریب نواز اجمیری م ۶۳۳ھ
۸۱	فوائد السالکین	ملفوظات حضرت قطب الدین بختیار م ۶۳۳ھ
۸۲	اسرار الاولیاء	ملفوظات حضرت فرید الدین گنجشکر م ۶۶۴ھ
۸۳	فوائد الفواد	ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء م ۷۲۵ھ
۸۴	سیر الاولیاء	امیر خورد سید محمد بن مبارک کرمانی م ۷۷۰ھ
۸۵	خیر المجالس	ملفوظات حضرت چراغ دہلوی م ۷۵۷ھ
۸۶	مفتاح العاشقین	ملفوظات چراغ دہلوی مرتبہ شاہ محب اللہ
۸۷	لطائف الغرائب	ملفوظات چراغ دہلوی
۸۸	جوامع الکلم	ملفوظات حضرت گیسو دراز م ۸۲۵ھ

جواہر العشاق شرح الہامات غوثیہ	// // //
بحر المعانی	سید محمد بن جعفر المکی چشتی م ۸۹۱ھ
مرقع کلیمی	حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی م ۱۱۴۲ھ
کشکول کلیمی	// // //
نظام القلوب	حضرت نظام الدین اورنگ آبادی م ۱۱۴۱ھ
فخر الطالبین	ملفوظات حضرت فخر الدین دہلوی م ۱۱۹۹ھ
القول المستحسن شرح فخر الحسن	مولانا احسن الزمان چشتی م ۱۳۲۸ھ
مراۃ الاسرار	شیخ عبد الرحمن چشتی م ۱۰۹۴ھ
سیر الاقطاب	شیخ الہدیہ بن عبد الرحیم (سن تالیف ۱۰۵۶ھ)
اقتباس الانوار	شیخ محمد اکرم چشتی صابری قدوسی م ۱۱۹۵ھ
جواہر فریدی	مولانا علی اصغر چشتی فریدی (سن تالیف ۱۰۳۳ھ)
مناقب المحبوبین	مولانا نجم الدین چشتی سلیمانی
نافع السالکین	ملفوظات شاہ سلیمان تونسوی م ۱۲۶۷ھ
انتخاب مناقب سلیمانی	ملفوظات حضرت تونسوی
مراۃ العاشقین	ملفوظات حضرت سیالوی م ۱۳۰۰ھ
انوار شمسیہ	احوال و کرامات حضرت سیالوی
الفتوحات الصمدیہ	حضرت اعلیٰ گولڑوی م ۱۳۵۶ھ
مکتوبات طیبات	// // //
ملفوظات مہریہ	// // //
مہر منیر	مرتبہ مفتی فیض احمد
تکملہ سیر الاولیاء	خواجہ گل محمد چشتی احمد پوری م ۱۲۴۳ھ
مقابیس المجالس	ملفوظات خواجہ غلام فرید م ۱۳۱۹ھ

۱۱۱	تحفۃ الابرار	آفتاب بیگ سلیمانی م قرن رابع عشر
۱۱۲	فوز المقال فی خلفاء پیر سیال	حاجی مرید احمد چشتی
۱۱۳	خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری، م ۱۳۰۷ھ
۱۱۴	گلدستہ کرامت	″ ″ ″
۱۱۵	انوارِ قمریہ	ملفوظات خواجہ قمرالدین سیالوی، م ۱۴۰۱ھ
۱۱۶	مخزنِ چشت	خواجہ امام بخش مہاروی م ۱۳۰۰ھ
۱۱۷	نثارِ خواجہ	مولانا معین الدین اجمیری م ۱۳۵۹ھ
۱۱۸	افضل الصلوات علی سید السادات	علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی م ۱۳۵۰ھ
۱۱۹	جامع کرامات الاولیاء	″ ″ ″
۱۲۰	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت بریلوی م ۱۳۴۰ھ
۱۲۱	الزمزمۃ القمریۃ	″ ″ ″
۱۲۲	مجیرِ معظم	″ ″ ″
۱۲۳	ملفوظات مجدد مائۃ حاضرہ	″ ″ ″
۱۲۴	فتاویٰ کرامات غوثیہ	″ ″ ″
۱۲۵	تسکین الخواطر فی مسئلۃ حاضر و ناظر	علامہ احمد سعید کاظمی م ۱۴۰۶ھ
۱۲۶	السیف الربانی	السید محمد المکی بن عزوز مطبوعہ ۱۳۰۹ھ
۱۲۷	سفینۃ الاولیاء	شاہزادہ دارا شکوہ م ۱۰۷۰ھ
۱۲۸	الطراز المذہب	علامہ الوسی بغدادی
۱۲۹	سراج العوارف فی الوصایا والمعارف	السید احمد حسین نوری المارھروی م ۱۳۳۲ھ
۱۳۰	تفریح الخاطر	علامہ عبدالقادر الاربلی الصدیقی م ۱۳۱۵ھ
۱۳۱	الفخار الفاخر فی مناقب السید عبدالقادر	محمد غوث ناصرالدین الشافعی م ۱۲۳۸ھ
۱۳۲	فوز المطالب	مولانا برہان الدین خان مطبوعہ ۱۳۲۵ھ

کتاب	مصنف
تاریخ مشائخ چشت	پروفیسر خلیق نظامی
حیات شیخ عبد الحق	؍؍ ؍؍ ؍؍
تاریخ دعوت و عزیمت	مولانا ابو الحسن علی الندوی
نزھۃ الخواطر	السید عبد الحی الندوی م ۱۳۴۱ھ
کشف الظنون	حاجی خلیفہ کاتب چلپی م ۱۰۶۷ھ
مناقب الاقطاب الاربعۃ	الشیخ یونس ابراہیم السامرائی
الشیخ عبد القادر الجیلانی	؍؍ ؍؍ ؍؍
صاحب المثنوی	قاضی تلمذ حسین اعظم گڑھی
آتش کدہ آزر	لطف علی آزر سن طباعت ۱۳۳۴ھ
الفیوضات الربانیۃ	الشیخ باسم بن علی بن عبد الملک
ہدیۃ العارفین	اسماعیل پاشا البغدادی
حقیقت گلزار صابری	شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوری
معین العارفین	محمد خادم حسن زبیری معینی اجمیری
معین الارواح	؍؍ ؍؍ ؍؍
لمعاتِ خواجہ	شمس بریلوی و معین الدین اجمیری
شمائمِ امدادیہ	ملفوظات حاجی امداد اللہ م ۱۳۱۷ھ
حضرت مجدد الف ثانی	سید زوار حسین نقشبندی
تجلیاتِ مہرِ انور	مولانا شاہ حسین گردیزی
نشاط العشاق	حضرت ملک شاہ صدیقی م قرن عاشر
معجم المصنفین	عمر رضا کحالہ
ذیل کشف الظنون	اسماعیل پاشا البغدادی
حاشیہ نبراس	مولوی برخوردار ملتانی م قرن رابع عشر

۱۵۵	قصیدہ غوثیہ	حضرت غوثِ اعظم
۱۵۶	دیوانِ معین	حضرت غریب نواز اجمیری
۱۵۷	دیوانِ نیاز	شاہ نیاز احمد بریلوی
۱۵۸	دیوانِ عبیدیہ	خواجہ عبید اللہ ملتانی
۱۵۹	دیوانِ حافظ	حافظ شیرازی
۱۶۰	مراۃ العرفان	حضرت اعلیٰ گولڑوی
۱۶۱	وظائف و شجراتِ سلاسل	مطبوعہ گولڑہ شریف
۱۶۲	قومی ڈائجسٹ	پیران پیر نمبر
۱۶۳	اقبالنامہ	علامہ اقبال
۱۶۴	ماہنامہ اعلیٰ حضرت	غریب نواز نمبر
۱۶۵	حدائقِ بخشش	فاضل بریلوی
۱۶۶	قلمی رسالہ فارسی	خواجہ عبید اللہ ملتانی م ۱۳۰۵ھ
۱۶۷	خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب	حضرت سید عبد اللہ البلخی
۱۶۸	مخدوم جہانیاں جہانگشت	پروفیسر محمد ایوب قادری
۱۶۹	عباد الرحمٰن	خواجہ محمد عادل چشتی
۱۷۰	ماہنامہ السعید فروری ۱۹۹۸ء	